تتمۂ الف لیلہ مع تصاویر ہر چہار جلد

حصۂ دوم

جسکو یکہ تاز میدان خوش بیانی مضمار فارسِ سخندانی گل سر سبد بلاغت طبل(?)
شیوا زبان فصاحت منشی جادو رقم شاعر عطارد قلم شیرین کلام طلاقت نظام
سخنور بیمثال پنڈت رتن ناتھ صاحب در متخلص بہ سرشار مصنف فسانۂ آزاد
و جام سرشار و سیر کہسار وغیرہ نے

بزبان اُردو

کمال خوش اسلوبی سے بطرز ناول ترتیب دیا تھا اور زیور نظم و نثر و عبارت مقفی و مسجع سے
مثل عروس ہر ہفت کیا تھا مگر چند قصے جو نہایت دلچسپ و پسندیدہ خاص و عام ہیں درج ہونے سے رہ گئے تھے
ان قصص کو اُسی عنوان سے مولوی محمد اسمعیل صاحب متخلص بہ اثر [illegible] مطبع [illegible] نے
حسب الحکم جناب مستطاب منشی پراگ نرائن صاحب مالک مطبع کے [illegible] تکملہ انجام دیا اب دو حصہ
میں الف لیلہ کامل ہوگئی بلکہ بہت سے قصے دلچسپ اس الف لیلہ میں زائد
ہیں جو دیگر الف لیلاؤں میں نہیں ہیں ناظرین جب معائنہ
فرمائینگے لطف مزید پائینگے

بمقام لکھنؤ

مطبع منشی نول کشور میں زیور طبع سے مزین ہوئی

سنہ ۱۹۰۱ء

آغاز حصۂ دوم الف لیلہ اُردو

تتمہ جلد سوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم
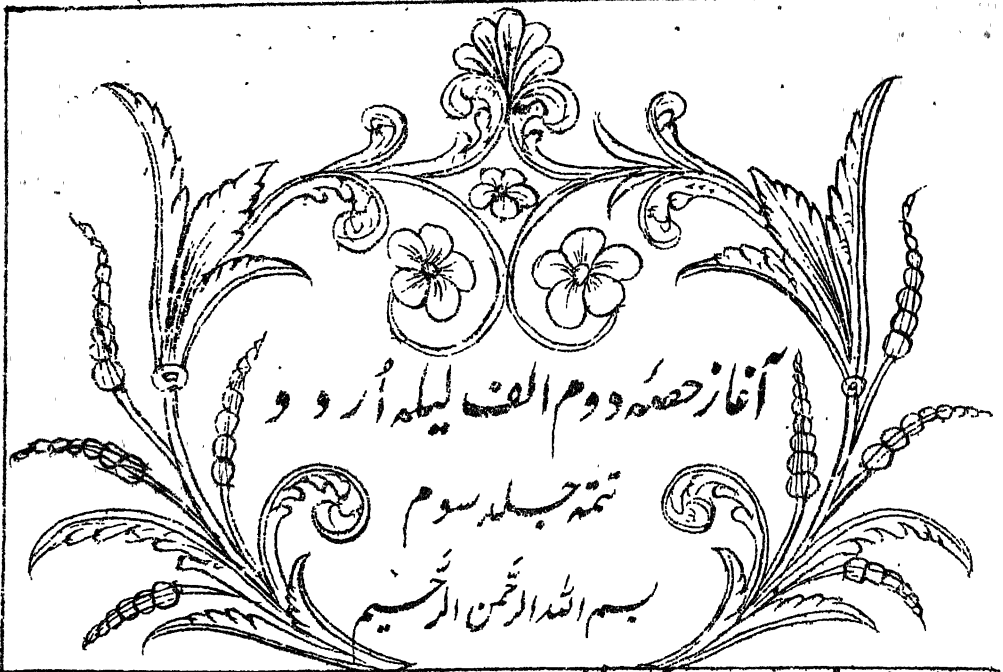
گہر افشانی خامہ جادو نگار و نغمہ پردازی عندلیب کلک شیرین منقار زمزمہ سنجی قلم جادو رقم در بیان افسانہ شہزادۂ زین الاصنام اور بادشاہ جن سلیمان حشم

کہاں ہے تو اے ساقی لالہ فام — دے سامنے جلد لا مے کا جام

پلا دے مے ارغوانی مجھے — رہے نشۂ جاودانی مجھے

لگا دے مرے منہ سے جام شراب — کہ اٹھ جائیں سب سامنے سے حجاب

نظر آئے حسن عروس بہار — کروں دختر رز سے بوس و کنار

رہیں گلعذار چمن ہم بغل — نہ آئے مرے عیش میں کچھ خلل

دکھاؤں میں اپنی طبیعت کا رنگ — جدا سب سے ہے میرا اب رنگ ڈھنگ

ازل سے ہے یاں مے پرستی کا شوق — ہمیشہ ہے اشعار رنگین کا ذوق

عروس مضامین کروں جلوہ گر — رہے نشۂ بادہ آٹھوں پہر

اب اس دور میں تو چکھا دے مجھے — کرم اپنا ساقی دکھا دے مجھے

چمن میں بہار آئی ہے ابر ہے — بھلا اب کہاں طاقت صبر ہے

بیا ساقیا جام عشرت بیار — نویسم یکے داستان بہار

کہ تا بیان حکایات حیرت افشان و محرران مضامین ندرت عنوان صفحۂ قرطاس پر یون زر افشانی

کرتے ہیں کہ زمانہ سلف میں ملک بانسرا میں ایک تاجدار زرین کمر فریدون حشم سکندر فر سریر آرائے سلطنت تھا بڑا اولوالعزم صاحب شوکت و صولت تھا خزانہ بے شمار فوج جرار اہلکار جان نثار و فرمان بردار کارپرداز ان سلطنت عقل و خرد میں فروغ کا شانہ دولت ملک زرخیز و آباد رعایا نہایت خرم و شاد

پہلے دور اکا نکل آیا تھا نام	اُسکے سرہنگون کا جب دفتر کھلا

پرستاران ماہ لقا و کنیزان شمشیر ادا سرگرم خدمت گزاری شاعران شیوا زبان و ملشیان سحر بیان مصروف مدحت طرازی و نغز گفتاری

ہمہ اسباب شاہی حاصل او	نمانده آرزوے در دل او

مگر کاشانہ امید بے چراغ تھا ناولدی کا دل پر داغ تھا بادشاہ ہمیشہ خاطر حزین و دل اندوہگین رکھتا تھا مگر از بسکہ نہایت رحمدل و رعایا پرور تھا ساکنین ملک اُسکے لیے شب و روز دست بدعا رہتے تھے کہ اس شاہ عالیجاہ کے شجرۂ امید میں بار آئے غنچۂ دل شاہ مثل گل شگفتہ ہو جائے گلشن امید بہار تازہ سے پھولے پھلے جام آرزو بادۂ عشرت سے مملو رہے وارث تاج و تخت پیدا ہو ولیعہد سلطنت ہویدا ہو آخرالامر تیر دعا نشانۂ ہدف اجابت پر لب معشوق ہوا امید بر آئی شاد و خرم ہر مخلوق ہوا بادشاہ بیگم حاملہ ہوئیں اور بعد انقضائے مدت معہودہ اختر برج شاہی صدف بطن مادر سے مثل خورشید خاوری تابان و درخشان ہوا اُس خوشی کا کیا بیان کیا جائے کہ جہان بدر العم میں شمع اقبال مشکوئے جاہ و جلال میں فروزان ہوئی تمام رعایا مسرور و شادان ہوئی اُس نوید جان فزا مرحبا افزا کی خبر سنتے ہی بادشاہ جم جاہ والا اقتدار مارے خوشی کے جامے میں پھولے نہیں سماتے تھے وزرائے ارسطو فطرت و اراکین سلطنت رعایا برایا مبارکباد کی صدائیں سناتے تھے در خزانہ وا ہوا اعلیٰ قدر مراتب انعام دیا گیا ہر ایک نے اپنا اپنا دامن زر و سیم سے بھرا افلاس کا نام صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ گیا اسقدر انعام و اکرام تقسیم ہوا کہ سایل کو سوال سے کام نہیں رہا حاجت کا زمانے میں نام نہیں رہا دامن گلستان زر جعفری سے بھر دیا دریا حباب کے موتیون سے لبریز کیا

بجوش [illegible] ز نجم تابہ دارست	بفیضش حاتم طی شرمسارست
جہان در دہر داد معدلت داد	کہ ایوان ستم از پا در افتاد

[illegible] جشن شاہانہ [illegible] رقص و راگ بلند ہو عالم نوائے تہنیت و مبارکبادی سے بھر [illegible]
[illegible] وہ شب کا عالم نرالا ایسا کسی نے دیکھا نہ بھالا گوش فلک نے کبھی کانون نے سُنا جنہین نے

آنکھون نے نہ دیکھا چراغون کی تنویر کا عجب عالم جسکے روبرو جلوۂ خورشید کم گیلاس نور کے تارے ہین یا ستارے شیشون مین اُتارے ہین روشنی کا عالم چشم بد دور زمین سے آسمان تک نور علے نور آتشبازی سے بیان سے عجب کیفیت دکھائی قلم کی زبان پھل جھڑی بنائی انار چھوٹتے ہین یا پیہم تارے ٹوٹتے ہین چرخی جو زمین پر چرخ کھاتی ہے آسمان کے چہرے کی ہوائیان اُڑاتی ہے ماہتاب کے فروغ سے ماہ عالمتاب کا منھ دھوان ہوا بنفشہ کی ٹٹی سے بنفشہ زار کا عالم عیان ہوا رقاصان مہر طلعت زہرہ جبین ناچنے لگین خوش آوازی کے ساتھ گانے لگین طبلون پر تھاپ پڑی آواز نوشانوش کی بلند ہوئی سارنگی کا لہرا پائین کی گمک آسمان کو جانے لگی رباب چنگ ودف اور جھانجھ کی آواز کانون مین آنے لگی ستار وطاؤس یا انواع انواع کے باجے بجنے لگے مغنیان سراپا ناز و لولیان کرشمہ ساز مبارکباد دینے لگے ؎

مطرب از کن ہاے داؤدی ۔ دل ہمی برد و جان ہمی بخشید
گفت رقص آنچنان کہ در پردہ ۔ پردۂ صبر عاشقان بدرید

حضار محفل مثل عاشقان بسمل اور مشتاقان بیدل وقت بدل غلغلہ بر دار تھے جان و دل سے مشتاق از خود فراموش وجان نثار تھے ؎

فغان کین لولیان شوخ وشیرین کار شہر آشوب ۔ چنان بردند صبر از دل کہ ترکان خوان یغما را

ساقیان مہر طلعت جام و صراحی زرین ہاتھون مین لیے دورۂ جام شراب یاقوت رنگ چل رہا تھا حاضرین کا دل اس جلسہ جان فزا سے بہل رہا تھا ؎

ساقی بنور بادہ بر افروز جام ما ۔ مطرب بگو کہ کار جہان شد بکام ما
ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم ۔ این بیخبر ز لذت شرب مدام ما

مختصر یہ کہ اس محفل نشاط کے آگے بزم جمشیدی مات تھی دن عید رات شب برات تھی بادشاہ نے بعد انفراغ جشن چھٹی وغیرہ کے اُس شہزادہ ماہ لقا کا نام زین الصنم رکھا اور واسطے استخراج احکام نجوم و ترتیب زائچہ مولود مسعود کے نجومیون و اختر شناسون کو طلب فرمایا کہ شہزادہ کے طالع کا حال نظرات کواکب سے استنباط کر کے من وعن حضور شاہی مین عرض کرین چنانچہ بالاتفاق سب نے حضور سلطانی مین عرض کیا کہ شہزادہ عالم کی عمر دراز ہوگی بڑے صاحب اقبال کمال شوکت و اجلال ہمت وجرات مین فرد جود وسخا مین لاثانی ہونگے مگر خطرات موحش و امور ہولناک بھی ایسے درپیش ہونگے کہ جسکی وجہ سے آئینہ خاطر ارجمند شاہزادۂ فلک شکوہ غبار تکدر سے زنگ آلود ہوگا اگرچہ انجام اُسکا قرین عیش و سرور ہے مگر ان مکارہ کا لاحق ہونا بھی ضرور ہے شاہ جم جاہ نے

فرمایا مجھے اس امر کا کچھ اندیشہ نہین ہی کیونکہ فرزند میرا صاحب ہمت وجرات ہوگا اور شاہان اولوالعزم
کو مصائب خطرات وشدائد ہولناک سے گزیر نہین بلکہ بعض موقعون پر یہ امور باعث عبرت وموجب
خبرت ہوا کرتے ہین ظہور مصائب جلاے نگین جہانبانی وجوہر شمشیر فرمان روائی بلکہ صیقل تیغ دانائی
ہین اسکا اندیشہ فضول ہی متعرض خطرات ہر ذوی العقول ہی پھر سلطان دارا دربان نے نجومیون
ورمالون کو رخصت کیا سبکے قدر حیثیت انعام واکرام زروجواہر سے مالامال کردیا جب کہ وہ مہر سپہر
سلطنت قابل ضیاء تعلیم وتربیت کے ہوا اُستادان ماہر فن اُسکی تعلیم کو اور آداب شناسی کے
لیے اتالیق مقرر کیے گئے چند عرصہ مین وہ دُر شاہوار شہریاری ہر علم وفن مین طاق بلکہ شہرۂ آفاق
ہوا ع ہر فن مین ہون مین طاق مجھے کیا نہین آتا ؏

ہر علم مین باکمال تھا وہ	ہر فن مین بھی بے مثال تھا وہ
تھا علم وہنر مین بسکہ یکتا	رکھتا نہ تھا وہ نظیر اپنا
مشتاق تھا وہ سخنوری کا	ماہر تھا فن سپہ گری کا
تھا افسر فرق تاجداری	زینت دہ بزم کامگاری
صید افگن وشہسوار تھا وہ	ذی قوت وذی وقار تھا وہ
ماں باپ کی آنکھ کا تھا تارا	مشتاق لقا تھا ملک سارا

اتفاقات قضا وقدر سے پدر عالی مقدار اُس رشک قمر کا مبتلاے عوارض شدید ہوا مزاج
شہنشاہ کا جادہ اعتدال سے بعید ہوا ہر چند حکماے حاذق یادگار ارسطو وبقراط نے علاج ومعالجہ
مین کوئی بات اُٹھا نہ رکھی مگر قضاے الٰہی سے کوئی تدبیر مفید نہ ہوئی ع مرض بڑھتا گیا جون
جون دوا کی ؏ آخر الامر چند روز بستر علالت پر علیل رہ کر رہ گراے عالم بقا ہوا تمام ملک مین
شور گریہ وماتم بپا ہوا قریب وقت استحضار اُس شاہ عالی وقار نے ولی عہد سلطنت پروردۂ
ناز ونعم شہزادہ زین الصنم کو طلب کر کے چند وصیتین کی تھین کہ ای فرزند ارجمند صلاح وتقوے
اپنا شعار کرنا خوشامدیون اور غرض گویون کی بات پر ہرگز کان نہ دھرنا جود وسخا مین اسقدر
افراط نہ کرنا کہ انجام مین پریشانی لاحق ہو جو بات ہو طریق مساوات کے موافق ہو خیر الامور
اوسطہا پر عمل ہو تاکہ انتظام سلطنت مین نہ خلل ہو ظلم وستم پر مائل نہ ہونا دشمن اگرچہ ضعیف
ہو اُس سے غافل نہ ہونا تاکہ نام بد عالم مین مشہور نہ ہو شہرۂ بد انتظامی نزدیک دو ہو
خزانہ وفوج کا انتظام رہے ان نصائح پر عمل صبح وشام رہے غرض کہ یہ چند وصیتین کر کے

شاہ جم جاہ راہی ملک عدم ہوا شاہزادہ مورد صد الام و غم ہوا سات روز تک شہزادہ نے لباس ماتمی پہن کر اظہار رنج و غم کیا تمام ارکان سلطنت و اعیان مملکت نے مراسم تعزیت مین بپا نوحہ و ماتم کیا بعد ادائے رسومات سوگواری شہزادہ زین الصنم رونق افزائے تخت شاہی ہوا آخر یہین از ماہ تا ماہی ہوا سریر آرائے سلطنت ہوتے ہی باپ کی سب نصیحتین بھول گیا خزانہ وافر و دولت لا زوال دیکھکر بھول گیا دن رات مصروف عیش و نشاط رہنے لگا طبلے پر تھاپ پڑنے لگی بادہ ارغوانی کا دور ہوا سوا اسے نا و نوش کے اور کوئی شغل نہ رہا ؎

عجیب نادان ہین جن کو ہی عجب تاج سلطانی ۔ فلک بال ہما کو پل مین سونپے ہی مگس رانی

آغاز مین انجام کا خیال نہین رہتا ایک روش پر زمانے کا حال نہین رہتا آج کچھ ہی کل کچھ اور رہیگا یہی زمانے کا طور ہی ؎

زمین چمن گل کھلاتی ہی کیا کیا ۔ بدلتا ہی رنگ آسمان کیسے کیسے

چند روز مین دھرے اڑ گئے فضول خرچی کے آگے خزانہ قارون ہو تب بھی وفا نہ کرے ؎

اک وضع پر نہین ہی زمانے کا طور راہ ۔ معلوم ہو گیا ہمین لیل و نہار سے

عرصۂ قلیل مین وہ مال کثیر خرچ ہو گیا خزانہ سلطانی کیوڑے گلاب سے دھو گیا مادر زین الصنم نہایت عاقبت اندیش و عقیل تھی مہمات سلطنت کی کفیل تھی اکثر اوقات نصیحت کرتی تھی لیکن فہمائش اسکی کچھ اثر پذیر نہ ہوتی تھی ع تربیت نا اہل را چون گردگان بر گنبدست ✣ حتی کہ انتظام سلطنت اور کاروبار مملکت مین تخلل عظیم واقع ہوا اور شہرۂ غفلت و عیش پسندی والی ملک کا تمام ملکون مین شائع ہو گیا اور چرچا ان بے انتظامیون کا زبان زد خلائق ہونے لگا سلطنت ضعیف ہونے لگی دشمنان اطراف و جوانب نے قوت پکڑی خزانہ تو خالی ہو ہی گیا تھا فوج بھی تتر بتر ہونی شروع ہوئی جسکا جدھر سینگ سمایا اُسنے اپنا رستہ لیا چارون طرف سے در فتنہ باز ہوا لیکن شاہ عیش پسند اپنی غفلت سے نہ باز رہا رفتہ رفتہ دشمنون نے سر اُٹھایا تنگ دستی نے اپنا رنگ جمایا اب زین الصنم خواب غفلت سے چونکا اور اپنی مدہوشی پر کمال متاسف ہوا ع اب پچھتائے کا ہوت ہی جب چڑیان چگئین کھیت ✣ ہر چند ابتری امور مملکت پر بخوبی مطلع و آگاہ ہوا اور سر ندامت گریبان انفعال مین ڈالا اور اپنے صرف بیجا سے نہایت پشیمان ہوا مگر وقت از دست رفتہ و تیر از کمان جستہ باز نمی آید دن رات فکر و تردد مین اوقات بسر کرنے لگا سر زانوے تفکر پر دھرنے لگا جب زمانۂ عیش و نشاط کو یاد کرتا تھا آٹھ آٹھ آنسو روتا تھا نہ دن کو چین تھا نہ رات کو

کو نیند بھر کے سوتا تھا اسی عالم پریشانی مین اُسکی آنکھ لگ گئی تو خواب مین کیا دیکھتا ہی کہ ایک پیر مرد نورانی شکل اسکے بالین پر تشریف لائے ہین اور زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرماتے ہین کہ ای زین الصنم تو کیون اسقدر ملول و اندوہناک ہی خدا کو یاد کر فکر و تردد کے کانٹون مین کیون اُلجھا ہوا ہی اپنے خاطر حزین کو شاد کرے

کارساز ما بفکر کار ما	فکر ما در کار ما آزار ما

اگر تو چاہتا ہی کہ اس قید غم و الم سے رہائی حاصل ہو تو شہر کیرو مین کہ تخت گاہ قدیم ملک مصر کا ہی وہان کا عازم ہو حسب کلفتین تیری دور ہو جائینگی اختر اقبال تیرا وہان چمکیگا طالع کی رسائی سے اوج رفعت پر ساطع ہوگا تیر جاہ و جلال تیرا اُس سرزمین مین ضرور لامع ہوگا آپنے تئین جلد وہان پہونچا اور قدرت خدا کا مشاہدہ کرے

پل مین چاہے تو گدا کو وہ کرے تخت نشین	کچھ اچنبھا نہین اسکا کہ خدا قادر ہی

زین الصنم یہ خواب دیکھکر بیدار ہوا مان سے سب کیفیت خواب کی بیان کی اُسنے جواب دیا بیٹا خواب و خیال کی باتین اعتماد کے لائق نہین اتنے بڑے سفر دور و دراز پر قدم مارنا عقل مصلحت اندیش کے سراسر خلاف ہی دور از اعتساف ہی زین الصنم نے کہا ای مادر مہربان آپ کا ارشاد بہت بجا اور درست ہی بسر و چشم منظور مگر بسا اوقات صرف خواب و خیال ہی نہین ہوتے اکثر رویاے صادقہ بھی ہوتے ہین اور تعبیر اُسکی مطابق واقع کے ظہور پذیر ہوتی ہی مین بہر نہج قسمت آزمائی کرونگا عزم سفر پر قدم ہمت دھرونگا ع یا قسمت یا نصیب یا بخت + ارشاد پیر روشن ضمیر پر عمل کرنا فرض ہی فرمودۂ جناب باری بھی قل سیروا فی الارض ہی المختصر اُسکی مان نے چاہا کہ فرزند میرا مصائب سفر سے محفوظ رہے اس عزم کی تصمیم نہ کرے مگر افہام و تفہیم اُسکی کچھ سودمند نہ ہوئی کوئی تدبیر پیش رفت نہ گئی آخر کار زین الصنم توکل بخدا کرکے کل امور سلطنت و کاروبار مملکت کو وزرا کے سپرد کرکے خود بہ نفس نفیس ایک رات کو پوشیدہ طور پر محل سے نکل کر جانب کیرو روانہ ہوا مصائب سفر اپنے اوپر گوارا کیا

نہ سدھ ہر بدھ کی لی اور نہ منزل کی لی	نکل شہر سے راہ جنگل کی لی +

بعد قطع منازل و طی مراحل اُس شہر مینو سواد مین پہونچا دیکھا کہ شہر کمال دلچسپ و آباد ہی دُکانین و بازار قرینے سے آراستہ ہین ہر شہر و دیار کے اسباب نادر و نایاب کمال زیب و زینت سے سجے ہوے مکانات خوش قطع قصرہاے عالی نشان محکم و پایدار ہین لطافت سرشت و نزہت بار ہین محلات

معلی کی وہ رفعت ہی کہ اُسکے کنگرے تک ذہن رسا کا حوصلہ پست جانا محال ہی استواری و استحکام در و بام سے دال ہی شہزادۂ زین الصنم شہر کی سیر کرتا ہوا چلا جاتا ہی کہ ایک مسجد وسط شہر مین واقع تھی یہ ازبسکہ نہایت کسل مند تھا صعوبت پیادہ روی سے سخت دردمند تھا جا کر بے تکلف مسجد مین لیٹ رہا دفعتہً نیند آگئی سو گیا پھر دوبارہ وہی پیرمرد خواب مین نظر آئے اور اُسی صورت سے گویا ہوے کہ ای میرے فرزند مین اس بات سے نہایت خوش ہوا کہ تو نے میرے کہنے پر عمل کیا تجکو یہان آنے کی تکلیف دینا صرف امتحان کی غرض سے تھا مین نے تجھے نہایت ثابت قدم پایا بیشک تو بڑا عالی ہمت و اولوالعزم ہی ع آفرین باد برین ہمت مردانۂ تو * اب تو بحکم خدائے عزوجل بڑی حشمت و اقتدار کو پہونچے گا اور بہت بڑا بادشاہ جلیل القدر ہوگا سه

مقابل نہ ہوگا تمھارا کوئی
تمھارے سوا اور نہ ہوگا کوئی

لے اب تو یہان سے اُلٹے پیرون جانب بانسرا پھر جا کہ تیرا وطن مالوف ہی یاوری بخت سے تیرے وہین دن پھرینگے نقش مراد کرسی نشین ہوگا مال و زر سے مالا مال ہوگا اوج پر ستارۂ اقبال ہوگا زین الصنم خواب سے بیدار ہوا اس رجعت قہقری پر سخت لاچار ہوا دل مین سوچنے لگا کہ اس پیرمرد نے مفت مین مجکو زحمت دی ناحق میری اوقات ضائع کی اگر شہر بانسرا ہی مین میری مطلب برآری تھی تو بیفائدہ ملک مصر کی مجکو تکلیف دی فضول یہ سب اذیت سہی سه

شکل امید تو کب ہم کو نظر آئی ہی
صورت یاس بھی بن بن کے بگڑ جاتی ہی

مگر خوب ہوا کہ سوائے مادر مہربان کے اور کسی سے اس امر کا اظہار نہ کیا تھا ورنہ مفت مین خفت ہوتی ناحق کی ذلت ہوتی میری فہم و دانش پر لوگون کو خندہ زنی کا موقع ملتا ہر شخص اُلو بناتا عقل پر حرف آتا الغرض زین الصنم اُلٹے پیرون گیر دے پھرا اور بانسرے کا رستہ لیا چند روز مین پھر اپنے شہر مین آیا مادر مہجور دیدار فرزند سے مسرور ہوئی بیٹے کو گلے سے لگایا مستفسر حال ہوئی کہ بیٹا اس قدر جلد واپس آنے کا کیا باعث ہوا جلد بیان کر تھکا نے میرے اوسان کر اُسنے کیفیت دوسرے خواب کی بیان کی من و عن کل حقیقت عیان کی ملکہ نے دل مین خیال کیا کہ بیدل کرنا فرزند شکستہ دل کا قرین مصلحت نہین ہی یہ تصور کرکے بہ تسلی و دلاسا پیش آئی کہنے لگے بیٹا تو مضمحل و ملول نہ ہو اگر حصول دولت تیرے مقدر مین ہی تو یہین گھر بیٹھے تجھے دولت لازوال ملے گی دل مایوس کی کلی جو غنچۂ سربستہ کی طرح منقبض ہو رہی ہی نسیم فرحت و انبساط سے کھلے گی لیکن میری نصیحت اس قدر یاد رکھنا کہ اس مرتبہ اگر خداوند کریم تیرے حال پر مہربان ہو کر اپنا فضل و کرم فرمائے اور

مال و زر ہاتھ آئے تو زمانہ ماضی کی طرح عیاشی و نفس پروری مین صرف نہ کرنا جادۂ اعتدال سے قدم باہر نہ دھرنا سچ ہی ؎

بر احوال آنکس بباید گریست ۔۔ کہ حاصل نشود نوزدہ خرج بیست

انجام بینی کا دل مین خیال رہے دور اندیشی بدرجہ کمال رہے ع گر بدولت برسی مست نگردی مردی
زین الصنم نے نصیحت اپنی مادر مہربان کی بگوش دل سنکر کلمہ سمعاً و طاعتاً زبان پر جاری کیا عذر مافات
و ماضی کیا اب ارباب بصیرت قدرت خداوندی کا مشاہدہ فرمائین کہ زین الصنم جس روز ملک
بالسرا مین پہونچا اُسی شب کو وہ پیر روشن ضمیر پھر خواب مین نمودار ہوے اور یہ مضمون بشارت آمیز
ارشاد فرمایا کہ ای زین الصنم کل علی الصباح تم اپنے باپ کے خلوت خانہ مین جاکر اُس زمین کو
کھودنا تجھ خزانہ وافر تم کو ملیگا شہزادہ جب بیدار ہوا تو اپنی ماں سے کل کیفیت خواب دوشینہ کی
عرض کی بلکہ مشکر گریا ہوئی کہ وہ بڑھا بھی عجب دل لگی باز آدمی ہی کہ دو مرتبہ بہکانے پر پیٹ نہ بھرا
پھر ایلہ فریبی پر کمر باندھی چاہتا ہی کہ تجھکو سبز باغ دکھا کر کانٹون مین اُلجھائے خراب و خستہ
کرکے شہری و سوداگی بنائے ؎

لبھاتا ہی بہت دل کو جو خط رخسار جانان کا ۔۔ گھسیٹے کا تجھے کانٹون مین سبزہ اس گلستان کا

الغرض زین الصنم نے اپنے حسب حال دل یہ تمنا کی ؎

پری شیشہ مین ہی جو ساقیا بند ۔۔ عنایت کر مجھے تا دل ہو خرسند

یہ خیال کرکے بدون اطلاع در آنہ خلوت خانہ پدر مین چلا آیا اور زمین کھودنا شروع کی بہت سی
خاک چھانی مگر ایک حبہ بھی ہاتھ نہ لگی تھک کر بیٹھ رہا مگر بیدل نہوا پھر دوبارہ اُٹھکر اُسی زمین کو کھودنے لگا
دفعۃً ایک چٹان سفید سنگ مرمر کی نظر پڑی زین الصنم نے اُسے سرکایا دیکھا کہ اُسکے نیچے ایک
دروازہ مقفل ہی اسکو یقین واثق ہوگیا کہ یہ خزانہ ہی جھٹ پٹ قفل توڑکر اندر دروازے کے
قدم رکھا دیکھا ایک زینہ سنگ مرمر کا تعمیر ہی مگر تاریکی حد سے زیادہ زین الصنم شمع جلاکر اُسکی روشنی
مین زینے کی راہ سے تہ خانے مین اُترا دیکھا کہ ایک دالان بہت وسیع اور رفیع بنا ہوا ہی اور
دیوارین اُسکی چینی سے تعبیہ کی ہوئی ہین زمین اور چھت بلور سے بنائی ہی نگار خانہ چینی کی صنعت
دکھائی ہی نقش و نگار سے بوقلمون رشک قصر فریدون ہی زین الصنم اُسکے اندر پہونچا چار
تپائیان نایاب سیپ کی بنی ہوئی نظر پڑین اور ہر ایک تپائی پر دس دس خم سنگ سماق کے
بڑے بڑے بے نظیر برابر رکھے ہوے دیکھے زین الصنم نے خوش ہوکر اپنے دل مین تصور کیا

کہ ان خمون مین شراب نفیس وخوشگوار ہوگی پھر اُسنے قریب جاکر ایک خم سے سرپوش کو دیکھا کہ تمام اشرفیون سے مملو ہی نہایت مسرور ومحظوظ ہوکر سب خمون کے سرپوش ہٹا ہٹا کر دیکھے سب کو اشرفیون سے بھرا پایا یا زرسرخ سے مملو دیکھکر مُنھ مین پانی بھر آیا پھر ایک مٹھی اشرفیون سے بھر کر اپنی مادرمہربان کے پاس لے گیا اور حقیقت حال بیان کی ملکہ اُن اشرفیون کو دیکھکر نہایت خوش ہوئی اور خوش ہوکر کہنے لگی کہ بیٹا مجکو بھی لے چل تاکہ وہ خزانہ عامرہ اپنی آنکھون سے دیکھلون القصہ زین الصنم اپنی ماں کا ہاتھ پکڑکر خلوتخانہ پدر مین لایا اور اُسی راہ سے بذریعہ نردبان دالان مین پہونچا تمام خمین جو دینار سُرخ سے بھری ہوئی تھین دکھلائین ملکہ دیکھکر نہایت خوش ہوئی شکر خدا بجالائی اور کہا ؎

آمد آخر زپس پردۂ تقدیر پدید	الحمد ہر آن چیز کہ خاطر می خواست

ناگاہ نظر اُسکی کہ کمال دور مین تھی ایک اور خم پر جا پڑی کہ وہ بھی سنگ سماق کا بنا ہوا تھا اور گوشۂ دالان مین رکھا تھا نگاہ سے اوجھل تھا غرض کہ اُس خم کا مُنھ کھولکر جو دیکھا تو اُسمین ایک کُنجی طلائی نظر آئی ملکہ نے کہا ای بیٹا معلوم ہوتا ہی کہ یہ سونے کی کُنجی کسی دوسرے خزانے کی کلید ہی اگر وہان بھی خزانہ وافر ہو تو کیا بعید ہی ؎

کھلے اب ساقیا تا دل ہو خرسند طلسمی ہی جہان کا کار خانہ	در میخانہ کیون مدت سے ہی بند تعجب کیا ملے گر یان خزانہ

زین الصنم دالان کے چارون طرف تلاش کرنے لگا دوسرے خزانہ کی سراغ رسانی مین بہت کچھ جستجو کی ناگاہ ایک جانب اُس دالان مین تختہ بندی کا ایک دروازہ مقفل نظر آیا شہزادے نے اُسی کلید طلائی سے قفل کھولا ایک مکان وسیع مربع ظاہر ہوا کہ وسط مین اُسکے نو پیلپائے طلاء احمر کے بہت سُڈول اور خوش وضع تعمیر کیے ہوے تھے منجملہ اُسکے آٹھ پیلپایون پر ایک ایک تصویر آدمی کی بہت تشکیل ایک ایک ٹکڑہ الماس سے ترشی ہوئی رکھی تھی یہ معلوم ہوتا تھا کہ سراپا حسن کے سانچے مین ڈھلی ہوئی ہین اور اب بولا چاہتی ہین اور اُنکی چمک سے سارا مکان روشن ومنور تھا زین الصنم دل مین تصور کرتا تھا کہ خداوندا ایسی نادر ونایاب تصویرین میرے باپ کو کہان سے دستیاب ہوئین زیادہ تر طبیعت اسی تشویش وپیچ مین مبتلا تھی کہ نوان پیلپایہ کیون تصویر سے خالی ہی ہرچند عقل دوڑائی مگر کوئی بات ذہن مین نہ آئی۔

زین الصنم دریاے تحیر مین غوطہ زن تھا کہ دیکھا نوان پیلپایہ سفید ساٹن سے منڈھا ہوا ہی اور اُسپر یہ عبارت بخط جلی مرقوم ہی کہ اے میرے پیارے فرزند یہ آٹھ تصویرین اگرچہ شش جہت عالم مین نایاب

اور عدیم المثال ہین اور بکمال صنعت اور استادی سے بنی ہین لیکن نوین تصویر ان آٹھون سے بدرجہا خوبصورت
اور خوش وضع ہزار درجے قیمت مین افزون تر ہی جلا و ضیا مین رشک شمس و قمر ہی ہفت اقلیم مین اسکا
نظیر نہین اگر تو چاہتا ہی کہ وہ تصویر بھی تیرے ہاتھ آئے تو پانون گھر سے باہر نکال اور کیر دملک مصر مین جا
وہان ایک بڈھا غلام مبارک نامے رہتا ہی اور وہ بہت مشہور و معروف ہی ہر شخص پتہ و نشان اسکا بتا
سکتا ہی تو اسکے پاس جا کر اپنا حال بیان کرنا اور جو کیفیت تجہپر گذری ہی بے کم و کاست اس سے کہنا
وہ تجکو میرا فرزند سمجھکر ایسی جگہ لیجائے گا کہ جہان سے یہ نوین تصویر الماس تراش لسہولیت
تجھے دستیاب ہو جائے گی۔

	تصویر نو پیل پاؤن کی جنپر تصویرین تھین	

زین الصنم اس حال سے واقف ہو کر ملکہ یعنی اپنی مان سے ملتمس ہوا کہ ای مادر مہربان اب میرا عزم بالجزم
ہی کہ اپنے تئین کیرو دار السلطنت مصر مین پہونچاؤن آپ مجکو خوشی اجازت دین ملکہ نے کہا کہ تم جو بموجب
حکم ایسے بزرگ کے عمل کرتے ہو ضرور کامیاب مقاصد دلی ہوگے بسم اللہ سفر وسیلۃ الظفر ہی شوق سے
تم قصد ملک مصر کا کرو ہم اور وزیر اعظم انتظام سلطنت دیکھ لینگے

	بسلامت روی و باز آئی		بسفر رفتنت مبارک باد

الغرض بادشاہ کئی غلام ہمراہ لے کر شہب تیز گام پر سوار ہو کر جانب کیر و روانہ ہوا چند عرصے مین

قطع مسافت کرکے بخیر وخوبی وہان داخل ہوا بعد استفسار حال معلوم ہوا کہ مبارک نام ایک امیر کبیر عمائد شہر مصر سے ہی نہایت خلیق اور صاحب توقیر ہی چنانچہ زین الصنم نے بوساطت ایک شخص متوطن کیر وکے مبارک کے مکان عالی شان پر پہونچ کر دستک دی ایک غلام زرین کمر اندر سے نکلا اور زین الصنم کو قصر معلی مین لے گیا دیکھا تو ایک مکان نہایت نفیس فرش فروش سے آراستہ شیشہ آلات سے سجا ہوا ہر ایک طرح کا اسباب تحفہ ونادر روزگار قرینہ سے میزون پر دھرا ہوا انواع واقسام کے تکلفات سے مزین ہی چھت پر دے بوقلمون گلدستے کیسے کیسے خوشنما طاقون مین چُنے ہوے مسند ہاے زرین جابجا گستردہ قالین نایاب زمانہ ہر ایک کمرے مین بچھے ہوے دُلھن کی طرح وہ قصر رفیع آراستہ وپیراستہ ہی اگر نمونۂ فردوس برین کہیے تو زیبا ہی ہر مقام پر فرش اطلس ودیبا ہی شہزادہ مکانات کی سجاوٹ وطرح عمارت دیکھکر غش غش کرنے لگا۔

مبارک ایک کمرہ مین علیحدہ منتظر قدوم میمنت لزوم مہمان عالی وقار تھا زین الصنم جسوقت اُس کمرے مین پہونچا اور نگاہ مبارک کی شہزادۂ عالم پر پڑی سرو قد تعظیم کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا اور مراسم تعظیم وتکریم بجا لاکر صاحب سلامت کی اور نہایت تپاک دگرمجوشی سے مزاج کی خیر وعافیت دریافت کرکے شہزادۂ کو مقام صدر پر بٹھایا اور آپ دست ادب بستہ مودب خدمت مین حاضر رہا گرد وپیش غلامان زرین کمر رشک قمر عہدے ہاتھون مین لیے اپنے اپنے کامون اور خدمتون پر مستعد وآمادہ تھے کمال ادب سے روبرو استادہ تھے۔

مبارک بڑا مسافر نواز ومہمان دوست تھا نہایت خاطر داری سے پیش آیا اور بکمال تعظیم وتکریم مستفسر حال ہوا کہ حضور نے غریب خانہ کو سرفراز فرمایا مین نہایت شکرگزار ہوا زین الصنم نے فرمایا کہ شاید مجھے تم نے نہ پہچانا میرا نام زین الصنم ہی اور مین شاہ بالنسرا کا لخت جگر ونور نظر ہون مبارک نے عرض کیا کہ حضرت مین تو اُنکا زرخریدہ غلام ہون ادنے خانہ زاد نمک پروردۂ قدیم شاہ عالی جاہ فردوس آرام گاہ کا ہون ؎

	پروردۂ نعمت قدیم	من بندۂ حضرت قدیم

لیکن اس بات سے محض لاعلم ہون کہ اُس شاہ جم جاہ کے کوئی فرزند تھا یا نہین آپ اپنے سن وسال سے مجکو مطلع فرمائیے زین الصنم نے کہا عمر میری بیس برس کی ہی تم کو کس قدر مدت مفارقت کی میرے پدر عالی مقدار سے ہوئی ہی مبارک نے کہا کہ بیسوان سال ہی مین کیونکر یقین کرون کہ آپ اُنکے فرزند دلبند ہین زین الصنم نے کہا مین تم کو ایک نشان بتلائے دیتا ہون کہ میرے

پدر بزرگوار نے ایک خلوت خانہ گنبد نما بڑے حسن و تکلف سے تعمیر کیا تھا چنانچہ اب تک موجود ہی مین نے
اُس قصر مین چالیس خم سنگ سماق کے اشرفیون سے بھرے ہوے پائے ہین مبارک نے عرض کیا کہ سوا
اُن چالیس خمون کے او بھی کچھ آپ کو دستیاب ہوا زین الصنم نے کہا ہان نو ستون طلائی بھی پائے ہین
اُنمین سے آٹھ ستون پر آٹھ تصویرین الماس کی ایک ڈال ترشی ہوئی نہایت خوبصورت رکھی ہین اور
نوان ستون سفید سا خالی سے منڈھا ہوا کچھ عبارت اُسپر بخط جلی تحریر ہی اب فرمائیے کہ وہ نوین تصویر جو
اُن تصویرون سے بدرجہا عمدہ ہی مجکو کہان سے ملے گی وہ مقام تم کو معلوم ہی مجکو وہان لے چلو یہ بات
سُنکر مبارک شہزادہ کے قدمون پر گر پڑا اور ہاتھون کو بوسہ دے کر عرض کرنے لگا کہ اب مجھے یقین
واثق ہوا کہ آپ اُس شاہ جنت آرام گاہ کے فرزند دلبند ہین مین بے تکلف حضور کو وہان لے چلونگا
جہان سے وہ نوین تصویر دستیاب ہوگی لیکن یہ کام عجلت کا نہین ہی اگر قصد وہان کا مدنظر ہی تو یہان
چندے توقف فرمائیے کفش خانہ کو اپنے قدم مبارک سے رونق تازہ بخشیے اے مرشدزادے یہ غلام
دیرینہ ہر وقت حضوری مین حاضر سرگرم خدمت گزاری خدام ذوی الاحترام ہی حضور کا سرفراز فرمانا
غلام کے لیے باعث صدگونہ فخر و مباہات ہی زہے طالع میرے کہ یہ کاشانۂ ظلمت نما مہ حضور کے نور
قدم سے منور و تابان ہوا ۔

ز قدر و شوکت سلطان نگشت چیزے کم	ز التفات بمہمان سرائے دہقانے
کلاہ گوشۂ دہقان بآفتاب رسید	کہ سایہ بر سرش انداخت چون تو سلطانے

مبارک نے دست بستہ عرض کیا کہ آج غلام نے روساء شہر کی دعوت کی ہی چنانچہ سب صاحب
رونق بزم ہین اگر حضور بھی بنظر عنایت رونق افزاے بزم احباب ہون تو زہے فخر و سعادت اِس
ذرہ بیمقدار کی ہی مناسب ہو تو حضور بھی اپنے نور قدوم سے دیدۂ دل مشتاقان کو منور فرمائین اور
ما حضر وہین تناول فرما کر اہل بزم کو اپنے جمال مبارک سے مشرف فرمائین کہ سب چشم در انتظار ہین
زین الصنم نے کہا کیا مضائقہ ہی بسم اللہ ۔
مبارک زین الصنم کو بالاخانہ پر جہان سب مہمان جمع تھے لے گیا اور مقام صدر مین بٹھایا آپ مانند
خادمون کے کمال ادب سے زین الصنم کی خدمت مین حاضر رہا حضار مجلس یہ احترام دیکھکر متحیر ہوے
کہ یہ مہمان تازہ وارد بڑا باوقار معلوم ہوتا ہی ایک دوسرے سے آہستہ آہستہ باہم سرگوشی کرنے لگا
جب سب لوگ کھانا تناول کر چکے مبارک اُس جماعت کی طرف مخاطب ہو کر گوہر فشان ہوا کہ صاحبان
مجلس میری خدمت گزاری اور پاس آداب پر جو بہ نسبت اس بزرگوار کے ظہور مین آیا مقام حیرت

اور استعجاب کا نہیں یہ فرزند دلبند شاہ بانسرا کا ہی جو میرا آقا اور خداوند نعمت تھا میں غلام زرخرید
بادشاہ مرحوم کا ہوں ابھی خط آزادی مجھے نہ ملا تھا کہ وہ جنت آرام گاہ قید ہستی سے آزاد ہوا وہ سب
یہ مرشد زادہ نوجوان میری ذات سے وہاں [illegible] تک اور شاہ [illegible] دوماں فردوس مکان
کے تخت و تاج کا وارث ہے

زین الاصنام بعد قطع کلام مبارک کے متوجہ ہوا کہ میں بھی [illegible] اس جماعت [illegible] غلامی [illegible] کے
بخوشی خاطر اس وقت تم کو حلقہ غلامی سے آزاد کیا لیکن سوائے ایک خدمت کے [illegible]
میں نے تم سے ابھی درخواست کی ہے اور کچھ نہیں چاہتا اس باب میں جانفشانی کے ساتھ اس خدمت کی
انجام دہی ضرور ہے مبارک آداب بجا لایا اور نہایت خوش گوار حاضری تا شام بزم مے کشی منعقد رہی ساغر
[illegible] گل اور [illegible] کی بدولت [illegible] بزم طرب [illegible] سماں باندھا کہ محفل جمشید [illegible] کا
نقش [illegible] کے سامنے کھنچ گیا

اسی کو [illegible] ہیں	مے گلرنگ بھی ساقی عجب بلبل ہزار [illegible] ہیں
جو کچھ دیکھا تو [illegible] دیکھیے [illegible] عمر [illegible]	لبہائے جام جم احوال جزو و کل ہزار [illegible] ہیں
بغیر از [illegible] جہان کے [illegible] کیا ہے حاصل	یقیں تو جان [illegible] ہزار گل ہزار [illegible] ہیں

نغمہ چنگ و رباب کی دلکش صدائیں عجب [illegible] دے رہی تھیں اور زبان ناہید نغمہ کی شیرینی دانیاں
غنچہ خاطر کو شگفتہ کر رہی تھیں غرض کہ شام کو یہ جلسہ فرخندہ نشان و مجمع نشاط عنوان برخاست ہوا ایک کو علی قدر
مراتب کشتیاں تحفہ و تحائف کی دے کر رخصت کیا۔

دوسرے دن زین الاصنام مبارک سے ترزبان ہوا کہ اس شہر میں مجکو فقط تمنا اس تصویر کی کھینچ لائی ہے
اب مناسب ہے کہ حصول مطلب میں پیروی کیجائے نقش مراد کرسی نشین ہو جائے۔

مبارک نے عرض کی بہت مبارک میں بسر و چشم حاضر ہوں لیکن یہ امر بھی ملحوظ خاطر والا ہو کہ وہ راہ
نہایت پُرخطر ہے اور ایذائیں و زحمتیں ایسی پیش آئینگی کہ انکا تحمل کرنا بہت دشوار ہے لیکن اپنے
دل کو مضبوط رکھیے گا کسی امر عجیب کو دیکھکر ڈر نجائیگا ورنہ در مطلب کا ہاتھ آنا مشکل ہوگا مدعا نہ حاصل
ہوگا زین الاصنام نے جواب دیا کہ ہولناک راہوں سے مجھے ہرگز خوف و ہراس نہیں کسی طرح کا
وہم و وسواس نہیں ہے۔

مرد باید کہ ہراسان نشود	مشکلے نیست کہ آسان نشود

خداوند کریم مسبب الاسباب ہے جو چاہیگا کریگا تقدیر کا لکھا کسی طرح نہیں مٹیگا یہ نحس

میرے حسب حال ہے زبان ناطقہ لال ہے ؎

جو بات مقرر کی حق نے وہ نہیں ٹلتی | قسمت کے سوا ہرگز کوشش نہیں چلتی
ہے عقل بشر حیران ہاتھوں کو ہیں ملتی | ہے حکم ازل اُسکے ٹلنے کا وہ نہیں ٹلتی

تقدیر کے آگے کچھ تدبیر نہیں چلتی

سلطان ملایک تھا اُستاد وہ ادب تھا | سرتا بقدم نوری جسم اُسکا مرکب تھا
لعنت بھی نصیبوں مین رحمت کا عمل سب تھا | مردود ہوا آخر ہرچند مقرب تھا

تقدیر کے آگے کچھ تدبیر نہین چلتی

ہرچند کہ آدم نے کچھ کھائے نہ تھے گندم | اُستادہ ہوا اُنکا ابلیس جو تھا بیدم
ہوئی تھی خطا سرزد عقل اُنکی ہوئی سب گم | جنت سے یہان آئے جب پیدا ہوئے ہم تم

تقدیر کے آگے کچھ تدبیر نہین چلتی

فرعون کہ رکھتا تھا وہ دعوی یکتائی | اُسکے سنی موسیٰ نے کچھ مرتبہ زرک پائی
جب وقت ہلاک آیا اُسنے جو خبر پائی | قائل ہوا ایمان کا تب فکر یہ ہی آئی

تقدیر کے آگے کچھ تدبیر نہین چلتی

سلطان سکندر تھا سردار و زور آور | مشتاق ہو حیوان کا کم خضر کے تئین رہبر
پہونچا تھا ٹھکانے تک ظلمات کی رہ طے کر | قسمت مین نہ تھا پانی محروم پھرا مضطر

تقدیر کے آگے کچھ تدبیر نہین چلتی

جب مبارک نے زین الصنم کو اپنے قول پر ثابت قدم پایا خادم کو اجازت دی کہ جلد تر سامان سفر تیار کرو حکم کی دیر تھی طرفۃ العین مین اسباب سفر مہیا ہوگیا دوسرے روز علی الصباح مبارک نے غسل کیا اور بعد ادائے فریضۂ سحری زین الصنم کو ختلی تیز گام صرصر خرام پر سوار کیا اور خود بھی ایک اشہب سبک رو پر سوار ہوکر ہمراہ رکاب شہزادۂ بلند ارادہ عازم منزل مقصود ہوا زین الصنم اور مبارک دونون سرگرم طے مراحل اور قطع منازل تھے اور عجائب و غرائب کا مشاہدہ کرتے ہوئے چلے جاتے تھے کہ ایک ایسی راہ تنگ و دشوار گزار مین پہونچے کہ جہان طائر نظر کو مجال بلند پروازی نہ تھی لیکن مبارک راہ سے آشنا تھا اُسنے تمام اسباب سفر مع اسپان خوش خرام کے جنپر سوار تھے اسی مقام پر چھوڑا اور چند سپاہی محافظت کے لیے مقرر کیے کہ تا ہنگام مراجعت اس اسباب کی نگہبانی کرین سرگرم پاسبانی رہین اب دونون شخص پا پیادہ رہروی پر آمادہ ہوئے جب کسی قدر مسافت طے کی تھی کہ مبارک نے

عرض کیا کہ اب وہ مقام ہولناک قریب ترہے جہاں زرین تصویر کے دستیاب ہونے کی خبر ہے یہ کہکر وہ دونوں شخص آگے بڑھے رفتہ رفتہ کنارے ایک دریاے زخار کے پہونچے کہ جہاں پل وکشتی کا نام تھا یا وہ بردی سے کام تھا ۔

آب کیا کہ بحر تھا زخار	سخت مواج وتیرہ وتہ دار
گذر موج اب نہ تب دیکھا	ساحل اسکا نہ خشک لب دیکھا

مبارک اس بحر کی ماہیت سے آشنا تھا لب دریا بیٹھ گیا اور زرین الصنم کو بھی اپنے پاس بٹھا لیا اور ملتمس ہوا کہ حضور ہم کو دریا کے اُس پار جانا ضرور ہے زرین الصنم نے کہا عبور اس دریاے ناپید اکنار سے درحالیکہ کشتی کا کہین نام ونشان نہین بسا دشوار بلکہ قریب محال ہے بشر کی کیا مجال ہے مبارک نے عرض کیا آپ اندیشہ نہ فرمائین ابھی جزفتہ الہین مین ایک زورق طلسمی ہوا کی طرح سنسناتی ہوئی فرستادہ بادشاہ جن یہان آئے گی آپ خاموشی کو کام فرمائیے گا اُسکے ملاح عجیب الخلقت اور مہیب صورت کو دیکھکر ڈرنجائیے گا سکوت کے سوا اُس سے کچھ کلام نہ کیجیے گا پہلے سے مین آگاہ کیے دیتا ہون ورنہ کف افسوس ملنے کے علاوہ کچھ ہاتھ نہ آئے گا بعد سوار ہونے کے اگر آپ نے زبان ہلائی اور کوئی بات لب تک آئی فی الفور وہ کشتی ڈوب جائے گی سواے غرق دریاے ندامت وحسرت ہونے کے اور کوئی بات بن نہ آئے گی زرین الصنم نے کہا مین ہرگز نہ بولونگا بجز خاموشی کے سوا لب تک نہ کھولونگا یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ سامنے سے کشتی نمودار ہوئی ۔

تصویر کشتی کی مع ملاح عجیب کے اور مبارک اور زرین الصنم کا اُسپر سوار ہونا

نظر اٹھا کر دیکھا تو ایک ناو صندل کی نہایت خوبصورت و خوش وضع سڈول بنی ہوئی جسکا ستون عنبر کا اور بادبان [illegible] کا ہے دریا مین اُنکی طرف چلی آتی ہے اُس کشتی کو فقط ایک ملاح کھیتا تھا جو نہایت عجیب صورت و عجیب الخلقت تھا کہ سر اُسکا بصورت فیل اور جسم اُسکا مثل شیر کے تھا ہر چند شہزادہ اُس ملاح کی [illegible] کو دیکھکر نہایت متعجب و متحیر ہوا مگر خاموش رہا کوئی حرف زبان سے نہ نکالا دل [illegible]

[illegible] | دل شگفتہ [illegible] نسیم اللہ [illegible]

جب وہ کشتی [illegible] پہونچی ملاح نے اپنے خرطوم سے ایک ایک کو پکڑ کے سوار کیا اور ایک چشم زدن مین [illegible] پار اتار دیا پھر وہ کشتی غائب ہوگئی۔
[illegible] یہ جزیرہ بادشاہ جنات کا ہے آپ بغور دیکھیے کہ تمام زمین یہان کی [illegible] گلہاے رنگا رنگ شگفتہ ہین اور انواع و اقسام کے غنچے کھلے ہوے [illegible] سایہ دار کی بار اٹھا دے [illegible] خوش الحان انواع و اقسام [illegible]

[illegible] | یہیں بہشت وہیں بہشت [illegible]
دم مسیح کا باد بہار مین ہی اثر | نہ کسو ان سے ہو زائل تپ درون خیار
وفور عیش سے بزم نشاط ہی گلشن | کلی جو چٹکے تو آئے صدائے نغمۂ تار
نظر پڑے گل نورستہ شاخسار سے یون | عیان ہو شیشے سے جیسے شراب سرخ ادیار
گمان غلط ہی کہ بار ثمر سے ہوگئے خم | جھکے ہین فلک کے سجدے کو باغ مین اشجار
عجب نہین پر پروانہ ہو پر طوطی | نہال شمع تلک سبز ہو کے لائے بار
چمن مین نام خدا ہی ہجوم گل ایسا | جگہ نہین جو کرے عندلیب و منقار

آب و ہوا اُس جزیرے کی ایسی خوشگوار اور لطیف تھی کہ طبیعت بہت محظوظ ہوئی ہر قدم پر نیا طلسم اور تازہ تماشا دیکھتے ہوے وہ دونون اُس مقام فرحت افزا مین پہونچے کہ جہان سے عمارت قلعہ فلک رفعت کی نظر پڑی سبحان اللہ عجب قلعہ پرشکوہ سر سے پانون تک تمام زرد کا بنا ہوا اور گرد اُسکے ایک خندق وسیع و عمیق واقع تھی اور حصار مین اُس خندق کے تھوڑے فاصلہ پر بہت سے درخت گنجان و تناور سایہ دار لگے ہوے تھے اُنپر طائران خوش لہجہ زبانی کرتے تھے بلبلین چہک رہی تھین غنچے چٹک رہے تھے طاؤسان صحرائی کی وہ صدا قمریون کی کوکو فاختہ کا وہ دم بھرنا

دل کو وجد مین لاتا تھا پیر فلک بھی یہ صدا سُنکے جھوم جاتا تھا اور پھاٹک پر اُس قلعہ کے چھوٹا سا پُل عجیب وغریب ایک سیپ کا بنا ہوا جسکا طول بارہ گز اور عرض چھ گز کا تھا اُسے دیکھکر قدرت خدا نظر آتی تھی اور سر پُل پر ایک جنگی پہرہ جنات کا مقرر تھا جنکی جسامت اور درازی قد کی کچھ انتہا نہ تھی ہوا کی بھی مجال نہ تھی کہ بے حکم بادشاہ جنات کے وہان قدم رکھ سکے پرندہ تک پر نہین مار سکتا تھا آدمزاد کی تو کیا قدرت تھی کہ دم بھر وہان ٹھہر سکے۔

مبارک نے پھر وہان پر زین الصنم سے کہا کہ حضور اگر ہم سر مو قدم بڑھائین اور حد ادب سے تجاوز کرین تو یہ جنات جو قلعہ کے فیل بند دروازے پر مامور رہین بے تامل ہمارے اوپر ہاتھ صاف کرین زندگی دشوار ہو جائے ؎

اگر یک سر موے برتر پرم	فروغ تجلی بسوزد پرم

ناگزیر حفاظت جان کے واسطے مجھے کچھ افسون پڑھنا لازم آیا کہ یہ اجنہ ہمارے قریب نہ آسکین نہ کچھ ضرر ہم پر پہونچا سکین۔

بعد ازان مبارک نے اپنی کمر سے ایک تھیلی نکالی جسمین چار بند زرد تافتے کے تھے ایک بند کو اپنی کمر سے لپیٹا اور دوسرے بند کو پشت پر اور باقی دو بند زین الصنم کو دیے کہ اُسنے بھی اُسی طرح پشت وکمر مین نصب کیے۔

جب مبارک ان تدبیرون سے مطمئن ہوا دو چادرین گزی کی نکال کر زمین پر بچھائین اور گوشون پر اُنکے میر فرش نادر ونایاب بیش بہا مشک وعنبر کے رکھے ایک چادر پر آپ بیٹھا اور دوسری چادر پر زین الصنم کو جلوہ افروز کیا اور یہ ظاہر کیا کہ ای شاہزادۂ عالی قدر مین اب فرمان روا ے جنات کو کہ اس قصر عالی شان مین رونق افروز ہے بلاتا ہون خدانخواستہ اگر وہ غضبناک آیا تو یہ سمجھ لیجیے کہ سخت مصیبت اور نہایت زحمت مین گرفتار ہوے کمال تکلیف جھیلنی پڑے گی خشمگین صورت مین اُسکا ظاہر ہونا دلیل کامل اس بات کی ہی کہ ہمارا آنا اُسکو ناپسند وناگوار ہوا اور وہ ایسی شکل مہیب وہولناک بن کر آئے گا جسکے دیکھنے سے تمام اندام مین لرزہ پڑجائے گا اور مارے خوف کے رونگٹے کل جسم کے کھڑے ہو جائینگے۔

پھر مبارک منظر ہوا کہ اگر وہ بادشاہ جنات برعکس میرے اظہار کے ظہور مین آیا یعنی اچھی صورت ولباس انسانی مین محظوظ وخندہ پیشانی وارد ہوا تو تصور کر لیجیے گا کہ دامن آرزو گلہاے مراد سے بھر جائے گا جام تمنا صہباے حصول مقاصد سے مملو نظر آئے گا شادکام وفائض المرام مراجعت

کرینگے ورنہ کف افسوس ملینگے لیکن یہ امر ضرور ملحوظ خاطر اقدس رہے کہ جب وہ بادشاہ سلیمان جاہ تمہارے روبرو آئے تو ضرور سر وقد اٹھکر سلام کرنا نہایت ادب سے تعظیم و تکریم بجا لانا اور یہ چادر جسپر آپ بیٹھے ہین ہرگز اپنے بدن سے جدا نہ کیجیے گا ورنہ فی الفور ہلاک ہو جائیے گا اور جسوقت وہ بادشاہ قریب آئے تب آپ کمال ادب سے عرض کیجیے گا کہ اے سلطان جنات میرا باپ جو آپ کا خادم قدیم تھا وہ رہ گرا سے عالم بقا ہوا امید وار ہون کہ جو عنایت و نوازش خسروانہ اُنکے حال پر مبذول تھی اب یہ کمترین اُسکا سزاوار ہے ؎

نہ محروم گردد زین بارگاہ	چہ روے سپید و چہ بخت سیاہ

وہ شاہ از جنۂ کمال الطاف و مہربانی سے مستفسر ہوگا کہ اے فرزند تو کونسی مہربانی کی مجھسے درخواست رکھتا ہے آپ عرض کیجیے گا کہ وہ نوین تصویر الماس کی مجکو عنایت ہو مین اُسکے اشتیاق مین بانسرے سے حضور کے قدمون تک آیا ہون انشاء اللہ تعالے تمھاری مراد دلی بر آئے گی المختصر مبارک نے زین الصنم کو یہ سب باتین تعلیم کرکے افسون پڑھنا شروع کیا کہ دفعتہً برق شرربار بڑے جوش و خروش سے چمکنے لگی اُسکے بعد آواز سخت بادل گرجنے کی اس زور شور سے پیدا ہوئی کہ تمام زمین جزیرہ کی تزلزل مین آگئی اور صاعقہ و رعد کی آواز سے در و دیوار ہلنے لگے اور ایک سیاہی ظلمات سے بڑھکر چارون طرف چھا گئی آثار طوفان شدید کے ظاہر ہونے لگے الامان والحفیظ ہر ایک جانب سے آوازین ہولناک آنے لگین اور زمین نے دریا کے مانند موجین مارنا شروع کیا ساعت بساعت طوفان دریاے طلسم زور شور پر تھا قریب تھا کہ آثار حشر نمود ار ہون یہ طوفان عظیم زین الصنم نے جب مشاہدہ کیا مارے خوف کے دل اُسکا دھڑکنے لگا اور رنگ چہرہ کا فق ہو گیا مبارک نے دیکھا کہ حال شہزادہ کا متغیر ہے مسکرا کر کہنے لگا کہ حضور گھبرائین نہین عنان صبر و شکیب ہاتھ سے نہ دین کسی طرح کا خوف و ہراس اپنے دل مین لائین نہین خداوند کریم کارساز ہے رحیم و بندہ نواز ہے ؎

کارساز ما بفکر کار ما	فکر ما در کار ما آزار ما

جلد یہ حالت برطرف ہوئی جاتی ہے تمنائے دلی صورت دکھاتی ہے ؎

مشکلے نیست کہ آسان نشود	مرد باید کہ ہراسان نشود

یہ سخن در دہان تھا کہ گرمی ہنگامہ طوفان سرد ہونے لگی گرد کلفت آبیاری مراد دھونے لگی معلوم ہوا کہ بڑے شان و شوکت سے کسی بادشاہ جم جاہ کی سواری آتی ہے باغ امید مین فصل خزان کے بعد بادبہاری آتی ہے ؎

اس طرح سے سواری آتی ہے | ساتھ باد بہاری آتی ہے

کہ دفعتہ بادشاہ جنات بصورت انسان شکیل وحسین بن کر نمودار ہوا زین الاصنم اور مبارک
کو نصیب اُنکا دیدار پُر انوار ہوا۔

تصویر بادشاہ جنات کی آدمی کی شکل بنکر آنے کی

جب دوچار ہونے کے جس طرح کہ مبارک نے شہزادے کو سمجھا دیا تھا اُسی طرح زین الاصنم نے مؤدب
ہو کر سر تسلیم جھکایا بادشاہ جن مُسکراتا ہوا اُسکے قریب آیا اور یون درسان ہوا کہ ای لوبادۂ حدیقہ
سلطنت مین تمھارے باپ سے کمال لطف ومحبت رکھتا تھا اور یہ معمول تھا کہ جب وہ میرے پاس
آتا تھا مین ایک تصویر ہیرے کی بطور ہدیہ وسوغات کے دیتا تھا وہ اُسکو بڑے شوق سے اپنے ہمراہ
لے جاتا تھا حضرت سلیمان نے چاہا تو وہی الفت ومحبت تمھارے ساتھ بھی رہے گی اور مرنے سے
چند روز قبل تمھارے باپ کو مین نے ہدایت کی تھی کہ سفید ساٹن پر نوین ستون مین یہ مضمون
لکھ کر نصب کر دینا جسکو ای شہزادے تم پڑھکر آئے ہو اور ہم نے تمھارے باپ سے اقرار کیا تھا
کہ یہ نوین تصویر مین تمھارے بیٹے کو دونگا اور نوین تصویر اُن آٹھون سے جو تمھارے پاس ہین خوبصورتی مین ہزار حصے
بڑھی ہوئی ہے مین نے اپنے ایفائے وعدہ کے لیے صورت پیر مرد کی بن کر تمھین خواب مین آگاہ
کیا تھا وہ پیر مرد مین ہی تھا اور مین نے ہی تم کو اُس خزانہ مخفی سے آگاہ کیا جسمین تم نے تمھین

اشرفیون کی اور آٹھ تصویرین الماس کی پائین اور مجکو تمہارا مطلب معلوم ہی جسکے لیے تم اس مقام پر آئے ہو خاطر جمع رکھو تم اپنے مطلب پر فائز ہوگے اگر تمھارے والد سے وعدہ مین نہ بھی کرتا تو بھی تم کو دیتا لیکن ایک شرط ہی اُس امر کا تم مجھ سے وعدہ کر و اور قسم کھاؤ وہ امر یہ ہی کہ تم پھر اس جزیرے مین آؤ اور ایک لڑکی دوشیزہ پندرہ برس کی نہایت حسین وجمیل صاحب عصمت وعفت میرے لیے لاؤ سے

برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن	مرادون کی رنگین جوانی کے دن

مگر خبردار اُسکے ساتھ کوئی اور خیال بدوارادۂ فاسد نہ کرنا زین الصنم نے کلام بادشاہ جنات کا مُنکے بسر وچشم قبول ومنظور کیا آور قسمیں سخت کھائین کہ ہرگز وعدہ خلافی مجھ سے ظہور مین نہ آئے گی شہزادہ نے عرض کیا کہ اگر ایسی لڑکی جیسی آپ نے فرمائی مجھے بہم پہونچے تو ظاہر حال اُسکا تو حسن و جمال سے معلوم کر سکتا ہون لیکن باطن کا حال اُسکا کیونکر معلوم ہوگا کہ وہ پاک دامن وصاحب عفت ہی یا نہین بادشاہ جن نے مُسکرا کر کہا سچ ہی واسطے دریافت کرنے حال باطن کے بنی آدم کو علم نہین بلکہ ہم بھی حال دل ایک دوسرے کا اپنے ابنائے جنس سے دریافت نہین کر سکتے مگر ہم تمھین ایک آئینہ دیتے ہین کہ اُس سے تمھین حال باطن کا بھی معلوم ہو جائے گا جب کوئی لڑکی حسین پندرہ برس کی تمھین بہم پہونچے تو تم اُسکی صورت اُس آئینہ مین دیکھنا اگر وہ زن حسینہ صاحب عصمت وعفت فسق وفجور کے زنگ سے پاک وصاف ہوگی تم کو اُسکی صورت اس آئینے مین بھی پاک و صاف نظر آئے گی ورنہ وہ آئینہ ایسا مکدر و تیرہ معلوم ہوگا کہ ہرگز شکل اُسکی تم کو اس آئینے مین محسوس نہ ہوگی سب قلعی کھل جائے گی خبردار اس عہد وپیمان پر ثابت قدم رہنا ایفاء عہد کرنا ورنہ یہ سمجھ لو کہ تمھاری جان جاتی رہے گی صورت مرگ آئینہ خاطر مین صاف نظر آئے گی نقض عہد سے جان پر بنجائیگی بلکہ روح قالب خاکی سے نکل جائے گی صورت حیات ممات سے بدل جائے گی زین الصنم نے بادشاہ جن کی خدمت مین عرض کیا کہ قول مردان جان دارد آپ اطمینان رکھین خلاف عہد مجھ سے ظہور مین نہ آئے گا خادم شرط وفاداری بجا لائے گا زین الصنم نے مکرر تجدید عہد کی اور قسمیں شدید کھائین القصہ شاہ جن نے ایک آئینہ طلسمی زین الصنم کو دے کر رخصت کیا اور کہا کہ اس آئینہ کے سبب سے تم کو شاہد مراد کی صورت بہت جلد جلوۂ ظہور دکھلائے گی اپنے مطلب پر کامیاب کے شاخ تمنا بار لائے گی ۔

نخل امید بارور ہو گا +	تازہ گلشن کا شجر ہو گا

زین (؟)

زین الصنم و مبارک بعزت و حرمت بادشاہ جنات سے خوشی خوشی رخصت ہو کر اُسی قلزم ذخار دریائے ناپید الکنار پر پہونچے وہی ملاح فیل چہرہ کشتی طلسمی لئے کر حاضر ہوا اور بدستور سابق دونون کو اپنی خرطوم سے اُٹھا کر کشتی مین بٹھا دیا اور ایک ساعت مین اُنکو اُتار لیا ہے

تو سن عمر روان ایسا ہی گرچالاک ہی	گرد سان بر باد اکدن میری مشت خاک ہی
شغل رونے کا نہ چھوٹا مجہسے بعد از مرگ بھی	ابر سان دوش ہوا پر قطرہ افشان خاک ہی
آئینے کو دوست رکھتے ہین جہان کے خوب و زشت	دل ہوا جب صاف بس عالم سے جھگڑا پاک ہی

مبارک نے وہان سے اپنے سپاہیون اور کل ہمراہیون کو جنکو کنارہ دریا پر چھوڑ دیا تھا ساتھ لیا اور بخیر و خوبی مع شہزادہ زین الصنم کے شہر کیرو کو روانہ ہوے بعد قطع منازل چند روز مین داخل شہر کیرو ہوے شہزادہ نے کسل راہ کی وجہ سے کچھ دن کیرو مین قیام کیا جب ماندگی سفر دور ہو گی شہزادہ نے مبارک سے بغداد جانے کی رخصت چاہی تاکہ وہان چل کر فرمائش شاہ جن کی جستجو کرے مبارک نے عرض کیا کیا یہان لڑکیان حسین و جمیل دستیاب نہین ہو سکتین اس شہر حسن خیز مین جسقدر دختران دوشیزہ زہرہ جبین مہر تمکین کم سن دستیاب ہونگی اور شہر مین ویسی نہین مل سکتین زین الصنم نے کہا تم سچ کہتے ہو مگر مجھے کیا معلوم ہی کہ اس قسم کی لڑکیان صاحب جمال کہان سے بہم پہونچینگی مبارک نے کہا آپ اس سے خاطر جمع رکھین یہان ایک پیرزن ہی کہ اُسکو تمام شہر کی لڑکیون کا خوب حال معلوم ہی بخوبی مفہوم ہی ع قحبہ چون پیر شود پیشہ کند دلالہ ہے

غافل مشو ز عشوۂ دنیا کہ این عجوز	مکارہ می نشیند و محتالہ میرود

مین اُسکو بلوا کر اس کام کے لیے مقرر کرتا ہون امید ہی کہ جس قسم کی لڑکی چاہو گے وہ دستیاب کر دے گی غرض اُس پیرزال نے کہ فی الواقع دلالہ کامل اس فن مین اور اُستاد بے نظیر تھی ع صمہ قلیل مین بہت سی لڑکیان پندرہ پندرہ برس کی کہ حسن و جمال مین مانند آفتاب و مہتاب کے تھین بہم پہونچائین مگر جب شہزادہ نے اُنکے چہرہ زیبا کو اُس آئینہ مین دیکھا تو اُسکو تیرہ و تار پایا ایسا کسی کو اُنمین نہ دیکھا کہ جسکی صورت آئینہ مین دیکھنے سے صاف نظر پڑتی ہے

آئینہ در برش مگر بر خویش شید اکردہ است	طرزے کہ با ما می سزد آئینہ پیدا کردہ است

آخر الامر جب مبارک اور زین الصنم نے آئینہ خاطر مین صورت شاہد مقصود جلوہ افگن نہ دیکھی کیرو سے شہر بغداد مین گئے جو اُسوقت مین حسینان صاحب جمال زہرہ تمثال بلکہ ہر اہل کمال کا معدن تھا اور اُس شہر بطائف بہر مین ایک بڑا مکان عالی شان کرائے کو لیکر اُترے اور بڑی عظمت و

شان اور جود و سخاوت سے بسر کرنے لگے انکا دستر خوان ایسا وسیع تھا کہ ہر وقت بچھا رہتا تھا اور سیکڑون آدمی اُس شہر کے انکے ساتھ کھانا تناول کرتے اور نعمتین انواع و اقسام کی فواکہات و میوہ جات تر و تازہ کھاتے جو کھانا کہ بچ رہتا غریبون اور محتاجون کو تقسیم کر دیا جاتا غرض کہ اُسکے جود و انعام سے ایک خلق بہرہ یاب و آسودہ رہتی اور اُسکی فیاضی و سیر چشمی کا شہرہ اُس شہر مین ہر کوچہ و برزن مین ہونے لگا الغرض اُسی محلہ مین جہان یہ فروکش تھے ایک موذن نامراد مرد ذمامے رہتا تھا ع برعکس نہند نام زنگی کافور + نہایت مغرور و حاسد بد نفس زشت خو اہل دول اور تونگرونکو دیکھکر آتش حسد مین جل جاتا تھا اور ناتوان بینی کے باعث سے کہ خود مفلوک و محتاج اور شامت اعمال کے سبب سے بلائے حسد مین گرفتار تھا اپنے اہل محلہ سے کہ ذی مقدور تھے بغض و عداوت رکھتا تھا ع ولد الزناست حاسد جو ستارہ یمانی + وہ نامراد زین الصنم کی سخاوت کا حال سُنکے انگارون پر لوٹنے لگا دل آتش حسد سے جل کر خاکستر ہو گیا ع حسود را چہ کنم کو ز خود برنج درست +

ایک دن اُسنے بعد نماز مغرب کے مسجد مین بیٹھکر اپنے یاران طریقت سے جو نماز کے واسطے اُس مسجد مین آیا کرتے تھے یون مذکور کیا ای یارو مین نے سُنا ہی کہ ایک شخص ہمارے محلے مین آکر مقیم ہوا ہی ہزارون سیکڑون روپے صرف کرتا ہی کسی کو مین نہین پاتا کہ جو اسکے فیض و احسان سے شکر گزار ہو انہوم اسکے خوان نعمت کا زلہ ربا نہو قرینے سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ شاید چور یا رہزن یا قطاع الطریق مین سے ہی جو اس شہر مین غارت گری کے واسطے آیا ہی اور اس داد و دہش کے پردے مین اُسنے اپنا رنگ جمایا ہی تم سب اپنے تئین اُسکے شر سے بچاؤ اس لیے کہ خلیفہ کو اگر معلوم ہو گیا کہ ہمارے شہر مین ایسا بد معاش شخص اس محلے مین رہتا ہی تو مبادا ہم تم بھی اس جمعیت مین آجائین گیہون کے ساتھ گھن بھی کہین نہ پس جائین سارے محلہ پر آفت آئے کل اہل محلہ اس جرم مین ماخوذ ہو کر مورد عتاب سلطانی ہون مفت بتلائے بلائے ناگہانی ہون

سبھون نے اُسکی باتین سُنکر کان کھڑے کیے کہا فی الحقیقت ایسے مسرف و بدکردار آدمی سے احتراز واجب ہی بلکہ ہم کو لازم ہی کہ ایسے شخص کی مخبری کوتوال شہر سے کر دین خوب کان بھر دین موذن بد باطن یہ گفتگو کر کے اپنے گھر آیا اور دل مین یہ مصمم ارادہ کر لیا کہ کل ضرور کوتوال شہر سے جا کر حال بد معاشی اس تازہ وارد یعنی زین الصنم کا ظاہر کرے اتفاقاً مبارک بھی نماز مغرب کے لیے اُسی مسجد مین گیا تھا اور ہمراہ اُن نمازیون کے بیٹھکر سب گفتگو اُس موذن بد باطن کی سُنی فی الفور مسجد سے آکر ایک تھیلی پانسو دینار کی لی اور کچھ تھان اقمشہ ریشمی نفیس و بیش قیمت کے ایک دست بقچے مین

موذن کے مکان پر گیا وہ اُسکے آنے کی خبر سُنکر باہر آیا اور ترش رو ہوکر مبارک سے کہا کیا تیرا کام
ہی جو میرے گھر پر آیا اور مجھ سے کس امر کا طالب ہی ۔
مبارک نے نہایت نرمی اور عاجزی سے کہا کہ مین مسافر تازہ وارد تمھارے ہمسائے مین آکر اُترا
ہون یہ کہکر وہ تھیلی اشرفیون کی اور وہ گٹھری ریشمی تھانون کی اُسکے حوالے کی اور کہا زین الصنم
نے جو تمھارے پڑوس مین آکر رہا ہی تمھارا حال بزرگی اور زہد و تقوی کا سُنکر مجھے تمھارے پاس بھیجا ہی
اور نہایت مشتاق آپ کی ملاقات کا ہی اور عرض کیا ہی کہ یہ ہدیہ محقر قبول ہو اور مجھے ہمیشہ اپنا
خادم دلی اور نیازمند قلبی سمجھا کرو مین آپ کا ممنون منت مشکور لطف و محبت ہون مراد کی تو یہی مراد
تھی اُس ہدیہ کو لیکر نہایت خوش ہوا اور مبارک سے کہا میرا سلام نیاز اپنے شہزادے سے کہنا
اور میری جانب سے عذر کرنا کہ مین بسبب نہ حاضر ہونے کے آپ کے حضور مین کمال نادم و محجوب
ہون صبح کو خود خدمت فیض درجت مین حاضر ہوکر قصور عدم حاضری معاف کراؤنگا اور یہ شعر
اپنے حسب حال سناؤنگا ؎

من بندۂ حضرت کریم	پروردۂ نعمت قدیم

الغرض دوسرے روز علی الصباح موذن مذکور نے اپنے احباب نمازیون سے کہا بھائیو مجھے خوب
معلوم ہوا کہ وہ شخص جسکا حال کل مین نے تم سے مذکور کیا تھا بہت اچھا آدمی ہی بدوضع و بدمعاش
نہین ہی بلکہ وہ کسی ملک کا شاہزادہ عالی خاندان ہی اب اُسکی نسبت کوئی بُری بات حاکم سے
جاکر کہنا کچھ ضرور نہین ہی ۔
غرض مراد نے زین الصنم کی بُرائی جو اگلے دن ان لوگون کے دلون مین مرتکز کر دی تھی بالکل رفع
کر دی اور اُن سب کے دلون کو جنپر گرد کدورت جما دی تھی پاک و صاف کر دیا پھر مسجد سے گھر مین گیا
اور لباس پرتکلف پہنکر شہزادۂ زین الصنم کی ملاقات کے لیے آیا شہزادہ بھی نہایت لطف و اخلاق
سے پیش آیا اور مراد کی بہت خاطرداری کی مراد نے زین الصنم سے پوچھا کہ آپ کے بغداد مین تشریف
لانے کا کیا سبب ہی اور بہت عرصے سے آپ کس مطلب کے لیے فروکش ہین شہزادہ نے کہا مین واسطے
تلاش ایک بی بی کے کہ جو نہایت حسین و جمیل زیور عفت و عصمت سے آراستہ و پیراستہ ہو اور
سن بھی اُسکا پندرہ برس سے زائد نہو آیا ہون مراد نے عرض کیا کہ ملنا ایسی بی بی کا جو ان صفتون
سے موصوف ہو بہت دشوار ہی لیکن ایک لڑکی ان صفات حمیدہ کے ساتھ جیسا کہ تم بیان
کرتے ہو میری دانست مین ہی اُسکا باپ سابق مین وزیر تھا اب وہ مدت سے عہدہ وزارت

سے تارک ہوکر گوشہ نشین ہو گیا ہی اور اُسنے اپنی لڑکی کو نماز و روزے اور صلاح و تقوے کی خوب تعلیم کی ہی چنانچہ وہ دختر علاوہ حسن و جمال ظاہری کے کمالات باطنی بھی رکھتی ہی مین یقین کرتا ہون کہ اگر آپ وزیر کے پاس اُسکی درخواست کیجیے تو وہ البتہ اُس لڑکی کو آپکے ساتھ منسوب کر دیگا زین الصنم نے کہا جب تک کہ یہ صفات اُسمین دیکھ نہ لونگا ہرگز قصد نکاح کا اُسکے ساتھ نہ کرونگا مراد نے کہا کیونکر بادی النظر مین آپ سب صفات اُسمین دیکھ سکتے ہین یہ باتین بے مدت تک رہنے سہنے اور میل جول کے بی بی مین معلوم نہین ہو سکتین کسی طرح مفہوم نہین ہو سکتین

ع کہ خبث نفس نہ گردد بسالہا معلوم +

زین الصنم نے کہا مین اُسکی صورت دیکھنے سے دریافت کر سکتا ہون کہ وہ بی بی ان صفات حمیدہ کے متصف ہی یا نہین —

مراد نے ہنس کر کہا آپ کو قیافہ شناسی مین بڑا ملکہ ہی کہ صورت دیکھتے ہی آپ اُسکے سب صفات دریافت کر سکتے ہین بہرکیف مین اُسکے باپ سے ایک بار اجازت لڑکی کے مُنھ دیکھنے کی حاصل کرونگا آپ اپنا امتحان اور اطمینان اُسوقت کرلین غرض کہ شہزادہ نے مراد موذن کے ہمراہ جاکر وزیر سے ملاقات کی وزیر وجاہت ظاہری دیکھکر اور حال عالی نسبی و شرافت خاندانی کا دریافت کرکے اپنی لڑکی کی شادی کرنے کو زین الصنم کے ساتھ راضی ہوا اور لڑکی کو اجازت دی کہ ایکبار اس شہزادے کے سامنے ہوکر نقاب اپنے چہرہ نازنین سے ہٹا لینا۔

الغرض جب اس وزیرزادی نے لباس فاخرہ زیب جسم نازنین کیا اور جواہر گران بہا سے آراستہ و پیراستہ ہوکر شہزادہ کے سامنے آئی اور برقع اپنے رُخ پرنور سے علحدہ کیا ایک آفتاب تھا کہ مشرق حسن و جمال سے تابان و درخشان ہو گیا شہزادہ زین الصنم اُسکی صورت زیبا دیکھکر ہزار جان سے فریفتہ و عاشق زار ہوا تیر عشق کلیجے کے پار ہوا

تھی نظر یا کہ جی کی آفت تھی — وہ نظر ہی وداع طاقت تھی
صبر جاتا رہا اک آہ کے ساتھ — ہوش رخصت ہوا نگاہ کے ساتھ
دل پہ کرنے لگا چھیدن ناز — رنگ چہرے سے کر گیا پرواز

شہزادہ نے باوصف بیقراری دل پر جبر اختیار کرکے خیال کیا کہ جو ہو سو ہو مین خود اس ماہ پارہ کے ساتھ شادی کرونگا اور بادشاہ جن کو نہ دونگا پھر زین الصنم نے آئینے مین اُسکی شکل دیکھی نہایت صفائی کے نظر پڑی اور وہ آئینہ عکس جمال پری تمثال سے مثل خورشید

تھا وہی چمکنے لگا اس امتحان سے بھی شہزادہ کی جمعی ہوئی اور جیسا ڈھونڈھتا تھا ویسا ہی اُسے پایا سجدۂ شکر رب معبود بجا لایا ؎

آئینہ کیا مجال تری تاب لا سکے ۔ خورشید پہلے آنکھ تو تجھ سے ملا سکے
ازین مہ پارۂ عابد فریبے ۔ ملایک صورتے طاؤس زیبے
کہ بعد از دیدنش صورت نہ بندد ۔ وجود پارسایان را شکیبے

اُس پری وش کی تناسب اعضا اور چہرہ زیبا رخ انور اور جمال مبین دیکھکر دنگ تھا کہ واہ کیا ماہ لقا مہر سیما ہی کیا شان کیا ادا ہی ؎

خم دار وہ بھوین وہ جبین قمر مثال ۔ تابندہ ایک چاند کے پیچھے ہین دو ہلال
مطلع ہی صاف غور سے بیٹھا کرین خیال ۔ نقطہ ہی نور حسن کا ابرو پہ ہی جو خال
خوبی مین یہ تو وہ بہت لاجواب ہی ۔ دیوان حسن مین یہی بیت انتخاب ہی
ابرو ہی یا کھچی ہوئی شمشیر تیز دم ۔ پایا بھلا کمان کیانی نے کیا یہ خم
صانع نے ایک لوح پہ رکھے ہین دو قلم ۔ کیا متصل ہی گوشہ سے گوشہ زہے ختم
مدت کھیچے تو پھر کشش انکی بیان نہ ہو ۔ قربان ہو لاکھ بار تو خط نشان نہ ہو
رخسار کو قمر جو کہون اسمین داغ ہی ۔ ذرون کو سر چڑھائے یہ کسکا دماغ ہی
خورشید ہی تو کیا ہی وہ دن کا چراغ ہی ۔ وہ گل ہین جنکے ذکر سے دل باغ باغ ہی
دنیا مین کوئی شی نہین اس آب و تاب کی ۔ رنگت ہی سیوتی کی تو خوشبو گلاب کی
آنکھین وہ نرگسی جسے دیکھے سے ہو سرور ۔ یا صاف دو ستارون کا ہی ایک جا ظہور
روشن میان کعبہ ہین یا دو چراغ طور ۔ کوثر سے یا بھرے ہوے ہین ساغر بلور
پتلی نہین یہ چشم سیہ کے حجاب مین ۔ پنہان ہی روے حضرت یوسف نقاب مین
کیون زلف کی ثنا مین الجھتے ہین موشگاف ۔ سلجھا ہوا بیان تو مضمون ہی صاف صاف
تعقید سر بسر ہی فصاحت کے برخلاف ۔ باریک اس فتن کی ہین راہین خطا معاف
فکرین رسا ہین جنکی بیان وہ بھی ہیچ ہین ۔ رستہ تو بال بھر کا ہی اور لاکھ پیچ ہین

اُس ماہ برج رعنائی اور گوہر درج خوش ادائی کو دیکھکر یہی جی چاہتا تھا کہ لپٹ جائیے اور خوب دل کھول کے گلے لگائیے جوبن کے فرے اڑائیے ۔

الحاصل وزیر نے قاضی کو طلب کیا اور بموجب حکم شرع شریف کے وزیرزادی کا عقد شہزادہ کے

ساتھ کر دیا جام تمنا صہبائے عیش و نشاط سے بھر دیا ۔ وزیر تین روز شہزادے کو اپنے گھر مہمان رکھ کے جملہ
رسوم شادی کے بڑے تکلف سے کہ مروج اُس ملک کے تھے عمل مین لایا بعد ازان شہزادہ زین الصنم نے
اپنے مکان پر جا کر بہت کچھ زیور مرصع بیش بہا قیمتی لاکھون روپیہ کا وزیر کے گھر پر مبارک کے ہاتھ بطور رونمائی
عروس کے لیے بھیجا وزیر نے لڑکی کو نقد و جنس بے شمار جہیز مین دے کر مبارک کے ہمراہ رخصت کیا
وہ شادی بہت دھوم دھام کے ساتھ شہر بغداد مین مشہور ہوئی بلکہ معروف نزدیک و دور ہوئی
زین الصنم نے وہان کے امرا روسا کی دعوت بڑے تجمل شاہانہ کے ساتھ مرتب کی محفل عیش و نشاط
منعقد ہوئی جام بادۂ ارغوانی چلنے لگا تین روز تک یہ جشن جمشیدی برپا رہا ہر طرف قلقل مینا کی صدا
ہر نوشانوش کا مزہ ہی ناہیدان دلنواز و مطربان خوش آواز نے بکمال لحن داؤدی گانا شروع کیا
حضار محفل کو اپنی جانب رجوع کیا ۔

ہون مست جام چشم بت لالہ فام خاص	کیونکر نہ ہو مجھے ہوس دور جام خاص
زاہد کہان نصیب تجھے لطف مے کشی	رندون کے واسطے ہے مے لالہ فام خاص
رہتا ہے دن مین صبح بناگوش کا خیال	ہی پھر یاد زلف بتان وقت شام خاص
ظالم سے تر نہ ہو کبھی اپنا گلوے خشک	قاتل پلا کہین اسے آب حسام خاص
خالی اثر سے شربت عناب لب نہین	ہے پھر رفع تشنگی خاص و عام خاص
کسکو دماغ منت بار اٹھائیے	ہے پیر مغ ازل سے ہمارا امام خاص
کعبے سے شیخ حرمت میخانہ کم نہین	رندون کے واسطے ہے یہ بیت الحرام خاص
رخصت ہوئی خزان چمن روزگار سے	ہے موسم بہار کا اب انتظام خاص
منعم یہ چند روز ہین دنیا کی عشرتین	آخر کنار قبر ہے اور ہے مقام خاص

جب جلسۂ شادی سے فراغت حاصل ہوئی مبارک نے شہزادہ سے کہا اب یہان رہنا کچھ ضرور نہین
ہے کیرو کا عزم کرو زیادہ قیام خالی از فتور نہین ہے جو معاہدہ تم نے بادشاہ اجنہ کے ساتھ کیا ہے اُس پر ثابت
قدم رہو فراموش نہ کرو ۔

قول سے پھرتے نہین قول کے کرنے والے	جنگ سے ہلتے نہین جنگ مین مرنے والے

زین الصنم نے کہا مین تو اس عروس مہر طلعت پر عاشق و شیدا ہون جان و دل سے فریفتہ ہون کیونکر
اُسے بادشاہ جن کو دے دون ۔

با سایہ ترا نمی پسندم	عشق است و ہزار بدگمانی

جب اس خجستہ رخسار گل رخسار رشک بتان فرخار کو بانسرے مین لے جا کر ملکہ بنا وُنگا اور عیش و کامرانی دونگا مبارک نے کہا زنہار ایسا کام نہ کرنا بھولے سے اس راہ مین قدم نہ دھرنا بادشاہ جن کو یہ راز مخفی نہ رہے گا وہ دشمن جانی ہو جائے گا اور قبل اس سے کہ آپ اُس زہرہ جمال سے تمتع حاصل کرین وہ آپکو ہلاک کرے گا جامۂ حیات چاک کرے گا وزیرزادی کو اپنے ساتھ لیجائے گا آپکو داغ حسرت و ناکامی دیجائے گا حاشا وکلا اس خیال محال کو اپنے دل سے نکالیے اور جس طرح سے موافق اپنے قول و قرار و قسم کے اس گل اندام نازک خرام کو اُسکے پاس پہونچایئے کہ اُسکے موافق رہنے مین آپ کے لیے فلاح و بہبود ہی اُسکی مخالفت محض بے سود ہی۔

یہ کلام مبارک کا سُنکے شہزادے کے ہوش و حواس بجا نہ رہے ہاتھوں کے طوطے اُڑگئے عنان صبر و شکیب ہاتھ سے چھوٹ گئی امید وصال دلدار ٹوٹ گئی مگر دل پر سنگ صبر رکھکر جبراً و قہراً مبارک سے کہا کہ اس نازنین کو میری نظر سے اوجھل رکھو راہ بھر مین اسکو دیکھنے نہ پاؤن ورنہ دل مشتاق سینہ سے نکل جائے گا نقشہ حیات بدل جائے گا پھر زندہ نہ پاؤگے کف افسوس ملتے جاوگے زین الاصنام نے حسب حال یہ اشعار پڑھے اور خوب دل مین روئے ؎

نہ ذرا دلمتی تو پھر دادخواہ کیا کرتا | خدا کے سامنے عذر گناہ کیا کرتا
خلاف عدل عدالت پناہ کیا کرتا | نگاہ قہر سوے بیگناہ کیا کرتا
جو دل پہ رنج ہی اللہ خوب واقف ہی | فراق یار مین حالت تباہ کیا کرتا
ازل سے رنج شب ہجر تھا مقدر مین | بھلا مین شکوہ روز سیاہ کیا کرتا
شہید کرتے ہین بے نشہ آنکھوں کے ڈورے | چڑھا کے سان پہ تیغ نگاہ کیا کرتا
وہ ناتوان ہون نظر پر چڑھا نہ قاتل کے | شہید جوہر تیغ نگاہ کیا کرتا
برنگ دانہ مجھے پیستا تھا پیس چکا | مین نالہ کش فلک کج کلاہ کیا کرتا
تو وہ حسین ہی کہ خورشید کو نہین نسبت | نکل کے رات کو گردون پہ ماہ کیا کرتا
ہلا دیا دل جانان کو صورت گردون | بس اور توڑ بھلا تیر آہ کیا کرتا
عدو تھے تفرقہ پرداز عین صحبت مین | وہ نور لطف کی مجھپر نگاہ کیا کرتا

مبارک جھٹ پٹ تیاری سفر کرکے اُس عروس سیمبر سمیت کیر دکو روانہ ہوا اور وہان سے جزیرۂ جنات کی راہ لی اثناے راہ مین وہ عروس گلفام نازک اندام صعوبت سفر دور دراز سے بہت ماندی ہوگئی اور شہزادہ زین الاصنام کی مفارقت اور بھی باعث علالت ہوئی قریب ہلاکت ہوئی

ذر عقد سے اپنے شوہر کو نہ دیکھا تھا گھبرا کر مبارک سے مستفسر ہوئی کہ باوجود اس قدر سفر دور دراز کر
کرنے کے ہم اب تک اپنے شوہر کے ملک مین نہین پہونچے اور روز نکاح سے مین نے اُسکی صورت
زیبا نہین دیکھی اسکا کیا سبب ہے۔

مبارک نے اُس صنم دلفریب سے کہا بی بی اب محل دروغ کہنے کا نہین ہے سچ یون ہے کہ تم صورت
شہزادہ زین الصنم کی کبھی نہ دیکھو گی اُسنے جو تمھارے ساتھ عقد کیا ہے با نسرانے جانے کے لیے نہ تھا بلکہ
تم کو بادشاہ جن کے واسطے کہ اُسنے زین الصنم سے تم ایسی بی بی حور طلعت کی درخواست کی تھی بغداد سے
لایا ہے یہ کلمہ مبارک سے سُنکے اُسکے ہوش اُڑ گئے حواس بجا نہ رہے زار زار مثل ابر نوبہار رونے لگی
اشک حسرت سے آنکھین دھونے لگی ؎

غمم دادی و غمخواری نہ کردی	دلم بردی و دلداری نہ کردی

اسکی گریہ وزاری وحالت بیقراری دیکھکر مبارک اور زین الصنم دونون رونے لگے دامن وآستین اشکون
سے بھگونے لگے پھر اُس بی بی نے کہا تقدیر میرے حال زار پر رحم کرو میں اس عالم غربت مین کوئی مونس و
غمگسار نہین تم جو فریب سے مجکو یہان پر لا کر ارادہ میری ہلاکت کا رکھتے ہو خداے قادر توانا کو
روز حشر کیا جواب دوگے۔

بہر کیف اسی گریہ وزاری کی حالت مین اُس عروس رشک حور کو بادشاہ جنات کے حضور مین لے گئے اور
اُس ماہ طلعت کو اُسکے تفویض کر دیا۔

بادشاہ اجنہ بھی اُس رشک پری کو دیکھکر اُسکے نظارۂ جمال جہان آرا سے بہت محظوظ ہوا اور خوش
ہو کے بکمال شیرین زبانی کہنے لگا ؎

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار	نظارہ ز گلچیدن مژگان گلہ دارد

پھر زین الصنم کی طرف مخاطب ہو کر گویا ہوا کہ فی الحقیقت تم بڑے صادق الاقرار ہو اور اپنے عہد پر
نہایت ثابت قدم ہو جیسی بی بی صاحب حسن وجمال پری تمثال عفت وعصمت مین بیمثال مین چاہتا تھا
تم نے میرے حسب دلخواہ بہم پہونچائی مین تم سے کمال رضامند ہوا اب تم اپنے وطن مالوف مین جاؤ وہان تمکو
وہ نوین تصویر دستیاب ہوگی جسکی تمنا مین تم نے اسقدر صعوبت اُٹھائی اب تمھاری امید بر آئیگی صورت
زیبا اُسکی مرات شہود مین جلوہ افگن ہوگی دور سب تکلیف رنج ومحن ہوگی جس تہ خانہ مین تم کو خزانہ ملا ہے
وہین تم کو نوین تصویر الماس بھی ہاتھ آئے گی شاہد تمنا ہم آغوش ہوگا سب رنج وغم فراموش ہوگا۔
القصہ زین الصنم بادشاہ جن سے رخصت ہو کر سمت گھر فوراً روانہ ہوا وہان پہونچکر چندے توقف

گیا اور پھر اشتیاق میں نوین تصویر پھر تنور کے فی الفور عنان عزیمت بانسرے کی طرف منعطف کر دی مگر تمام راہ اُس عروس مہ لقا کو یاد کر کے اشکبار تھا مونس وہمدم غم فراق دلدار تھا

اے غم یار میں بندہ ہوں رفاقت کا تری	نہ کیا تو نے گوارا مری تنہائی کو

کبھی دل میں خیال کرتا کہ افسوس ہی ہم قریب اُس محبوب دل فریب کو ہم سکے تو والدین سے جدا کر کے قتل کر ینگے یہی بادشاہ جن کو دے آئے بڑا غضب کیا خون بیگناہ ایسی نازنین مہ جبین کا تا روز حشر گردن رہا اسی فکر و تردد میں وہ بانسرے پہونچا اُسکے وزرا امرا صغیر و کبیر زنا وغیرہ نہایت خوش ہوے استقبال کر کے بڑی آؤ بھگت سے اُس یوسف مصر جہان داری کو کنعان پایہ تخت شہنشاہی میں لائے زر سرخ و سفید تصدق میں نثار کیا خیرات مبرات سے غربا و مساکین کو مالا مال کر دیا پہلے زین الصنم اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر ہوا اُسکے دیدار فرحت آثار سے دیدۂ دل منور کیا اور کل حالات سفر اول سے آخر تک ماں سے بیان کیے دیدار فرزند سعادت توام سے ماں کا کلیجہ ہاتھ بھر کا ہو گیا قلب کو سرور آنکھوں میں نور آگیا صدقے قربان ہوئی بلائیں لے کر گرد پھرنے لگی اور یوں گویا ہوئی کہ اے فرزند اب تم جلد اُس نوین تصویر کو پاؤ گے اُس تہ خانہ میں چلو جہاں بادشاہ جن نے تمھیں اُسکے دینے کا وعدہ کیا ہی مگر زین الصنم فراق میں وزیر زادی کے ایسا افسردہ خاطر تھا کہ آرزو نوین تصویر کی بھول گیا دنیا کی سب بہار فراق میں اُس گلعذار کے پدتر از خار تھی طبیعت نہایت بیقرار تھی زخم ناوک عشق وزیر زادی کا شہزادے کے دل پر ایسا کاری لگا تھا کہ دم بھر آہ و زاری سے فرصت نہ تھی ایک لمحہ نصیب راحت نہ تھی آہ سرد بھرتا اور یہ رباعی ورد زبان کرتا

کسی کی شب ہجر روتے کٹے ہی	کسی کی شب وصل سوتے کٹے ہی
ہماری یہ شب کیسی شب ہی الٰہی	نہ سوتے کٹے ہی نہ روتے کٹے ہی

دل میں کہتا تھا اب میں بے اپنی معشوقہ کے وہ تصویر لے کر کیا کرونگا کیونکر سنگ صبر چھاتی پر دھرونگا میں اُس تصویر سے درگذرا خدا اُس معشوقہ کو کسی طرح مجھ سے ملا دے اُسکی صورت زیبا دکھا دے آخر الامر زین الصنم کمال افسردگی کے ساتھ مع اپنی مادر گرامی کے تصویر لینے کے لیے اُس تہ خانہ میں اُترے جیسے ہی نوین پیلپایہ کے قریب پہونچے بجاے نوین تصویر کے ایک بی بی کو بیٹھے ہوے دیکھا شہزادہ نے دیکھتے ہی اُسے پہچان لیا کہ یہ تو وہی عروس ماہ سیما ہی جسے ہم بادشاہ جن کو دے آئے تھے وہ اس امر کو دیکھکر نہایت حیران و ششدر کھڑا رہ گیا سکتے کے عالم میں نقش دیوار بن گیا بزبان حال کہتا تھا

عمر سب مفت مین کھو یا کیے نادان رہے
دل مین پایا اُسے جسکے لیے حیران رہے
شکر صد شکر وہ صورت نظر آئی تو مجھے
عمر بھر جسکے لیے سخت پریشان رہے
دل کے آئینے مین ہی تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

اُس رشک قمر جادو نظر نے شہزادے سے کہا تمھارے استعجاب و تحیر کا شاید یہ باعث ہی کہ بجاے میرے تم اور کسی چیز کے جو مجھ سے اچھی ہی طالب تھے شہزادے نے کہا اے راحت جان مشتاقان یہ سبب میری حیرانی کا نہین ہی جسکو تم نے خیال کیا بلکہ تم ایسی نعمت غیر مترقبہ کو پاکے نہایت سرور و انبساط سے عالم حیرت مجھپر طاری ہی یا الٰہی یہ خواب ہی یا حالت بیداری ہی ؎ انچہ می بینم بہ بیداری ست یارب یا بخواب ؁ رسائی اور بخت کی یاوری سے تمھارا جمال جہان آرا دیکھنا نصیب ہوا خدا گواہ ہی کہ تمھارے عشق و محبت مین میرا حال عجیب ہوا تمھارے فراق مین تمام دن گریہ و زاری سے رات بھر اختر شماری تھی طول شب ہجر سے جان عاری تھی شب و روز یہی تصور دل مین رہتا تھا کہ کیا لغو حرکت کی جو ایسی محبوبۂ سیمبر رشک قمر کو ایسی خطرناک جگہ مین پھینک آئے مگر کیا کرون کہ اس امر مین مجبور تھا بادشاہ جن سے قول ہارچکا تھا اور اُسنے مجھ سے قسم لے لی تھی کہ تم ایسی بی بی حسین و جمیل عفت و عصمت مین بے عدیل اُسکے پاس لے جاؤن اگر ذرا اس وعدہ مین خلاف ہوتا غضب ہوجاتا مجکو جان سے مار ڈالتا ہرچند تمھارے راہ مین مین نے چاہا کہ شاہ بنی جان سے نقض عہد کرکے تمھین اپنے ملک مین لے آؤن اور تمھین تصویر سے ہاتھ اُٹھاؤن مگر میرے رفیق نے بخوف بادشاہ جن کے مجکو اس ارادے سے باز رکھا خدا نے عوض اُس صبر و شکیبائی کا یہ دیا کہ تمھین گھر بیٹھے مجھے عنایت کیا ولی مرادپائی نعمت غیر مترقبہ ہاتھ آئی ؎

همنشین جب مرے ایام بھلے آئینگے
بن بلائے مرے گھر آپ چلے آئینگے

اے ذریزادی تم ہزار درجے ان نقصا دیر الماس بلکہ تمام دولت روے زمین سے مجھے پسندیدہ و محبوب ہو ان تباہ الماس سے خدا گواہ ہی کہ مجھے بدل مرغوب ہو۔

یہ باتین راز و نیاز کی آپس مین ہو رہی تھین کہ دفعتہً ایک آواز رعد کی بڑے زور شور سے آئی تمام تہ خانہ کی در و دیوار ہلنے لگی زلزلہ کے آثار نمایان ہوے سب خائف و ترسان ہوے مادرزین الصنم ڈر گئی کہ یا خدا یہ کون بلا نازل ہوئی اتنے مین بادشاہ جنات آدمزاد کے لباس مین بہت خوبصورت بن کر ظاہر ہوا اور نہایت لطف و محبت کے ساتھ یہ بات زبان پر لایا کہ اے ملکہ مین تمھارے فرزند کو نہایت عزیز رکھتا ہون جب مجھے معلوم ہوا کہ وہ اس نازنین مہ جبین حور تمکین کہ جسکا سن

... سولہ کا سن	جوانی کی راتین مرادون کے دن

پر دل ... دل پورا کرنے کے واسطے بمجبوری تمام مجھے اُس محبوبہ گل اندام کو دے دیا
مین نے بھی بپاس خاطر اُسکے اس بی بی کو یہان لاکر پہونچا دیا اب یہ عروس حسین مہ جبین اسکو مبارک
ہو اور خبردار اے شہزادے نہایت محبت و الفت سے اسکے ساتھ پیش آنا اسی پیار و اخلاص سے
شاد کام رہنا اور کوئی بی بی کرکے اسکو رنجیدہ خاطر نہ کرنا پھر اُس نوین تصویر الماس کو بھی دے کر
نظرون سے غائب ہو گیا۔

زین الصنم بادشاہ اور وہ ملکہ بانسرا نہایت عیش و عشرت کے ساتھ باغ ہستی مین سرسبز و
شاداب ہو کر بسر کرنے لگے جام تمنا بادۂ عیش و سرور سے لبریز ہوا اشہب تیز گام فرحت و
انبساط میدان نشاط و طرب مین گرم خیز ہوا زین الصنم مارے خوشی کے جامے مین پھولا نہ سمایا
اور یہ اشعار ابدار زبان پر لایا

تھی پریشان انتظار سے آنکھ	نہین ملتی تھی ایک یار سے آنکھ
شکر ہی ہو گئی قرار سے آنکھ	اڑ گئی یار گلعذار سے آنکھ

اب نہین چھپتی ہی ہزار سے آنکھ

ٹپکی پڑتی ہی اک محبت سی	خود بخود چھا رہی ہی الفت سی
صاف ہی آئینے کی صورت سی	کچھ وہ حیرت سی کچھ وہ حسرت سی

خوب بنتی ہی انتظار سے آنکھ

چار آنسو بھی جب بہائے ہین	دل کے ٹکڑے مژہ پہ آ گئے ہین
وصل نے رنگ کیا دکھائے ہین	فرط شادی سے اشک آئے ہین

واہ آئی کس بہار سے آنکھ

بزم مین کوئی انجمن آرا	مہربان ہو اگر تو کیا کہنا
دے وہ بھر بھر کے ساغر صہبا	دو بدو یون ہی مے کشی کا مزا

جام سے لب لگے تو یار سے آنکھ

اللہ اللہ ری ناز کی دماغ	گل ہی گل سوجھتے ہین باغ ہی باغ
ہو گیا عیش جاودان سے فراغ	نشہ تیرا اتر گیا اے داغ

کھل گئی غفلت خمار سے آنکھ

زین الصنم کی مان یہ اشعار آبدار سنکر دوڑی آئی اور خدا کا شکر بجا لائی کہ زین الصنم اپنی مراد کو پہونچا خدا نے یہ دن دکھایا ؎

مے ارغوانی پلا ساقیا — خدا کے لیے جام بھر بھر کے لا
زمین پہ ہی آج اسطرح کی جھلک — ستارون کی جیسے فلک پر چمک
ہوے بہارین سے گل لہلہے — چمن سارے شاداب اور دہدہے
پلا ساقیا مجکو اک جام مُل — جوانی پہ آیا ہے ایام گل
غنیمت شمر صحبت دوستان — کہ گل پنج روز ست در بوستان
پلا آتشین آب پیر مغان — کہ بھولے مجھے سرد و گرم جہان
کدورت مرے دل کی دہو ساقیا — ابھی شیشۂ مے کو دہو دہا کے لا
درختون نے برگون کے کھولے ورق — کہ لین طوطیان بوستان کا سبق
پلا ساقیا مجکو صہباے عیش — ملی ہی نصیبون سے یان جاے عیش
بہم مل کے بیٹھے ہین دور شک مہ — قران مہ و مہر ہی اس جگہ
ہر اک برج رشک گلستان ہی آج — بہار وصال غریبان ہی آج
مغنی و ساقی و آواز چنگ — بتے تنگ چشم اندر آغوش تنگ
کسے کین مرادش میسر شود — اگر جم نباشد سکندر شود

جس طرح غنچہ خاطر ان دونون طالب و مطلوب کے نسیم لطف ایزدی کے اہتزاز سے کھلے اسی طرح ہر عاشق اپنے معشوق سے ملے ؎

صہباے مسرت سے بریز ہو پیمانہ — آباد رہے ساقی ہر دم ترا میخانہ

قطرہ افشانی ابر نیسان خامۂ عنبرین شمامہ بضمن قصہ شہزادہ خداداد و شہزادی دریا بار گل رخسار پری نژاد

محرران مشکین رقم و منشیان زرین قلم اس داستان فرحت عنوان کو یون زیب رقم کرتے ہین کہ شہر حیرن مین ایک بادشاہ عظیم الشان سکندر صولت دارا دربان تھا عدل و داد و شجاعت و سخاوت مین ضرب المثل ہمت و جرات مین بے بدل تھا رعیت شاد ملک آباد خزانہ وافر فوج بے شمار لشکر جرار سب سامان سلطنت ارکان دولت مشیران مملکت مہیا تھے غلامان زرین کمر

دکنیزان ماہ پیکر خدمت کے لیے حاضر رہتے تھے اختر دولت و اقبال سپہر عظمت و اجلال پر چمکتا تھا لیکن بے اولادی کا داغ دل مین مدام کانٹا سا کھٹکتا تھا اگرچہ سب سامان سلطنت موجود تھا مگر وارث تخت مفقود تھا بے چراغ کاشانۂ دولت بے ثمر نہال سلطنت تھا اگرچہ متعدد محلات و بیگمات صاحب حسن و جمال اُس شاہ والا صفات کی تھین مگر کسی کے بطن سے کوئی دُرشاہوار سلطنت فروغ کاشانۂ دولت نہ تھا ہمیشہ درگاہ مجیب الدعوات مین دست دعا بلند رکھتا تھا خدا کی جناب مین جبہہ سائی کیا کرتا تھا اور جبین نیاز آستانۂ بے نیاز پر جھکا کر عرض تمنائے وارث تاج و تخت کرتا تھا یہ اشعار بعد یاس و حسرت پڑھتا اور آہ سرد دل پر درد سے بھرتا تھا ؎

الٰہی غنچۂ امید بکشا	گلے از روضۂ جاوید بنما
بخندد ان زلب آن غنچہ باغم	وزین گل عطر پرورکن دماغم
درین محنت سرائے بے مواسا	بنعمت ہائے خویشم کن شناسا

ایک شب کو اُسنے خواب مین دیکھا کہ ایک بزرگ مقدس شکل پاکیزہ صورت اُسے بشارت دیتا ہے کہ اے بادشاہ تیرا دعا تیرا ہدف اجابت پر مقرون ہوا صبح کو اُٹھکر نماز پڑھ اور دعا مانگ دعا تیری درگاہ بے نیاز مین مستجاب ہوگی اُسکے بعد تو اپنے خانہ باغ مین جا اور باغبان سے ایک انار منگوا کر اُسکے دانے موافق اپنی خواہش کے نوش کر حق تعالے تجھپر فضل و کرم کریگا نخل تمنا تیرا بارور ہوگا۔

بادشاہ کی آنکھ کھل گئی دیکھا تو نور کا تڑکا ہے فوراً اُٹھکر نماز پڑھی اور شکر خدا بجالایا پھر باغبان کو بلاکر ایک انار منگوایا اور پچاس دانے اُسمین سے شمار کرکے کھائے اس رعایت سے کہ پچاس خاتونان زہرہ جمال مہر تمثال اُسکے مشکوئے معلی مین داخل تھین اُس روز سے باری باری ہر محل مین جاکر آرام کرتا داد عیش و کامرانی دیتا خدا کی قدرت سے سب بیبیون کے آثار حمل ظاہر ہوے مگر ایک بی بی کہ اُسکا نام پیروز تھا اُسپر علامت حمل کی نمودار نہوئی اس وجہ سے بادشاہ کو اُس بیگم سے کمال نفرت ہوگئی بالکل دل سے اُتر گئی اور دل مین خیال کیا کہ اسکا بانجھ ہونا اس امر پر دال ہے کہ مشیت ایزدی نے اسے بدبخت و مشوم سمجھ کے اقتضا نہ کیا کہ یہ بھی شہزادے کی مان ہو یہ دولت اسکے نصیب مین نہ تھی اس محرومی طالع سے اسکا بد بین ہونا ظاہر ہے پھر بادشاہ نے چاہا کہ پیروز کو قتل کروادے مگر وزیر ارسطو تدبیر نے اُس اسیر رنج و محن کی شفاعت کی اور بادشاہ کو سمجھایا کہ شاید پیروز بھی حاملہ ہو اور شل اور مخدرات کے اسکا حمل محسوس ہوتا ہو اُسس

صورت مین ہلاکی اُسکی درحقیقت ایک شہزادی کی ہلاکت ہی تب شاہ جم جاہ نے یہ حکم دیا کہ اچھا اسکو مار دو نہین مگر میرے شہر مین نہ رہے کہ مجھے اسکے دیکھنے سے نفرت ہوتی ہی آتش غضب کا نون سینہ مین مشتعل ہو جاتی ہی وزیر نے عرض کیا بہت بہتر اس بی بی کو اپنے بھتیجے کے پاس کہ اُسکا نام سُمیر ہی بھیج دیجیے یہی تدبیر کیجیے۔

بادشاہ جم جاہ نے وزیر کی راے سے اتفاق کرکے پیروز کو شہر سُمیرہ مین بھیدیا اور اپنے بھتیجے کو ایک نامہ لکھا کہ اس بی بی کو ہم تمھارے پاس روانہ کرتے ہین اگر آثار حمل ظہور مین آوین یا کوئی لڑکا اسکے بطن سے پیدا ہو فوراً اُسکی اطلاع ہم کو دینا اور جو کچھ کیفیت ہو من وعن حضور مین لکھ بھیجنا چنانچہ پیروز کے یہان بعد انقضاے ایام حمل کے فرزند نرینہ حسن وجمال مین بے نظیر مثل بدر منیر کے برج حمل سے تابان اور درخشان ہوا۔

	تسے چہرہ مہ دیکھ سپید اہوا	عجب صاحب حسن پیدا ہوا	
	اُسے دیکھ بیتاب ہو آفتاب	نظر کو نہو حسن پر اُسکے تاب	
	فلک مرتبت اور عطارد رقم	سکندر نژاد اور دارا حشم	

شہزادہ سمیر نے اطلاع اس مژدۂ فرحت اثر کی بادشاہ ہیرن کے حضور مین لکھ بھیجی کہ ملکہ پیروز کے بطن سے شہزادہ مثل مہر جہان تاب کے فروغ بخش کاشانہ دولت واقبال ہوا خداوند تعالے آپ کو یہ فرزند دلبند مبارک ومسعود کرے۔

	مبارک ہوا ای دُر دُرج علا	مبارک ہوا ای برج مہر صفا	

بادشاہ کو اس نوید بہجت آمیز سے نہایت مسرت ہوئی اُسکے جواب مین تحریر کیا کہ نامہ دولت کو اس خبر فرخی اثر کے معلوم ہونے سے نہایت خوشی حاصل ہوئی یہان بھی خدا کے فضل وکرم سے سب مخدرات شاہی کے بطن سے ایک ایک شہزادہ پیدا ہوا ہی ہر ایک برج حشمت واجلال سے ایک ایک فرزند مثل اختر تابندہ کے طالع وہویدا ہوا ہی میری طرف سے ملکہ پیروز سے اظہار شادمانی کرنا اور اس گوہر گرانمایہ جہانداری گل نو دمیدہ گلزار شاہی نوبادہ حدیقہ تاجداری کا نام خداداد رکھنا اس شہزادہ کی پرورش وحفاظت بخوبی عمل مین آئے اور جو کچھ تم کو اس فرزند کے تولد مین اداے مراسم تہنیت کے لیے درکار ہو سرکار عالی سے طلب کیا جاے غربا اور محتاجین کو علی قدر مراتب انعام تقسیم کیا جاے فی الفور یہان سے زرکثیر روانہ ہوگا اس مژدۂ جان بخش سے مسرور زمانہ ہوگا۔

الغرض شہزادہ شیر اُس نونہال حدیقۂ فرمان روائی کی پرورش مین بدل مصروف رہتا تھا جب شہزادہ خداداد بڑا ہوا اور تعلیم و تربیت کے لائق ہوا ہر فن کے اُستاد و اتالیق اُسکی تعلیم و تربیت کے لیے مقرر کیے گئے چندروز مین جملہ علوم و فنون مین ماہر ہوا تیراندازی و شہسواری و دیگر فنون سپہ گری جنکا جاننا شہزادون کے لیے ضروری ہی سب مین دستگاہ کامل حاصل ہوئی اپنے ہمجولیون سے گوے سبقت لے گیا ہمسر اُسکا کوئی جواب دینے والا نہ تھا —

جب اُس گوہر درج سلطنت کو اٹھارہوان سال شروع ہوا تو وہ حسن و جمال قوت و شجاعت مین بے نظیر ہوا جو دیکھتا تھا عشق کرتا تھا اُسنے اپنے مین ہمت و جرات پا کے ایک دن اپنی مان ملکہ پیروز سے کہا کہ آپ مجکو اجازت دیجیے کہ مین شہر سمریہ کو چھوڑکر نبرد گاہ تلاش کرون اور اپنی قوت و شجاعت کو آزماؤن میرے باپ بادشاہ ہیرن سے کئی فرمان روا اطراف و جوانب کے عداوت رکھتے ہین اور فی الحال وہ ارادہ فوج کشی کا کر رہے ہین چاہتے ہین کہ چڑھائی کرکے ملک چھین لین اور دولت و حشمت جاہ و تمکنت اپنے قبض تصرف مین لائین اُس شاہ عالی جاہ فلک بارگاہ کو نیچا دکھائین گلچھرے اُڑائین —

مین حیران ہون اور مجکو سخت استعجاب ہی کہ ایسی مہم سخت مین بادشاہ ذوی الاقتدار مجکو کیون نہین طلب فرماتے میرے زور و طاقت خداداد کو کیون نہین آزماتے مجکو مناسب نہین ہی کہ ایسی مشکل صعب مین آرام سے بیٹھا رہون اور اپنے باپ کی امداد نہ کرون اگرچہ ظل سبحانی میری شجاعت ہمت و جرائت سے واقف نہین اور اسی وجہ سے مجکو یاد نہین فرمایا مگر مجپر فرض ہی کہ مین اپنے باپ کے حضور مین حاضر ہو کر جوہر شجاعت دکھاؤن دشمن شاہ کو روز بد دکھاؤن اُنکی حسرتین مین سر افتخار بلند کرون عدوے سلطنت کو زمین کا پیوند کردون —

آن نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من	این منم کاندر میان خاک و خون بینی سرے

ع نامردی و مردی قدمے فاصلہ دارد — مین چاہتا ہون کہ جبتک اور بھائی میرے قابل نبرد و حریف ہون مین اس خدمت کو بجالاؤن دشمن سخت سے مقابلہ کرکے اپنے باپ کا ملک و مال بچاؤن مان نے کہا اے میرے پیارے فرزند اگرچہ مجکو تیری مفارقت کسی طرح گوارا نہین ایک دم تیری جدائی مجپر شاق ہوگی زندگی دشوار ہو جائے گی روز مصیبت شام غم دکھائے گی مگر ایسے وقت مین کہ دشمنون نے چارون طرف سے تمھارے باپ پر یورش کی ہی تم کو وہان جا نا ضرور ہی بشرطیکہ وہ سلطان دارالحشم تم کو اپنی امداد کے لیے طلب کرے —

شہزادۂ خداداد نے اپنی مادر مہربان سے عرض کیا کہ ایسے وقت مین انتظار اُسکے طلب کا نہین کر سکتا اور قطع نظر اسکے اپنے والد بزرگوار کی قدم بوسی کا اس قدر مجکو اشتیاق ہی کہ اگر اُنکے دیدار فائض الانوار سے مشرف نہ ہون تو کیا عجب ہی کہ ہلاک ہوجاؤن فوراً نہ خاک ہوجاؤن دنیا محض ناپائدار ہی اسکا کیا اعتبار ہی دنیا چند روزہ ہی آخر ایک روز فنا ہی شجاعان کارزار و بہادران نامدار کیسے کیسے سربلند ہوے آخر کو زمین کے پیوند ہوے انسان کی کیا اصل و حقیقت ہی زندگی کی یہ کیفیت ہی کہ بڑے بڑے شاہان جہان اس دنیاے دنی سے حسرت و یاس لے کر گئے اپنی کہی نہ دوسرے کی سنی آخر مر گئے آج کا کام کل پر اُٹھا رکھنا عقل کے خلاف ہی صریح خون انصاف ہی ؎

تخت جمشید و خود جام ہوا نقش فنا | نہ سکندر رہی نہ آئینہ حیرت افزا
نفس باد سحر سے یہ صدا آتی ہی | کہ سلیمان کا برباد ہوا تخت ہوا
سیکڑون قافلے راہی ہوے اس منزل سے | گرد اڑتے کبھی دیکھی نہ سُنی بانگ درا
کسکی اس بزم مین روشن ہوئی شمع اقبال | جسکو گل کر نہ گئی جنبش دامان قضا
وہ گل تازہ نہ اس باغ مین ہنستے دیکھا | ٹھنڈھی سانسین نہ بھرے جسکے لیے باد صبا
اس خیابان کا ہر اک نخل ہی نخل ماتم | کف افسوس ہر اک برگ ہی اس گلشن کا
لیے پھرتی ہی صبا دوش پہ آج اُنکے غبار | جنکی رفتار سے ہر گام تھے فتنے برپا
ہو ملاقات تو یہ اہل فنا سے پوچھین | اے مقیمان عدم حال کہو کیا گذرا

مین وہان پردیسی و اجنبی بن کر خدمت اُنکی بجا لاؤنگا اور جب تک کوئی کار نمایان مجھ سے ظہور مین نہ آئے گا اُسوقت تک مین ہرگز اپنے تئین اُسکا بیٹا ظاہر نہ کرونگا مثل غیرون کے اُسکی ملازمت اختیار کر کے بجا آوری خدمات مین مستعد و سرگرم رہونگا اور قبل اسکے کہ بادشاہ ذی جاہ مجکو اپنا فرزند جانے ایسی جان فشانی اور عرق ریزی کرونگا کہ بعد افشا راز ہونے کے نہایت پیار و عنایت میرے حال پر فرمائے۔

ملکہ پیروزہ یہ کلام اپنے نور نظر کا سُنکر خاموش ہو رہی بمقتضاے شفقت مادری اجازت جانے کی نہ دی اور شہزادہ سمیر بھی شہزادۂ خداداد سے بہت محبت کرتا تھا اُسکو بھی مفارقت اُسکی گوارا نہ ہوئی جانے سے مانع ہوا مگر ایک دن شہزادۂ خداداد موقع پا کے شکار کے حیلے سے اشہب تیز گام صرصر خرام پر سوار ہوا جسکا ساز و یراق وغیرہ زرین و مرصع کار تھا اور ایک شمشیر آبدار جسکا قبضہ جواہر نگار اور کاٹھی صندلی و زرنگار یعنی زیب کمر کی اور تیر و کمان مع ترکش زر دوزی

دوش پر آراستہ کرکے مع چند رفقا و مصاحبین کے سمت ہیرن روانہ ہوا بعد طے مراحل و قطع منازل کے رفیقون اور مصاحبون سمیت بڑی آن بان و شوکت و شان سے شہر ہیرن مین پہونچا اور موقع مناسب دیکھکر بادشاہ کا سامنا کیا آداب بجا لایا بادشاہ اُسکا حسن و جمال و وجاہت ظاہری دیکھکر بہت خوش ہوا اور بہ تقاضاے جوش خون نہایت مہربانی و شفقت سے قریب بلا کے نام و حسب نسب آنے کا سبب دریافت کیا شہزادۂ خداداد نے عرض کیا ظل سبحانی مین ایک امیر کا فرزند ہون اور وطن مالوف میرا شہر کیر ہے سیر و شکار کے شوق مین سیاحی کرتا ہوا آب و دانہ یہان تک کھینچ لایا حضور کی دولت ملازمت سے مالامال ہوا آپ کے جمال جہان آرا کی زیارت سے اوج پر ستارۂ اقبال ہوا فدوی مطلق العنان ہے کسی کا وابستہ نہین شجاعت پیشہ ہون مین نے سُنا ہے کہ حضور کو بالفعل کوئی مہم درپیش ہے جسکی وجہ سے مزاج مبارک پر کچھ گرد تردد و ملال ہے مین چاہتا ہون کہ اس مہم مین اپنے جوہر شجاعت و جوانمردی کے حضور کو دکھاؤن سرخروئی و افتخار اقران و امثال مین حاصل کرکے گوے سبقت لے جاؤن ۔

بادشاہ اسکی گفتگوے دلیرانہ اور ہمت مردانہ دیکھکے نہایت خوش ہوا اور دل مین تصور کیا کہ فی الواقع اس نوجوان کی دلیری و جوانمردی اُسکے بشرے سے نمایان ہے بہتر ہے کہ اسکو عہدہ سپہ سالاری فوج شاہی کا عنایت کرون یہ خیال کرکے انکو سرداری فوج ظفر موج کا خلعت عطا کیا اور کل لشکر کا سپہ سالار مقرر کر دیا ۔

شہزادۂ خداداد نے تمام فوج کا جائزہ لیا اور افسران فوج و سپاہ کے ساتھ بہت قدر و منزلت سے پیش آئے سب کو اپنے حُسن سلوک و مکارم اخلاق سے راضی و خوشنود کر لیا اور فوج کی نگہداشت و سامان حرب و ضرب کی دیکھ بھال ضبط و ربط مہمات فوجی کا ایسا انتظام کیا کہ بادشاہ سلامت اُسکو دیکھکر نہایت خوش ہوے اور شہزادہ کو علاوہ سپہ سالاری فوج کے اپنا مصاحب خاص بنایا مرحمت خسروانہ سے رتبہ بڑھایا جملہ اراکین دولت و مشیران سلطنت اسکو معزز و ممتاز جان کر تعظیم و تکریم کرنے لگے اسکی اطاعت و فرمانبرداری کا دم بھرنے لگے اسکے مرتبہ و عزت کے سامنے سب شہزادے بادشاہ و خلائق کی نظرون مین حقیر و کم رتبہ ہوگئے کچھ قدر و منزلت اُنکی نہ رہی یہ سامان اعزاز و افتخار دیکھکر آتش رشک و حسد اُنکے سینہ مین مشتعل ہوئی اور شہزادۂ خداداد اپنی فصاحت و بلاغت و اختلاط و لطف صحبت سے بادشاہ کو بہت محظوظ رکھتا اور روز بروز مورد الطاف شاہنشاہی ہوتا رہا اور تخم محبت بادشاہ کے مزرعہ دل مین بوتا رہا ۔

جو غنیم کہ ملک ہیرن پر ارادہ لشکر کشی کا رکھتا تھا وہ آراستگی لشکر و درستی سامان جنگ کا حال

سنکے اپنے ارادے سے باز رہا اور عزیمت جدال و قتال کو فسخ کر دیا۔

رفتہ رفتہ بادشاہ کے نزدیک شہزادۂ خداداد کا اعتماد و اقتدار اس قدر بڑھا اور ایسا رسوخ ہوا کہ سب شہزادون کو اُسکے سپرد کر دیا تاکہ تعلیم و تربیت کرے اگرچہ شہزادۂ خداداد سن و سال مین اپنے بھائیون کے برابر تھا لیکن لیاقت ذاتی و جوہر صفاتی کے سبب سے سب پر حاکم مقرر ہوا اس وجہ سے شہزادے اور بھی دشمن ہو گئے اور دل مین جلنے لگے آپس مین کہتے تھے کہ بادشاہ کو کیا ہو گیا ہے کہ ایک اجنبی شخص کو ایسا سر چڑھایا کہ ہمپر حاکم مقرر کر دیا اب ہم اُسکے محکوم ہوے بے اجازت اُسکے کوئی کام نہین کر سکتے یہ امر ہم کو سخت ناگوار ہے باعث رنج و آزار ہے اور موجب ہماری ذلت و کم توقیری کا ہے ایسی کچھ تدبیر کرنا چاہیے کہ اسکو یہان سے رسوا اور ذلیل و خوار کرکے نکالین اور بادشاہ کی نظرون سے گرا دین ؎

بھاگ ان بردہ فروشون سے کہان کے بھائی	بیچ ہی ڈالین جو یوسف سا برادر ہووے

ایک نے تجویز کیا کہ تنہا پا کر ہم سب مل کے اسکو ہلاک کر ڈالین دوسرے نے کہا اس طرح سے اسکو مارنا صلاح نہین ہے ہمارے مفید مطلب نہ ہوگا بلکہ اس حرکت سے بادشاہ دشمن جانی ہم لوگون کا ہو جائے گا اُسکو یہ امر مخفی نرہیگا ہم سب سے نہایت بدسلوکی سے پیش آئے گا اس سے بہتر یہ ہے کہ اس جوان سے اجازت شکار لے کر کسی طرف نکل جائین اور عرصہ تک کسی شہر مین جو یہان سے فاصلہ بعید پر واقع ہو قیام کرین اس صورت مین بادشاہ کو ہماری مفارقت کا بڑا قلق ہوگا اور اس شخص سے بدگمان ہو کر اسکے قتل کا حکم دیدے گا اس تدبیر سے دفع ہونا اسکا آسانی سے ہو جائے گا اس پردہ مین ہمارا مطلب نکل آئے گا ع ہم لعل بدست آید و ہم یار نرنجد ؀

سب شہزادون نے اس رائے کو پسند کیا اور ایک روز خداداد کے پاس جا کر کہا کہ ہماری طبیعت آج کل گھبراتی ہے اگر اجازت دیجیے تو ذرا سیر و شکار سے طبیعت بہلا آئین تھوڑی دور تفریح طبع کرکے شام تک واپس آجائین وہ اُنکے فریب مین آگیا اور اجازت شکار دے دی سب بھائی اس حیلے سے کسی سمت چلے گئے اور پھر واپس نہ آئے۔

جب تین دن گذر گئے اور بادشاہ نے شہزادون کو نہ دیکھا اُسے استفسار فرمایا کہ کیا باعث ہے کہ سب شہزادے تین روز سے ہماری خدمت مین نہین آئے خداداد نے ہاتھ باندھکر عرض کیا خداوند نعمت تین دن کا عرصہ ہوا کہ سب شہزادے مل کر شکار کھیلنے کے لیے غلام سے ایک دن کی اجازت لے کر گئے ہین آج تیسرا دن ہے کہ شکارگاہ سے واپس نہین آئے خانہ زاد بھی نہایت متردد و پریشان خاطر ہے

جب ایک عرصہ گذر گیا اور شہزادے پھر کر نہ آئے تب تو بادشاہ نہایت دلگیر ہوا اور غصہ کے عالم مین بغیظ و غضب خداداد سے کہنے لگا کہ ای شخص غافل و اجنبی تو نے بدون میری اطلاع کے ایسی جرأت و دلیری کی کہ میرے شہزادون کو شکار کھیلنے جانے کی اجازت دے دی اور خود اُنکے ہمراہ نہ گیا اب تیرے حق مین بہتر یہی ہی کہ تو جا اور جہان سے بنے اُنکو تلاش کر کے لا ورنہ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو اگر شہزادون کو ڈھونڈھ کے نہ لایا تو تجکو جان سے مروا ڈالونگا جیتا ہرگز نہ چھوڑونگا تو نے بڑا غضب کیا کہ میرے فرزندون کو مجھ سے جدا کر دیا ــ

خداداد بادشاہ کا یہ عتاب و خطاب دیکھکر مارے خوف کے کانپنے لگا اور فی الفور تیاری کر کے اسپ صبا رفتار پر سوار ہو کر شہزادون کی تلاش مین شہر سے ایک سمت کو روانہ ہوا شہر بشہر و در دیہ بدیہ مثل چرواہے کے جسنے اپنی بکریون کا گلہ گم کیا ہو جستجو کرنے لگا جب کہین اُنکا پتہ و نشان نہ پایا سخت ملول و دل گیر ہو کر کہنے لگا کہ ای میرے بھائیو تم کو کیا ہوا اور تم کہان ہو شاید کسی دشمن قوی کی قید مین گرفتار ہو گئے ہو کہ جہان سے نکل نہین سکتے جب تک تم مجھ سے نہ ملوگے مین شہر حیرن مین نہ جاؤنگا کہ موجب غم و الم بادشاہ کا ہوگا. آخر الامر وہ حیران و پریشان جنگل جنگل ڈھونڈھتا ہوا ایک میدان وسیع و پر فضا مین پہونچا ؎

جو دیکھا تو صحرا ہی ایک لق و دق		جسے دیکھ رستم کا ہو رنگ فق	

نظر کی تو وسط میدان مین ایک عمارت عالیشان سنگ سیاہ کی بنی ہوئی ہی یہ پھرتا ہوا قریب اُس محل کے آیا ناگاہ نگاہ اُسکی ایک کھڑکی پر جا پڑی دیکھا کہ ایک نازنین مہ جبین مہر سپہر رعنائی گل بوستان نازک ادائی بیٹھی ہوئی ہی سبحان اللہ کیا صورت زیبا ہی یا دن کو چاند زمین پر اُتر آیا قدرت خدا نظر آتی ہی ایسی صورت دیکھنے مین نہین آتی ہی ؎

جمال مطلق از قید مظاہر		بنور خویشتن بر خویش ظاہر	
دل آرا شاہدے در حجلۂ غیب		مبرا ذات او از تہمت عیب	
نہ با آئینہ رویش در میانہ		نہ زلفش را کشیدہ دست شانہ	
صبا از طرہ اش نگسستہ تارے		ندیدہ سرمہ از چشمش غبارے	
نگشتہ با گلش ہمسایہ سنبل		نہ بستہ سبزہ اش پیرایہ بر گل	
نوائے دلبری با خویش می ساخت		قمار عاشقی با خویش می باخت	
از ان لمعہ فروغے بر گل افتاد		ز گل شورے بجان بلبل افتاد	

ز نور شس تافت بر خورشید یک تاب	بر دن آور دنیلو فر سر از آب

تیر عشق کلیجے کے پار ہوا نہایت پریشان حال و بیقرار ہوا مگر سنگ صبر سینے پر رکھکر جو غور کیا تو مثل زلف پریشان حال سر کے بال اُلجھے ہوے کپڑے پھٹے ہوے رنگ چہرۂ ارغوانی کا زرد ہو گیا ہی نہایت افسردہ و مضمحل و پریشان ہی چہرے سے پژمردگی و افسردگی عیان ہی غم و الم مین گرفتار ہی مگر زیر لب کچھ گفتار ہی۔

خداداد نے قریب جاکر کان لگا کے جو سُنا تو معلوم ہوا کہ وہ ماہ رو قوس ابرو زبان درفشان سے یون گہربار ہی کہ اے جوان رعنا اس خوفناک جگہ سے بھاگ ورنہ ابھی ایک ظالم ظلم کے پنجہ مین گرفتار ہو جائیگا جو اس مکان عالی شان کا مکین ہی یہ سب اُسی کی سرزمین ہی وہ ایک زنگی آدم خوار موذی و جفاکار ہی جس مسافر کے سر پر قضا کھیلتی ہی اجل دامنگیر ہوتی ہی وہ اس صحرا مین آنکلتا ہی یہ کمبخت اُسے ایک تہ خانۂ تنگ و تاریک مین لیجاکر اسیر کرتا ہی چند روز کے بعد کھا لیتا ہی زندہ و سلامت یہان سے نہین جانے دیتا ہی۔

یہ سُنکر خداداد نے کہا اے مہر سپہر دلبری رشک بتان آذری یہ تو بتاؤ کہ تم کون ہو اور کیونکر اُس موذی کے دست ستم مین گرفتار ہو گئی ہو اُس محبوب نظر فریب نے کہا کہ مین شہر کیرو کی رہنے والی ہون بغداد جاتی تھی کہ ناگہان میرا گذر اُس دشت ہولناک مین ہو گیا اور اس زنگی سے دوچار ہوئی اُسنے سب میرے ملازمون اور ہمراہیون کو مار کر ہلاک کیا اور مجکو مقید کرکے اس مکان منحوس مین رکھا ہی مجھے اپنی زندگی دشوار ہی جان دوبھر ہو رہی ہی سخت مصیبت مین مبتلا ہون نہ روے رفتن نہ پاے ماندن اسیر دام بلا ہون اسپر طرہ یہ کہ وہ زبون خصال تیرہ روزگار میری ہم بستری کی خواہش رکھتا ہی اب تک تو مین نے شیشۂ عصمت کو سنگ ظلم سے اُس کل موہے کے بلطائف الحیل محفوظ رکھا ہی مگر کل کا دن ٹلنا دشوار نظر آتا ہی مین تو اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھی ہون متاع صبر و ہوش کھو بیٹھی ہون مگر تم شامت کے مارے کیون مفت مین اپنی جان دینے کو یہان آئے ہو جہان تک جلد ممکن ہو سر پر پانون رکھکے اُلٹے پیرون بھاگو جان بوجھ کے ورطۂ ہلاکت مین نہ پڑو وہ زبون خصال مسافرون کی فکر و تلاش مین گیا ہی قضاے مبرم کی طرح آتا ہی ہوگا پھر کچھ بنائے بن نہ پڑے گا زندگی سے ہاتھ دھو و گے آٹھ آٹھ آنسو رو و گے۔

ہنوز وہ ماہ رخسار یہ کہہ ہی رہی تھی کہ وہ حبشی تیرہ رو غول بیابانی کی طرح آ ہی پہونچا شہزادۂ خداداد اُسکی مہیب صورت دیکھکر ڈر گیا دیکھا تو وہ نہایت جسیم ڈیل ڈول قوی ہیکل ایک دیو ہی کہ قالب انسانی مین سمایا ہوا ہی نہایت زبردست دورکابہ دلیر گھوڑے پر سوار کمان کیانی دوش پر تیغہ گرانبار بازو

سے لٹکائے ہوئے نیزہ دوسرا ہاتھ میں چلا آتا ہے ایسی مہیب و غضبناک شکل ہے کہ نباہ بخدا شہزادہ سہم کر
دست بدعا ہوا کہ خداوندا اس موذی پر مجھکو فتحیاب کرنا پھر جی داری کر کے شمشیر آبدار میان سے کھینچ کر
ایک مقام پر منتظر اُسکے آنے کا ٹھہر رہا جب وہ حبشی قریب پہونچا شہزادے کو نہایت ضعیف و کم زور
سمجھ کے قصد مقابلہ نہ کیا چاہتا تھا کہ زندہ گرفتار کرلے خداداد نے اُسکے بشرے سے دریافت کیا کہ یہ ابکا
مجھ سے عزم جنگ و پیکار نہیں رکھتا بس اسنے یہ خیال کر کے بڑی پھرتی سے ایک ہاتھ تیغ شرربار کا اُس
صفائی سے ایسا مارا کہ اُسکے زانو پر پڑا۔

تصویر شہزادہ خداداد کی حبشی مردم خوار سے لڑنے اور شہزادی کی کھڑکی سے دیکھنے کی

حبشی غصہ میں آکر چلانے لگا کہ اُسکے شور سے سارا میدان گونجنے لگا اور تہلکہ عظیم پڑ گیا حبشی نے
بھی جھنجھلا کر ایک ہاتھ تلوار کا خداداد پر ایسا مارا کہ اگر گھوڑے کو کاوا دے کے وہ خالی نہ دیتا تو مع
راکب و مرکب چار ٹکڑے ہو جاتا جب زنگی کا وار خالی گیا پھر شہزادہ خداداد نے جھپٹ کر ایک ہاتھ تلوار
کا ایسا رسید کیا کہ شانہ اُسکا نشانہ ہوا فوراً قلم ہو کر تلوار سمیت زمین پر گر پڑا اور دم بھر میں مضطرب ہو کر
خانۂ زین سے زمین پر آرہا یہ معلوم ہوا کہ ایک برج آہنین قلعہ کا سرنگون ہوا۔
شہزادہ نے فوراً گھوڑے سے اُتر کے شمشیر صاعقہ کردار سے سر نجس اُس دیو خصال کا کاٹ کر پھینک
دیا اُس ملعون کو جہنم رسید کیا۔

وہ مہ پارۂ عابد فریب کھڑکی سے دیکھ رہی تھی اور شہزادہ کی فتح و نصرت کے لیے خالق بے نیاز کی درگاہ مین دعا مانگ رہی تھی جب شہزادہ کو مظفر و منصور اور زنگی آدم خوار کو مقتول دیکھا نہایت خوش ہوئی سجدۂ شکر باری تعالی بجا لائی اور کہا ؎

عجب تیری قدرت عجب شان ہی	کہ ہر ایک کا تو نگہبان ہے

خداداد سے پکار کر کہا کہ خدا نے تم کو اس موذی پر فتحیاب کیا اور مجھے قعر جہنم مین پہونچایا اب تم اِس مکان مین میرے پاس آؤ اور قلعہ کی کنجی جو وہ منحوس اپنے پاس رکھتا تھا اُسے لے کر قلعہ کا پھاٹک کھولو خداداد نے اُسکی جیب سے گچھا کنجیون کا نکال کر قفل قلعے کے دروازے کا کھولا اور اُس مکان عالی شان مین داخل ہوا جب اُس کمرے مین پہونچا جہان وہ سیمبر رشک قمر جلوہ افروز تھی وہ نازنین دیکھتے ہی استقبال کے لیے دوڑی اور نہایت محبت و اخلاص سے شہزادہ کی بلاگردان ہوئی اور قدمبوس ہوکر اُسکے دست و بازو کی ثنا و صفت مین تر زبان ہوئی۔

جب خداداد نے قریب سے اُس زہرہ جمال پری رخسار کو دیکھا نہایت خوش ہوا پھر دونون بیخوف و خطر آپس مین بیٹھکر باتین کرنے لگے ناگاہ ایک صداے دردناک و دل خراش انکے گوش زد ہوئی عورت سے پوچھا کہ یہ آواز گریہ وزاری کہان سے آتی ہی اُسنے ایک دروازہ کی طرف اشارہ کیا جو اُس مکان کے تہ خانہ مین تھا کہنے لگی کہ صدہا اجل گرفتہ اس زندان بلا مین مقید ہین ہر روز حبشی بلاے بیدرمان ایک کو انمین سے نکال کے کباب بناکر کھاتا تھا خداداد نے یہ کلام سُنکے جواب دیا کہ بڑی خوشی کی بات ہی اور شکر کا مقام ہی کہ وہ بندگان خدا جو بے گناہ اسیر زندان مصیبت ہین میرے ہاتھ سے نجات پائینگے چلو اُس مکان مین مجکو لے چلو جہان وہ محبوس ناکردہ گناہ قید ستم مین ناحق مبتلاے رنج و الم ہین۔

یہ سُنکر وہ دلربا اُٹھ کھڑی ہوئی اور خداداد کو اُس مقام پر لائی جہان وہ آفت زدہ مقید تھے ایک کنجی کو قفل مین لگاکر چاہا کہ درزندان کھولین حسب اتفاق وہ کنجی نہ لگی جب تک دوسری کنجی لگائین اور دروازہ تہ خانہ کا کھولین تب تک شور گریہ وزاری زیادہ تر بلند ہونے لگا خداداد کو نہایت رنج و افسوس ہوا کہنے لگا کہ یہ لوگ اسقدر اضطراب کیون کرتے ہین اُس زن نسترن بناگوش نے کہا کہ ہمارے پانٔون کی آہٹ اور قفل کی کھڑکھڑاہٹ کی آواز سُنکر یہ لوگ جانتے ہین کہ حسب معمول وہ زنگی آدم خوار آیا ہی ہم مین سے ایک کو لیجائے گا کباب بناکے زہر مار کرے گا ہر شخص یہی خیال کرتا ہی کہ شاید آج میری ہی باری ہو یہی سبب اسقدر شور و فریاد کا ہی جان بری چیز ہی خوف کے

مارے گھبراتے ہین زیادہ شور غل مچاتے ہین اور آواز اُن زندانیون کی ایسی معلوم ہوتی ہی جیسے کوئی زمین کے تلے نشیب مین یا کنوین مین بولتا ہو۔

الغرض جب شہزادہ نے دروازہ اُس قیدخانہ کا کھولا تو ایک زینہ بہت بڑا نظر پڑا اُس زینے سے اُترکر تہ خانہ مین پہونچے نہایت تنگ و تاریک و عمیق پایا اور سو مسافرون سے زیادہ اسمین قید تھے اور ہر ایک کے ہاتھ زنجیر سے بندھے ہوے تھے۔

خداداد نے اُن لوگون سے کہا اب تم ڈرو نہین مین نے اُس موذی کو جہنم واصل کیا شکر خدا بجا لاؤ کہ تمھارا دشمن نیست و نابود ہوا یہ مژدہ جان بخش سُنکے وہ لوگ نہایت مطمئن ہوے چنانچہ شہزادہ دلاور اور اُس ماہ پیکر نے اُن قیدیون کے ہاتھ پاؤن کھولنا شروع کیے دم بھر مین سب کو کھول کر اُس قید سے باہر نکالا سب خداداد کے قدمون پر گر پڑے اور شکریہ ادا کرکے دعائین دینے لگے

الٰہی بخت تو بیدار بادا ترا دولت ہمیشہ یار بادا
یا الٰہی فرش ہی جبتک زمین بالاے آب یا الٰہی بے ستون جبتک ہی سقف آسمان
دوست شادان مدعی برہم رہین مانند زلف نقش بند کاف و نون حامی رہے بس ہر زمان

جب وہ سب قیدی تہ خانے سے دالان مین آئے جہان آفتاب کی روشنی بخوبی تھی خداداد اُن قیدیون مین اپنے بھائیون کو جنکی تلاش مین نکلا تھا پہچان کر بہت متعجب ہوا اُنسے کہنے لگا کہ شکر خدا تم سب صحیح و سالم ملے تمھارا باپ تمھاری مفارقت مین نہایت ملول و اندوہگین ہی خدانخواستہ تم مین سے کسی کو تو اُس موذی نے نہین کھایا پھر سب اپنے بھائیون کو اُس جماعت سے علیحدہ کیا وہ خوشی سے ایک دوسرے کے گلے ملے۔

پھر خداداد نے سب لوگون کی جو قید سے رہا ہوے تھے دعوت کی اور مال و اسباب جو اُس قلعہ مین از قسم قالین ایران و اطلس و کمخواب وغیرہ اقمشہ نادر و نفیس کہ اُس حبشی نے کاروانون سے لوٹ کر جمع کیا تھا سب کو تقسیم کردیا اور خاص اسباب بھی جو اُن اسیران دام بلا کا تھا اُنکے حوالے کیا یعنی جس قدر گٹھریان پوشاک کی اور صندوق مال و اسباب کے تھے سب ایک مقام پر ڈھیر کر دیے اور کہا کہ اپنا اپنا مال پہچان لو چنانچہ ہر شخص کو اُنکا اسباب شناخت کراکے دے دیا اور بلکہ جسقدر نقد و جنس قلعہ مین جمع تھا وہ بھی سب کو بانٹ دیا اور سب سے پوچھا کہ یہ اسباب تم لوگ کیونکر اپنے اپنے ملک مین لیجاؤگے باربرداری اس جنگل بیابان مین کہان سے پاؤگے اُنھون نے کہا یہ ظالم حبشی ہمارے اونٹ اور جانور باربرداری کے بھی لوٹ لایا تھا وہ یہان ہونگے۔

غرضکہ خداداد قلعہ کے اصطبل مین اُن سب لوگون کو ہمراہ لے گیا دیکھا تو علاوہ شتران بارکش کے اَنجاس گھوڑے عربی عراقی تازی یمنی کاٹھیاوار بندھے ہوے تھے اُس نے گھوڑے اور اونٹ جس جس کے تھے سب کو حوالے کر دیے۔

اُسی اصطبل مین سیکڑون غلام حبشی بھی تھے اُنھون نے سب قیدیون کو رہا دیکھکر معلوم کیا کہ وہ زنگی آدم خوار فی النار والسقر ہوگیا وہ سب خوفناک ہوکر صحرا مین بھاگ گئے کسی نے اُنکا تعاقب نہ کیا سب تاجر اپنا اپنا مال و اسباب اونٹون پر لدوا کے خداداد سے رخصت ہوے اور شکریہ ادا کرتے ہوے اپنے اپنے شہر و دیار کو روانہ ہوے۔

اب شہزادہ خداداد نے حکم دیا کہ پری رویان ماہ وش زہرہ جبین خوش جمال آئین اور خوب گائین بجائین جام مے ارغوانی کا دور چلے رفع کدورت ہو دل بہلے چنانچہ فوراً وہ پری ماہ وش جو اُس حبشی آدم خوار کو گانا سُنایا کرتی تھی بناز و ادا آئی اور یہ غزل گائی ؎

نہین آہن ربا کھینچون جو مین ہر ایک آہن کو ۔۔۔ تری تلوار سے اُلفت ہی قاتل میری گردن کو
ملی ہی حسن سے وحشت کردان کیا طوق آہن کو ۔۔۔ وہ اپنی کاکل پیچان سے باندھے میری گردن کو
جنون سب کو ہی اب پیرہوکے گی زنجیر کی خواہش ۔۔۔ بجائے سبحہ و زنار ہی شیخ و برہمن کو
جو منت کش ہین پھر غیر منعم اُنسے دبتے ہین ۔۔۔ جھکا کے کیون نہ پیش جام شیشہ اپنی گردن کو
خرابی ایک کی تو دوسرے کی یان ہی آبادی ۔۔۔ بناتا ہی فلک تربت گراکر خانۂ تن کو
ہوے اُسکے کف پا سیر صحرا مین جو نور افشان ۔۔۔ وہین جادہ کناری ہوگیا صحرا کے دامن کو
نظر آتا ہی یہ اُسکے شعاع حسن کا عالم ۔۔۔ کہ سب کہتے ہین پردہ کرکری کا اُسکی چلمن کو
نہ کیون اے شہسوار حسن سر ہو زیر سم ہر دم ۔۔۔ کہ مین سمجھا ہون محراب عبادت نعل توسن کو
ہوا انگشت مین بے یار ایسا جوش رونے کا ۔۔۔ گرایا ہم نے سیل اشک سے دیوار گلشن کو
کسی پر مجھسے دنیا مین ستم دیکھا نہین جاتا ۔۔۔ بجائے شمع کاٹین اہل محفل میری گردن کو
جو ہوتا وصل قسمت مین نہ پھرتا یون جدا ہم سے ۔۔۔ کہ طالع سب کے ہین معلوم اُس طفل برہمن کو
وطن مجھ بیقرار عشق سے چھوٹا تو بس چھوٹا ۔۔۔ نکل کر جا نہین سکتا ہی پھر سیماب معدن کو
فلک کی سرد مہری سے ہوا ہی انقلاب ایسا ۔۔۔ بنایا ہی زمستان رشک گلشن نے جلیسے گلخن کو
سر شوریدہ ناسخ پر یہ احسان آخری ہوگا ۔۔۔ بنائینگے جو سنگ کودکان سے اُسکے مدفن کو

بعد جلسہ برخاست ہونے کے شہزادہ خداداد نے اُس سرو گل اندام سے پوچھا کہ تم کہان جاؤگی

یہ حبشی خونخوار کہان سے تمھین لایا تھا ہمین بتاؤ کہ تم سروکس بوستان رعنائی کی ہو وہان تمھین پہونچا دین
یقین ہو کہ یہ شاہزادے بادشاہ ہیرن کے تمھارے وطن سے واقف ہونگے تم کو اُس مقام پر پہونچا دینگے
اُس غنچہ دہان نے خداداد کی طرف مخاطب ہوکر بیان کیا کہ مین بہت دور دراز مقام کی رہنی والی ہون
یہان سے اُس ملک تک فاصلہ عظیم ہی میرا مولد و مسکن شہر کبیر و دار السلطنت مصر ہی تم نے میرے ساتھ اتنا
بڑا بھاری سلوک کیا اور اُس موذی کے چنگل سے میری جان عزیز بچائی مین اپنا حال تم سے مخفی
نہ کرونگی سچ سچ بتا دونگی ؎

اگر ہر موے من گردد زبانے
زتو رانم بہر یک داستانے

غرض کہ وہ بلبل شاخسار محجوبی یون گل فشان ہوئی کہ مین ایک بادشاہ جلیل القدر کی بیٹی ہون
میرے پدر بزرگوار کو ایک ظالم نے جان سے مار ڈالا اور خود تخت سلطنت پر بیٹھکر اُسکے ملک و مال پر
قابض و متصرف ہوا مین اپنی جان و حرمت بچا کر وہان سے بھاگی اور یہان تک پہونچی اُسکے دام تزویر
مین پھنسی اب صورت رہائی نظر پڑی -
شہزادہ خداداد اور اُسکے سب بھائی متکلف ہوے کہ وہ غزال رعنائی اپنی سرگذشت مفصل بیان
کرے اُنھون نے اسکی تشفی کی کہ اب تم بہت آرام و آسائش سے رہوگی کسی طرح کی تم کو تکلیف و اذیت
نہ پہونچے گی تم اپنی کیفیت بے کم و کاست من وعن بیان کرو اپنا حال راست راست بے کم و کاست
ہم پر عیان کرو جب شہزادی نے دیکھا کہ اب بدون اظہار حال چارہ نہین ہی تو اُس گلعذار سیمین رخسار
نے اپنا حال اس طرح بیان کرنا شروع کیا -

شہزادی دریابار پری رخسار کا افسانۂ حیرت نشانہ

فلان جزیرے مین دریا بار نامے ایک بڑا شہر آباد ہی رعیت وہان کی نہایت خرم و شادہی فرمان روا
اُس شہر کا ایک بادشاہ جلیل القدر باعظمت و شان تھا دارا سے اُسکے ہزارون دربان سکندر سے
صدہا تابع فرمان رعایا پرور عدل گستر خزانہ بحد و شمار فوج و لشکر جرار و آزمودہ کار شجاعت مین رستم
ثانی سخاوت مین حاتم کا یادگار کنیزان سیمبر و غلامان زرین کمر ہزار در ہزار وزیران خوشتدبیر رشک
فلاطون و بقراط مال و زر بافراط رکھتا تھا لیکن اولاد نہ ہونے سے کمال درجہ حزین و غمگین رہا کرتا تھا
دست دعا بدرگاہ مجیب الدعوات بصد آرزو دراز رکھتا جبہہ سائی درگاہ بے نیاز رکھتا کہ اے قادر
ذو الجلال ایک فرزند باحسن و جمال عطا فرما کہ وارث تاج و تخت ہو ولی عہد سلطنت وہ فیروز بخت
ہو چنانچہ نالہ نیم شبی و دعاے سحری نے اپنی تاثیر دکھائی بعد مدت مدید و عرصہ بعید ایک دختر عطا

عطا فرمائی وہ لڑکی کمبخت مین بدنصیب ہون مجھ ناشدنی کی بدبختی کا حال تو آپ پر ظاہر ہی ہی غرض
کہ میرے باپ نے میرے پیدا ہونے مین بڑی خوشی کی محتاجون کا دامن زر و جواہر سے بھر دیا غربا
اور مساکین کو غنی کر دیا جب مین سیانی ہوئی اور پروان چڑھی میری تعلیم و تربیت مین بڑا اہتمام
کیا آداب سلطنت و قوانین شہریاری سکھائے گئے قواعد ملک گیری و جہانداری سے آگاہ
بصد احترام کیا اس خیال سے کہ بعد ہمارے یہی مالک تاج و تخت ہوگی انتظام ملک و سلطنت کریگی
میری طرح بادشاہت کرے گی ملکۂ اقلیم فرمان روائی صاحب دیہیم کشور کشائی ہوگی ایک دن
بادشاہ سلامت شکارگاہ کو تشریف لے گئے حسب اتفاق ایک گورخر کے پیچھے گھوڑا ڈال دیا اور
اُس صحرا مین اسقدر اُسکا تعاقب کیا کہ تمام دن گذر گیا شام ہوگئی لاؤ لشکر و ہمراہیان شاہی سب
چھٹ گئے خیمہ و خرگاہ فوج و سپاہ سب سے جدا یکہ و تنہا اُس جنگل بیابان مین تھک کر گھوڑے پر
سے اُتر پڑے اور ایک مقام پر بیٹھ گئے کہ آخر وہ گورخر کہان جائے گا جب ماندہ ہوکر اسی صحرا مین
آ رکے گا مار لونگا جیتا نچھوڑونگا۔

اسی فکر مین تھے کہ دور سے ایک روشنی نظر پڑی قیاس کیا کہ شاید کوئی گانون قریب ہی بہتر ہی اسی
گانون مین چل کر شب بسر کرین صبح کو دیکھا جائے گا۔

غرض کہ بادشاہ وہان سے اُٹھکر جنگل مین اُسی روشنی کی طرف چلا جب دور پہونچا دیکھا کہ ایک
مکان ہی اُسی مین روشنی معلوم ہوتی ہی جب بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ اُس گھر مین ایک حبشی دراز قد
دیو صورت بیٹھا ہوا ہی اور گرد اُسکے چند سبوے شراب رکھے ہوے ہین اور بیل کے کباب لگا رہا ہی
شراب پیتا جاتا ہی اور کباب زہر مار کرتا ہی اور کہتا جاتا ہی ؎

دور چلے دور سے چلے ساقیا | اور چلے اور سے چلے ساقیا

بادشاہ اُس زنگی تیرہ رو کی شکل مہیب دیکھکر گھبرایا دفعۃً نظر بادشاہ کی ایک گوشہ مین جا پڑی دیکھا
کہ ایک نازنین مہ جبین چندے آفتاب و چندے ماہتاب نہایت حسین و جمیل بوٹا سا قد چہرے پر
نمکینی بیحد ہر عضو بدن سانچے کا ڈھلا ؎

برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن | جوانی کی راتین مرادون کے دن

بچہ حور ہی بلکہ حور دور از قصور ہی ؎

نہین ہی سرمہ کا دنبالہ اے ترک آنکھ مین تیری | پھریرا سرمئی ہی یہ نشان فوج مژگان کا
دکھایا اُسنے عارض قبر عاشق کی لگی کُھدنے | سحر ہوتے ہی دروازہ کھلا شہر خموشان کا

ہجر کی رات کسی طور نہین ٹلنے کی	توبہ تا صبح قیامت بھی نہین چلنے کی
ہجر مین بسکہ ملے دست تاسف ہردم	خو ہوگئی ہی کف افسوس مجھے ملنے کی
نور کو میرے سیہ خانے سے رہتی ہی گریز	شمع روشن کرون ہرچند نہین جلنے کی

اُس پری پیکر بی بی نے تیوری چڑھاکر جواب دیا کہ اے غول بیابانی تو کیا بکتا ہی کبھی تو اپنی مراد کو نہ پہونچے گا تو جس قدر چاہے مجہپر ظلم کر خواہ جان سے مار ڈال مگر مین کبھی تجھسے راضی نہونگی موے کلموہے تیری صورت پر چھاڑو پھرے تیری آرزو کبھی پوری نہوگی۔

ان باتون سے وہ زنگی دیوسیرت ایسا خشمناک ہوا کہ اُس محبوب گل اندام کو ایک ہاتھ سے پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے تلوار نکال کر چاہتا تھا کہ سر اُس نازنین کا تن سے جدا کر ڈالے کہ فی الفور میرے باپ نے ایک تیر جگر دوز نشانہ تاک کر ایسا مارا کہ اُسکے سینے مین لگ کر کلیجے کے پار ہوگیا اور اُسی وقت زمین پر گرکے جہنم واصل ہوا پھر میرے باپ نے کام اُس موذی نابکار کا تمام کیا شکر خدا بجا لائے اور باطمینان خاطر جھوپڑے کے اندر جاکر اُس نازک بدن بی بی کے ہاتھ رسی سے کھول دیے اور استفسار حال کیا کہ نیکبخت تو کون ہی اور کیونکر تجکو یہ نابکار یہان لایا اپنے دام تزویر مین پھنسایا۔

اُسنے کہا یہان سے قریب دریاے شور کے کنارے ایک قوم سراسنگ نامے غول بیابانی کی طرح سمندر کے ساحل پر رہتی ہی وہان کے بادشاہ کے ساتھ میری شادی ہوئی تھی اور یہ سگ ناپاک جو ابھی تمھارے ہاتھ سے طعمۂ شمشیر اجل ہوا ہی میرے شوہر کا مصاحب خاص تھا چونکہ یہ موذی شریک صحبت اور خلا ملا رہتا ہی تھا بس میرا عشق اسکو چرایا طرفہ سودا دماغ مین سمایا چاہتا تھا کہ قابو پاکر لے بھاگے مگر موقع نہ ملتا تھا ایک دن میرے شوہر کو غافل پاکر مجھے اور میرے بچے کو وہان سے اِس جنگل مین بھگا لایا اور ہر روز ارادۂ فاسد مجھسے رکھتا تھا مگر اس دم تک مین نے شیشۂ ناموس و ننگ اپنا اُس کور نمک کے سنگ ظلم وجور سے محفوظ رکھا اُس نحس کی صحبت سے اپنے تئین بچایا آخر کو مین نے اپنی جان سے ہاتھ دھوکے آج اُس سے یہ گفتگو کی ہی کہ دست از جان بشوید ہرچہ در دل دارد بگوید مرتا کیا نہ کرتا جی کڑا کرکے اور جان پر کھیل کے اس طرح اُسکو ڈانٹا کہ اُسنے مایوس ہوکر قصد میرے مار ڈالنے کا کیا مگر حیات مستعار باقی تھی خدا نے تم کو بھیجدیا اور وہ موذی تمھارے ہاتھ سے قتل ہوکر قعر جہنم مین پہونچا میری یہ سرگذشت ہی جو تم سے کہی اور تم نے میرے حال زار پر رحم کرکے میری کیفیت من وعن سُنی۔

شہزادی دریابار کہتی ہی کہ پھر میرے پدر عالی مقدار نے اُس سیمتن نسرین بدن کی تسلی کی کہ اب

تم خاطر جمع رکھو ہم تمھین صبح کو اس صحراے شہر دریا بار مین جہان کا مین حاکم ہون لے جاؤنگا اگر وہ شہر تم کو پسند آئے گا تو وہان چندے قیام کرنا جب تک کہ تمھارا شوہر تمھاری تلاش مین آئے اس امر کو اُس گل رخسار نسترین عذار نے قبول کیا۔

جب کہ لیلاے شب نے خیمہ مغرب مین آرام فرمایا اور سلطان خاور نے منظر فلک سے اپنا جلوہ دکھایا میرا باپ اُس زن پری چہرہ کو اُسکے بچے سمیت اُس صحراے وحشت خیز سے لے کر ایک سمت کو روانہ ہوا یکایک اُسکے سب سردار اور اہل لشکر کہ تمام رات اُسکی تلاش مین چارون طرف سرگردان و پریشان پھرتے تھے جمع ہو کر حاضر ہوے اور اپنے بادشاہ کے دیدار سے مسرور ہو گئے مگر اُس سرو گل اندام غاید کش زاہد فریب صنم جامہ زیب کو ساتھ سوار دیکھکر نہایت متحیر ہوے کہ اس صحراے ہولناک مین ایسی حسین وجمیل بی بی کہان سے مل گئی جسکو دیکھکر ہر ایک کی کلی دل کی فرط مسرت سے کھل گئی بادشاہ نے اُن لوگون کو متعجب دیکھکر سارا قصہ اُس زنگی دیو خصال کے قتل کرنے اور اس گل اندام تدرو خرام کو اُسکے پنجہ ظلم وستم سے بچانے اور اُسکو ہمراہ لانے کا بیان کیا پھر ایک افسر نے اُس بی بی کو اپنے پیچھے اور دوسرے سردار نے بچے کو اپنے ہمراہ اسپ بادرفتار پر سوار کیا اور تھوڑے عرصہ مین شہر دریا بار مین داخل ہوے بادشاہ سلامت اپنے محل مین داخل ہوے اور ایک مکان عالی شان نہایت نفیس مع جملہ سامان عیش ونشاط ولوازم فرحت وانبساط کے آراستہ کرا کے اُس شہزادی پری جمال کے رہنے کے لیے عنایت کیا اور لڑکے کی پرورش وتعلیم وتربیت کا حکم دیا وہ گل گلزار خوبی وغنچۂ نو دمیدۂ باغ محبوبی بڑی آرام وآسایش سے وہان رہنے لگی۔

اسکو ایک عرصہ دراز گذر گیا اور اُسکے شوہر کی کچھ خبر معلوم نہ ہوئی تو اُسنے قصد شادی کا میرے باپ کے ساتھ کیا بادشاہ تو اُسکے حسن دلفریب برہم زن صبر وشکیب پر فریفتہ ہو ہی چکا تھا اُسنے عقد کر لیا اب دونون ایک ہی جا مثل شیر وشکر رہنے سہنے لگے اور دل مین کہنے لگے ؎

من تن شدم تو جان شدی من جان شدم تو تن شدی ۔ تا کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

بادشاہ اُسکے وصل سے شاد وکام اور وہ بادشاہ کے دولت دیدار سے مسرور بعیش وعشرت بسر کرتے تھے اس عرصہ مین وہ لڑکا بھی جوان ہوا نہایت حسین وجمیل فلک حسن کا مہر منیر چاند کی تصویر نشۂ شباب مین مخمور چودہ پندرہ برس کا سن وسال عجیب صاحب جمال نکلا اسکے علاوہ آداب شاہی سے واقف ہر علم وفن کا ماہر وآگاہ ہوا غیرت بدر وماہ ہوا ؎

وہ مکھڑا جسے دیکھ مہ داغ کھائے ۔ وہ نقشہ کہ تصویر کو حیرت آئے

جو کچھ چاہیے جھمک تک سک سے لاگ	نزاکت بھرا سیوتی کا سا رنگ
کچھ اک تمکنت اور کچھ اک بانکپن	غرض ہر طرح مین انوکھی پھبن
کرشمہ ادا غمزہ ہر آن مین	غرض دلبری اسکے فرمان مین
تغافل حیا ناز عشوہ غرور	ہر اک اپنے موقع سے وقت ظہور
وہ محراب ابرو کہ ایوان حسن	جھکے شاخ نخل گلستان حسن
نگہ آفت چشم عین بلا +	مژہ دین صفون کو الٹ بر ملا

اُسکو بادشاہ اور کل ارکان دولت نے پسند کیا اور سب کی راے یہ قرار پائی کہ اس نونہال باغ رعنائی کی شادی اس غنچہ سربستہ گلزار شاہی یعنی مجھ کمبخت کے ساتھ ہو جائے اور بادشاہ کا وہی وارث تاج وتخت قرار پائے وہ جوان رعنا یہ توجہ وعنایات سلطانی اپنے حال پر دیکھکر علی الخصوص خبر وصلت سنکے بہت خوش ہوا۔

پھر ایک دن میرے باپ نے چاہا کہ میرا ہاتھ اُسکے ہاتھ مین پکڑا کے عقد میرا اُسکے ساتھ کر دے مگر قبل از مناکحت کئی شرطین پیش کین ازان جملہ ایک شرط یہ بھی تھی کہ میری بیٹی پر دوسری سوت نہ لائے عقد ثانی سے اُسے نہ جلائے یہ شرط اُس جوان مغرور کو پسند نہ ہوئی اُسنے قبول نہ کی سمجھا کہ مجکو حقیر وکمرتبہ جانکر یہ شرط کرتے ہین غرض کہ اس سبب سے امر ازدواج مین توقف واقع ہوا اور یہ بات موجب اُسکی نارضامندی کا ہوئی اور دل مین میرے باپ کا دشمن جانی ہو گیا اور منتظر موقع وقت کا رہنے لگا۔

آخر الامر ایک روز اُسنے میرے باپ کو غافل پاکر قتل کر ڈالا اور میری ہلاکت کے لیے محل مین درانہ چلا آیا مگر وزیر نے خبر قتل بادشاہ سنکے فوراً مجکو محل سے علیحدہ نکال لے گیا اور اپنے کسی دوست کے گھر مین رہنے کے لیے مجکو مخفی کر دیا اور تھوڑے عرصہ مین ایک جہاز بہم پہونچا کے مجھے اور میری خادمہ کو اُسپر سوار کرکے اور ملک کی طرف کہ وہاں کا بادشاہ میرے باپ کا دوست تھا ہمراہ لیکر روانہ ہوا تاکہ مجھے اُسکے سپرد کر دے اور اُس بادشاہ سے مدد لے کر میرے باپ کے خون کا بدلہ لینے کے واسطے اُس جوان نمک حرام پر فوج کشی کرے۔

اتفاقات قضا وقدر سے کئی دن کے بعد ایسا طوفان شدید آیا کہ ناخدا اور خلاصی جہاز کے اُسے دیکھکر سخت بدحواس اور مضطرب ہو گئے آخر صدمہ طوفان اور شدت امواج سے وہ جہاز شکست ہوکر غرق ہو گیا اور وزیر سمیت کل اہل جہاز غریق بحر فنا ہوے مگر مین ایک تختہ پر ڈوبتی

دیکھی

اُچھلتی موجون کے تھپیڑون سے کنارے دریا کے آلگی خدا نے مجھے مصیبتین دکھانے کے لیے ایسے
صدمۂ طوفان اور دریاے تہارسے بسبب اپنی قدرت کاملہ کے صحیح وسالم بچا رکھا جب ذرا
میرے ہوش وحواس بجا ہوے اپنے تئین زندہ کنارے پر پایا شکر خدا بجا لائی وزیر اور ہمراہیون کو نہ دیکھکر
مین نے جانا کہ وہ سب دریابرد ہوگئے اپنے باپ کو یاد کرکے بہت روئی اور اپنی تنہائی پر بے یار و
مددگار کے سخت گھبرائی ۔

	که حال خود به که گویم عجب غمے دارم		نه مونسے نه رفیقے نه همدمے دارم	

مگر دل مضبوط کرکے کنارے سے اٹھی کہ اپنے تئین بھی دریا مین ڈال کے ہلاک کر ڈالون ایکبارگی شور وغل
آدمیون کا اور گھوڑون کے ٹاپون کی صدا کان مین آئی اُسوقت کیا دیکھتی ہون کہ بہت سے سوار مسلح
چلے آتے ہین اور اُنکے درمیان مین ایک شہزادہ حسین وجمیل قباے زرین پہنے تاج جواہر نگار سر پر رکھے
اور کمر بند ہیرے کا باندھے ہوے نظر پڑا اُسکے بشرے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی ملک کا شہزادہ عالی تبار
رئیس نامدار ہے وہ سب لوگ مجھے دیکھکر بہت متعجب ہوے خصوصاً وہ شہزادہ دلاور مجھے اس حال زار
مین دیکھکر دریاے حیرت مین غوطہ زن ہوا اور اپنے ایک سردار کو میرے پاس دریافت حال کے لیے
بھیجا ہر چند اس سردار نے مجھ سے آکر پوچھا کہ نیک بخت تو کون ہے اور کیا کیفیت ہے مین نے کچھ جواب نہ دیا
زار زار مثل ابر نوبہار رونے لگی وہ سردار مجبور ہوا اور عقلیہ اُسنے قیاس کیا کہ شاید کوئی جہاز ٹوٹ گیا ہے
جسکے تختے اور لکڑیان بہکر اس مقام پر آگئی ہین اور مقرر یہ نوجوان وحسین بی بی اسی جہاز طوفان
نصیب پر ہوگی جو بہتی ہوئی کنارے پر آلگی ۔

خلاصہ یہ کہ اسی طرح اور چند سردارون نے بھی آکر مجھ سے استفسار حال کیا اور میری حقیقت دریافت
کی مین نے اُنکی بات کا بھی کچھ جواب نہ دیا وہ شاہزادہ لاچار ہوکر خود آیا اور سب سردارون کو وہان
سے ہٹا دیا جب مین تنہا رہ گئی اُسوقت نہایت شفقت ودلجوئی سے مجھ سے گویا ہوا کہ ہم تمھارا حال زار
اس غرض سے دریافت کرتے ہین کہ تم کو عزت وآبرو سے اپنے ساتھ لے چلین اور اپنی مادر مہربان کے
پاس تم کو لے جاکر بآرام وآسائش متمکن کرین وہ تم سے کمال محبت والفت سے پیش آئینگی ہر امر مین
تم کو رضامند وشادکام رکھینگی ۔

مین نے شہزادہ کو اپنے حال پر شفیق وغمگسار پاکے کل اپنی سرگذشت من وعن بیان کی اُسنے میرا
حال سُنکے نہایت تاسف کیا اور آنکھون مین آنسو بھر لایا اور تسلی دے کے مجھکو اپنے ہمراہ لے گیا اور
محل مین لیجاکے اپنی ماں کے سپرد کیا مین نے ملکہ سے بھی تمام کیفیت اپنی گزارش کی وہ معظمہ بھی

میرا ماجراے غم اندوز و جگر سوز سُنکے بہت متاسف ہوئی اور شب و روز میری خاطرداری و دلجوئی مین حد سے زیادہ شفیق و مہربان رہتی تھی آخر الامر بیٹے کے عشق کا حال و اشتیاق و بیقراری اسکی دیکھکر میری شادی اُسکے ساتھ کر دی مین بھی اُسکے حسن و جمال محبت و الفت کو دیکھکر رضامند ہو گئی پھر رسومات شادی کے شاہانہ تکلفات سے عمل مین آئے امورات تقدیر سے چارہ نہین مشیت ایزدی مین دم مارنے کا یارہ نہین عین برات کے رات زنگبار کا ایک بادشاہ کہ اس جزیرے کے اطراف مین حکمران تھا اور ہمیشہ قصد اُس ملک پر لشکر کشی کا رکھتا تھا قابو پاکے لشکر جرار کے ساتھ چڑھ آیا بہت آدمی اُس شہر کے مارے گئے اور بڑا کشت و خون ہوا غنیم چاہتا تھا کہ مجھے اور میرے خاوند کو گرفتار کرے مگر ہم بتعجیل تمام اپنے تئین اُسکے ہاتھ سے بچا کے دریا کی طرف راتون رات بھاگے وہان ماہی گیر کی ایک ڈونگی ہاتھ آگئی ہم دونون اُسکو غنیمت سمجھ کے سوار ہوے اور رضینا بالقضا دریا مین ایک سمت کو روانہ ہوے اور اپنے دل مین کہنے لگے ؎

قضا کشتی آنجا کہ خواہد برد
اگر ناخدا جامہ بر تن درد

دور تک کشتی دریا کے دھارے مین پڑکر ایک سمت کو بہی جاتی تھی یہ نہین معلوم تھا کہ قسمت کہان لیجائے گی باد مخالف کے جھوکون سے اُس دریاے عمیق مین وہ ڈونگی تیکے کیطرح بہتی ہوئی چلی جاتی تھی ہم مین وہائین مانگ رہے تھے اور یہ شعر ورد زبان تھا ؎

کشتی شکستگانیم اے باد شرطہ برخیز
شاید کہ باز بینیم آن یار آشنا را

دو شبانہ روز اُس ورطۂ ہلاکت مین رہے تیسرے دن دور سے ایک جہاز نظر پڑا ہم دونون دل مین بہت خوش ہوے کہ شاید کسی تاجر کا جہاز ہے ہمارے مدد کو آتا ہے جب قریب آیا تو کیا دیکھتے ہین کہ اسمین سے پانچ سات جوان قزاق ننگی تلوارین لیے ہوے ہماری کشتی پر چڑھ آئے اور ہم دونون آدمیون کو باندھکر اپنے جہاز پر لے گئے جب اُنھون نے میرے چہرے سے نقاب اُٹھا کر دیکھا سب مجھپر عاشق ہو گئے اور انمین سے ہر ایک نے چاہا کہ اس بی بی کو مین لے لون دیر تک اس امر مین نزاع اور باہم شور و غل کرتے رہے پھر گفتگو سے نوبت جدال و قتال کی پہونچی رفتہ رفتہ ایک دو ساعت مین سب کے سب آپس مین لڑ بھڑ کے قتل ہو گئے مگر ایک شخص قوی ہیکل انمین سے بچ رہا مجھ سے کہنے لگا کہ مین تجھے شہر کیرد مین لے جاکر اپنے ایک دوست کو دونگا کہ مین نے اُس سے وعدہ ایک کنیز خوش رو پری چہرہ لا دینے کا اس سفر مین کیا ہے یہ سُنکر مین اپنے دل مین نہایت ششدر و حیران تھی مثل زلف مہوشان پریشان تھی دل مین کہتی تھی ؎

پڑ گئی اور یہ کیسی مرے اللہ نئی	ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا

پھر اُس رہزن نے میرے شوہر کو دیکھکر کہا کہ یہ شخص کون ہی کیا تیرا کوئی عزیز ہی یا تیرے عاشقوں مین سے ہی مین نے کہا یہ میرا شوہر ہی اُسنے بغیظ وغضب کہا اگر ایسا ہی تو مین اسکو عذاب رقابت سے رہائی بخش دون کہ یہ تجکو میرے دوست کی بغل مین کیسے دیکھ سکے گا۔
یہ کہکے اُس قزاق نے اس بدنصیب شہزادے کو کہ بندھا ہوا تھا اُٹھا کے دریا مین ڈال دیا ہر چند مین نے واویلا کیا اور اُسکو اس سفاکی سے مانع ہوئی مگر کچھ مفید نہوا۔
شہزادے کو ڈوبتے ہوے دیکھکر مین نے بھی چاہا کہ اپنے تئین بھی دریا مین ڈال دون مگر جلدی سے اُسنے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مستول کی رسّی سے مجھے باندھ دیا اور جہاز کو روانہ کیا ہوا موافق تھی جلد ایک چھوٹے سے شہر مین پہونچا اُسنے اُس شہر سے اونٹ اور خیمے اور غلام وغیرہ خرید کرکے شہر کیر دکی راہ لی چند منزل خشکی کے رستے چلے تھے یکایک اس حبشی نے جو اُس قلعہ مین رہتا تھا آکر گھیر لیا دور سے ہم نے اُسکو ایک منارۂ بلند تصور کیا تھا جب قریب آیا تو بدشواری اُسکو ایک دیو مہیب کی صورت دیکھکر سہم گئی دل مین کہتی تھی کہ دیکھیے ابھی تقدیر کیا کیا نیرنگ دکھاتی ہی ؎

کہ شبنم صبح تک روتی ہی غنچہ مسکراتا ہی	نہین معلوم کیا نیرنگ گلشن گل کھلاتا ہی

اتنے مین وہ ظالم قضاے مبرم کی طرح تلوار کھینچکر سامنے آیا قزاق سے کہنے لگا کہ اپنے ہاتھ مثل قیدیون کے باندھکر سب اپنے غلامون اور اُس بی بی سمیت میرے ساتھ چل مگر قزاق نے نہ مانا کمال جرأت سے مع اپنے غلامون کے اُس حبشی جفاکار کا مقابلہ کیا دیر تک اُن سب مین آتش جدال وقتال مشتعل رہی آخرالامر قزاق اور سب غلام اُسکے حبشی خونخوار کے ہاتھ سے مارے گئے پھر مین تنہا رہ گئی اور اپنے حال زار پر گریان ہوئی ؎

پھنسکے مرے نصیب کی گردش کہان مجھے آتی نہین ہی بات سواے فغان مجھے	چکر مین مثل رشتۂ فلاخن ہون دیکھیے کیا درد دل کہون کہ سراپا ہی دردمند

حبشی سیہ رو نے مجھے اور اونٹون کو اور لاش اُس قزاق کی قلعہ مین لے گیا اور اسکا گوشت بجاے طعام کے زہر مار کیا مین زار وقطار رو رہی تھی وہ آدم خوار میری طرف متوجہ ہوکر گویا ہوا کہ بس اب رنج والم دور کر میری صحبت سے اپنا دل مسرور کر با آسائش تمام اس قلعے مین عیش وعشرت سے بسر کر مرہم وصال سے اندمال زخم جگر کر اگر آج تجکو رنج وقلق زیادہ ہی تو آج کی شب تجکو مہلت دیتا ہون کل ضرور تجکو اپنی خدمت مین بلاؤنگا دولت وصل سے فرحت اُڑاؤنگا یہ کہکے مجھے ایک مکان مین

سے جاکر مقیم کیا اور آپ دروازے قلعے کے بند کرکے دوسرے کمرے مین جاکر تنہا سو رہا ۔

ظالمے را خفتہ دیدم نیم روز	گفتم این فتنہ است خوابش بردہ بہ
آنکہ خوابش بہتر از بیداری است	این چنین بدزندگانی مردہ بہ

جب کہ زنگی شب فوج انجم سے شکست کھاکر گوشۂ مغرب مین چھپ گیا اور سلطان زرین علم نیزۂ خطوط شعاعی ہاتھ مین لیے اُفق مشرق سے نمایان ہوا وہ حبشی تیرہ روزگار بھی خواب مرگ سے بیدار ہوا حسب معمول دروازہ قلعہ کا کھول کے مسافرون کی تلاش مین روانہ ہوا دور نکل گیا تھا اور خالی ہاتھ وہان سے پھرا ہوا آتا تھا کہ تم دوچار ہوا اور تمہارے ہاتھ سے وہ حبشی ملعون آدم خوار مقتول ہوکر فی النار ہوا ۔

جب شہزادی دریابار نے اپنا سب حال مشرح بیان کیا شہزادۂ خداداد کو نہایت تاسف ہوا اور اسکے حال پر رحم آیا کمال تسلی و تشفی سے کہنے لگا کہ اب تم کسی طرح کا اندیشہ نہ کرو مطلق خائف و ہراسان نہو یہ شاہزادے بادشاہ ہیرن کے فرزند ہین انمین سے جسکے ساتھ تم رضامند ہو اُسے قبول کرو یہ تم کو اپنے شہر مین لے جاکر بہت آرام و آسائش سے رکھینگے اور وہ بادشاہ تمہارا حفظ مراتب کرے گا کمال محبت و الفت سے پیش آئے گا اور اگر تم انکی جانب ملتفت نہو تو پھر اُس شخص کے ساتھ رضامندی اپنی ظاہر کرو جسنے تمہین اس بلا سے چھڑایا ہے شہزادی دریابار نے قبول کیا چنانچہ وہ شادی اُسی قلعہ مین بڑے تکلف کے ساتھ ہوئی سب طرح کی جنس اور میوے اور شراب وغیرہ کل سامان وہان موجود تھا شہزادۂ خداداد نے طرح طرح کے کھانے لذیذ و خوش ذائقہ پکوائے اور اپنے سب بھائیون کو کھلوائے ۔

دوسرے دن اُسکے باقی مال و اسباب اپنے ساتھ لے کر وہان سے شہر کیرو کا عزم کیا منزل پر پہونچ کے اچھی جگہ دیکھ کے اُترے اسی طرح منزل بمنزل قطع مسافت کرتے ہوئے چلے جاتے تھے جب شہر ہیرن ایک منزل رہ گیا شب کو بعد کھانا کھانے کے اُن سب شہزادون نے باقی شراب خوب پی اُسمین سے کچھ باقی نہ چھوڑی ۔

ساقی قدح شراب دیدے	مہتاب مین آفتاب دیدے
ساقی باقی شراب دیدے	باقی ساقی جو کچھ ہوئے لے

خداداد نشے کے عالم مین اپنے بھائیون سے کہنے لگا کہ مین نے اب تک اپنا حال تم سے چھپایا تھا مگر اب ظاہر کرتا ہون کہ مین بھی تمہارا ایک بھائی ہون بیٹا بادشاہ ہیرن کا مجھے شہزادۂ سمبر

نے پرورش کیا تعلیم و تربیت سے ہر فن کا ماہر کر دیا شہزادی پیروز بیری ما در گرامی ہی اور شہزادی دریابار سے بھی مخاطب ہو کر سنطر ہوا کہ اے سرو جوئبار رعنائی اب تک تمھین میرے حسب نسب کا حال معلوم نہ تھا مگر اب تم بھی مطمئن ہو کہ شوہر تمھارا شہزادۂ عالی خاندان گل نو رستہ گلزار شاہی ہی وہ بلبل شاخسار مجھولی گل فشان ہوئی کہ اگرچہ تم نے اپنا حال مجھ سے کچھ ظاہر نہ کیا تھا مگر مجھکو قیافہ سے معلوم ہو گیا تھا کہ تم عالی حسب والانسب ہو چہرہ سے فرشاہی ہویدا بشرہ سے رعب و داب نمایان رو رائی پیدا تھا مین بہ نگاہ اول تاڑ گئی تھی کہ یہ شوکت و شان سوا نسل شاہی کے عوام الناس مین نہین ہو سکتی ہی ۔

سب شہزادے یہ بات سُنکے بظاہر تو خوش ہوے مگر دل مین خار رشک و حسد چبھ گیا دل ہی دل مین رنجیدہ و کبیدہ خاطر ہو گئے بہت ناگوار گذرا مگر خاموش ہو کر دل مین بے رہے موقع وقت کے منتظر ہو کر گھات مین لگے رہے جب کہ زلف لیلائے شب تا بہ کمر پہونچی آدھی رات گذر گئی شہزادۂ خداداد اپنے خیمہ مین جا کر شہزادی دریابار کے ساتھ سو رہا وہ ناسپاس شہزادۂ خداداد کے احسانات کو بھول گئے حبشی کی قید سے چھڑانا اور اس طرح بلطف و محبت پیش آنا سب یک قلم فراموش کر دیا اس فکر مین پڑے اور مشورۂ ہلاکت کرنے لگے ۔

ایک نے انمین سے کہا کہ ہمارا باپ اسکو اجنبی و پردیسی سمجھکر اسقدر اعزاز و اکرام کرتا ہی کہ ہم سب پر اسکو حاکم قرار دیا ہی جب اُسکو یہ حال ظاہر ہو گا کہ یہ بھی میرا لخت جگر نور نظر ہی تو یقیناً اسکو ولی عہد کرے گا وارث تاج و تخت کر دے گا اسواسطے بہتر صلاح یہ ہی کہ اسکا کام یہین پر تمام کر دین قصہ فیصل ہو جائے وہ ڈرباہی پھونک دیا جاے یہ مشورہ قرار دے اُسکے خیمہ مین گئے اور چارون طرف سے تلوارین مارنے لگے برس پڑے یہان تک کہ پُرزے پُرزے کرکے اپنی دانست مین کام اُسکا تمام کر ڈالا اور صبح کو شہر ہیرن کا رستہ لیا چلتا دھندا کیا شہر مین داخل ہو کر بادشاہ سے ملازمت حاصل کی شرف اندوز خدمت سلطانی ہوے ۔

بادشاہ سب فرزندون کو صحیح و سالم پا کر بہت خوش ہوا اور سبب اسقدر توقف کا دریافت کیا اُنھون نے اپنا حبشی کی قید مین گرفتار ہونا اور خداداد کی مدد و اعانت سے رہائی ملنا مطلق نہ بیان کیا بلکہ برخلاف اُسکے ظاہر کیا کہ ہم کو سیر و شکار کی وجہ سے قرب و جوار کے شہرون مین عرصہ ہوا اس باعث سے حضوری سے قاصر رہے بادشاہ اُنکے قول کو باور کرکے خاموش ہو رہا کار و بار مالی و ملکی مین مصروف ہوا ۔

اب خداداد کا حال سُنیے کہ جب تیغ آفتاب فلک پر علم ہوئی اور صبح جامۂ کفن پہن کر جانب

عدم گئی شہزادی دریابار نے بیدار ہو کر عجب سانحہ ہوش ربا دیکھا کہ خداداد خون مین ڈوبا ہوا زخمون مین چور پڑا ہوا ہی یہ کیفیت دیکھتے ہی اسکے حواس جاتے رہے اور اُسکو مقتول سمجھ کے رونے لگی منھ چھلکون سے دھونے لگی اسکی نوجوانی واوصاف ذاتی وصفاتی کا خیال کرکے اسقدر پھوٹ پھوٹ کے روتی تھی کہ سُننے والون کی چھاتی پھٹتی تھی دل جلنے سے بیزار ہوا حال نہایت تباہ و خوار ہوا حسب حال پڑھنے لگی بیقرار ہو کر رونے لگی ؎

عجیب شکل گل وگلستان نظر آئی ۔۔۔ پڑین جدھر کو نگاہین خزان نظر آئی
جب اُٹھ کے نار فرقہ خوش بیان نظر آئی ۔۔۔ تو کوئی عیش کی صورت نہ یان نظر آئی

وہ گل رخان چمن برگ سے شگفتے نہ رہے
وہ بلبلان خوش الحان کے چہچہے نہ رہے

زمین کے حال پہ اب آسمان روتا ہی ۔۔۔ ہر اک فراق مکین مین مکان روتا ہی
گدا و شاہ ضعیف اور جوان روتا ہی ۔۔۔ غرض یہان کے لیے اک جہان روتا ہی

جو کیسے جوشش طوفان نہین کہی جاتی
یہان تو نوح کی کشتی بھی ڈوب ہی جاتی

پیادہ پا ہون روان شہسوار صد افسوس ۔۔۔ لہو کے گھونٹ پئین بادہ خوار صد افسوس
ذلیل وخوار ہون اہل وقار صد افسوس ۔۔۔ ہزار حیف دل بیقرار صد افسوس

جھکے ہین بار الم سے تنے ہوے کیسے
بگڑ گئے ہین یکایک بنے ہوے کیسے

کہان تک آہ لکھون اپنا حال بربادی ۔۔۔ کہان تک آہ لکھون آسمان کی جلادی
کسی کو قید الم سے نہین ہی آزادی ۔۔۔ کہ داغ داغ ہی دل ہر کوئی ہی فریادی

الٰہی پھر انھین آباد و شاد دیکھین ہم
الٰہی پھر انھین حسب مراد دیکھین ہم

جب بغور اُسکے چہرے پر نظر کی ذرا ذرا دم اُسکے نتھون سے آتے جاتے دیکھا اور جسم مین کسی قدر حرارت محسوس ہوئی فوراً در خیمہ بند کرکے شہر کی طرف جراح کی تلاش مین دوڑی گئی اور وہان سے جراح کو ڈھونڈھ کر اپنے ہمراہ خیمہ مین لائی وہان خداداد کو نہ پایا یہ خیال کیا کہ شاید کوئی جانور اُٹھا لے گیا اور کھا ڈالا یہ تصور کرکے بہت روئی اور اپنا حال زار ایسا زبون کیا کہ جراح کو اُسکے

حال پر رحم آگیا نہایت تسلی و دلاسا دے کر شہزادی کو شہر مین لے گیا اور ایک مکان اسکے رہنے کے لیے
علٰحدہ مقرر کیا اور دو لونڈیان خدمت کے واسطے معین کین اور خود بھی نہایت تعظیم و تکریم سے اُسکی خدمت
مین حاضر رہتا تھا مگر شہزادی دن رات گریہ و زاری آہ و بیقراری مین بسر کرتی تھی رو کر شب ہجر کو سحر کرتی تھی
ساون بھادون کی جھڑی کی طرح اشک آنکھون سے روان تھے اور یہ اشعار ورد زبان تھے ؎

دل کو بہلاؤن کہان تک کہ بہلتا ہی نہین
یہ تو بیمار سنبھالے سے سنبھلتا ہی نہین

نالہ نکلا ہی کبھی دل سے کبھی شور و فغان
وصل کا ہاے وہ ارمان نکلتا ہی نہین

دن ڈھلے آنے کا وعدہ ہی کسی سے لیکن
آج یہ دن وہ قیامت ہی کہ ڈھلتا ہی نہین

خضر بھی تو اسی گرداب سے چکراتے ہین
ڈوب کر بحر محبت مین اُچھلتا ہی نہین

ایک دن جراح نے فی الجملہ شہزادی کو خوش پاکے عرض کیا بی بی اگر تم اپنی مصیبت کا حال اور جو کچھ تم
پر مصائب گذرے ہین مفصل بیان کرو تو اپنے حتی المقدور تمھارے واسطے مین کوشش کرون شہزادی
نے جراح کو ہوشیار و دیانت دار جان کے اپنا سب حال پوست کندہ اُس سے بیان کیا جراح نے کہا
اگر آپ کی مرضی ہو تو مین آپ کے پہونچانے کی تدبیر بادشاہ ہیرن تک کرون وہ نہایت منصف و
عادل ہی تم کو دیکھکر بہت خوش ہوگا اور قصاص تمھارے شوہر کا اُن شہزادون سے جنھون نے
تمھارے شوہر کو قتل کیا ہی لے گا ۔

شہزادی دریا بار اس بات پر رضامند ہوئی پھر جراح نے دو اونٹ کرایہ کیے اور اُنپر وہ دونون سوار
ہو کر شہر ہیرن مین پہونچے اور ایک سرا مین اُتر کے مالک کاروان سرا سے حال شہر کا دریافت کیا
اُسنے کہا اس شہر کے بادشاہ کا ایک فرزند نہایت شجاع و صاحب لیاقت ہر علم و فن مین طاق
شہرہ آفاق تھا تھوڑی مدت سے وہ غائب ہی کوئی اُسکا حال نہین جانتا کہ وہ زندہ ہی یا مر گیا شہزادی
پیرورنے کہ اُسکی مان ہی بہت کچھ تجسس و تفحص کیا مگر آجتک نہین اُسکا سراغ نہ ملا مان باپ کا تو اُسکی
مفارقت مین حال دگرگون ہی دن کو آہ و زاری رات کو اختر شماری ہی دن کو اُنکے نہایت بیقراری
ہی بلکہ کل وضیع و شریف اس شہر کے اُس شہزادے کے واسطے روتے اور افسوس کرتے ہین اگرچہ اس
بادشاہ کے اُنچاس فرزند اور بھی ہین مگر کوئی اُسکی شجاعت و لیاقت کو نہین پہونچتا اور کسی سے
اُسکی تسلی نہین ہوتی باوجود جستجو و تلاش کے اب تک کہین اُسکا پتہ نہین ملتا بادشاہ کی آنکھون
مین دنیا اندھیر ہی اپنی زندگی سے سیر ہی ؎ دشمن کو بھی خدا نہ دکھائے پسر کا داغ + جراح نے
یہ حال مالک کاروان سرا سے سُنکے شہزادی سے بیان کیا شہزادی نے چاہا کہ خداداد کی مان کے پاس

جاکر اپنے شوہر کا حال اُس سے ظاہر کرون جراح مرد جہان دیدہ تھا سوچ کر کہنے لگا کہ شہزادی اگر تم اس تدبیر مین مصروف ہو گی قبل اسکے کہ وہان تک پہونچو وہ شہزادے تمھارے آنے کی خبر سُنکے فی الفور کسی صورت سے تم کو ہلاک کر ڈالینگے مفت مین تمھاری جان جائے گی سب ہوس دل کی دل ہی مین رہ جائے گی اس سے تر مصلحت یہ معلوم ہوتا ہی کہ پہلے مین کسی تدبیر سے خداداد کی ماں تک رسائی پیدا کرکے کل حال اُس سے بیان کرون اور اس تقریب کے بعد تم کو وہان پہونچاؤن جب تک تم مخفی اس کاروان سرا مین بیٹھی رہو —

یہ کہکے وہ جراح شہر کی طرف گیا اتنے راہ مین ایک بی بی کو محمل زرین مین سوار دیکھا جسکا ساز و یراق بڑے تکلف کا تھا اور پیچھے بہت سی خواصین بیٹھی تھین انکے بعد بہت سے سوار و پیادے اور غلام حبشی ہمراہ سواری کے بڑے تزک و احتشام سے چلے آتے ہین شہر کے سب لوگ اُس بی بی کی سواری دیکھتے ہی دور دیہ صف باندھکر مودب استادہ ہوگئے اور بکمال تعظیم و تکریم مجرا و تسلیم بجا لائے جراح بھی اُن سب کے ساتھ کورنش بجالایا اور ایک شخص سے پوچھا کہ یہ بی بی ملکہ معلوم ہوتی ہی اُسنے کہا ہان یہ بادشاہ کا محل ہی یہان کے لوگ اُسکو بہت معزز و محترم جانتے ہین اور سب اس مخدرہ عظمی کی عزت و توقیر کرتے ہین اس وجہ سے کہ یہ ماں شہزادہ خداداد کی ہی اسکا حال پُر ملال یقین ہی کہ تم نے سُنا ہوگا —

جراح یہ کیفیت سُنکے سواری کے ساتھ ہولیا یہان تک کہ اُس بی بی نے ایک مسجد مین جا کے دعا مانگی اور وہان کے لوگون کو بہت سے روپیے اور اشرفیان خیرات کین اس وجہ سے کہ بادشاہ نے نذر مانی ہی کہ خداداد کے پھر آنے تک اُسکی ماں محتاجون کو اپنے ہاتھ سے خیرات کیا کرے تاکہ وہ اُسکے فرزند کی سلامتی کے لیے درگاہ مجیب الدعوات مین دعاے خیر کیا کرین —

اُس جراح نے آدمیون کی بھیڑ مین جاکر ایک غلام بادشاہی سے کہا بھائی مجھے ایک راز ضروری ملکہ پیر فرد کے حضور مین عرض کرنا ہی اُسنے جواب دیا اگر تجھے کچھ خبر شہزادہ خداداد کی کہنا ہی تو مضائقہ نہین وہ البتہ ملکہ عالم سماعت فرمائینگی اور اگر کوئی مطلب اور ہی تو اُسکی شنوائی نہوگی ان دنون وہ اپنے فرزند کے غم فراق مین اس درجہ مغموم ہو رہی ہین کہ کسی کی بات نہین سُنتین نہ فرط ادب سے کسی کو عرض معروض کرنے کی مجال ہی جراح نے جھک کر کان مین کہا کہ مین اُنھین کے مطلب کی بات کہا چاہتا ہون غلام نے کہا کہ اگر یہ تیرا مدعا ہی تو چپکا سواری کے ہمراہ محل شاہی تک چلا چل مفصل حال شہزادہ کا بیان کر اور اپنا دامن زر و سیم سے بھر —

الغرض جب کہ ملکہ پیروز اپنے محل مین داخل ہوئین تب اُس غلام نے ہاتھ باندھکے عرض کیا کہ خدا حضور کو زندہ وسلامت رکھے اسوقت ایک اجنبی شخص سواری کے ہمراہ دردولت پر حاضر ہوا ہی اور حضور سے تنہائی مین کچھ عرض کیا چاہتا ہی ملکہ پیروز نے اجازت دی کیا مضایقہ ہی بلا لو غلام جراح کو اپنے ساتھ لیے ہوے ملکہ کے حضور مین لے گیا ملکہ نے بنظر الطاف خسروانہ قریب بلا کر ارشاد فرمایا ای شخص کہ کیا کہا چاہتا ہی جراح نے بعد زمین بوسی وبجا لانے آداب شاہی کے دست بستہ عرض کیا کہ غلام ایک عجب قصہ درد انگیز حیرت خیز حضور مین گزارش کیا چاہتا ہی جسکو حضور سُنکے بہت متحیر ہونگی پھر اُسنے سب حال شہزادہ خداداد کا اور بدسلوکی اُسکے بھائیون کی اور حال شہزادی دریا بار کا مفصل ملکہ کے حضور مین بیان کیا من وعن عیان کیا ملکہ پیروز اپنے بیٹے کے زخمی ہونے کا حال سن کے غش کھا کر گر پڑی خواصون نے جلدی سے دوڑکر اُٹھایا کیوڑہ وگلاب وغیرہ سونگھایا جب ملکہ کو غش سے کسی قدر افاقہ ہوا ہوش حواس درست ہوے جراح سے کہنے لگی کہ تم جا کر میری طرف سے اور بادشاہ کی جانب سے شہزادی دریا بار کی بہت بہت تسلی وتشفی کرو بعد ازان جراح رخصت ہوا اور ملکہ اپنے فرزند دلبند کی یاد کرکے پھر گریہ وزاری اور اشکباری مین مصروف ہوئی اور یہ اشعار بکمال حسرت ویاس پڑھنے لگی ؎

مرگ کا پھر سر وسامان ہی خدا خیر کرے
پھر جنون سلسلہ جنبان ہی خدا خیر کرے
گریہ آمادۂ طوفان ہی خدا خیر کرے
صحبت دست وگریبان ہی خدا خیر کرے

قرعۂ غم زدہ ام تا کہ کند دلشادم
باز ویران شدہ ام تا کہ کند آبادم

مرحبا عشق جفا پیشہ ودشمن پرور
بارک اللہ قدم تیرے حریم آنکھون پہ
عمر گذری کہ مرا داغ سے خالی ہی جگر
رنگ خون اشک مین باقی ہی نہ لخت مین اثر

آخر این ہوش کہ از سر نگذارم چہ کنم
نفس سرد چہ سازم دل بے غم چہ کنم

یارب اندوہ جدائی سے تو مرنا بہتر
گذرے غم جی پہ تو بس جی سے گذرنا بہتر
ہجر الفت مین قدم کا نہین دھرنا بہتر
ہر کنارہ ہی بس اس جان سے کرنا بہتر

رشتۂ رشتہ فردہ ہوے تجہ الفت مین غریق
موج زن دل مین ہوا جسکے یہ دریائے عمیق

اسی حالت مین بادشاہ سلامت بھی محل مین تشریف لائے ملکہ کو نالان و گریان دیکھکر پوچھا اُسنے
سب حال جو جراح کی زبانی سنا تھا بادشاہ کے سامنے بیان کیا شاہ جم جاہ یہ ماجرا سُنکر بیٹون
سے نہایت بدظن ہوا اور اُسی حالت غیظ و غضب مین محل سے اُٹھکر دار الامارۃ مین آیا وہان سب
مستغیث اپنے اپنے عرض حال کے لیے جمع تھے وہ لوگ بادشاہ کو غضبناک دیکھکر خائف ہوگئے بادشاہ
نے مسند عدالت پر بیٹھکر وزیر کو حکم دیا کہ فی الفور ایک ہزار خاص بردار مع اردلی کے لیجاکر
اُنچاسون شہزادون کو گرفتار کرے اور جہان خونین مجرم رہتے ہین اُس مقام پر لیجاکر مقید کر خبردار کوئی
انمین سے نکل کے جانے نہ پائے وزیر نے بموجب حکم بادشاہ کے سب شہزادون کو گرفتار کرکے خونین
مجلس مین لیجاکر نظربند کیا اور بادشاہ کے حضور مین تعمیل حکم کی آکر عرض کی بادشاہ نے سب
دادخواہون کو رخصت کرکے ارشاد فرمایا کہ آج کل مجکو فرصت نہین ہے ایک مہینے تک مین اجلاس
نہ کرونگا تم سب بعد ایک ماہ کے حاضر عدالت ہونا اور وہان سے اُٹھکر وزیر کو ہمراہ لیے ہوے پھر ملکہ پیروز کے
محل مین آیا وزیر سے فرمایا کہ تو کاروان سرا مین جا اور شہزادی دریابار کو مع جراح کے بڑی عزت و حرمت
سے میرے پاس لا۔

وزیر بموجب حکم شاہی ایک اشتر سفید باساز جواہرنگار اصطبل سلطانی سے ہمراہ لیکر اور خود ایک
اسپ صبا رفتار پر سوار ہوکر مع جلوس و سامان بادشاہی کے امرا و سرداران لشکر کو ہمراہ لیکے کاروانسرا
مین گیا اور بادشاہ کی طرف سے شہزادی دریابار کو مراتب دعا وغیرہ کہکے اُسی خاصہ کے اشتر پر سوار کراکے
اور جراح کو بھی ایک عربی گھوڑے پر سوار کرکے کمال اعزاز و احترام سے محل شاہی کی طرف لیکر روانہ
ہوا اہل شہر اور بازاری و تماشائی سواری کا تزک و احتشام دیکھکر خوش ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ
سواری شہزادی دریابار بی بی شہزادہ خداداد کی ہے آپس مین سب اظہار مسرت کرکے کہتے تھے
کہ اب شہزادہ خداداد کا پتہ مل جائے گا ماں باپ کا دل بیقرار جو مثل سیماب مضطرب تھا تسکین و آرام پائے گا
الغرض جب سواری ایوان کر و فر دولت شاہی پر پہونچی شہزادی دریابار نے دیکھا کہ خود ظل سبحانی
استقبال کے لیے تشریف فرما ہین فوراً سواری سے اُترکے قدمبوس ہوئی بادشاہ اُسکا ہاتھ
پکڑے ہوے ملکہ پیروز کے پاس لے گئے پھر تینون شخص گلے مل کر خوب روئے یہانتک کہ ہچکیان
بندھ گئین جب ذرا اشکباری سے مہلت ہوئی شہزادی نے بادشاہ سے عرض کیا حضور مین
امیدوار ہون کہ جنھون نے بیقصور میرے شوہر کو سنگدلی سے مارا ہے اُنسے خون ناحق کا
عوض لیا جائے بادشاہ نے نہایت شفقت سے کہا بی بی تم خاطر جمع رکھو مین خداداد کے خون کی پاداش

مین اُن سب نابکارون کو قتل کرونگا۔

پھر بادشاہ نے کہا اگرچہ مین نے لاش اپنے پیارے فرزند خداداد کی نہین پائی ہی مگر بیادگار اُسکی بزرگی و احترام کے ایک مقبرہ عالیشان اُسکا بنوانا ضرور ہی پس وزیر اعظم کو بُلا کے حکم دیا کہ وسط شہر مین جلد ایک عمارت عالیشان سنگ مرمر کی مقبرے کے طرز پر تعمیر کی جائے اور اُسکے اندر تصویر شہزادہ خداداد کی تراشواکر نصب کیجائے حکم کی دیر تھی چند روز مین مقبرہ بنکر تیار ہو گیا۔

تصویر خداداد کے مقبرے کی اور سوارون اور فقیرون اور بادشاہ وغیرہ کا گریہ و ماتم کرنا

بادشاہ نے ایک دن اُسکی مجلس عزا و قران خوانی کا مقرر کیا جب وہ تاریخ آئی تمام لوگ شہر کے وضیع و شریف مجلس ماتم دیکھنے کو مجتمع ہوے بادشاہ بھی مع وزرا و امرا و ارکان دولت کے اُس مقبرہ مین گیا اور سیاہ ساٹن کے فرش پر جو وہان بچھا ہوا تھا بیٹھا تھوڑا عرصہ نہ گذرنے پایا تھا کہ ایک رسالہ سوارون کا سر جھکائے ہوے آنکھین کچھ کھلی کچھ بند وہان پہونچا وہ سوار دوبار گرد مقبرہ کے طواف کرکے تیسری بار سامنے اُسکے کھڑے ہوے اور شور و غل کرکے کہنے لگے اے فرزند بادشاہ کے اگر ہمارے زور شمشیر اور قوت بازو سے تمھاری رہائی ممکن ہو تو ہم بجان و دل اُسمین حاضر ہین لیکن حکم الٰہی اگر اور طرح پر ہی تو قضا و قدر سے ہم مجبور ہین یہ کہکے وہ سوار جدھر سے آئے تھے اُسی طرف کو واپس چلے گئے۔

اُسکے بعد سوم درپیر غار نشین گوشہ گزین جنھون نے تمام عمر اپنی تجرید و ریاضت مین بسر کی اور کبھی
آدمیون کی صورت نہین دیکھی تھی آئے اُنمین سے ایک بزرگ نورانی شکل ایک بڑی بھاری کتاب سر پر
رکھے ہوے سب کے آگے تھا وہ سب تین بار مقبرے کا طواف کرکے شارع عام پر کھڑے ہوے اور
ایک نے بآواز بلند کہا ای شہزادے اگر ہماری دعا و مناجات سے تمہاری مخلصی ہو اور جان بچے تو ہم بجان
و دل حاضر ہین یہ کہکے وہ بھی چلے گئے -

پھر پچاس عورتین نہایت حسین و جمیل زہرہ تمثال پری جمال سفید ٹانگنون پر چڑھکے ساز و یراق سب
جواہر نگار تھے سرون پر اپنے طبق جواہرات کے لیے ہوے اُسی طرح گرد مقبرے کے پھرین اور بعد ازان
مقبرے کے دروازے پر کھڑی ہوئین اور ایک نے اُنمین سے جو فی الجملہ خوردسال تھی بآواز بلند کہنا شروع
کیا ای شہزادے اگر ہمارا حسن و جمال تمہارے کام آئے تو ہم حاضر ہین اور ہم سب تمہاری کنیزین ہین مگر
تم جانتے ہو کہ اس جگہ حسن و جمال کچھ کام نہین آتا یہ کہکے نالہ و شیون کرتی وہ بھی چلی گئین بعد اُنکے
جانے کے بادشاہ مع اپنے ہمراہیون کے تصویر کے گرد تین مرتبہ پھرا اور اُسکے سامنے کھڑا ہوکر کہنے لگا
ای میرے فرزند تیرے فراق مین میری آنکھون کا نور جاتا رہا اپنے دیدار سے اُنھین روشن کر تجھے میرے
حال زار پر رحم نہ آیا اور یہ اشعار زبان پر لایا ؎

بڑھ گیا درد جگر فرقت کے سامان دیکھکر — کیا کروگے حالت قلب پریشان دیکھکر
تجکو او ظالم نہ آیا رحم وقت نزع بھی — غیر روتے ہین مرا حال پریشان دیکھکر
آتے ہی فصل خزان کے رنگ بدلا باغ نے — عندلیبین اڑ گئین اُجڑا گلستان دیکھکر
آ گئی شمشیر قاتل مین بھی خوش آبی بہت — قتل گہ مین زخمہاے دل کے ارمان دیکھکر
آبلے دل کے مچل جاتے ہین لڑکون کیطرح — دامن کہسار مین خار مغیلان دیکھکر

اس قسم کی دلخراش باتین کرکے خوب رویا کہ آنسوؤن کی لڑیان بندھ گئین اور ہمراہیون نے
بھی شور نوحہ و ماتم برپا کیا -

جب خوب نالہ و بکا کر چکے بادشاہ اپنے ارکان دولت کے ہمراہ محل کو گیا دروازہ مقبرے کا
بند ہوا ہفتہ مین ایک دن بادشاہ مع ارکان دولت کے جاتا اور مجلس ماتم بپا کرتا چندے یہی ورد
رہا پھر اُسنے وزیر کو شہزادہ خداداد کا قصاص لینے کے لیے حکم دیا کہ سب شہزادون کو زندان خانہ سے
نکالکے قتل کرے جب یہ خبر اہل شہر کو معلوم ہوئی اور سب سامان اُنکے قتل کا تیار ہوا اتفاقاً اُسی
روز خبر پہونچی کہ ایک غنیم جسکو اس بادشاہ نے سابق مین ہزیمت دی تھی اب وہ فوج بیشمار لیکے چڑھ آیا

اور قریب شہر آگیا ہی بادشاہ اس خبر وحشت اثر کو سنکے نہایت گھبرایا اور سب ارکان دولت بھی مضطر و پریشان ہو کر کہنے لگے افسوس اگر شہزادہ خداداد زندہ ہوتا تو اس غنیم کی کیا طاقت تھی دم بھر مین مار کے بھگا دیتا بہر کیف بادشاہ ہیرن بھی اپنی فوج لے کے شہر سے باہر نکلا اور تیاری بھاگ جانے کی بھی کر رکھی تھی کہ اگر غنیم غالب آیا تو دریا کی راہ سے کسی اور ملک کو نکل جاؤنگا القصہ جب دونون لشکر مقابل ہوے اور نائرہ جدال وقتال مشتعل ہوا دونون جانب کی فوجین میدان کارزار مین آکر ٹھہرین تلوارین چلنے لگین اپنے اپنے ہتھیار تیر و کمان و خنجر و سپر لے کر سب دوڑ پڑے جنگی باجا بجنے لگا رعد توپ و تفنگ بلند ہوئی ہنگامہ شور و غل بپا ہوا

کوئی آنکھین ملتا فقط لے سپر | کوئی رکھے جاے کمان دوش پر
کوئی تیر ترکش مین رکھکر چلا | کوئی بے حیا تیر بر دوش تھا
کوئی خالی مڑھ لے کے تلوار کے | چلے کہتے ہان مارے [illegible] لے
لیے ہاتھ مین کوئی خالی رفل | کسی نے چڑھایا نہ برچھے پہ پھل
کوئی ہاتھ مین لے کے خالی تفنگ | چلا بد حواسی مین تا سوے جنگ
وہین سے چڑھاے ہوے پائے پر | کئی آگئے جیسے تھے بے خطر
ہزارون جو تھے منچلے ہوشیار | وہ خیمون سے اپنے نکلے [illegible]
لیے رزم و پیکار آمادہ ہو | سنبھالے ہوے ڈھال تلوار کر
ہوا عرصہ حشر میدان جنگ | لڑائی کی جی مین تھی سب کی امنگ
لگی چلنے باہم جو تیغ دو دم | ہزارون لگے قتل ہونے بہم
گھسیٹے ہوے تیغ سب میان سے | لڑائی پہ طیار آمادہ تھے
ہزارون کے نیزے تھے سینون کے پار | گرے تیر کھا کر ہزارون سوار
ہزارون کے تھے سر پڑے دھڑ نہ تھے | ہزارون کے دھڑ پر سے سر اڑ گئے
کسی کے تھے پانون کی کوچین کٹین | کسی کی کٹی پنڈلیان دونون تھین
تھا جسکے لگا ہاتھ یا لٹ کا تھا | وہین وہ تڑپتا تھا لنگڑا پڑا
ہزارون پڑے تھے کلیجے نکل | پھٹے سر تھے اور آئے بھیجے نکل
اسیر کمند بلا تھا کوئی | پڑا خاک پر لوٹتا تھا کوئی

دفعۃً غنیم نے بادشاہی فوج کا محاصرہ کر لیا چاہتا تھا کہ سب کو بادشاہ سمیت قتل کرے ناگاہ

ایک تتق گرد کا بلند ہوا جب ہوا کے طمانچہ سے دامن گرد شگافتہ ہوا تو ایک فوج سواروں اور
بہادروں کی نعرہ کرتی ہوئی نمود ہوئی ع

اگر برکشم نعرہ بر فوج کین	فتد لرزہ بر آسمان و زمین
ز تیغم بمیدان جنگ آوران	بہر سو شود الاماں الاماں

دونون بادشاہ اُس فوج کو کہ نہایت چست وچالاک دریاے آہن مین غرق تھی دیکھکر بہت
متعجب ہوے کہ یہ کمک کہان سے آئی جب وہ لشکر قریب پہونچا یکبارگی دشمن کی فوج پر حملہ آور
ہوا اور طرفۃ العین مین اُسکو ہزیمت دی اور تعاقب کر کے لشکر مخالف کے کسی متنفس کو زندہ نہ چھوڑا
بادشاہ ہیرن یہ جنگ رستمانہ دیکھکر نہایت متحیر ہوا اور شکر خدا بجا لایا اپنے ملازمون سے حکم دیا کہ
اس فوج کے سردار کا نام دریافت کرو کہ یہ کون ہی اور کہان سے آیا ہی جب دشمن کی فوج قتل وقمع
ہو چکی اور بقیۃ السیف اپنی جان لیکر ادھر اُدھر متفرق ہو گئے تب سردار اُس فوج کا غنیم سے
خاطر جمع کر کے بادشاہ ہیرن کی ملاقات کے لیے آیا جب دونون قریب آئے بادشاہ ہیرن نے
بتقاضاے جوش خون اُسے پہچان لیا کہ یہ میرا بیٹا خداداد ہی بادشاہ اس درجہ خورم وشاد ہوا کہ
اُسکا بیان زبان قلم سے دشوار ہی اسواسطے کہ دو طرح کی مسرت حاصل ہوئی ایک تو دشمن پر مظفر و
منصور ہوا دوسرے خداداد کو صحیح وسالم پایا۔

خداداد نے عرض کیا خداوند جسکو آپ نے سُنا تھا مارا گیا وہ مین ہون خدا نے آج کے دن کے
واسطے مجھے زندہ رکھا تاکہ آپ کی خدمت بجا لاؤن اور آپکے دشمن کو تہ تیغ کرون بادشاہ نے کہا اے
میرے پیارے فرزند مین تجھ سے مایوس تھا اور تیرے ملنے کی امید ساقط ہو گئی تھی خدا نے تجھے پھر زندہ
وسلامت دکھایا مجھپر رحم فرمایا۔

غرض کہ دونون باپ بیٹے گھوڑون سے اُتر کے گلے ملے خوب روئے پھر اُسکا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ مجھے تیری
ہمت وجرات کا حال پہلے ہی خوب معلوم ہو چکا تھا خصوصاً چھڑانا اپنے کمبخت بھائیون کا جنّی مردم خوار
سے اور حال بدسلوکی کا جو وہ ناسپاس تمھارے ساتھ عمل مین لائے مین اچھی طرح جانتا تھا خیر اب
تم اپنی ماں کے پاس چلو کہ اُس ستم رسیدہ کا تمھارے فراق مین عجیب حال ہی تمھارے غم جدائی مین
روتے روتے اسقدر نحیف وزار ہو گئی ہی اپنی زندگی سے بیزار ہو گئی ہی کہ فقط پوست و استخوان
باقی رہ گیا ہی اب تمھارے دیدار سے اُسمین جان تازہ آوے گی زندگی کا لطف اُٹھائے گی اور خبر فتح
کی تمھارے ہاتھ لگنے سے زیادہ تر خوش ہوگی۔

اثناے راہ مین خداداد نے بادشاہ سے عرض کیا قبلہ عالم آپ کو احوال قلعہ حبشی مردم خوار کا اور چھڑانا شہزادون کا اُسکے پنجۂ ظلم وستم سے کیونکر معلوم ہوا شاید میرے کسی بھائی نے سمع اقدس مین گزارش کیا ہو بادشاہ نے کہا نہین اُن نااہلون سے مجھے نہین ظاہر ہوا بلکہ شہزادی دریابار نے کل کیفیت میرے سامنے بیان کی وہ بہت دنون سے ہمارے پاس رہتی ہی اور تمھارے بھائیون سے قصاص خون لینے کو کہتی ہی شہزادۂ خداداد اس مژدۂ روح افزا کو سُنکے کہ شہزادی دریابار بھی یہین ہی بہت مسرور ہوا اور کہا پہلے اپنی مادر مہربان کی قدمبوسی سے مستفیض ہوکر شہزادی دریابار سے ملونگا۔

بادشاہ ہیرن نے اپنے غنیم کا سرتن سے جدا کراکے تمام شہر مین تشہیر کرایا تاکہ اہل شہر کو دوچند خوشی ہو ایک تو غنیم کے قتل کی دوسرے خداداد کا زندہ شہر مین پہونچنا غرض کہ گھر گھر ناچ رنگ کے جلسے اور دعوتین ہونے لگین دور بادۂ گلگون سے ہر شخص تر دماغ ہوا سارا شہر اس خوشی مین باغ باغ ہوا رعایا برایا بازاری ہفت ہزاری سب اس مسرت مین محو عیش وطرب ہوے شاہد مراد سے ہم کنار سب ہوے۔

ملکہ پیروزا ور شہزادی دریابار نے بادشاہ کے حضور مین مبارکباد فتح عرض کی پھر وہ دونون خداداد سے ملاقی ہوکر کمال خوش ہوئین اور ہر ایک گلے مل کر خوب روئے بعد ازان چارون شخص دیر تک ایک جگہ بیٹھکر ادھر اُدھر کا تذکور کرتے رہے یہان تک کہ بادشاہ اور اُن دونون بی بیون کو کمال استعجاب ہوا کہ خداداد باوجود زخمون سے چور ہونے کے اُس جنگل بیابان مین کیونکر زندہ رہا آخر شہزادہ سے دریافت کیا خداداد نے عرض کیا خداوند صبح کو ایک دہقان شتر سوار کا گذر خیمہ کی طرف ہوا اور مجھے زخمون مین خون آلودہ پڑا ہوا دیکھکر اونٹ پر سوار کرکے اپنے گھر لے گیا اور جنگل کی بوٹیان پیس کر میرے زخمون پر رکھین اُنکی تاثیر سے بہت جلد زخم بھر آئے تب مین اُس دہقان کا شکر بجا لایا اور رخصت ہوکر شہر ہیرن کا عازم ہوا اثناے راہ مین غنیم کی فوج دیکھی کہ واسطے تسخیر شہر ہیرن کے جوق جوق چلی جاتی ہی مین نے اپنے تئین اطراف وجوانب کے لوگون اور گانون قصبات کے باشندون پر ظاہر کیا اور اُنسے اعانت طلب کی اور ایک جم غفیر خلائق کا جمع کرکے اپنے تئین اُنکا سردار مقرر کیا اور سب کو لیے ہوے بہ تعجیل تمام آکر عین وقت پر پہونچ کر دشمن سے مقابلہ کیا اور حضور کے اقبال سے اُسکو شکست دے کر مظفر ومنصور سعادت قدمبوسی حاصل کی ؎ چہ خوش بود
کہ برآید بیک کرشمہ دو کار ✣

بادشاہ شکر خدا بجا لایا اور غربا اور مساکین کو علی قدر حال انعام تقسیم فرمایا کل حاضرین آداب

بجا لائے اور یہ اشعار بطور مبارکباد زبان پر لائے ؎

آئی چلی کیا نسیم بہاری	جو ہر غنچۂ دل شگفتہ ہوا آج
چمن ہین ہرے اور چہکتے ہین بلبل	جو گلشن تھا پژمردہ تازہ ہوا آج
زر اشرفی کا چلن اس قدر ہی	گل یاسمن تک سنہرا ہوا آج
ملا خلعت فاخرہ ہر شجر کو	جسے دیکھیے ہی وہ کھلا ہوا آج
سبب مجھپہ کھلتا نہین کچھ ابھی تک	یہ سامان کیا بار آلہا ہوا آج
یکایک دیا مژدہ یہ خرمی نے	تو پژمردہ کیون یون ہی بیٹھا ہوا آج
چل اُٹھ جلد دربار جا نذر لے کر	کہ اسباب عشرت مہیا ہوا آج
مبارک سلامت کا غل ہر طرف ہی	جو مقصود ہی تیرے دل کا ہوا آج
اسی کے تو مین قدم کا ہی باعث	جو رنگ زمانہ ہی بدلا ہوا آج

اسکے بعد بادشاہ نے کہا کہ مین اُن سب شہزادون کو حکم قتل دیتا ہون جو تیرے ساتھ ایسی بدسلوکی سے پیش آئے۔

خداداد نے عرض کیا اگرچہ وہ سب بداندیش سزاوار ایسی ہی سزا کے ہین لیکن آپ کے فرزند جگر بند ہین مین نے اُنکا گناہ معاف کیا امیدوار ہون کہ حضور بھی اُنکو عفو فرما کر جان بخشی عنایت کرین ؎ درعفو لذتیست کہ در انتقام نیست ✤

بادشاہ نے خداداد کے اصرار سے اُن سب شہزادون کا قصور معاف کیا رہائی کا حکم دیا۔ پھر سب ارکین سلطنت کو دربار مین جمع کر کے خداداد کو اپنا ولی عہد و جانشین مقرر کیا خلعت ولیعہدی مرحمت فرمایا اور سب شہزادون کو اپنے سامنے قید خانہ سے طلب کیا وہ سب اسی حالت سے حاضر ہوئے شہزادہ خداداد نے سب کی زنجیرین اور بیڑیان اپنے ہاتھ سے کاٹین ایک ایک سے بغل گیر ہوا اور محبت و اخلاق پیش آیا جیسا کہ قلعہ مین حبشی مردم خوار کے بہ رفق و مدارا پیش آیا تھا اُس سے بڑھکر پیار و اخلاص سے ملا خلق نے اس حسن سلوک پر جو خداداد کی جانب سے ایسے نامہربان بھائیون کی نسبت ظہور مین آیا ہزارون تحسین و آفرین کی اس محبت و اتحاد کی داد ملی ؎ آفرین باد برین ہمت مردانہ تو ✤ —

پھر بادشاہ نے اُس جراح کو طلب کیا جس نے شہزادی دریابار کی خدمت مین حاضر رہ کر اتنا بڑا کار نمایان کیا کہ حضور شاہی تک رسائی ہوئی اُسکو خلعت بیش بہا اور مال و زر بے انتہا سے

مالامال کر دیا دامن آرزو زر و جواہر سے بھر دیا پھر سب آپس مین ہنسی خوشی رہنے سہنے لگے خدا نے انکو بڑی بڑی مصیبتون سے بچایا صدہا زحمتین سہکر یہ دن دیکھنے مین آیا ؎

جس طرح اُنھین بہم ملایا　　بچھڑے ہوئے سب ملین خدایا

الہ دین و عجیب و غریب چراغ کا افسانہ حیرت خیز عبرت انگیز

ذرا ہان ساقیا بیہوش رکھنا　　لب ہر رند کو خاموش رکھنا
کہ اب لکھتا ہون قصہ ایک نادر　　مے گلگون کا دے تو جام بھر کر
قلم دکھلائے اپنا خوب ہی زور　　طبیعت مین مزہ آجائے کچھ اور
نہ لے کوئی صراحی آج ہچکی　　لب شیشہ پہ ہو مہر خموشی
گرفتہ ہو بط مے کی بھی آواز　　رہے خندہ سے ساغر کا دہن باز
صدائے قلقل مینا بھی ہو پست　　مے غفلت سے ہو ہر رند بدمست
نہ پیدا ہو دف و بربط سے آہنگ　　رہین خاموش مطرب کے نے و چنگ
رہین خاموش سب جام و صراحی　　ہو سرمہ در گلو ہر اک مغنی
کمند بیخودی کو مین لگا کر　　چڑھونگا بام مے خانہ پہ آ کر
بیا ای رند بزم نیک فرجام　　تبوشش از بادۂ نیرنگ یک جام

ملشیان سحر بیان نے گلزار داستان گوئی مین یون نواسنجی اور نغمہ طرازی کی ہے بلسان عندلیب شیوا زبان اہل طرح چہچہ پردازی کی ہے کہ ایک شہر لطافت بہر مضافات چین مین مصطفےٰ نام ایک درزی رہتا تھا پیشہ خیاطی سے اپنی بسر اوقات کیا کرتا تھا عسرت کی وجہ سے اُس پیشہ مین اُسکی اور اہل و عیال کی بمشکل گذران ہوتی تھی فارغ البالی سے کبھی ہم کنار نہ تھے تنا ہر عشرت سے دوچار نہ تھے اسکا بیٹا الہ دین نام نہایت مجہول اور کھلنڈرا تھا سوائے لہو و لعب کے دوسرا شغل نہ تھا حمیت و غیرت کا بالکل اس نا اہل کے مزاج مین دخل نہ تھا ماں باپ کی ڈانٹ ڈپٹ کو کچھ خیال مین نہ لاتا تھا صبح ہوئی گھر سے چل دیا تمام دن محلہ کے لونڈون مین کھیلتا رہا شام کو گھر مین آکر پڑ رہا بالکل فضولی و آوارگی مین اپنی عمر طفولیت ضائع کرتا تھا جب بڑا ہوا اور سن تمیز کو پہونچا باپ نے اُسکے ہرچند سعی و کوشش کی کہ کوئی ہنر اور کسب سیکھے یا اپنے آبائی پیشے کے حاصل کرنے مین جی لگائے مگر کچھ سود مند نہ ہوئی ؎

کسب کمال کن کہ عزیز جہان شوی — کس بے کمال ہیچ نیرزد عزیز من

آخر بزجر و توبیخ اُسکو اپنے ساتھ دوکان پر لے جاتا اور سینا سکھاتا مگر نہ وہ پیار سے نہ مار پیٹ کے خوف سے کام مین جی لگاتا اور ہمیشہ باپ کو اپنی نالائق حرکات سکنات سے ناراض رکھتا جب اُسکا باپ کسی ضرورت سے کہین دوکان سے چلا جاتا وہ اسنراُبھی فوراً چل دیتا اور شام تک در بدر پھرتا رہتا ہر چند کہ ان حرکتون پر چار چوٹ کی مار پڑتی مگر اُس نااہل کے کان پر جون بھی نہ رینگتی ع تربیت نااہل را چون گردگان برگنبد است۔

غرض کہ الہ دین نے کوئی کام نہ سیکھا محض نالائق ہی رہا اسکا باپ مصطفی کہ مرد غیرت دار تھا ہمیشہ اسی رنج مین گھلا جاتا تھا کہ یہ کمبخت ناشدنی بعد میرے کیونکر اپنی اوقات بسر کرے گا آخر اسی کوفت مین بیمار پڑا اور چند روز علیل رہ کر جامۂ حیات مستعار کو قطع کر کے خیاط اجل کے حوالے کیا اور خود جان بحق تسلیم ہوا سب چھوڑ چھاڑ کر منزل عدم کا رستہ لیا۔

مصطفی کی بی بی نے اس رنج و الم مین اپنی حالت تباہ کی مگر ضبط بالقضا ناگزیر مین کیا چارہ زندگی پر کسی کا اجارہ نہین موت سے ہر ذی حیات کو چارہ نہین دم مارنے کا یارا نہین سنگ صبر چھاتی پر رکھکے مصروف کاروبار ہوئی جب فاتحہ و درود سے فارغ وہ سوگوار ہوئی تو اُسنے اپنے نکھٹو بیٹے الہ دین کی طرف خیال کیا کہ دوکان اس نالائق سے سنبھل نہ سکے گی ناچار بند کر دی اور سب سامان بیچ کر روئی کاتنا شروع کی چنانچہ وہ بیوہ سوت کات کر بازار مین لیجاتی اور بیچ کر اُسی سے قوت لایموت کرتی بہت ہی تکلیف و عسرت سے بسر ہوتی تھی شام مصیبت سحر ہوتی تھی الہ دین کی مان اگر اُس سے کسی کام کو کہتی تو وہ اُسکو عورت سمجھکر ڈراتا دھمکاتا ہمیشہ بدمزاجی سے پیش آتا شوخی اور حرامزدگی سے اُس ضعیفہ کا دل دکھاتا تھا اپنی بیہودگی سے کسی طرح باز نہ آتا تھا کمینے اور پاجیون سے صحبت رکھتا انفار و ارذال مین اپنی اوقات عزیز رایگان کرتا یہانتک کہ چودہ برس کی عمر اُسکی ہوئی مگر تب بھی عقل و شعور سے بے بہرہ فکر معاش سے غافل رہا لوندا اور بازاری لوگون کی صحبت مین شامل رہا صحبت بد کے اثر نے اسکو بالکل کاہل و سست بنا دیا بے حیائی کا جامہ پنہا دیا۔

ایک روز الہ دین اپنے حسب معمول محلہ کے لڑکون مین کھیل رہا تھا کہ ایک اجنبی شخص راہ گیر نے اُسے دیکھا یہ شخص جادوگری کے فن مین کامل تھا سحر ساحری مین سامری کا یادگار بڑا ساحر غدار تھا اس وجہ سے لوگ اسکو ساحر افریقی کہتے تھے یہ جادوگر افریقہ کا باشندہ تھا دو روز ہوئے تھے

کہ اس شہر چین مین اقصاے عالم کی سیر کرتا ہوا وارد ہوا اسکو علم رمل و قیافہ شناسی مین بھی مہارت کامل تھی اُسنے الہ دین کی صورت دیکھتے ہی تاڑ لیا کہ یہ لڑکا میرے اُس کام کا ہی جسکی تلاش مین مین ملک بملک شہر بشہر سر گردان پھرتا ہون آوارہ وطن ہو کر کوچہ گردی اختیار کی ہی شاید مقصود کی تلاش مین بڑی مصیبت اُٹھائی ہی جب یہ شکل دیکھنے مین آئی ہی ع

چھان ڈالی ہم نے جہان گذران کی گذرن	سارے بازار مین ایک یہی دوکان اچھا ہی

اُس ساحر نے لوگون سے اسکی سب حقیقت ماں باپ کا نام اسکا پیشہ و کام تحقیق کر لیا کسی دن ٹال کے تنہا جو الہ دین کو پایا کہا اے لڑکے تو مصطفے درزی کا بیٹا ہی اُسنے کہا ہان اُسکا فرزند ہون پھر پوچھا وہ کہان رہتا ہی الہ دین بولا بہت دن گذرے وہ قضا کر گئے دنیا سے گذر گئے یہ سنکے اُسکے گلے سے لگا یا چلا چلا کر رونے لگا بیقراری سے جی کھونے لگا لوگ جمع ہو گئے حال پوچھنے لگے وہ بولا صاحبو مصطفے میرا بڑا بھائی تھا مدت دراز سے مین اُنسے جدا ہو کے اور ملکون مین اپنا روزگار کرتا رہا اب اُسکے دیکھنے کو اس شہر مین آیا قسمت نے یہ رنج و الم دکھایا ایسے غمخوار کو مجھسے چھڑایا اب خدا اُسکے فرزند کو زندہ و سلامت رکھے یہ اُسکی نشانی ہی سر سے پانون تک اُسی کا نقشہ ہی یہی میرا باعث زندگانی ہی ع

دی داد اے خدا دل حسرت پرست کی	ہان کچھ نہ کچھ تلافی مات چاہیے

جب خوب رو چکا اشک حسرت سے گریبان و دامن بھگو چکا یہان تک رو دیا کہ ہوش و حواس بجا نہ رہے ناچار یہ اشعار زبان پر آئے ع

خاک مین تیری محبت نے ملایا مجکو	خاک مین تیری ہی الفت نے ملایا مجکو
خاک مین تیری ہی شفقت نے ملایا مجکو	خاک مین تیری ہی صحبت نے ملایا مجکو

غرض بہت سے پیسے نکالکے الہ دین کو دیے کہا بیٹا یہ لو اور جو جی چاہے کھاؤ پیو اور یہ بتاؤ تمھاری مان کہان رہتی ہی اُس سے میرا سلام کہنا اور پیام دینا کہ تم میری بڑی بھاوج مان کی جگہہ ہو کل اگر فرصت پاؤنگا تمھاری قدمبوسی کو ضرور آؤنگا کچھ تو تسلی دل غمگین کی ہوگی تسکین خاطر حزین کی ہوگی یہ کہکے وہ ساحر ایک طرف کو راہی ہوا۔

الہ دین اپنی مان کے پاس گیا پوچھا مان کوئی میرا چچا ہی عزیزون مین بجا ہی اُسنے جواب دیا میرے دانست مین تو کوئی نہین نہ تیرے باپ نے کبھی کسی کا تذکرہ کیا اُسنے اُس شخص کا ماجرا اپنا پیار کرنا پیسے دینا سب قصہ مان سے بیان کیا وہ سنکے چپ ہو رہی۔

دوسرے دن وہ ساحر افریقی پھر آیا الہ دین کو لڑکون مین کھیلتا ہوا پایا اُسکو گلے لگایا پیار کیا اور

دو اشرفیان اُسکے ہاتھ مین دین کہا اپنی مان کو دینا شام کو بہرکیف مین آؤنگا کھانا بھی وہین کھاؤنگا
الہ دین نے وہ اشرفیان لاکر مان کو دین کہا آج چچا جان ضرور آئینگے بلکہ کھانا یہین کھائینگے وہ ضعیفہ
اشرفیان دیکھکے بہت خوش ہوئی تمام سن مین اشرفی کی صورت سے بھی واقف نہ تھی نہ کہ پانا خود بخود
ہاتھ آجانا فرط مسرت سے پھولی نہ سمائی ایک اشرفی بھنا کے سب طرح کے کھانے لذیذ پکائے دن
تمام ہوا رات کا ہنگام ہوا۔

جب قرص خورشید نے تنور مغرب مین جگہ پائی اور گردۂ قمر نے بساط فلک پر دسترخوان انجم بچھا کے
زینت مہمانی دکھائی وہ ساحر بھی آپہونچا کچھ میوہ تر و خشک اور دو شیشے شراب ناب کے اپنے ہمراہ
لایا چہرہ و شکل اپنا نہایت رنجیدہ بنایا۔

تصویر ساحر افریقی کی الہ دین کے ہمراہ گھر پر آنے کی اور الہ دین کی مان سے باتین کرنے کی

یہ سب سامان الہ دین کو دے کے اُسکی مان کو مؤدب سلام کیا اور مصطفٰے کا نام لے کے رونے لگا وہ بیچاری
مصیبت کی ماری بھی بین کرکے رونے لگی جب خوب سا دونون رو چکے ہاتھ مُنھ افریقی کا دُھلایا باہم
بیٹھ کے کھانا کھایا جب کھانے سے فارغ ہو چکے افریقی نے الہ دین کی مان سے باتین کرنی شروع کین
کہ بھابھی صاحب تم کو اس امر سے وحشت نہ ہو کہ تم نے مجکو آگے نہین دیکھا اس وجہ سے کہ پورے

چالیس برس گذرے کہ مین نے اس شہر کو جو میرا مولد اور موطن تھا چھوڑا اور اس مدت مین پہلے مین نے اپنے ہندوستان کا سفر کیا بعد اُسکے فارس چلا گیا ایک عرصہ تک وہان بود و باش اختیار کی پھر عرب اور مصر مین گیا اور بعد سیر و سفر ان ملکون کے عجائب و غرائب دیکھتا ہوا افریقہ پہونچا وہان کے لوگون کو خوش وضع دیکھکر وہین سکونت پذیر ہوا مگر باوصف اس قدر سیر و سیاحت کے اپنے شہر کو جو خاص میرا مولد و مسکن تھا نہین بھولا اور نہ اپنے عزیزون اور دوستون کو فراموش کیا خصوصاً اپنے بڑے بھائی کی یاد مین ہمیشہ رویا کرتا تھا یہ تمنا تھی کہ پھر جاکر اُنکی قدم بوسی حاصل کرون افتخار پاؤن اور اُنکے دیدار فائض الانوار سے دیدۂ دل کو منور کرون مگر ؎

من درچہ خیالیم و فلک درچہ خیال	کارے کہ خدا کند فلک را چہ مجال
کس لیے آئے تھے ہم کیا کر چلے	تہمتے چند اپنے ذمے دھر چلے

اسی اشتیاق مین ایسا سفر دور دراز طے کرکے آیا مگر اُنکی خبر وفات سُنکے عجب صدمہ ہوا کہ بیان سے باہر ہے زبان قلم و دو زبان قاصر ہے سب حسرتین خاک مین مل گئین دل کی آرزو دل ہی مین رہی حسرت دیدار پوری نہوئی یہ کہکر شعر پڑھا ؎

دل کی دل ہی مین رہی بات نہونے پائی	حیف ہے اُس سے ملاقات نہونے پائی

مگر فی الجملہ الہ دین کے دیکھنے سے کچھ اطمینان کی صورت نظر آئی دلی مراد بر آئی کہ میرے بھائی مرحوم و مغفور کا پسر ہے نور نظر لخت جگر ہے میرا بھتیجا ہے آنکھون کا تارا ہے موئی مٹی کی نشانی ثمر شجرۂ زندگانی ہے برادر مرحوم کا یادگار یہ نوبا وہ گلشن کامرانی ہے صورت و شباہت مین بالکل اپنے باپ کا نظیر ہے آثار و علامات مین گویا اُنھین کی تصویر ہے یہی سبب ہے کہ مین نے بنگاہ اولین اسکو پہچان لیا کہ ہو بہو یہ میرے بڑے بھائی کا بیٹا ہے اگرچہ بہت سے مجمع اطفال مین کھیل رہا تھا مگر ایک تو خون کا جوش دوسرے شکل و شمائل کی مشابہت فوراً مین نے دوڑکر گلے سے لگا لیا اور دل مضطرب کو جو سینہ مین مرغ نیم بسمل کی طرح طپان تھا تسلی دے کر سمجھایا کہ خیر بھائی صاحب تو دنیا سے سدھارے اب بھتیجے ہی کو بجائے اُنکے سمجھو اسکو دیکھا گویا اُنھین دیکھا اسی طرح ہے دنیا کا لیکھا جب افریقی سمجھا کہ بہت داستان غم کہنا اچھا نہین ہے الہ دین کی مان مغموم ہو رہی ہے اس تذکرے سے اور بھی منغص ہوگی اس وجہ سے اُسنے وہ مذکور موقوف کرکے اور ہی مطلب شروع کیا اور الہ دین کی طرف متوجہ ہوکر پوچھا میان تم کیا کام کرتے ہو کونسا ہنر و پیشہ تم کو حاصل ہے کونسی صنعت مین دستگاہ کامل ہے۔

الہ دین شرمندہ ہوکر چپ ہو رہا خجالت سے کچھ جواب نہ دے سکا اُسکی مان نے کہا بھیا یہ لڑکا نہایت

مجہول وکاہل ہی کسی فن مین دستگاہ نہین حاصل ہی اسکے باپ نے اپنی زندگی مین بہت کچھ تدبیر کی کہ اسے اپنا پیشہ سکھائے راہ راست پر لائے لیکن اُسکی سعی وکوشش کچھ کارگر نہوئی اُسنے اپنی اوقات عزیز رائگان کھوئی سے عمر سب مفت مین کھو یا کیئے نادان رہے ؎ کسی ہنر یا پیشہ کی تعلیم مین متوجہ نہوا لڑکون مین دن بہر کھیلتا رہا تم نے بھی بچشم خود دیکھا اب تم اسکے باپ کی جگہہ ہو پند ونصیحت سے اسکو راہ پر لاؤ کہو سُنو سمجھاؤ کہ اپنی راہ لگے لہو ولعب چھوڑ دے تم ایسے شفیق کا کہنا البتہ اثر پذیر ہوگا اپنے آبائی پیشے مین یا اور کسی ہنر کی تعلیم مین دل لگائے گا کہ وقت رفتہ پھر ہاتھ نہ آئے گا۔

اور یہ بھی وہ خوب جانتا ہی کہ باپ اسکا کچھ نقد وجنس چھوڑکر نہین مرا کہ جس سے ہم بسر اوقات کرتے دن بھر مین چرخا کاتتی ہون جسپر بھی بڑی دشواری سے روٹی میسر ہوتی ہی بارہا مین نے چاہا کہ اسے گھر سے نکال دون تاکہ وہ مضطر ہوکے تلاش معاش کی فکر کرے مگر درد فرزندی سے یہ بھی گوارا نہوا یہ کہکے وہ دُکھیا پھر رونے لگی اور دل مین کہنے لگی ؎

مجھسے اب کچھ کہا نہین جاتا　　ہائے چُپ بھی رہا نہین جاتا

افریقی نے کہا بیٹا الہ دین کیا یہ باتین سچ ہین جو تمھاری مان کہہ رہی ہین بیٹا بڑے افسوس کی بات ہی اور نہایت شرم وغیرت کا مقام ہی کہ ایسے باپ کے تم بیٹے اور یون بیدست وپا ہوکے بیٹھے تمکو لازم ہی کہ محنت ومشقت کرو جہالت چھوڑو ؎

سرانجام جاہل جہنم بود　　کہ جاہل نکو عاقبت کم بود
زجاہل حذر کردن اولے بود　　کز وننگ دنیا وعقبے بود

اگر پیشہ خیاطی پسند نہو تو اور کوئی ہنر یاد کرو اگر کسی سودمند اور عمدہ تجارت کو جی چاہتا ہو تو صاف مجھسے بیان کرو جھوٹ نہ بولو کہ ؎

دروغ آدمی را کند بے وقار　　دروغ آدمی را کند شرمسار
زکذب ایگیرد خردمند عار　　کہ اورا نیارد کسے در شمار

میری نصیحت گوش دل سے سُنو اور اُسپر عمل کرو محنت ومشقت اختیار کرو کھیل وکود چھوڑدو سچ بولنا اپنا شعار کرو ؎

راستی موجب رضاے خداست　　کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست

مین ہر طرح تمھاری اعانت کرنے کو راضی ہون جب افریقی نے دیکھا کہ الہ دین کچھ جواب نہین دیتا تو اُسنے کہا میان صاحبزادے اگر تمھاری مرضی عمدہ پیشہ سیکھنے اور صاحب عزت وتوقیر ہونے کی ہو

تو مین تمہین بزازی کی دکان رکھوا دون جسمین عمدہ عمدہ تھان اور انواع اقسام کے ریشمی کپڑے موجود ہون اور اقمشہ نفیس و نادر سے آراستہ و پیراستہ ہو اور تم اُسین بیٹھکر خرید فروخت کیا کرو اور اپنی اوقات عزت و حرمت سے بسر کرو کے اعتبار پیدا کرو اپنا ما فی الضمیر مجھ سے ہویدا کرو مین جو تم سے اقرار کرتا ہون اُسکو انشاءاللہ تعالے پورا کرونگا۔

الہ دین اُس ساحر افریقی کی یہ شفقت و عنایت دیکھکر بہت خوش ہوا اور جانتا تھا کچھ ایسا سمجھانہ تھا کہ جو اس قسم کی تجارت کرتے ہین بڑی فارغ البالی عیش و عشرت سے گذران کرتے ہین عمدہ عمدہ پوشاکین پہنتے ہین تمام دنیا کی نعمتین کھاتے ہین مزے اُڑاتے ہین الہ دین نے اشارے سے کہا اگر یہ عنایت میرے حال پر کیجیے گا تو مین مدت العمر آپ کا ممنون منت رہونگا گویا بے دامون مجھے مول لیجیے گا عزت دیجیے گا ع درم ناخریدہ غلام تو ام ۔

	پروردۂ نعمت قدیم		من بندۂ حضرت کریم

ساحر نے کہا بہتر ہی تم نے اسے پسند کیا کل ہی مین سب سامان ظاہری تمہارا پوشاک و لباس سے درست کر دونگا اور تاجرون کے پاس ملاقات کے لیے لے جاؤنگا اور ایک دکان چوک مین کرایہ لیکر تمہین بٹھا دونگا ایک تاجر معقول بنا دونگا۔

الہ دین کی ماں بھی یہ شفقت و الطاف بھتیجے کی نسبت دیکھکر نہایت ممنون و مشکور ہوئی اور اُسے دولت مند سمجھکر الہ دین کا ہاتھ اُسکے ہاتھ مین دیا کہ اب تم ہی اسکے سرپرست ہو جو امر اسکے حق مین بہتر اور مناسب سمجھو وہ عمل مین لاؤ۔

	تو دانی حساب کم و بیش را		سپردم بتو مایۂ خویش را

جادوگر نے کہا باتون مین رات بہت آگئی ہی اب مین رخصت ہوتا ہون یہ کہکے الہ دین اور اُسکی ماں سے رخصت ہوتا ہوکر اپنے مقام پر گیا دوسرے دن پھر حسب وعدہ وہ افریقی الہ دین کے گھر گیا اور اُسکو اپنے ہمراہ لے کر اُس سوداگر کی دُکان پر گیا جہان ہر قسم کی پوشاک بھی سلائی تیار موجود رہتی تھی الہ دین سے کہا او بیٹا جو پوشاک تمہین پسند ہو اور جو تمہارے قد و قامت کے موافق ٹھیک ہو مین تمہین لے دون دیر نہ کرون ؎

	من انداز قدت را می شناسم		بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش

الہ دین نے یہ سخاوت و مہربانی اپنے عمو کی دیکھکر کمال خوشی سے ایک پوشاک پسند کی افریقی نے وہ جوڑا مع سب اسکے لوازمات کے مول لے کر الہ دین کو دیا الہ دین اُس جوڑے کو پہن کر بہت خوش

ہو اپنے جامے مین پھولا نہ سمایا چچا کا شکریہ ادا کیا ؎

اگر ہر موے من گردد زبانے	زتو راتم بہر یک داستانے

پھر وہ ساحر الہ دین کو اپنے ساتھ چوک مین لے گیا جہان بڑے بڑے تاجران عالی وقار کی دوکانین تھین کہا بیٹا اگر تم چاہتے ہو کہ تم بھی مثل ان سوداگرون کے عزت و حرمت حاصل کرو تو اکثر یہان آیا کرو ان لوگون کا رویہ طور و طریق خرید و فروخت کا دیکھا بھالا کرو چندروز مین تم بھی ایک تاجر ذی شان ہو جاوگے عزت و آبرو ہمسرون مین پاؤگے۔

پھر وہان سے ایک بڑے مشہور و معروف کاروان سرا مین لے گیا اور وہان سے بادشاہی مکانات اور عمارات عالی کی سیر کراتا ہوا تمام شہر مین پھرپھرا کے اُس سرا مین لایا جہان خود اُترا ہوا تھا وہان اور تاجر بھی ہر مقامات کے مقیم تھے اُنسے تعارف و شناسائی ہو گئی تھی وہین اپنے بھتیجے کو لے جا کر بٹھا دیا وہان سبھون نے ملکے کھانا کھایا جب شام کا وقت قریب آیا اور مسافر رفورنے سرائے مغرب مین قیام کیا الہ دین نے اجازت گھر جانے کی چچا سے طلب کی افریقی اُسکے تنہا جانے کا روادار نہوا اور خود ہمراہ ہو کر اُسکو گھر تک پہونچانے آیا۔

الہ دین کی مان بیٹے کو عمدہ پوشاک پہنے ہوے دیکھکر بہت خوش ہوئی دعائین افریقی کو دینے لگی اور کہنے لگی مین تمھاری عنایت و مہربانی کا شکریہ کس زبان سے ادا کرون ؎

شکر خداے را کہ تواند شمار کرد	تا کیست آنکہ شکر یکے از ہزار کرد

میرا لڑکا تو اس الطاف و اشفاق کا سزاوار نہ تھا جو تم نے اُسکے حال پر مبذول فرماکے ذرہ کو آفتاب بنادیا مہر و محبت کا جلوہ دکھا دیا میرا فرزند ہمیشہ تمھاری خدمت گزاری و فرمان برداری مین حاضر رہے گا جس راہ اُسے لگاؤگے اُسی راہ چلے گا تمھاری اطاعت مین نہ قاصر رہے گا ساحر نے کہا الہ دین نہایت سعادتمند لڑکا ہی جو مین کہونگا وہی کرے گا زنگ جہالت آئینہ خاطر سے دور کرے گا جو میری خوشی ہوگی وہی منظور کرے گا مگر افسوس ہی کہ مین کل کے روز اپنا وعدہ ایفا نہین کر سکتا اس وجہ سے کہ کل جمعہ کا دن ہی سب دُکانین بند ہونگی کوئی دکان الہ دین کے لیے کرایہ نہین ہو سکتی نہ کچھ اسباب تجارت خرید اجا سکتا ہی سب اہل بازار اپنے اپنے سیر و تماشے مین مشغول ہونگے انشاء اللہ تعالیٰ پرسون اس کام کو ہم انجام دینگے کل انتظام کر دینگے کل کی فرصت ہی الہ دین کو اپنے ساتھ باغون کے سیر کے لیے لے جاؤنگا اُسنے اب تک باغات و مکانات شاہی دیکھے کہان ہین راستے تک نہین جانتا لڑکون مین کھیل کے اوقات ضائع کی اب چاہیے کہ روز بروز عقل و شعور سیکھے اچھی صحبتون مین

بیٹھا کرے ہر ایک مقامات کے دیکھنے سے معلومات پیدا کرے صحبت بد سے گریز و جب ہی نیک صحبت اختیار کرنا مناسب ہی ۔

با بدان یار گشت ہمسر لوط ۔۔۔ خاندان نبوتش گم شد +
سگ اصحاب کہف روزے چند ۔۔۔ پئے نیکان گرفت مردم شد

یہ کہکر وہ افریقی رخصت ہوا الہ دین نے جو اپنے تئین اچھی پوشاک پہنے ہوے دیکھا باچھین کھل گیئین سہ دیکھ آیئنے کو کہتا تھا کہ الحمد سایین؛ اور باغون کی سیر کی خبر سُنکے تو دل باغ باغ ہو گیا اس باعث سے کہ اس غریب نے سوائے گھر کے دروازے کے اور کچھ نہین دیکھا تھا کبھی قصبات اور قرب وجوار شہر مین نہین گیا تھا ۔

تا بہ دکان وخانہ در گروی ۔۔۔ ہرگز ای خام آدمی نہ شوی
برو اندر جہان تفرج کن ۔۔۔ پیش ازان روز کز جہان بروی

الغرض جب معشوقہ سپہر نے حجلہ مشرق سے چہرہ پرنور اپنا خلوتیان شب کو دکھایا اور محفل افروز انجمن نے انجمن کواکب کو برخاست فرمایا صبح کی سفیدی عیان ہوئی اور ظلمت شب نہان ہوئی مرغان خوش الحان اشجار پر بہار پر جناب باری کی حمد وثنا ادا کرنے لگے اور مومن اور پارسا بھی اُسکی کبریا کا دم بھرنے لگے ۔

رو سب کے سوے قبلہ امید ہو گئے ۔۔۔ سرگرم سجدہ عیسی و خورشید ہو گئے
شب ہوئی آخر نمایان ہو چلے آثار صبح ۔۔۔ آتش خورشید نے کی گرمی بازار صبح
روے روشن سے اُٹھایا چرخ گردون نے نقاب ۔۔۔ مردمان دہر تھے مصروف کاروبار صبح

الہ دین نے خواب سے بیدار ہوکر اپنی پوشاک پہنی اور منتظر اپنے چچا کا بیٹھا تھا بعد انتظار بسیار دل مین گھبرانے لگا کہ ایسا نہو وہ نہ آئے باغ کی سیر ملتوی ہو جائے ۔

شکل امید تو کب ہم کو نظر آتی ہے ۔۔۔ صورت یاس بھی بن بن کے بگڑ جاتی ہے

پھر دل مین سوچا اور یہ شعر پڑھا ۔

جو مزہ انتظار مین دیکھا + ۔۔۔ نہ کبھی وصل یار مین دیکھا +

دروازہ کھول کر اُسکی راہ دیکھنے لگا اتنے مین دیکھا کہ وہ ساحر چلا آتا ہے الہ دین گھر مین جاکے مان سے رخصت ہوا اور دروازہ گھر کا بند کرکے اس ساحر کی طرف گیا ساحر نے اُسے نہایت پیار والفت سے پکارا اور کہا کہ آج مین تجھے کیا کیا عمدہ مکان اور عمارتین عالیشان اور باغ

پُر بہار اعجوبہ روزگار دکھاتا ہون کہ تو نے تو کیا تیرے فرشتون نے بھی کبھی نہ دیکھے ہونگے پھر اُسے اپنے ساتھ
مکانون کی سیر سے محظوظ کرتا ہوا بہت دور لے گیا جب الہ دین نئے محل اور باغ دیکھتا خوش ہوکے کہتا
چچا جان یہ کیا عمدہ باغ اور کیا نفیس باغ ہی یہان تک کہ جاتے جاتے شہر کے باہر پہونچے اور کسل راہ
سے تھک گئے وہ عیار پُرفن تو خوب جانتا تھا کہ مجکو ابھی اپنے مطلب کے لیے کچھ دور تک لے جانا ہی ازراہ
مکر و فریب گویا ہوا کہ اے فرزند تم بہت تھک گئے ہو اور مین بھی ماندہ ہو گیا ہون ذرا اس باغ مین بیٹھ کے
دم لے لین اور کسی قدر ستالین تو پھر آگے چلین —

یہ کہکے اُسنے اپنی کمر سے رومال کھولا جسمین بطور حفظ جسکے میوے تر و خشک اور کچھ کلیچے وغیرہ
بندھے ہوے تھے نکالے اور تھوڑے الہ دین کو دیئے اور تھوڑے آپ لیے اور کہا بیٹا جس قدر میوے تمہارا
جی چاہے عمدہ عمدہ چُن کے کھاؤ اور خود بھی کھانے مین مصروف ہوا اگر الہ دین سے باتین کرتا جاتا ہی
نصیحت دینے کے طور پر سمجھاتا ہی کہ میان تم لڑکون میں ہرگز نہ کھیلا کرو اچھے لوگون اور دانشمندون کی صحبت
مین بیٹھو انکی باتون پر دھیان کرو اور اُنکے فیضان صحبت سے فائدہ اُٹھاؤ چند روز مین ایک معقول و
معزز آدمی بن جاؤ گے ورنہ انکلونکی طرح مردم کی نظر سے گر کے ذلیل و خوار ہو کر داغ ناکامی اُٹھاؤ گے
غرض کہ خوب باغ سبز دکھایا باتون باتون مین لگایا ؎

یار بیک شنکے مرا حال اُلٹ جاتے تھے
ہمنشین مین اُٹھین باتون مین لگا لو لوگون

جب ناشتا کر چکے وہ ساحر دم دلاسا دیتا ہوا الہ دین کو اور آگے لے گیا اور شہر بہت دور چھوٹ گیا
پہاڑ نظر آنے لگے الہ دین کہ کبھی اتنی دور نہ چلا تھا نہایت تھک گیا پاؤن مین چھالے پڑ گئے عجیب
حال ہوا دو قدم چلنا محال ہوا گھبرا کر پوچھنے لگا چچا جان اور کتنی دور جاؤ گے ہم باغون سے بہت
دور نکل آئے ہین ساحر نے کہا بیٹے پریشان مت ہو دل قوی رکھو مین تجھے ایک اور باغ کی سیر دکھاؤنگا
جسکے آگے یہ سب باغ گرد اور ناچیز ہین ؎

اُس باغ کی اور ہی بہار ہی
سبزہ ہر جا اُگا ہوا ہی

اور یہان سے چند ان دور بھی نہین ہی تو جب اُسکی فضا دیکھے گا خود بخود دوڑ کر اُس باغ مین
چلا جائے گا پھر کر پھر نہ آئے گا —

غرض وہ ساحر الہ دین کو دم دھاگا دیتا ہوا ہاتھ پکڑے ہوے کھینچے لیے جاتا تھا اور اُسکا دل
بہلانے کو قصے کہانی بھی کہتا جاتا تھا آخر وہ ایک جنگل بیابان صحرائے لق و دق مین پہونچے کہ جو
درمیان دو پہاڑون کے واقع تھا اور یہ خاص وہ مقام ہی جہان ساحر کو الہ دین کے لے جانے کا

ارادہ تھا اور جسکے واسطے افریقہ سے اس قدر صعوبتیں جھیلتا ہوا چین میں آیا تھا۔
اسکا حاصل وہاں پہونچ کر اُسنے الہ دین سے کہا کہ یہیں وہ باغ ہے جسمیں تجھے عجائب وغرائب چیزیں دکھاؤنگا تو سب کلفت راہ بھول جائے گا ایسا نایاب تماشا نظر آئے گا میں آگ کی تلاش میں جاتا ہوں تو سوکھی لکڑیاں چن رکھ تاکہ میں آگ آکر روشن کروں۔
الہ دین نے بہت سی خشک لکڑیاں جمع کیں جادوگر نے اُنمیں آگ جلایا اور اُس آگ سے اپنا فتیلہ روشن کیا جب اُسکا گل بندھ گیا ساحر افریقی نے کچھ عطر و خوشبوئیں اُس فلیتے پر ڈالیں پھر دراس عمل کے ایک لاٹ دھوئیں کی بن گئی اور کچھ افسون سحر کے جسے الہ دین کیا سمجھ سکتا تھا پڑھنے شروع کیے ایک لحظہ کے بعد تاثیر سحر سے زمین جنبش میں آئی اور جس جگہ پر یہ دونوں چچا بھتیجے کھڑے تھے ایک سل مربع پتھر کی برابر ڈیڑھ قد آدم کے نمود ہوئی دیکھا تو ایک کڑا اُسمیں پڑا تھا اُٹھانے کے لیے سل میں جڑا تھا الہ دین کم سن اُسنے یہ باتیں کبھی کاہے کو دیکھی تھیں ڈر گیا بھاگا۔
ساحر کمبخت نے اُسے پکڑا اور زور سے ایسا تھپڑ مارا کہ منھ سے خون نکل آیا الہ دین بیچارہ رو رو کے بولا آپ نے ناحق مجھے مارا پھر وہ ساحر پیار کر کے بولا بیٹا میں تمہارا چچا ہوں اگر طمانچہ مار دیا ہو جب اس کلام کا مزہ پاؤ گے درد بھول جاؤ گے دیکھو میرے پڑھنے کی تاثیر سے یہ پتھر نظر آیا اسکے تلے خزانہ ہے تو اس پتھر کو اُٹھا اُسمیں جا کر دیکھ کیا قدرت خدا ہے کیا کرشمہ بھرا ہے الہ دین بولا چچا جان میں حاضر ہوں جو فرمائیے بجا لاؤں آپ کی اطاعت سے سر نہ اُٹھاؤں ؎

	ہرچہ آید بر سر من یا نصیب		سر نہ پیچم ز شمشیر حبیب

پھر اُس ساحر نے ایک چھلا دیا کہ اسکو پہن کر پتھر اُٹھا الہ دین نے وہ لوہے کا چھلا پہن کے تنکے کی طرح پتھر اُٹھا کے پھینک دیا اُسکے نیچے ایک غار عمیق نظر پڑا اور دروازہ بند دکھائی دیا ساحر نے کہا تم اسمیں کود کے دروازہ کھولو اندر تین دالان ملینگے اُنمیں دیگیں برابر رکھی ہیں سب میں چاندی سونا بھرا ہے تم خیال نہ کرنا سیدھے اندر چلے جانا مگر در و دیوار سے جسم اپنا بچانا بلکہ دامن قبا گردانکے باندھ لو اگر دیوار بدن سے چھو جائیگی فوراً تمہاری قضا آئے گی۔
ایک دالان میں دروازہ ہے بے تکلف اُسمیں جانا باغ بڑے بہار کا ہے سب فصلوں کے میوے تیار ہونگے عجیب و غریب برگ و بار ہونگے اگر مرغوب ہوں جتنے مطلوب ہوں توڑ کے آستینوں اور جیبوں میں بھر لینا باہر آکے شوق سے کھانا کچھ وہم دل میں نہ لانا۔
باغ جب طے کر دگے ایک شہ نشین بڑے زر و تمکین کی ملے گی اُسکے طاق میں چراغ جلتا ہے اُسکو

تصویر الہ دین کے زینے پر چڑھنے اور چراغ کو طاقچے سے اُٹھانے کی

پھر باغ مین آیا درختوں کے نیچے پھل بڑے چھوٹے بکثرت پڑے تھے اُٹھالیے لیکن وہ پھل آفتاب کی طرح درخشان تھے نگاہ نہ ٹھہرتی تھی اس قدر تابان تھے طرہ یہ کہ سب رنگ کے سرخ سفید زرد سبز آسمانی گلابی اودے سُنہری دھانی الاسب چمکتے گوہر شب چراغ کی طرح دمکتے جس قدر آستین و جیبون مین سما سکے اُسنے بھر لیے بہت احتیاط سے دھر لیے مگر باغ کی سجاوٹ آنکھوں مین کھبی جاتی ہی اُسکی لطافت اور بھی دل کو لبھاتی ہی ؎

دم مسیح کا بادِ بہار مین ہی اثر — نکس طرح سے ہو نہ ائل تپ درون چنار
و فور عیش سے بزم نشاط ہی گلشن — کلی جو چٹکے تو آئے صدائے نغمۂ تار
نظر پڑے گل نورستہ شاخسار سے یون — عیان ہو شیشے سے جیسے شراب سرخ اے یار
گمان غلط ہی کہ بار ثمر سے ہو گئے خم — جھکے ہین شکر کے سجدے کو باغ مین اشجار
عجب نہین پر پروانہ ہو پر طوطی — نہال شمع نمط سبز ہو کے لائے بار
چمن مین نام خدا ہی ہجوم گل ایسا — جگہ نہین جو کرے عندلیب و امنقار

فوراً مکان سے نکل کے گڑھے مین آیا پکار اچچا جان آؤ میرا ہاتھ پکڑ کے باہر نکالو بدحواس ہون سنبھالو اُس بدبخت افریقی نے چاہا کہ چراغ اس سے کسی طرح لے لون چاہے وہ بیچارہ سر ٹپک کر مر جائے

اپنی جان سے گذر جائے ساحر نے کہا پہلے چراغ مجکو حوالے کر پھر تجکو نکال لونگا گھبراہٹ مین سنبھال لی تو نگا اُسنے کہا یہان چراغ نہین نکل سکتا میوون مین پھنسا دیا ہی باہر آکے نکال دونگا ادہر بسہ ادم گھبراتا ہی یہان ٹھہرا نہین جاتا ہی۔

غرض کہ دو تین بار یہی تکرار ہوئی ساحر کا قصد تھا کہ پہلے چراغ لے لون پھر اسکی شمع حیات گل کر دون اُنکا اس فکر مین تھا کہ باہر آؤن تو چراغ دون اس حیص بیص مین ساحر جھلایا نہایت طیش مین آیا آگ تو جل ہی رہی تھی کچھ خوشبو اُسپر جھونک بے رحمی سے کچھ افسون پڑھنے لگا وہ پتھر جو گڑھے کے مُنھ سے سر کا تھا پھر اُدھر بڑھنے لگا یہان تک کہ وہ گڑھا چھپ گیا مٹی برابر ہو گئی کچھ نشان باقی نہ رہا اُدھر فلک شعبدہ باز نے رنگ بدلا زمانہ نیرنگ ساز نے ڈھنگ بالا عالی سپہر چہارم غصے سے نعل در آتش چہرہ لعل افق مشرق سے نمایان ہوا ماہ تابان خوف سے تھراتا ہوا چاہ نخشب مین اُتر گیا لیلائے شب محمل مغرب مین روپوش ہوئی شہرزاد پری زاد خاموش ہوئی ؎

کھلی زنگی شب کی بد اختری — ہوا جلوہ گر خاور خسروی
ہوے محجاب آسمان و زمین — ستارون کی آنکھین جھپکنے لگین
نسیم سحر سے ہوا انقلاب — پتنگون کی مٹی ہوئی کیا خراب
ہویدا ہوا نور نہان صبح — لگے جھلملانے چراغان صبح
صدائے موذن ہوئی جب بلند — مسہری سے اُٹھا شہ ارجمند

شہریار عالی وقار بعد ادائے طاعت پروردگار تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہوا داد خواہون کا حاصل مدعا ہو تمام دن عدل و داد مین مشغول رہا مگر خیال داستان شب مین فی طول ہا آخر مہر جہان گرد نے منزل روز طی کی شام تیرہ انجام محیط عالم ہوئی شہریار نے دربار برخاست کیا خلوت سرا کا رستہ لیا کچھ دیر استراحت کی جب بیدار ہوا شہرزاد مہر تمثال سے فرمایا کہ اُس زندہ درگور کا کیا آل کار ہوا اُس بلقیس وش نے درج دہان کھول کر یون درفشانی کی کہ ؎

خدیو فلک شاہ عالی گہر — زمین بوس ہون جسکے شمس و قمر
جہان تیرے پرتو سے ہی کامیاب — ہی تو برج اقلیم مین انتخاب
اسی مہر سے ہے منور یہ ماہ — جہان ہو وے اور ہو جہاندار شاہ
جہان عدل سے تیرے آباد ہی — غریبون فقیرون کا دل شاد ہی
پھرے بھاگتا مور سے پیل مست — زبردست ظالم یہ ہی زبردست

بیان سخاوت کرون جو رقم	تو زر ریز کاغذ پہ ہو وے قلم
نظر سے توجہ کے دیکھا جدھر	دیا مثل نرگس اُسے سیم و زر
اسی عدل کی جو طرح یا د ہے	کسے یا د ہے یہ خدا یا د ہی
ستم اُسکے ہاتھون سے رویا کرے	سدا فتنہ دہر سویا کرے
گھر دن مین فراغت سے سوتے ہین سب	پڑے گھر مین چور اپنے روتے ہین سب
لکھون گر شجاعت کا اسکے بیان	قلم ہو امرار ستم داستان
غضب سے وہ ہاتھ اپنا جسپر اٹھائے	اجل کا طمانچہ قسم اُسکی کھائے
جہان تک کہ ہین علم کسب و کمال	ہر اک فن مین ماہر ہی وہ خوش خصال

حضور عالم وہ ساحر افریقی درحقیقت مصطفی درزی کا بھائی نہ تھا نہ یہان کا باشندہ ملک افریقہ اسکا وطن تھا وہی اسکا مولد و مسکن تھا جس محلہ مین وہ رہتا تھا وہ ساحرون کا محلہ مشہور تھا وہان جادوگرون کا شہرہ دور دور تھا اُسنے بھی سحر سیکھنا شروع کیا جب چالیس برس گذرے فن سحر مین کامل ہوا اسکے سوا علم نجوم و رمل کا بھی عامل ہوا —

ایک دن نجوم کے طریقہ سے اسنے زائچہ کیا اور اشکال رمل کو مطابق کرکے اپنا مآل کار دیکھنے لگا معلوم ہوا کہ ملک چین مین ایک وافر خزانہ ہی وہان سراسر طلسم کا کارخانہ ہی اُس تہخانہ مین دولت لازوال اکثر خزانہ قارون سے زیادہ زر و مال ہی ایک چراغ وہان جلتا ہی مشعل ماہ کی صورت چمکتا ہی چار موکل زبردست اُسکے تابع فرمان ہین جنات محکوم بدل و جان ہین جو چراغ کو پائے اُسی کے یہ فرمانبردار ہوجائین جو وہ حکم دے بجا لائین جس شی کا وہ طلب گار ہو گو کیسی ہی دشوار ہو فوراً حاضر کردین راز پوشیدہ ظاہر کردین پھر اسنے دیکھا یہ امر کیونکر سرانجام ہوگا کس شکل سے یہ کام ہوگا جواب پایا کہ یہ امر اہم تیرے ہاتھ سے ظہور پذیر نہوگا ہان جو اس شکل و شمائل کا نابالغ لڑکا ہاتھ آئے تو یہ مقدمہ اُسکے ذریعہ سے انجام پائے یہ اُسکی تلاش مین نکلا تھا شہر بشہر ڈھونڈھتا پھرتا تھا آخر اُس علامت و نشان کا لڑکا سادہ لوح الہ دین کو پایا اُسکو بھتیجا بناکے دم دلاسا دیتا ہوا اُس مقام پر لایا مگر مثل مشہور ہے

گر زمین را بآسمان دوزی	نہ دہندت زیادہ از روزی

یہ تو دغابازی سے ناکام رہا وہ طفل اپنی خوش قسمتی سے فائز المرام ہوا اور نہ نستانی بستم سیر سد بہ کا مضمون صادق آیا اُس غریب نے یہ گنج مراد پایا ؎

کیمیا گر بغصہ مردہ برنج	ابلہ اندر خرابہ یافتہ گنج

افریقی مارڈالنے کے تصور میں دروازہ پتھر سے بند کرکے اپنے ملک کی طرف بھاگا یہ خوف تھا کہ مبادا یہ راز فاش ہو جائے جسنے الہ دین کو میرے ساتھ جاتے دیکھا ہے اُسے معلوم ہو جائے تو وہ تجسس میں ضرور کرے گا تلاش تا بمقدور کرے گا میں گرفتار ہو کر پاداش عمل پاؤنگا سقر سوں دیا جاؤنگا اُس بدحواسی میں وہ چھلا جو الہ دین کو پہنا دیا تھا وہ بھی پھیر لینا بھول گئے ہاتھ پاؤں بھول گئے چلتا دھندا کیا مڑ کے بھی نہ دیکھا کہ انجام کیا ہوا کارسازی الٰہی دیکھیے کہ وہی چھلا الہ دین کی رہائی کا باعث ہوا

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد ۔

جب ساحر افریقی الہ دین کو بند کرکے بھاگا یہ چچا چچا کرکے بہت چلایا وہاں کون تھا جو اسکی آواز سنتا اور جواب دیتا بعد رنج و الم یہ اشعار زبان پر لایا

کھینچا غم فرقت کا دل تونے خدا ایسا — ہم تجھکو نہ سمجھے تھے اے خانہ خراب ایسا
نیند آتی نظر آتی تا حشر نہیں ہم کو — دیکھا ہی پریشان سا پھر رات کو خواب ایسا
جو عرض تمنا پر ظالم نے کہا مجھ سے — اب تک نہ ملا ہوگا سائل کو جواب ایسا
پوچھا تھا محبت میں ہوتا ہے قلق کیسا — قسمت نے کہا دے کر اے خانہ خراب ایسا
قسمت نے مرے پایا جو رنج محبت میں — دوزخ کے بھی حصے میں آیا نہ عذاب ایسا
مرنے بھی نہیں دیتے جینے بھی نہیں دیتے — احسان ترحم وہ انداز عتاب ایسا

پھر اسنے زینے کی راہ سے قصد کیا کہ نیچے اُتر کے اُس باغ میں جسے پہلے دیکھا تھا جاؤں اور اُسکی روشنی میں ٹھہروں مگر وہ سب باغ اور مکانات جادو کے جو دیکھے تھے وہ نمود بے بود تھے بالکل غائب ہو گئے اور سب طرف سوائے تاریکی کچھ نہ دیکھا سب وہ تھی کہ ایسا کہ ہی ہو وہ صبح کو رات سمجھ کر نکلا + کئی بار دہنے بائیں جا دل گھبراتا ہوا پھرا مگر کہیں راہ نہ پائی نہ ذرہ بھر روشنی نظر آئی ہر چند داویلا کرکے رونے لگا آخر مایوس ہو کے ایک جگہ نشیب میں اُس زندان کے بیٹھ گیا اور اُسے یقین ہوا کہ اب اس جگہ سے کسی طرح مجھے نجات نہیں اسی تاریکی میں مر جاؤنگا ملتا دوام او دنیا سے گذر جاؤنگا ۔

اُگتی ہے نہ فرقت کی جانے کی رات — سحر کو بھی دھبہ لگانے کی رات
چراغ قمر کے ڈھونڈھا کرے — سحر کو نہ اس غم میں پائے گی رات
نہ نکلے گا دل کو جو رنج سے — مسافر کو رستہ بھلائے گی رات

دو دن تک بے آب و دانہ اُسی جائے تیرہ و تار میں رہا جب تیسرا دن بھی اسی کلفت میں تمام ہوا تو بھوک پیاس سے وہ نہایت بیتاب ہوا کلیجہ کباب ہوا ۔

مر گئی بلبل جو کیا یاد چمن کو ۔ غربت مین خدا یاد دلائے نہ وطن کو
بجلی کی طرح لاش تڑپتی ہی ہماری ۔ کہتا ہی بجا ابر سفید اپنے کفن کو

سمجھا اس کمبخت چچا کا آنا قضا کا بھانا تھا مجکو اس گڑھے مین سر پٹک پٹک کر مر جانا تھا جان عزیز گنوانا تھا اُس اندھیرے مین ہر طرف گھبرا کر ٹٹولتا تھا حیرت زدہ چپ تھا کچھ نہ بولتا تھا یکا یک حلقہ اُسکے ہاتھ مین آیا اُسکو زور سے کھینچنے لگا اس امید پر کہ شاید یہ حلقہ در ہو میری رہائی موقوف اسی پر ہو اور وہ چھلا جو ساحر نے دیا تھا اُسی ہاتھ مین تھا چھلے نے جو حلقہ سے رگڑ کھائی اسکی امید بر آئی فوراً ایک جن بلند بالا بد شکل قوی ہیکل وہان زمین سے نکل کر موجود ہوا بلند اسقدر تھا کہ سر اُسکا آسمان سے جا لگا اُسنے باواز بلند الہ دین سے کہا تو مجھ سے کیا چاہتا ہی مین تیرا فرمانبردار مثل غلام ہون اور اُسکا تابع حکم ہون جسکے ہاتھ مین یہ چھلا ہی پہلے تو یہ ڈرا کہ ایک مصیبت مین تو پھنسا تھا اب اس بلا کا سامنا ہوا پھر دل مضبوط کرکے پوچھا تم کون ہو یہان کیونکر آئے جن بولا یہ چھلا جو تیرے ہاتھ مین ہی ہم دو موکل اسکے مطیع فرمانبردار ہین جو تو کہے گا وہ بجا لاینگے تیری اطاعت سے سر نہ پھرائینگے امتحاناً الہ دین نے کہا اگر تجھ مین اتنی طاقت ہی تو مجھے اس جگہ سے نکال باہر وہ اس کہنے کے جن نے وہ پتھر سرکا یا اور الہ دین کو اُس جگہ سے نکال کے باہر لایا اُسنے زمین آسمان باغ اور جو کچھ تھا بدستور پایا شکر خدا بجا لایا اور کہا سے

تری بندہ نوازی ہفت کشور بخش دیتی ہی ۔ جو تو میرا جہان میرا عرب میرا عجم میرا
فنا فی اللہ ہو کر پاؤن عمر جاودان ایسی ۔ مسیح و خضر کی ہستی سے بڑھکر ہو عدم میرا
سنا جب سے یہ دولت آدمی کو تو نے بخشی ہی ۔ نہین پھولا سماتا خاطر غمگین مین غم میرا
الٰہی نقش ہو کلمہ رسول اللہ کا دل پر ۔ چھلے کو نگین مین نام محمد سے درم میرا

مگر تین دن سے بے دانہ و آب تھا بھوک پیاس سے نہایت بیتاب تھا چلنے کی طاقت کہان تھی جسم ناتوان مین جان زار بھی نیم جان تھی جن سے کہا اور فلان مقام و محلہ مین میرے گھر پہونچا دے اور چلا جا پھر جب ضرورت ہو گی بلا لونگا جن بولا جب تو اس چھلے کو رگڑے گا فوراً دونگا یہ کہکے اُسکو گھر کے دروازے پر پہونچا دیا اُسنے اپنا گھر پہچانا اندر گیا۔

اُسکی مان تین دن سے حیران و پریشان تھی سرگرم نالہ و فغان تھی بیٹے کو جو دیکھا فوراً دوڑ کے گلے سے لگا لیا الہ دین کو فرط ضعف سے غش آگیا مان نے پنکھا جھلا پانی اسکے حلق مین ٹپکایا جب کہین دو ساعت مین اسکو ہوش آیا پہلے مان سے یہ بات کی کہ کچھ کھانا کھلا مارے بھوک کے مرتا ہون بات

نہیں کر سکتا ہوں جو کچھ موجود تھا اُسنے روبرو رکھا کہا بیٹا پیٹ بھر کے ابھی نہ کھانا بھوک کو بہلانا
کچھ قلیل سا کھا کے آرام کر جب سو کے اُٹھنا خوب پیٹ بھر کے کھانا کھانا مجکو سب اپنا
قصہ حیرت انگیز مفصل سُنانا۔

القصہ الہ دین نے جب کچھ کھایا اور پانی پیا بدن سنسنایا لیٹتے ہی سو گیا تین چار گھڑی کے بعد اُٹھا
سب حال اپنا اُس ساحر کا صحرا میں لے جانا پھر گڑھے میں بند کر کے بھاگ جانا بیان کیا کہا وہ کمبخت
چچا نہ تھا دغا باز ساحر تھا مجکو اُسنے ہلاک کیا تھا لیکن اللہ نے میری بیکسی پر رحم کیا مجکو یہان زندہ
پہونچا دیا پھر وہ پھل جو باغ سے چن کے جیب و دامن سے بھرے تھے ماں کو دیے اُسنے کبھی جواہر
آنکھوں سے نہ دیکھا تھا شیشے کے ٹکڑے سمجھ کے ایک کونے میں رکھ دیے وہ آفتاب کی طرح چمکنے لگے
تمام گھر روشن ہو گیا اسکی ماں نے ساحر کو بہت بُرا بھلا کہا اور خدا کا شکر بجا لائی کہ مجھ غریب بیوہ کے
بچکو اُس موذی کے شر سے بچایا۔

الغرض شام تک بیٹھی ضعیفہ بھی فرزند کے قلق میں سوئی نہ تھی دونوں ماں بیٹے دروازہ بند
کر کے سو رہے کئی روز کے جاگے ہوئے تھے خوب نیند بھر کے سوئے فجر کو جب بیدار ہوئے الہ دین
نے ماں سے کہا میں اسوقت بہت بھوکا ہوں کچھ کھانے کو مجھے دو اسکی ماں نے کہ نہایت مفلس اور
تہیدست تھی کہا بیٹا افسوس ہے کہ میرے پاس تو ایک ٹکڑا بھی روٹی کا نہیں ہے کہ تجھے ناشتا
کرنے کو دوں جو کچھ تھا کل تم نے سب رات کو کھا لیا اگر ذرا صبر کرو تو میں تھوڑا سوت جو میں نے
کات رکھا ہے بازار میں لے جا کر بیچوں اور کچھ تمہارے کھانے کے لیے لے آؤں الہ دین نے کہا
اماں جان سوت بیچنے میں عرصہ ہوگا اُسے اور دن پر موقوف رکھو آج تم اُس چراغ کو جسے کل میں
اپنے ساتھ لایا ہوں لے جا کر بیچو اور اسکی قیمت سے جنس مول لاؤ کہ دن رات کے کھانے کو کافی ہو آج
اسی سے کام نکالو اسکی ماں اُٹھکر وہ چراغ اُٹھا لائی اور اُسے دیکھکر کہا بیٹا یہ چراغ بہت زنگ
آلودہ ہو رہا ہے چکٹ گیا ہے اگر اسکو ذرا صاف کر کے بیچوں گی تو قیمت کچھ زیادہ ملے گی یہ کہکے تھوڑا
پانی اور ریت لے کر اسکو زور سے ملنے لگی جیسے ہی ایک رگڑا دیا جن قوی ہیکل زبون خمائل موجود
ہوا کہا اے ضعیفہ کیوں مجھے بلایا ہے جو کام ہو مجھ سے بیان کر اُسے بجا لاؤں جو شے مطلوب ہو فوراً ہم
پہونچاؤں ہم چار سو کل اس چراغ کے تابع ہیں جسکے پاس ہو گا جس کام کو وہ کہے گا فوراً اُسکا حکم بجا
لاوینگے اطاعت سے سر نہ پھراوینگے۔

اُس نیکبخت نے کبھی ایسی مہیب شکل نہ دیکھی تھی تو بیہوش ہو کر گر پڑی اور غش آگیا الہ دین

کہ چھلے کے باعث سے گڑھے مین ایکبار جن کی شکل دیکھ چکا تھا اس قدر نہین ڈرا کہ بیہوش ہو جاتا بلکہ اُسنے دوڑ کر جلدی اپنی مان کو سنبھالا اور ایک ہاتھ سے اُس چراغ کو اُٹھا کے باستقلال تمام اُسے جواب دیا کہ مین بھوکا ہون کچھ کھانا میرے لیے لا۔

وہ جن اس بات کے سُنتے ہی نظر سے غائب ہو گیا اور بعد ایک لحظہ کے ایک بڑی سینی نقرئی سر پر رکھے موجود ہوا جسمین بارہ قابین سونے کی جواہر جڑے ہوے طرح طرح کے لذیذ و نفیس کھانون سے چولی دار بھری ہوئی اور چھ روٹیان سفید مثل برف کے نفیس رکابیون پر رکھی ہوئی اور دو شیشۂ بادہ ارغوانی کے مع دو گیلاس جواہر نگار اسکے دونون ہاتھون مین غرض سینی کھانے کی اُسنے دالان مین لا کر رکھدی اور غائب ہو گیا۔

الہ دین نے اس عرصہ مین پانی چھڑک کر مان کو ہوشیار کیا کہا امان جان خوف نہ کھاؤ اُٹھ بیٹھو کھانا حاضر ہے شوق سے تناول کرو ان کھانون کی بوباس سے تمھارے دماغ مین طاقت آجائیگی دیر نہ کرو کھانا سرد ہو جائیگا لطف جاتا رہے گا۔

الہ دین کی مان سینی مین بارہ قابین طلائی اقسام طعام سے بھری ہوئین اور چھ روٹیان اور دو بوتل شراب ناب اور دو گیلاس جواہر نگار یہ سب لوازمہ دیکھکر بہت متعجب ہوئی اور دل مین سوچنے لگی کہ یہ کھانا کہان سے آیا شاید یہان کے بادشاہ نے ہماری تکلیف کا حال سُنکے بھیجا ہے الہ دین نے کہا تم اگر کھانا شروع کر دو مین اسکا حال تم سے بیان کر دونگا پھر دونون مان بیٹون نے دسترخوان بچھا کے خوب مزے سے اُن کھانون کو جو کبھی خواب مین بھی نہ دیکھے تھے سیر ہو کر کھایا وہ کھانے افراط سے تھے خوب کھاسے باقی رکھ چھوڑے اور تین دن تک کھایا کیے جب کھانے سے فارغ ہوے الہ دین نے کہا امان جان یہ تمام کھانا وہی جن لا کر دے گیا جسکو دیکھکر تم بیہوش ہو گئی تھین اور خود غائب ہو گیا اور جو اُسنے اُس جن سے گفتگو ہوئی تھی سب بیان کی۔

وہ ضعیفہ یہ سب حال سُنکے حیران ہوئی کہا بیٹا مجکو یقین نہین آتا نہ مین نے کبھی جن کو دیکھا نہ کسی سے سُنا پھر وہ شریر جن جو میرے روبرو آیا جسے مین دیکھکر بیہوش ہو گئی تھی کیونکر یہان آیا اور کس واسطے اُسنے تہ خانے مین ایک بار ظاہر ہو کے تم سے بات نہ کی اور مجھ سے کیون مخاطب ہوا الہ دین نے کہا امان جان وہ جن اور تھا جو مجھپر تہ خانے مین ظاہر ہوا تھا اور یہ جو جن بالفعل تمھارے روبرو ظاہر ہوا اور ہے اگرچہ بظاہر وہ دونون شکل و شباہت مین یکسان ہین مگر وضع اور لباس مین اُن دونون کے فرق ہے اور وہ دونون زمان بردار جدا جدا شے کے ہین وہ جو مجھے پہلے نظر آیا تھا وہ تابع اس چھلے کا

ہی جو مین اُنگلی مین پہنے ہون اور اسکا احوال تم سے بیان کر چکا ہون اور جو تمھارے روبرو حاضر ہوا وہ فرمانبردار اس چراغ کا ہی جو تمھارے ہاتھ مین تھا تم نے اُسکی بات نہین سُنی اس وجہ سے کہ بمجرد دیکھنے کے تم کو غش آگیا اور ہوش و حواس تمھارے جاتے رہے ضعیفہ نے کہا کیا اسی چراغ کے سبب سے جسکو تم اپنے ساتھ لائے ہو وہ ملعون جن مجھپر ظاہر ہوا تھا بیٹا یہ جن فرقہ شیاطین سے ہین انکی صحبت اچھی نہین خدا کے واسطے اس چراغ کو میری نظر سے دور کرو کسی اور جگہ چھپاکے رکھ دو تاکہ میرا ہاتھ کبھی اُسکو چھو نجاسے بلکہ میری صلاح تو یہ ہی کہ تم اسے کہین پھینک دو یا کسی کے ہاتھ اُسے بیچ ڈالو بلکہ چھلا بھی اپنی اُنگلی سے اُتار کے پھینک دو اس آفت مین نہ پڑو ہمکو دیدہ و فقر و فاقہ قبول ہی مین ایسی دولت سے باز آئی جسمین جان جوکھم ہو۔

الہ دین نے کہا آیندہ البتہ ہوشیاری کرینگے مگر اس چراغ کو کیونکر بیچین اسکے سبب سے تو ہم کو اس قدر فائدے اس مفلسی مین حاصل ہوے اور آیندہ بھی اُس سے امید بہتری کی ہی تم خوب سمجھ لو کہ وہ لغو چیز نہین ہی جسکے واسطے میری مصنوعی چچا نے اتنا بڑا سفر دور دراز اختیار کیا کس قدر کھکھیڑین اُٹھائین صدہا مصیبتین جھیلکے یہان تک آیا یہ سب کوشش اُسکی اسی واسطے تھی کہ اُسے یہ عجیب و غریب چراغ ہاتھ آئے جسکو وہ سونے چاندی بلکہ جواہرات پر ترجیح دیتا تھا اور وہ خوب اس چراغ کے خواص و اوصاف سے مطلع تھا اُسنے سواے چراغ کے اور کسی چیز کی طرف قسم خزانے اور جواہرات سے کہ اُس تہ خانہ مین بے شمار تھا رُخ بھی نہین کیا مگر حق تعالے میری مظلومی اور بیکسی کی طرف خیال کرکے اُسکا نصیب و دولت مجھے عطا فرمائی سچ ہی ؎

	بخت و دولت بہ کاردانی نیست		تا نہ بخشد خداے بخشندہ ؎	

اماں جان اب چپ ہو رہو اور اس چراغ سے مجھے فائدہ اُٹھانے دو اس طرح سے کہ کسی کو معلوم نہ ہو ورنہ اہل محلہ چرچا کرینگے آتش رشک و حسد مین جل مرینگے اسکو مین تمھاری نظر سے اوجھل ایسی جگہ رکھ دونگا کہ بوقت ضرورت اُسے پاؤن قسمت آزماؤن اور اس چھلے کو بھی اپنے پاس سے دور نہین کر سکتا اس لیے کہ بحسب ظاہر یہی باعث میری زندگی کا ہوا ہی کہ پھر تم نے مجکو بقید حیات دیکھا ورنہ کب کا اُس تہ خانے مین مر کے رہ جاتا کوئی خبر تک نہ پاتا اب تم مجھے اجازت دو کہ اس چھلے کو ہوشیاری سے پہنے رہون واللہ اعلم کسی وقت مجھپر خدا نخواستہ کوئی آفت ناگہانی آئے یا کوئی مصیبت تازہ باعث میری ہلاکت کی ہو جاے تو مین چھلے کی وجہ سے شر آفات سے محفوظ رہونگا ہر وقت محفوظ رہونگا۔

الہ دین کی ماں یہ معقول اور قرین قیاس باتین سُنکے خاموش ہو رہی کچھ جواب اسکا نہ دیا پھر کہنے لگی بیٹا جو تو مناسب جان وہ کر لیکن جنات سے سروکار نہ رکھ غرض دو روز تک وہ کھانا دونون ماں بیٹون نے خوب کھایا جب کچھ نہ رہا علی الصباح الہ دین کو بھوک لگی وہ ایک قاب طلائی اپنی قبا مین چھپا کے بازار مین بیچنے لے گیا ایک یہودی تاجر اُس محلے مین رہتا تھا راہ مین وہ مل گیا اُسنے پوچھا میان صاحبزادے یہ کیا لیے جاتے ہو۔

تصویر الہ دین و یہودی کی باہم بات چیت کرنے اور قاب نقرئی بیچنے کی

الہ دین نے قاب دکھائی یہودی کی رال ٹپک پڑی حیران ہوا کہ ایسی نادر و گران بہا شے اس لڑکے کے ہاتھ کیونکر آئی بہر کیف قیمت پوچھی اُسنے کہا جو تم دوگے مین لے لونگا کچھ تکرار نہ کرونگا مال مفت دل بیرحم مفت راچہ گفت جو ملا وہی سہی لڑکے نے کچھ قیمت نہ کہی یہودی نے بہت سوچ کے تھیلی سے ایک اشرفی نکال کے اسکو دی یہ بہت خوش ہوا اُسکو بھنا کے نانبائی سے کھانا لیا گھر مین آیا جو دام باقی بچے ماں کے حوالے کیے وہ کھانے پینے کا سامان بازار سے خرید لائی چندے احتیاج نے انکو شکل نہ دکھائی کئی مہینے وہ قابین یہودی کے ہاتھ ایک ایک کرکے بیچین اور فی قاب ایک اشرفی قیمت لے کر اوقات گذاری لہو و لعب سیر تماشے مین زمانہ گذرتا رہا کچھ دنون خوب چین سے

بسر ہوئی خوشی خورمی سے شام سحر ہوئی ~

اے زر تو خدا نئی ولیکن بخدا	ستار عیوب و قاضی الحاجاتی

جب قابین یک چلین سینی کی نوبت آئی وہ وزن مین ہر قاب سے دس حصے زیادہ پائی اُسکے بیچنے کو تیار رہا اور وہی یہودی خریدار رہا دس اشرفیان دے کے لے لیا الہ دین ناواقف بہت خوش ہوا صرف مین لانے لگا خوب گلچھرے اُڑانے لگا ~

یہی دولت کا فرہ ہی کہ اُڑین گلچھرے	ہاتھ آتے ہی جو اُڑ جاے وہ مال اچھا ہی

سابق مین لڑکون کے ساتھ کھیل کود مین عمر عزیز گنواتا تھا پریشانی کا زمانہ واہیات مین گذرا جاتا تھا مگر جس دن سے افریقی کے ہاتھ سے ذلت پائی تھی اذیت اُٹھائی تھی جب سے ہر روز سہ پہر کو بازار مین جاتا جو ذی عزت دوکاندار تھے یا عمدہ خریدار تھے اُنسے گفتگو کرتا اُنکے معاملات دیکھ سُنکے آدمیت حاصل ہونے کی جستجو کرتا چندروز کی دیکھ بھال مین اسکو فی الجملہ حالات اور معاملات دنیا پر اطلاع ہوئی چشم بصیرت کھلی عبرت حاصل ہوئی ۔

جب وہ اشرفیان بھی صرف ہوگئین تو وہ چراغ جسکی یہ روشنی تھی اُٹھا لایا ریت لے کے با آسانی ملنے لگا بجز دہا تھ لگانے کے وہ جن موجود ہوا کہا کہ کس چیز کی طلب ہی کیا خواہش ہی بلانے کا کیا سبب ہی ہم اس چراغ کے موکل ہین جسکے پاس یہ ہوگا ہم اُسکے تابع فرمان ہین مطیع و منقاد بدل و جان ہین جو تم کہوگے بجا لائینگے اطاعت سے سر نہ پھرائینگے ~

من بندۂ حضرت کریمم	پروردۂ نعمت قدیمم

الہ دین نے کہا مجکو بھوک کی شدت ہی ضعف سے غیر حالت ہی یہ سُنکے وہ جن غائب ہوگیا دو گھڑی کے بعد ویسا ہی خوان جیسا پہلے لایا تھا حاضر کیا ماں بیٹون نے خوب سیر ہوکے کھایا باقی اُٹھا رکھا چند دن اور اُنہین اوقات گذری گھر سے قدم باہر نکالنے کی ضرورت نہ ہوئی جب کھانا کھا چکا پھر قاب بیچنے کی حاجت ہوئی اب تو انکو خرید و فروخت مین بھی مہارت ہوئی خریدار کا گھر تو دیکھ ہی چکا تھا اُسی یہودی کے پاس قاب لے کے چلا ۔

راہ مین ایک سنار سن رسیدہ و ہوشیار رہتا تھا اُسنے الہ دین کو بلا کر کہا صاحبزادے مین نے تمھین اکثر کچھ چیز لیجاتے ہوے فلان یہودی کے پاس جاتے دیکھا ہی اور اُدھر سے جب پھرے تو خالی ہاتھ آتے پایا ہی اور آج بھی کچھ لیے ہوے وہین جاتے ہو مجھ سے ناحق چھپاتے ہو ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہی کہ کچھ بیچنے وہان جاتے ہو مگر دھوکا کھاتے ہو نقصان اُٹھاتے ہو میان تمھین معلوم نہین وہ

یہودی سخت بے ایمان بڑا دغاباز وجعل ساز ومکار ہی بھلے آدمیون کو اس سے معاملہ کرنے سے انکار ہی جسنے اُسکے ساتھ کچھ بیوپار کیا وہ اُسکی بد دیانتی سے خوب واقف ہو گیا اگر کوئی چیز بیچنے کو لے جانے ہو مجھے دکھاؤ اگر میرے لینے کے لائق ہوئی تو مین خود لے لونگا قیمت واجبی تمھین دے دونگا ورنہ معقول دامون پر کسی اور تاجر کے ہاتھ بکوا دونگا۔

الہ دین نے دامن کے نیچے سے قاب طلائی مرصع کار نکال کے اُسکو دکھائی سنار نے بنظر اول پہچانا سونے کو بے غل وغش جانا پوچھا اسی قسم کی کوئی چیز تم نے یہودی کے ہاتھ بیچی ہی اُسنے تمھین کیا قیمت دی ہی الہ دین بولا بارہ قابین مین نے اُسکے ہاتھ فروخت کی ہین اُسنے فی قاب ایک اشرفی کے حساب سے بارہ اشرفیان دی ہین یہ سُنکے سُنار نے سر پیٹ لیا کہا ہاے غضب یہ دغابازی حرامخوری دن دہاڑے چوری سے چہ دلاورست وزدے کہ بکف چراغ دارد سچ تو یہ ہی کہ میان اُسنے تمھارے ساتھ بڑی گھٹی کی جسکا بیان نہین ہو سکتا پھر اُس قاب کو تولا الہ دین سے کہا کہ قیمت واجبی اُسکی بہتر اشرفی ہی پھر تھیلی سے اشرفیان نکال کے سامنے رکھین کہا اگر جی چاہے تو اور کو دکھا لو جو اس سے زیادہ دام دے تو اُسکو دے دو مجھ سے دو چند گنہگار ری لو مگر اُس یہودی کو اس امر کی اطلاع نہ ہونے پائے دوسرے کے کان تک خبر نہ جائے۔

الہ دین اُس سُنار کی تعریف کرتا ہوا اپنے گھر آیا اور باقی قابین سب بتدریج اُسی سنار کے ہاتھ فروخت کین دوسرے کے پاس نہ لے گیا اور ایک مدت تک اُنھین کی قیمت سے بسر اوقات کرتا رہا باطمینان گذر دن رات کرتا رہا

اب یہ معمول کیا کہ اکثر جوہریون مین جاکے جواہر کی خرید فروخت دیکھا کرتا یہان تک کہ اُسکو اس فن مین تمیز حاصل ہوئی اور سمجھا جنکو مین شیشے کے ٹکڑے سمجھتا ہون وہ بیش بہا جواہر ہی اور یہ وہ ٹکڑے ہین جنکو چراغ کے ساتھ تہ خانہ سے لایا تھا لیکن یہ راز کسی سے نہ کہا اُنکو حفاظت سے رکھ کے جیب ہورہا عقل دوربین سے کام لیا۔

ایک دن اسنے سُنا منادی پکارتا ہی کہ آج کوئی اپنی دوکان نہ کھولے اور نہ گھر سے باہر نکلے شہزادی بدر البدور بادشاہ کی بیٹی غسل کرنے حمام مین جائے گی بعد نہانے کے پھر محل مین آئے گی اُس درمیان مین کوئی متنفس از قسم ذکور شہر کی بازار اور گلی کوچون مین نہ نکلے ورنہ عدول حکمی کی سزا پائے گا گرفتار ہو کر ذلت اُٹھائے گا یہ خبر سُنکے الہ دین کو شوق پیدا ہوا کہ کسی طرح اُسکے جمال جہان آرا کو دیکھا چاہیے اُسنے حمام کے متصل ایک مکان کرایہ کو لیا اور پوشیدہ اُسمین جا بیٹھا اور

دروازے کی درازسے جھانکنے لگا ۔

تصویر شہزادی بدر البدور کی مع خواصون اور خواجہ سراون کے اور علاء الدین خفیہ دیکھ رہا ہی

شہزادی جب حمام کے دروازے پر پہونچی اور اپنی خواصون اور خواجہ سراون کے درمیان مین آکر برقع کو اپنے چہرۂ انور سے اُٹھا لیا اسوقت الہ دین نے دروازے کی درز سے اچھی طرح سے دیکھا جیسے ہی بے نقاب وہ روے تابان نظر دیا تاب نہ لا سکا غش آیا بیہوش ہوکے گر پڑا ۔

صورت وہ جو دیکھی پیاری پیاری
بس اُسکی طرف نگاہ کرکے
دل مین لگا تیر عشق کاری
چُپ رہ گیا ایک آہ کرکے

اچھی طرح نظر بھر بھی نہ دیکھا تھا کہ تیر عشق کلیجے کے پار ہوا ۔

تھی نظر یا کہ جی کی آفت تھی
صبر جاتا رہا اک آہ کے ساتھ
دل پہ کرنے لگا طپیدن ناز
وہ نظر ہی وداع طاقت تھی
ہوش جاتا نگاہ کے ساتھ
رنگ چہرے سے کر گیا پرواز

صورت دیکھتے ہی سکتے کے عالم مین نقش دیوار ہو گیا خدنگ عشق جگر کے پار ہو گیا واہ کیا صورت زیبا تھی شان کبریا تھی ۔

دیکھے جو تیرے قد کو قیامت تو یہ کہے
سچ درج ہی اور ہی یہ سراپا ہی اور آ
تم آئینہ ہی دیکھ کے حیران رہ گئے
واللہ میرے دل مین اک ایسا ہی اور ہی
جی چاہتا ہی جسکو وہ یارب نصیب ہو
کیسی بہشت مجکو تمنا ہی اور ہی

بہت دیر مین ہوش و حواس بجا ہوئے دل سے کہا جل جلالہ کیا تیری قدرت ہی ایسی دلفریب صورتین بھی بنائی ہین جنکا دیکھنا کیسا کبھی کسی کے سُننے مین نہین آئی ہین ؎

سب سے تم اچھے ہو تم سے مری قسمت اچھی
یہی کمبخت دکھا دیتی ہی صورت اچھی
حسن معشوق سے بھی حسن سخن ہی کمیاب
ایک ہوتی ہی ہزارون مین طبیعت اچھی
دیکھنے والوں سے انداز کہین چھپتے ہین
ہم کو پردے مین نظر آتی ہی صورت اچھی

الہ دین نے دل مین خیال کیا کہ شہزادی جب حمام سے نکلے گی اپنے مُنھ پر برقع ڈالے ہوئے ہوگی اِس صورت مین دیکھنا اور نہ دیکھنا برابر ہی دل سے کہا اب یہان ٹھہرنا بیکار ہی اُس رشک قمر کا پھر نظر آنا دشوار ہی وہان سے پوشیدہ گھر کی طرف روانہ ہوا طپش دل کا بہانہ ہوا راہ مین یہ حال تھا قدم اُٹھانا محال تھا گرتا پڑتا چہرہ زرد لب پر آہ سرد بہزار خرابی گھر پہونچا اُسکی مان نے یہ نقشہ جو دیکھا بیقرار ہوکر مستفسر حال زار ہوئی یہ خاموش دین و دنیا فراموش جسقدر پوچھا اسنے کچھ نہ بتایا اس راز کو چھپایا لیکن روز اُسکا دل و جگر خون ہوتا حال دگرگون ہوتا بھوک پیاس بھول کے پاس نہ آتی تھی دل قابو سے باہر تھا وحشت اپنا رنگ دکھاتی تھی ؎

الفت نے کیا تھا دل مین یہ گھر
تھی جس سے خرابی اُسکے جی پر
تھا محو جمال یار ایسا
مطلق نہ تھا ہوش اُسکو اپنا
تھا عشق کا اُسکو جب سے آزار
مضطر تھا بہت وہ نوگرفتار
غم سے جو زیادہ تنگ ہوتا
چھُپ چھُپ کے وہ زار زار روتا
بے یار جدھر نگاہ کرتا
بے ساختہ دل سے آہ کرتا
رُکنے سے بڑھا جو غم کا آزار
کرنے لگے فاش نالۂ زار

الہ دین کی مان کو یہ حال زبون دیکھکر گریہ و زاری تھی اُسکی تڑپ دیکھنے سے دل کو بیقراری تھی جب وہ متوجہ ہوکے دلداری و غمخواری پوچھتی مستفسر ہوکر دریافت حال کرتی الہ دین رو دیتا بھید کو چھپاتا تھا پر مطلب نہ آتا تھا ؎

کسی کے خوف سے دل کھول کر رویا نہین جاتا
کہ جو آنسو ٹپکتا ہی چھپا لیتا ہون دامن مین

مگر عشق وہ بلا ہی جسقدر چھپاؤ افشا ہوتا ہی کوچہ و بازار مین چرچا ہوتا ہی عشق اور مشک کا پردہ کھل جاتا ہی نظربازون کی آنکھ مین تل جاتا ہی اسکی بوباس خوش دماغون کو منزلون جاتی ہی اسکی وحشت چہرے کی زردی اندھون کو نظر آتی ہی

سچ ہے کہ یہ عشق بد بلا ہے	سچ ہے کہ مرض یہ لا دوا ہے
دکھلاے اثر جو عشق پُر فن	آہن ہو موم موم آہن
ہی محض غلط کہ دل مین ہی عشق	انسان کی آب و گل مین ہی عشق
ہی خلقت حسن و عشق توام	جس طرح جہان مین راحت و غم
بیجا نہ یہ عشق فن ہی میرا	پروانہ حسن تن ہی میرا
قوت سے اسی کی مجھ مین جی ہی	بے عشق کے کچھ بھی زندگی ہی
تراس سے زبان بصد سخن ہی	داغ غم عشق جسز و تن ہی

القصہ جہان تک صبر کی طاقت ضبط کی حالت تھی خاموش رہا از بسکہ ناتجربہ کار نوگرفتار تھا ایک دن مان سے کھل پڑا سارا قصہ کہہ دیا کہ اس طرح شہزادی بدر البدر رشک حور حمام کے دروازے پر نظر آئی صبر و قرار فرار ہوے آنکھون کے روبرو سیاہی چھائی دنیا اندھیر ہوگئی حالت غیر ہوگئی دل کو اُدھر لگاؤ ہی سینہ پر شمشیر محبت کا گھاؤ ہی بے وصل وصال ہوگا کچھ دن اور فراق مین گذرے تو تباہ حال ہوگا

دل تو خون ہو کے بہا چشم سے میری کب کا	منتظر جان بھی ہی اب تن سے نکل جانے کو
مرادین مان رہا ہون قضا کے آنے کی	بُری گھڑی تھی دل مبتلا کے آنے کی
دم اخیر مجھے اسکی کیا خوشی کم ہی	کہ دیکھے چال تری مسکرا کے آنے کی
شب فراق ہجوم بلا سے کیا مرتا	کہ راہ بند ہوئی تھی قضا کے آنے کی
بنا ہون مین نفس واپسین نقاہت سے	نہ آکے جانے کی طاقت نہ جا کے آنے کی

الہ دین نے اپنی مان سے کہا کہ میرے درد کی دوا سوا اس امر کے ممکن نہین کہ درخواست شادی کی اُس پیاری شہزادی کے ساتھ بادشاہ سے کرون تو میری طرف سے پیام شادی کا بادشاہ تک پہونچا جس طرح بنے اُسکے حضور مین جا اگر زیست میری درکار ہی تو یہ تدبیر کر ورنہ مجھے اختیار ہی لقمہ اجل ہوجاؤنگا پھر تجکو منھ نہ دکھاؤنگا

غم کھاتا ہون لیکن میری نیت بھرتی	کیا غم ہی مزے کا کہ طبیعت نہین بھرتی

وہ ضعیفہ نئی آفت مین مبتلا ہوئی گھبرا کر کہنے لگی بیٹا تجھ سے بڑی خطا ہوئی جو ہونا تھا وہ تو ہو غضب یہ ہے کہ تجھے سودا ہوا ہا بیٹھے بٹھائے یہ کیا ہوا عقل زائل ہوئی خبط کے آثار عیان ہین وحشت کے ساز و سامان ہین یہ مرض لاعلاج ہے مخبط اعتدال مزاج ہے

کھیل سمجھو نہ عشق بازی کو ... ابھی لڑکے ہو تم نے کیا دیکھا

دل مین انصاف کرو کہ کہان تو سوئی بھونکنے والا درزی کا لڑکا کہان شہزادی کا مقابلہ کیا ہنسی ٹھٹھا ہے یہ جوتون نہین تو اور کیا معاملہ ہے ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک + کہان راجہ بھوج کہان گنگوا تیلی ہے بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا + ایاز قدر خود بشناس کوئی ہاتھون سے گنا کھاتا ہے میرا تو کلیجہ منھ کو آتا ہے توبہ استغفار کر جو کچھ جھک مارا اُس سے انکار کر اگر کوئی حاسد فتنہ پرداز سُن پائیگا آفت مچائیگا ناحق خانہ ویرانی ہوگی سخت پریشانی ہوگی جان پر بنیگی سب کھیل بگڑ جائیگا قید مین پڑے پڑے سڑ جائیگا ارے کمبخت تو ادنی رعایاے بادشاہی ہو کر اتنے بڑے بادشاہ جلیل القدر کی بیٹی سے درخواست شادی کرے دستور سلاطین سے واقف نہین کہ وہ اپنی اولاد کی شادی سواے اپنے ہمسرون کے غیر کفو مین نہین کرتے اگر ایسا کرین سلطنت مین فتور واقع ہو انکی کسر شان ہے ٹھکانے تمھارا کیا اوسان ہے۔

الہ دین نے کہا اماں جان یہ جو تم کہتی ہو سب سچ ہے مگر مین بدون درخواست کیے نہ رہونگا اور تمھین میری طرف سے درخواست کرنا ہوگی اگر تم اس کام مین کوشش نہ کروگی تو مین اپنے تئین ہلاک کرونگا اب تمھارے ہاتھ میری زندگی ہے دنیا گذشتنی وگذاشتنی ہے اُس شہزادی کا فراق مجھ جگر فگار کو ہلاک کیے ڈالتا ہے جامہ صبر و شکیب چاک کیے ڈالتا ہے بغیر اُسکے وصال کے زندگی وبال ہے اپنا بُرا حال ہے

فلک نے ظلم یہ ڈھایا کہ اب مرے دل مین ... فغان ہے درد ہے رنج و الم ہے آٹھ پہر
پہونچ گیا ہے گریبان کا چاک دامن تک ... گذر گیا ہے بس اب سر سے آب دیدہ تر
کبھی ہے ہوش مجھے گاہ فرط بیہوشی ... کبھی تو آپ مین ہون گاہ آپ سے باہر
ہر ایک دشت مین پھرتا ہون صورت وحشی ... کبھی اُدھر سے اِدھر اور کبھی ادھر سے اُدھر
بہت قلق جو ستاتا ہے تو یہ پڑھتا ہون ... عجیب حسرت و ارمان سے ہاتھ پھیلا کر

اجل بیا کہ ترا تنگ در کنار کشم
بہ تنگ آمدہ ام چند انتظار کشم

الہ دین کی ماں یہ باتین سُنکر بہت دلگیر ہوئی اور کہا بیٹا ہمین وہ کام کرنا چاہیے جو موجب ہماری دولت
ورسوائی کا نہو اگر تیرے ہم پیشہ کی لڑکی ہوتی تو مین البتہ اُسکی درخواست کرتی یہ سب باتین دور از عقل
ہین اسمین صریح خطا ہی عشق بُری بلا ہی یہ مرض لا دوا ہی سب کو اس عشق نے تباہ کیا زیر خاک ور دسیاہ
کیا لیلی و مجنون کا قصہ مشہور ہی معروف نزدیک و دور ہی جسنے اس کوچہ مین قدم رکھا جان بر نہوا
مفت جان عزیز کھو بیٹھا ؎

عشق ہی تازہ کار و تازہ خیال　　ہر جگہ اسکی اک نئی ہی چال
نظر لطف اسنے کی جسپر　　تا قیامت رہا وہ دیدۂ تر
کسی سینہ مین آکے درد ہوا　　کسی دل مین یہ آہ سرد ہوا
ہے کہین گرد محمل لیلے　　مثل مجنون کہین ہے واویلا
کہین پیتا ہی شربت آنسو　　ہے بہاتا کہین یہ خون کی جو
کہین سینہ مین جا قرار ہوا　　کہین دل مین یہ آشرار ہوا
کہین مژگان کو یہ کرے نمناک　　کہین خاطر کو یہ کرے غمناک
کہین گل کا یہ چاک دامان ہی　　کہین بلبل نمط غزلخوان ہے
کہین جا کرنیاز و ناز ہوا　　کہین محزون ہر جان گداز ہوا
کہین صحرا مین جا کے پھرتا ہی　　کہین دریا مین گر کے مرتا ہی
کہین فرہاد دشت ہی خاک بسر　　کہین شیرین نمط ہوا مضطر
ہی کہین دل مین نالۂ جانکاہ　　ہی کہین لب پہ ناتوان کی آہ

غرض عشق دریاے ناپیدا کنار ہی اس سے کسی کا نہین بیڑا پار ہی اس کوچہ سے مُنھ موڑ عہد دل کو
توڑ عیش سے زندگی بسر کر طبیعت اپنی نہ مکدر کر۔
الہ دین بولا مین جانتا تھا کہ تو ایسے بیہودہ بکھیڑے بتائے گی در دولت پر نہ جائے گی تو سمجھتی ہی بیٹا
سودائی ہی مین جانتا ہون اسی بہانے میری قضا آئی ہی جس طرح ہو تو بادشاہ کے حضور مین جا
پیام نسبت پہونچا جو کچھ وہ فرمائے گا بجا لاؤنگا شہزادی کی محبت سے مُنھ نہ پھراؤنگا وہ سمجھی اسکو
چراغ کا بھروسا ہی اسمین جو کچھ ضرر ہی اُسکی خبر نہین اپنی ذلیل اوقات پر نظر نہین ناچار کہا کہ مجھ
غریب مین اتنی جرأت کہا کہ بادشاہ کے حضور مین جا کر ایسے امر عظیم کی گفتگو کرون مین ایک ادنا
درزی کی جورو ہون بادشاہ کے سامنے مُنھ سے کیا بات نکلے گی اگر حسب نسب پوچھا تو کیا جواب

چُپ رہی تو مُنھ کی کھاؤنگی ع خدا جانے وہ کیا پوچھے زبان سے میرے کیا نکلے ٭ دوسرے یہ کہ بادشاہ کے روبرو حاجت مند خالی ہاتھ نہین جاتا ہی پہلے تحفہ پیشکش کرکے نذر دکھاتا ہی مین جاکے کیا دونگی اور گفتگو کیا کرونگی تو نے ایک ایسا امر دشوار و محال اپنی خاطر مین قرار دیا ہی کہ ہونا اُسکا حد امکان سے باہر ہی۔

الہ دین نے مان کی سب باتین سُنکے کہا مادر مہربان مین اُس زہرہ جبین شہزادی کی محبت مین ایسا گرفتار نہین ہوا ہون کہ اُسے دل سے نکالون اور اُس سے دست بردار ہون اس لیے مکرر سہ کرر تمھاری خدمت مین عرض کیا کہ براے خدا تم ان سب باتون کو اپنے خیال مین نہ لاؤ جس طرح ہوسکے بادشاہ کے حضور مین جاؤ میرا دل گواہی دیتا ہی کہ مین اس امر مین کامیاب ہونگا اور یہ جو تم نے کہا کہ قبل از عرض مطلب سلاطین کے حضور مین نذر و ہدیہ گذرانا ضرور ہی اور میرے پاس کوئی ایسی چیز نہین کہ قابل نذر شہنشاہ دارا دربان ہو اے حضرت تم نے اُن جواہرات کو جو مین اپنے ساتھ اُس خزانہ سے لایا تھا اور تم اُنکو اب تک شیشے کے ٹکڑے سمجھی ہوے تھین نہین دیکھا آیا وہ قابل نذر سلاطین نامدار نہین ہین پیشتر مین بھی اُنکے حالات سے واقف نہ تھا مگر اب مجھے معلوم ہوا کہ ہر ایک رقم انہین کی جواہر بے بہا ہی یہ نایاب چیزین سواے سلاطین عظام کے اور کسی کے قابل نہین ع قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری٭ مجکو جواہرات پر نظر کرنے سے جو اکثر جوہری بازار مین جاکر دیکھنے کا اتفاق ہوا تو اپنے اُن جواہرات کا حال کھُلا کہ انکے سامنے اُن جواہرات کی کوئی حقیقت نہین نہ انکے رنگ ڈھنگ سنگ کو پہونچتے ہین نہ چمک دآب و تاب مقدار و وزن مین مقابلہ کرسکتے ہین ہم تم دونون اُسکی قدر و قیمت سے ناواقف تھے یہ نہایت اعلی درجہ کے بادشاہون ہی کے لائق ہین تم اُن سب کو اُٹھا لاؤ مین ہر ایک کو صاف کرون اور ہر ایک قسم کو جدا کرکے کسی عمدہ ظرف مین لگا کر رکھون اُسوقت اُنکی صفائی و تڑپ دیکھنا چنانچہ ضعیفہ ایک سفید قاب مین کہ نہایت خوبصورت و نفیس تھی اُن ٹکڑون کو اُٹھا لائی اور آراستہ کرکے رکھا اب تو وہ مانند مہر درخشان کے چمکنے لگے کہ نظر مان بیٹون کی اُنھین دیکھکر خیرگی کرتی تھی۔

الہ دین نے مان سے کہا یہ جواہر بادشاہ جم جاہ کی نذر کے لیے موجود ہین میرے نزدیک اس سے بہتر اور کوئی تحفہ نہین ہی اسکے سوا اور کوئی عذر ہو تو کہو اُسکی مان نے باوجود خوبصورتی اور چمک جواہرات کے قیمت نہ معلوم ہونے سے تامل کیا اور کہا بیٹا تمھارا ہدیہ اس لائق نہین کہ جس سے تمھارا مطلب حاصل ہو مین وہان سے بے نیل مقصود پھر آؤنگی جو مین کہتی ہون وہی ہوگا اور اگر بالفرض مین نے جرأت کرکے بادشاہ کے حضور مین تمھارے مطلب کا اظہار کیا بھی تو وہ میری باتون پر تمسخر کریگا

ایک سودائی عورت سمجھ کے اپنے دربار سے نکلوادے گا غضب مین آ کے مجھے اور تجھے ہلاک کر ڈالے گا
غرض الہ دین کی مان نے ہر چند فہمائش کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا تا کہ وہ اپنے ارادے سے باز رہے
مگر نقش الفت شہزادی بدر البدور کا ایسا اُسکے دل مین نہین بیٹھا تھا کہ اُس سے دست بردار ہو جاتا
آخرالہ دین نے باصرار و مبالغہ اپنی مان کو اِس امر پر مستعد و آمادہ کیا تا وہ جاکر بادشاہ سے شہزادی کی
درخواست کرے اُسکی مان نے کہا بیٹا مین نے مانا کہ جان پناہ کے حضور مین حاضر ہوئی اور جسارت
کر کے درخواست بھی کی مگر بادشاہ نے پوچھا کہ تم کہان رہتی ہو اور کس قدر دولت تمھارے پاس ہے اور
تمھارا حسب نسب کیا ہے تو مین کیا جواب دونگی۔

الہ دین نے کہا ایسی باتون کا خیال قبل از وقوع واقعہ دل مین لانا فضول ہے پہلے دیکھو تو بادشاہ
تم سے ملاقات کے وقت کیونکر پیش آتا ہے اور کیا تمھاری بات کے جواب مین زبان پر لاتا ہے اگر اُسنے
ابتدا مین سوال ایسے امور کا کیا اُسکا جواب مین معقول دونگا اسواسطے کہ مجھے اپنے چراغ پر بخوبی اعتماد ہے
اور جانتا ہون کہ جس امر کی درخواست کرونگا وہ فی الفور مجھے اُسکے سبب سے میسر ہوگا جیسا تم عرصہ
سے دیکھتی ہو الہ دین کی مان اس بات کو سُنکے خاموش ہوئی اور سوچی کہ شاید بدولت اس چراغ
کے اسکی مراد بر آئے اور کشود کار عقدہ لاینحل ہو جائے تو کچھ عجب نہین فی الجملہ اُسکی تسکین خاطر ہوئی اور
جو جو امور کہ اُسکو دشوار و محال معلوم ہوتے تھے اب اُنکو سہل و آسان سمجھی تھی کہ اُس نے بیٹے سے
بادشاہ کے حضور مین جانے کا اقرار کیا۔

الہ دین نے مان کے بشرے سے دریافت کر کے کہ وہ اب جانے پر رضامند ہے کہا سب سے مقدم یہ امر ہے
کہ اس راز کو کسی سے نہ کہنا اور بادشاہ سے بھی تنہائی مین درخواست کرنا پھر دونون مان بیٹے یہ خیالی
پلاؤ پکا کر سو رہے مگر الہ دین کو نیند کہان اُسکو شہزادی کا عشق ایسا چرایا تھا کہ خواب و خور حرام تھا
گریہ و زاری آہ و بکا سے کام تھا ؎

ترے رخ کا کسے سودا نہین ہے	گل لالہ تلک صحرا نشین ہے
جہان ہے جلوہ گر وہ غیرت ماہ	الٰہی آسمان ہے یا زمین ہے
بنایا تجکو ایسا خوبصورت	کہ نازان تجھپہ صورت آفرین ہے

تمام رات تڑپ تڑپ کے کاٹی شب فراق پہاڑ ہو گئی زندگی دشوار ہو گئی ؎

نہ گوہر ہی قسم زر دحیت مرے دل کی	تو جبین نہ دنیا کسی عنوان مرے دل کو
پھر حسرت وارمان وتمنا بھی نہ ہونگے	امی یاس نہ کر بے سروسامان مرے دل کو

جب کہ جوہری ماہ نے جواہر انجم کو درج مغرب مین چھپایا اور گوہر مہر نے صدف مشرق سے اپنا جلوہ نورانی دکھایا ؎

بڑھکر نقیب نور پکارا سحر سحر　　ذرون مین نور مہر در آیا قمر قمر
فرمان نجوم بدر کو پہونچا بدر بدر　　لوٹا سحر نے معدن شبنم گہر گہر

برقع جو اُٹھ گیا تھا رخ آفتاب کا
پردہ تھا فاش صبح ملمع نقاب کا

شہرزاد پر یہی خصائل خاموش ہوئی اور بادشاہ ذی جاہ بعد ادائے نماز صبح دربار مین تشریف فرما ہوے حاضر سب کارفرما ہوے بعد برخاست دربار بادشاہ ذوی الاقتدار محل مین تشریف لائے اور ملکہ شہرزاد کی جانب مخاطب ہوکر یہ کلمات فرمائے تمھاری داستان گوئی شیوا زبانی ہمکو وجد مین لاتی ہی تمھاری شیرین بیانی جادو طرازی دل کو بہت بھاتی ہی ؎

اثر لبھانے کا پیاری ترے بیان مین ہی　　کسی کی آنکھ مین جادو تری زبان مین ہی

شہرزاد حور نژاد عرض پرداز ہوئی کہ حضور الہ دین نے فجر کو اُٹھکر ماں سے کہا کہ یہ وقت دربار بادشاہ کا ہی جلد کپڑے پہن کر جا وہ بھی اُٹھی دربار شاہی جانے کی تیاری کرنے لگی نہاکے لباس تبدیل کیا الہ دین وہ جواہر جو باغ کے تہ خانے سے لایا تھا اُسکو ایک قاب طلائی مین رکھکے ماں کے روبرو لایا کہا یہ وہ گران بہا چیزین ہین کہ بادشاہ دیکھکر اپنی سلطنت بھول جائے گا تیرا سوال رد نہ کرے گا منظور فرمائے گا وہ ضعیفہ جواہرات لے کر روانہ ہوئی در دولت پر پہونچی اُس روز دربار عام مجمع کیسا بڑا ازدحام تھا یہ بے تکلف چلی گئی دیکھا کہ دیوان خانے مین بادشاہ سریر جہانبانی پر جلوہ فرما ہی اپنے رتبہ کے موافق وزیر اعظم ارکین دولت مشیران سلطنت سب دست لبستہ حاضر ہین ایک جانب بادشاہ کے سامنے سب مستغیث کھڑے ہوے ہین اپنا اپنا مطلب بے وساطت دوسرے کے بادشاہ کے حضور مین عرض کرتے ہین بادشاہ بہ نفس نفیس ہر ایک مقدمہ کی سماعت فرماتا ہی ہر ایک کی داد دیتا ہی یہ ضعیفہ بھی بادشاہ کو مجرا کرکے ایک طرف کھڑی رہی قضائے کار اُس دن کوئی ضرورت بادشاہ کو درپیش تھی چند مقدمے فیصل کرکے برخاست کا حکم دیا خود وزیر اعظم کو ساتھ لے کے خلوت سرا مین گیا شاہ خاور بھی خلوتخانہ مغرب مین جا چکا تھا خلقت وہان سے چلنے لگی یہ ضعیفہ بھی زیادہ ٹھہرنا بیکار سمجھ کے گھر کی طرف روانہ ہوئی بیٹے سے آکر دربار کا رنگ بادشاہ کی غریب پروری کا ڈھنگ بیان کرکے کہا کہ میرے دل سے خوف و خطر بالکل گیا ہوا کھل گیا نہایت رحم دل عدالت گستر رعایا پرور بادشاہ ہی ہر شخص کا حال پوچھتا ہی نیک و بد

کے سوال کا جواب بکشادہ پیشانی دیتا ہی آج کسی ضرورت کے باعث وزیر کو ہمراہ لیکے تخلیہ مین جا بیٹھا
کل صبح کو مین پھر جاؤنگی یقین ہی کامیاب ہوکے گھر آؤنگی
غرض کہ تین چار روز وہ ضعیفہ دربار شاہی مین متواتر گئی مگر کثرت کار و ہجوم بے شمار کی وجہ سے عرض معروض
کرنے کی مہلت نہ ملی لیکن بادشاہ نے جو اسکو پیہم آتے دیکھا تو ایک دن بعد انتظام امور مالی و ملکی کے
وزیر اعظم سے فرمایا ایک ضعیفہ کئی دن سے آتی ہی ناکام قریب شام پھر جاتی ہی۔
وزیر نے چاہا کہ اپنی بے علمی ظاہر نکرے کیونکہ وہ بھی کچھ اُس ضعیفہ کے حال سے آگاہ نہ تھا کہنے لگا کہ
خداوند نعمت عورتین ذرا ذرا امر کے لیے بیہودہ نالش کر دیتی ہین چنانچہ یہ عورت بھی اسی قسم کی نالش کرنے کو
حضور مین آئی ہوگی شاید کسی نے گوشت یا اور کوئی چیز بری یا وزن سے کم اسکے ہاتھ بیچی ہوگی بادشاہ کو
اس جواب سے کچھ تسلی نہ ہوئی فرمایا کل جو وہ آئے میرے روبرو لانا قریب بلانا مین اُسکا مطلب خود
دریافت کرونگا احتیاج اُسکی رفع کر دونگا۔
الہ دین کی ماں تو روز دربار مین حاضر ہوا کرتی تھی اُس دن جو گئی بادشاہ کی نظر پڑی وزیر سے فرمایا ادھر
دیکھو اسی ضعیفہ کے واسطے تجھسے کہا تھا جا اپنے ساتھ تخت کے قریب لے آ حسب الارشاد وزیر سے نے
سریر سلطانی کے متصل پہونچایا پھر اپنی جگہ پر آیا مادر الہ دین نے کہ اتنے دنون کی آمد و رفت مین دربار کے قرینے
سے واقف ہو چکی تھی پایۂ تخت کو بوسہ دیا تسلیم کے لیے سر جھکایا گردن کو نہ اُٹھایا جب تک بادشاہ
نے نہ فرمایا شہریار نے پوچھا اے ضعیفہ بہت دنون سے تو دربار مین حاضر رہتی ہی اپنا مطلب کیون
نہین کہتی ہی اُس عورت نے پھر زمین ادب کو بوسہ دے کے عرض کیا کہ بار خدایا ہمارے شاہ
کج کلاہ ظل سبحانی خلیفہ الرحمانی کا جیب و دامن گوہر مقصود سے ہمیشہ مالامال رہے دوست
شاد دشمن پایمال رہے ؎

ترے ابر کرم نے کی جو عالم مین گہر باری	تو آب گوہر خوش آب سے دریا ہوا جاری
ترا دل بادۂ پندار سے خالی نظر آیا	جو ہی تو تشنۂ عرفان ہی ہر چشم شوق مین طاری
وہ تیرا عہد ہی علم و عمل سے شاد رہتے ہین	فقیہ و مفتی و صوفی و شیخ و حافظ و قاری
کسی کا دل تو کیسا آنکھ تک دکھنے نہین آتی	مٹائی عدل نے تیرے یہان تک مردم آزاری
نہ کیونکر ہو ترے دستور العمل سے شاد ہان عالم	کرم کرنا تری عادت جفا سے تجکو بیزاری
بگولہ بھی ہوا پر ضلِ گنبد بن کے قائم ہو	یہان تک گم ہوئی خانہ خرابی خانہ مسماری
ترے در سے عدو سے روسیہ کے یون بہے آنسو	کہ چھوٹے جس طرح سے خون سودا دی کی پچکاری

سمندر مین سمند رہون صدف مین ہون گہر پیدا | جو چمکے آتش قہر و غضب کی تیرے چنگاری
تری محفل کا جو سامان ہی ثانی نہین رکھتا | نگلین جمشید کی آنکھین اگر دیکھے یہ تیاری

اس تمہید کے بعد الہ دین کی مان عرض پرداز ہوئی کہ اگر لونڈی کی جان امان پائے تو مدعا اپنا زبان پر لائے مگر تخلیہ ضرور ہی کنیز مجبور ہی۔
یہ سُنتے ہی بادشاہ نے برخاست کا حکم فرمایا وزیر اعظم کے سوا وہان نظر نہ آیا اُس ضعیفہ نے پہلے وہ قاب جواہر کی نذر دی پھر دبی زبان سے شہزادی کی درخواست پیش کی۔

تصویر والدۂ الہ دین کی کشتی جواہرات کی لیکر دربار شاہی مین آنے کی

بادشاہ جواہر دیکھ کے حیران ہوگیا کہ یہ جواہر ایک سے ایک تحفہ جو اس مدۃ العمر مین دیکھنے کا تو کیا ذکر کان تک نہین آیا اس نیک بخت نے کیونکر پایا وزیر سے پوچھا اسکو دیکھا یہ جواہر یا اسکا ذکر کبھی تیرے چشم و گوش تک آیا ہی قصہ کہانی کے طور پر کسی معتبر نے یہ سانحہ سُنایا ہی وزیر نے ہاتھ باندھ کے عرض کیا غلام ناچیز ہی اُسکو کیا تمیز ہی مگر جوہری پیر فلک جو کہ آج تک مہر و ماہ کی عینک لگا کے شب و روز جستجو مین پھرتا ہی اُسنے نہ دیکھا نہ سُنا ہی اور غلام کا ذکر کیا ہی پھر بادشاہ نے فرمایا جو ایسی شی جسکا وجود عنقا ہی پیش کش کرتا ہی اسکا سزاوار ہی کہ اُسے اپنی فرزندی مین لون

اپنی بیٹی سے عقد کر دوں یا نہیں۔

وزیر مضطر ہو کے حیران ہوا کہ تو غضب کا سامان ہوا مین امیدوار تھا کہ میرے بیٹے کے ساتھ شادی ہو گی میری خانہ آبادی ہو گی بادشاہ جواہر دیکھ کے پھسل گیا وہ مقدمہ ذہن سے نکل گیا قدم بڑھا کے بادشاہ کے کان بھرنے لگا کہ پیر و مرشد شاہزادی کے روبرو یہ جواہر بدتر از پشیز ہی بالکل ناچیز ہی تین مہینے کی مہلت کا طلبگار ہوں اسقدر نوازش کا امیدوار ہوں غلام زادہ اس سے بہتر نذر پیشکش ملازمان والا کرے گا بادشاہ سمجھا اگر وزیر تین ہزار برس خاک چھانے گا انکا ہمسر نہ پائے گا اگر قاف سے تا قاف تک سر ٹکرائے گا گوہر مقصود ہاتھ نہ آئے گا مناسب ہی کہ اسکی بھی دل شکنی نہ کرو تین مہینے کی مہلت دے دو۔

الہ دین کی ماں سے فرمایا ہم نے ہدیہ قبول کیا تو نے اپنا مطلب حصول کیا لیکن سر دست ہو نہیں سکتا تین مہینے مین جہیز کا سامان درست کر لوں تو اُسکا عقد کر دوں اتنے دنوں کے بعد تو پھر آنا ہم سے پوچھ جانا وہ آداب بجا لائی خوش و خرم اپنے گھر آئی ؎

للہ الحمد ہر آن چیز کہ خاطر می خواست ۔ آمد آخر زپس پردۂ تقدیر پدید

الہ دین ماں کا چہرہ دیکھکر سمجھ گیا کہ یہ جو بشاش آتی ہی مقرر مژدۂ شادی لاتی ہی جب وہ قریب آئی مبارکباد بر زبان لائی پھر ابتدا سے انتہا تک سب کیفیت دوہرائی الہ دین فوراً سجدۂ شکر بجا لایا اور ماں کے پاؤں پر سر جھکایا ایسا یہ مشتاق تھا کہ تین مہینے کا زمانہ بہت شاق تھا اُسی دن سے ایام شماری کرنے لگا امید مین اوقات گزاری کرنے لگا ؎

ترے وعدے پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا ۔ کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

وہان وزیر نے مقربان سلطانی کے ذریعہ سے انیسون جلیسون کو ملا کے ایسی تدبیر کی کہ بادشاہ کو اپنے بیٹے کے ساتھ شادی کر دینے پر راضی کر لیا طیاری ہونے لگی دو مہینے جب گذر گئے الہ دین کی ماں قریب شام کسی کام کو بازار گئی عجب سیر دیکھی کہ تمام شہر مین دھوم دھام ہی جابجا خلقت کا مجمع عام ہی ہر دوکاندار صفائی اور روشنی کرنے مین مصروف ہی لین دین کا کام موقوف ہی سوار پیادے زرق برق وردیان پہنے آتے جاتے ہین اپنی اپنی سج دھج دکھاتے ہین اسنے کسی سے پوچھا کہ یہ ماجرا کیا ہی کیسا ہنگامہ ہو رہا ہی اُسنے جواب دیا اے نیک بخت تو شاید اس شہر مین نہین رہتی ہی جو یہ بات کہتی ہی آج بادشاہ کی بیٹی کا وزیر زادے کے ساتھ نکاح ہی سارا شہر آگاہ ہی تجکو خبر نہین اسکا سبب کیا ہی یہ بیچاری آفت کی ماری بدحواس ہو ہانپتی کودوں بھاگتی الہ دین کے

پاس

پاس آئی خبر وحشت سنائی اور کہا ۔

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا — پڑ گئی آج یہ کیسی مرے اللہ نئی

بیٹا میری محنت اور تدبیر سب جواہر ناحق برباد گیا بادشاہ نے بد عہدی کی وزیر کے بیٹے سے شہزادی کی شادی قرار دی آج عقد ہو جائیگا اس ذریعہ سے وہ سلطنت پائے گا ۔

شکل امید تو کب ہم کو نظر آتی ہے — صورت یاس بھی بن بنکے بگڑ جاتی ہے

سنتے ہی الہ دین پر تو کوہ الم گر اغش کھا کے زمین پر گر پڑا کچھ دیر سکتہ کے عالم مین نقش دیوار ہو گیا زندگی سے بیزار ہو گیا ۔

ہوا ہے عشق تازہ ابتدا سے آہ ہوتی ہے
ملا جب درہم داغ جنون گھبرا کے دل بولا

مبارک طفل دل کی آج بسم اللہ ہوتی ہے
یہی کیا عشق کی سرکار مین تنخواہ ہوتی ہے

فروغ اپنا سوا ہوتا ہے ظلم چرخ گردان سے
جو دل جلتا ہے روشن اور شمع آہ ہوتی ہے

دل سے کہا کہ چراغ ہمارے پاس موجود ہے وہ سب روشنی بجھا دے گا وزیر زادہ کیا مردود ہے یہ سوچ کر اپنی خوابگاہ مین گیا چراغ نکال کے بدستور رگڑا فوراً جن بلند بالا حاضر ہوا کہنے لگا جو حکم ہو بجا لاؤنگا فرمانبرداری مین حاضر ہون سر مو عدول حکمی نہ کرونگا الہ دین نے کہا یہان کے بادشاہ نے عہد شکنی کی مجھ سے شادی دختر کا وعدہ تھا آج وزیرزادے کے ساتھ کر دی بڑے شرم و غیرت کی بات ہے کہ بدر البدور کو میرے سوا اور کوئی بیاہ لیجائے اسمین تغافل کرنا اچھا نہین کچھ ایسی تدبیر کیجائے کہ وزیر کا بیٹا متمتع نہ ہو سکے لہذا مناسب ہے کہ جسوقت وہ دونون پلنگ پر یکجا ہون تم پلنگ اُٹھا لانا میرے حجرہ مین پہونچا دنا ۔

جن نے کہا بہت خوب یہ کہکے وہ غائب ہو گیا یہ اُسکے انتظار مین بیٹھا رہا جسوقت شہزادی کا عقد وزیرزادے کے ساتھ ہو چکا قاضی نے حسب شرع و آئین نکاح پڑھا وہان کی رسم کے موافق شاہزادی کی مادر مہربان جمیلہ عروسی مین دولہا دلھن کو لٹا کے اور شب بخیر کا کلمہ سُنا کے چلی گئی خواصون نے دروازہ بند کیا وزیرزادے نے اپنا گوہر مقصود صدف آرزو مین پایا جام وصال بادۂ گلگون سے لبریز ہوا مارے خوشی کے جامے مین پھولے نہ سمایا مگر فلک شعبدہ باز نے اور ہی رنگ دکھایا خوشی کے عوض رنج نظر آیا ۔

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا — بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے

جن تو منتظر تھا پلنگ اُٹھا کے دونون کو لے آیا الہ دین کے روبرو رکھدیا۔

تصویر جن کی پلنگ وزیرزادہ کا مع شہزادی خفتہ کے اُٹھا لانے کی

الہ دین بولا کہ وزیرزادے کو اُٹھا کر کسی پاخانے مین جو تیرہ و تار و نہایت متعفن ہو اُسکو سر تلے ٹانگین اوپر کر کے لٹکا دینا علی الصباح حاضر ہونا بلکہ کچھ رات رہے یہان پہونچ جانا جن تو وزیرزادے کو اُٹھا کے کسی سنڈاس مین اوندھا لٹکا کے روانہ ہوا وہ اُسکی مہیب صورت دیکھ کے ڈر گیا جیتے جی مرگیا دوسرے کھڈ مین سر ٹانگین اوپر دماغ اسکا مارے بدبو کے پھٹا جاتا تھا۔

پھر الہ دین نے شہزادی کے برابر بیٹھ کے کہا تم اپنے دل مین خوف و خطر نہ کرنا یہ فقط تمھارے باپ کی بدعہدی کی سزا ہے ورنہ یہ حرکت کیا ہے وہ تو اس قصے سے آگاہ نہ تھی سُنکے چپکی ہو رہی الہ دین تلوار بیچ مین رکھ کے اُسکے ساتھ سو رہا پھر نہ کچھ پوچھا نہ کہا سنا

پاس بھی سویا تو ظالم شرم سے منھ پھیر کر
ہم بھی بدلے جو فراق بُت بدخو بدلا

کچھ تمنا دل کی نکلی کچھ تمنا رہ گئی
سو رہے پھیر کے منھ اُسنے جو پہلو بدلا

اُسکو نیند کہان تھی بحیرت ہر سو نگران تھی یکدم جن حاضر ہوا الہ دین نے کہا وزیرزادہ کو اُٹھا لا جن اُس اگھیل کو جو لت پت ہو رہا تھا اُٹھا لایا پلنگ پر لٹایا ایسی بدبو آئی کہ الہ دین کی طبیعت گھبرائی کہا دونون کو اُسی مکان مین بدستور رکھ آ وہ فوراً تعمیل حکم عمل مین لایا اُسی کمرے مین پلنگ رکھ کے چلا آیا بادشاہ

تمام شب خوشی سے سویا نہ تھا صبح دم رات کا حال دریافت کرنے کو آیا دروازہ کھڑکھڑایا ذرا دیر نہ وہ دروازہ
کھول کے دوسرے کمرے مین گیا بادشاہ نے اندر قدم دھرا وہان تو گویا چھی چھی ہو چکی تھی دماغ اسکا
بدبو سے پریشان ہوا بہت حیران ہوا کہ وہ شب عروسی کی بوباس یا یہ مقدمہ خلاف قیاس بادشاہ نے
حال پوچھا شہزادی رونے لگی ہچکی بندھ گئی بات نہ کر سکی اسکی صورت پر وحشت ہراس طرح کی دہشت
نظر آتی تھی غش ہوئی جاتی تھی بادشاہ حیرت کے عالم مین وہان سے چلا آیا اپنی بی بی کو کچھ مختصر حال
سنا کے دریافت حال کے لیے بھیجا۔

بادشاہ بیگم جو آئین عجیب حالت دیکھی وزیرزادہ کونے مین لرزان شہزادی نقش دیوار کی صورت
حیران ملکہ اسے خاموش اور قلق و اضطراب مین پا کے نہایت متحیر ہوئی اور تصور کیا کہ مقرر بات کو کچھ صدمہ
عظیم اسے پہونچا ہی جسے وہ بیان نہین کرسکتی غرض کہ اسنے بیٹی کو گلے سے لگایا تسکین دی حال پوچھا
وہ بولی اماں جان آپ کے جانے کے بعد ایک شخص کریہ منظر مہیب صورت نظر آیا پلنگ اٹھا کے ایک
مکان مین لے گیا وہان ایک جوان حسین ماہ جبین بیٹھا تھا اسنے کہا اس وزیر کے چھوکرے کو کسی
پاخانے مین سر کے بل لٹکا کے بہت تڑکے چلے آنا جو کہون بجالانا وہ جب اسکو لے گیا مجھ سے کہا ڈرو نہین
کسی طرح کی ایذا تمھین نہ ہوگی یہ تمھارے باپ کی عہد شکنی کا بدلا تھا اور تلوار بیچ مین رکھ کے سو رہا
دم سحر وہی جن حاضر ہوا کہا وزیر کے بیٹے کو لا وہ جو اسکو اٹھا لایا نجاست مین بھرا تھا میرے پلنگ پر
لٹا دیا اسکے تمام بدن مین نجاست بھری تھی سکتے کا عالم تھا گویا لاش دھری تھی مین اپنی اور اسکی
سخت جانی پہ حیران ہون کہ دیو کی ڈراونی صورت دیکھ کے دہل گئی اسی دم جان کیون نہ نکل گئی دیکھا چاہیے
ابھی تقدیر کیا کیا کرشمے دکھاتی ہی ظاہرا تو اسکے ہاتھ سے موت نظر آتی ہے

فلک نے تو اتنا ہنسایا نہ تھا	کہ جسکے عوض یون رلانے لگا

ملکہ نے شہزادی کو حمام بھیجا پلنگ بدلوایا بچھونا دور کیا پھر بادشاہ سے یہ مذکور کیا وزیرزادے کو
روبرو بلایا اسکی آمد نے تمام مکان سڑایا یہ تو اسکا حال پوچھتے تھے رات کا رنج دلا دلا پوچھتے تھے
وہ دیوانون کی طرح ہذیان بکتا تھا واہی تباہی باتین وحشت زدہ ہراسان گھبرا کے تکتا تھا شب کا
تصور بندھا تھا کہ پھر وہ دیو نہ آجائے اور کسی بلا مین پھنسائے۔

بادشاہ نے مجبور ہو کے وزیر کو یاد فرمایا وہ جو سامنے آیا بیٹا اسکا چیخ مار کے رونے لگا سر پٹک کے جان
کھونے لگا وزیر نے عجیب حال دیکھا کہ وہ دولہا رات کا لباس بایا دن کو گوہ مین نہایا نظر آیا سر پیٹنے لگا
دل مین سوچتا تھا شہزادی کے رعب سے پاخانہ خطا ہو گیا ہی سارا بدن غلیظ مین بھرا ہوا ہی یا میری

حق تلفی نے یہ گوہ اچھالا ہی جو بیٹے نے دماغ سڑا ڈالا ہی اس سے حال جو پوچھا کہنے لگا جلد گھر لے چلیے
اگر یہاں دیر لگائیے گا دو گھڑی میں جیتا نہ پائے گا۔
وزیر نے اسکا جسم دھلوایا کپڑے منگا کے پہنائے عطر ملوایا پھر مکان پر لایا اسنے رات کی کہانی باپ کو سنائی
کہ جب شہزادی خواب گاہ میں آئی ملکہ یعنی شہزادی کی ماں شب بخیر کہہ کے باہر نکلی اور آرام گاہ کو راہی
ہوئی ادھر ہم دونوں پر فوراً آفت آسمانی نازل ہوئی یہ تباہی ہوئی کہ ایک دیو زبردست پیدا ہوا پلنگ
اٹھا کے لے چلا ایک مختصر سا مکان تھا وہاں منتظر ایک جوان تھا اسکے روبرو رکھدیا اسنے کہا وزیرزادے کو
کسی سنڈاس میں سرنگوں بند کرآ اسنے اٹھاکے ایک تیرہ و تار جا ضرور میں الٹا لٹکا دیا وہیں تمام جسم
بھر گیا نہیں معلوم پھر وہ کدھر گیا دم سحر وہ دیو پیکر وہاں سے نکال کے پھر اسی مکان میں اس جوان کے
روبرو لایا پلنگ پر لٹایا میں جو اسکے برابر لیٹا دولھن کو بھی لٹایا پوشاک تو شہزادی کی بظاہر لال ہی باطن
کی خبر نہیں کیا حال ہی پھر اس دیو سے کہا جہاں سے پلنگ اٹھالایا تھا وہیں رکھ آ اور کہا کہ اگر تم دونوں
باہم ہوے تو وزیرزادہ آفت میں گھرے گا تمام رات سنڈاس میں رہا ہم و یاس میں رہا
گوہ کھاتا پھرے گا کسی طرح زندہ نہ چھوڑے گا بند بند پھر بند کرکے توڑے گا قبلہ جی ہی تو جہان ہی یہ
جان ہی گو یہ امر دنیا کی نسبت شاق ہی مگر مصلحت طلاق ہی اس عقد کے عقدے کو وا کیجیے تفرقہ
ہی مجکو اس سے جدا کیجیے ورنہ کف افسوس مل کر رہ جائیے گا مجکو زندہ نہ پائیے گا ناحق میری جان
جائے گی یہ شادی غم دکھائے گی۔
وزیر نے بادشاہ سے عرض کیا کہ حضور نے یہ سانحہ عبرت افزا سنا ایک رات میں دونوں کا کیا حال
ہوا صورتیں بدل گئیں ایسا اضمحلال ہوا تمام شہر میں یہی چرچے ہیں گھر گھر یہی غلغلے ہیں کہ آج کی شب
اگر سامنا ہوا دولھا دولھن کی لاش نکلے گی نوشاہ و عروس تلخی مرگ کا مزہ چکھینگے دشمن زندہ نہ رہینگے
بادشاہ ذی شعور تھا اپنے نزدیک بہت دور تھا راضی ہو کے قاضی کو بلایا شب کو نکاح پڑھا ایجاب
و قبول ہوا تھا دن کو طلاق کا صیغہ پڑھوایا دولھا دولھن کا معاملہ درہم برہم ہوا تمام شہر میں خوشی کے
عوض ماتم ہوا الہ دین یہ خبر سنکے مسرور ہوا دل سے وہ خرخشہ دور ہوا

رقیب روسیہ پر گر پڑے گی ایک دن بجلی	ہماری آہ کا ہرگز نہ جائے گا اثر خالی

جب تین مہینے گذر گئے الہ دین نے پھر اپنی ماں کو بادشاہ کے حضور میں بھیجا یہ ضعیفہ پھر دربار میں گئی
آداب و کورنش بجالا کے عرض پیرا ہوئی کہ تین مہینے کی مدت پوری ہوئی حضور نے زبان مبارک
سے ارشاد فرمایا تھا لہذا الکریم اذا وعد وفا لونڈی نے یاد دلا دیا۔

بادشاہ نے ضعیفہ کو پہچانا اپنا قول یاد آیا وزیر اعظم کو طلب فرمایا کہا یہ وہی ضعیفہ ہی جو جواہر بے بہا لائی تھی ہماری زبان پر اقرار کی لفظ آ گئی تھی اُسوقت جواہرات عدیم المثال کے لالچ مین شادی کا اقرار کیا تھا اب اسکی تدبیر کیا کیجیے مجہول النسب شخص کی کیونکر بے جانے بوجھے حاجت رد کیجیے جیتی مکھی نگلی نہین جاتی کوئی تدبیر معقول مجھسے بن نہین آتی۔

وزیر یہ سُنکے جل گیا چہرے کا رنگ بدل گیا عرض کیا پیر مرشد ؎

مشکلے نیست کہ آسان نہ شود	مرد باید کہ ہراسان نہ شود

یہ تو امر سہل ہی کچھ دشوار نہین اقرار ہی کچھ انکار نہین ایسی کوئی شرط پیش کیجیے جسکی تکمیل مین وہ قاصر ہو سب پر ظاہر ہو وہ فرمائش کیجیے جو یہ نہ لائے محجوب ہو کے پھر صورت نہ دکھائے بدنامی مٹ جائے کوئی بدعہدی کا خیال دل مین نہ لائے۔

بادشاہ کو وزیر کی راے بہت پسند آئی قریب بلاکے اُس ضعیفہ سے کہا نیک بخت مین تجھسے اقرار کر چکا ہون اپنی بات سے پھرتا نہین مین تیار ہون کہ اپنی بیٹی کی شادی تیرے بیٹے کے ساتھ کر دون مگر اُس شہزادی کی ایک شرط ہی کہ اُسکو تیرا بیٹا بجا لائے تو جاکے اُس سے کہہ کہ بادشاہ اپنے وعدے پر ثابت قدم ہی بشرطیکہ چالیس خوان طلائی مرصع کار جیسا جواہر ہم کو پیشتر دیا ہی اُس سے بھرے ہون اور چالیس حبشی ایکسن کی اُنکے سرون پر دھرے ہون ہر ایک کے روبرو غلام رومی سیمین ساق ہون شہرۂ آفاق ہون لباس پُر زر مکلل بجواہر پہنین دہنے بائین آئین تو ہم اپنا اقرار بجا لائین اور اسکا جواب باصواب ابھی لا دربار برخاست ہونے سے پہلے آجا مین تیرے جواب کا منتظر رہونگا ورنہ پھر سماعت نہ کرونگا وہ بیچاری بدحواس بے آس وہان سے چلی الہ دین تو چشم براہ تھا اُسکی افسردہ صورت دیکھکر پریشان ہوا سمجھا کھیل بگڑا بُرا اسامان ہوا ؎

جس توقع پر تھی اپنی زندگی وہ مٹ گئی　　جو بھروسا تھا ہمین وہ آسرا جاتا رہا

غرض وہ قریب آئی بادشاہ کی فرمائش بیٹے کو سُنائی وہ ہنسا کہا تم گھبراتی کیون ہو مین جانتا تھا کسی امر محال کا سوال کیا ہوگا تم ہاتھ منھ دھوکے آؤ مین یہ سب سامان منگاتا ہون لیجاؤ اُسکی ماں اس قدر بدحواس تھی کہ جینے سے یاس تھی۔

یہ کلمہ سُنکے دل سے کہا یہ سب سامان اسی آن وہ جن لادیگا خوش ہو گئی کہ چراغ جلاؤ ناامیدی کا تصور دل مین نہ لاؤ۔

الہ دین اپنی خوابگاہ مین گیا چراغ کو رگڑا جن دست بستہ حاضر ہوا الہ دین نے کہا بادشاہ کی

زمائش ہی اور شادی کا اسی پر دارمدار ہی جلد میرے روبرو سب سامان لاکہ بادشاہ کو انتظار ہی اُس نے
کہا بہت خوب سلطان تخت سے نیچے قدم رکھنے نہ پائے گا تا بعد از سب سامان یہان پہونچائے گا جن گیا
طرفۃ العین مین سب سامان حاضر کردیا خوان ایسے چمکتے تھے کہ نظر خیرہ ہوتی تھی لونڈی غلامون کی ایک سی
صورت شباہت عقل کھوتی تھی۔

الہ دین نے اپنی مان سے کہا دیر نہ لگائیے اُنکو بادشاہ کے روبرو لیجائیے وہ ضعیفہ یہ سب اسباب لیکے
چلی بازار مین پہونچی بازاری سے ہفت ہزاری تک سب کے ہوش گم تھے کہنے لگے پروردگار ایسے امر عجائب
روزگار ہین یہ جتنی ہین پرستان کی پریان ہین یا قسم انسان ہین اور خوانون کی چمک دمک دیکھکر متحیر تھے
کہ یہ تورہ پوش جسمین لاکھون کا جواہر ٹکا ہی اسکے اندر وہ جنس کیا ہی جسپر یہ ڈھکا ہی اور کس کاریگر نے
اس قرینے سے ٹانکا ہی عقل کام نہین کرتی نہ کہین جوڑ ہی نہ ٹانکا ہی تمام بازار مین ٹھٹ لگا تھا شانہ سے
شانہ چھلتا تھا خوان لے جانے کو رستہ نہ ملتا تھا قبل انکے پہونچنے کے بادشاہ کو ہرکارون نے خبر پہونچائی
کہ وہ عورت عجیب و غریب خوان لاتی ہی کہ اُسکے دیکھنے کو تمام خلقت اُمڈی آتی ہی۔

یہ غلغلہ سُنکے جوہری فلک چہارم مشتاق دید جواہر بے ہمتا اُفق مشرق سے نکلا شعاع سے ہر ذرہ چمکا نور
سحر سے رات کی سیاہی دور ہوئی ظلمت عالم سے کافور ہوئی ؎

پرچم کشا ہوا علم زرفشان مہر	لی مہر نے پناہ زیر نشان مہر
آیا عروج پر شہ گیتی ستان مہر	اور لشکر شعاع نے تانی سنان مہر

نیزہ کرن کا دیدہ گردون مین ڈال کر
مغرب مین پھینکی رات کی پتلی نکال کر

شہرزاد کو جو روز روشن نظر آیا تو گوہر تقریر بے بہا کو صدف دہن مین چھپایا شہریار زمانہ مشتاق فسانہ
بستر راحت سے بیقرار اُٹھا فرمایا کس لطف کے مقام پر قصہ چھٹا شہرزاد نے عرض کی اگر زندگی باقی ہی
چار پہر کی مشتاقی ہی شب کو بخیر بیان داستان ہوگی سب کیفیت عیان ہوگی۔

الغرض شہریار بعد نماز صبح تخت گاہ مین داخل ہوا مستغیثون کا مطلب حاصل ہوا تمام دن مشغلہ انتظام
رہا مگر انتظار شام رہا جب مہر عالم افروز نے حجلۂ مغرب مین قدم رکھا شہریار دربار برخاست کرکے محل مین
جلوہ فرما ہوا شہرزاد حاضر ہوئی داستان چھیڑ دی۔

کہ جب وہ سب خوان دربار مین پہونچے بادشاہ کی نظر سے گذرے جس جلشن کے چہرے پر بادشاہ کی نظر
پڑ جاتی تھی محو نظارہ ہوجاتا تھا نگاہ پھر دیکھنین بھر کر حلقہ چشم مین آتی تھی وہ سن اور وہ حسن و جمال وہ گھونگھر والے

اہل عجب شان نرالی آن بان تھی پریون کی جان بھی قربان تھی اہل دربار بھی جو دیکھنے کو بڑھتا تھا درود پڑھتا تھا
سوا اُس بدبخت وزیر کے چھوٹا بڑا حیران تھا بے اختیار ثنا خوان تھا بادشاہ کہتا تھا یہ آدمی ہی یا پرستان
کا سلطان ہی جسکا یہ مرسلہ سب ساز و سامان ہی غلام پری پیکر جنکو دیکھکر غلمان شرما جاے لباس مطلا
تا درجواہرات اُسمین ٹکا ہوا پہنے تخت کے بائین دہنے ادب سے کھڑے تھے وزیر نے تفحص لے وقت حاسد
المبخت نے جل کر ساحر بنایا جادو کا سب کارخانہ بتایا لیکن اس افسون کا بادشاہ پر اثر نہ ہوا منتر کارگر
نہ ہوا اُس سب سامان کو بدرالبدور کے محل مین بھجوا کے خود بھی جواہر کا مشتاق ہو کر محل مین گیا خواصون
نے طلائی خوان حبشنون کے سرون سے اُتروا ئے تمام محل مع شہزادی حبشنون کی صورتین اور خوانون
کو دیکھ کے کہتے تھے یہ خواب ہی یا خیال ہی بشر کو ایسا اسباب عالم اسباب مین دیکھنا محال ہی بادشاہ
نے الہ دین کی مان سے فرمایا تو اپنے بیٹے کو میرے پاس لے آ مجکو اُسکے دیکھنے کا اشتیاق حد سے زیادہ
ہوا اب مین شادی کرنے پر آمادہ ہوا —

وہ ضعیفہ یہ خبر فرحت اثر سُنکے گھر مین آئی بیٹے کو سب کیفیت سُنائی پھر کہا بادشاہ نے تجکو بلایا ہی اُسنے
کہا چار گھڑی کے بعد مین چلونگا پھر اپنے حجرہ مین گیا بدستور چراغ کو رگڑا جنون کو بلایا کہا مین حمام مین جاؤنگا
نہاؤنگا جن اُسکو اُٹھا کے شاہی حمام مین جو سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا لے گئے جامہ خانے مین کپڑے
اُتارے جن سے کہا جب تک مین نہانے سے فرصت کرون تو کشتیان پوشاک شاہی کی اور جواہرات
بے بہا اور بیس توڑے اشرفیون کے چالیس غلام پری پیکر گل اندام اور پانچ خواصین صاحب جمال حور
خصال ایک اسپ صبا رفتار مع ساز و یراق طلائی مرصع نگار جسکو ابلق لیل و نہار دیکھکر اپنی چال
بھول جائے باد صبا کا بھی غاشیہ برداری مین دم پھول جائے حاضر کرو اور دو کشتیان زنانے لباس کی
مع زیور مرصع لانا بہت جلد آنا —

یہ حمام مین گیا جن اُدھر روانہ ہوا حمامی دو ڑے ہاتھون ہاتھ کیسہ کیا مشت مال کی برسون کی کثافت
نکال دی بہت بو باس کے اُبٹنے ملے تیل عمدہ خوشبودار تمام جسم مین ملا از سر تا پا جھلنے لگا سہ

آتشی برج سے گویا مہ نو نکلا	جب نہا دھو کے وہ حمام سے باہر نکلا

جس دم جامے خانہ مین آیا پوشاک کی کشتیون کو قرینے سے چُنا ہوا پایا کپڑے پہنے جواہر کا زیور زیب
جسم کیا فی الحقیقت دولھا بنا جب باہر نکلا اشرفیون کے توڑے غلام کندھون پر لیے ہوے کھڑے تھے
دو کشتیون مین مکلف زنانے جوڑے گران بہا الماس زمرد موتی قرینے سے جابجا ٹکا دیکھ کے نہایت
خوش ہوا چھبیس غلام زرین کمر مرصع پوش دوش بدوش آگے آگے اور تین جانب دست راست

اور تین جانب دست چپ اشرفیاں محتاجوں کو بانٹتے چلے۔

تصویر الہ دین کی گھوڑے مرصع کار پر لباس شاہانہ پہن کر سوار ہونے اور ہمراہیوں سمیت دربار شاہی کے طرف روانہ ہونے کی اور غلاموں کا اشرفیاں لٹانا

الہ دین نے جوڑا بہت بھاری اپنی ماں کو پہنا یا سواری کو طلائی سکھپال منگا یا چھ خواصیں اُسکے ہمراہ کیں دس توڑے اشرفیوں کے دے کر کہا جب محل میں جانا پہلے جوڑا ملکہ بدر البدر کی ماں کو پھر دلھن کو پہنانا جب منھ دیکھ لینا یہ اشرفیاں رونمائی کی دینا۔
غرض کہ اس سج دھج سے بازار میں جب آیا کسی نے اُسکو نہ پہچانا فرحت و مسرت کے باعث نقشہ بدل گیا تھا ہلڑ ہوگیا انبوہ کثیر برنا و پیر دیکھنے کو دوڑا کبھی اس تزک و احتشام کی سواری بادشاہ کی نہ ذریر کی دیکھی تھی نہ اشرفیوں کی بخشش سُنی تھی ہر شخص حیران اسکی صورت کو تکتا تھا رعب کے سبب سے کوئی بول نہ سکتا تھا الہ دین نے خیال کیا کہ بغیر اطلاع در دولت پر جانا عقل کے خلاف ہے صریح خون انصاف ہے پہلے اطلاع دو پھر چلو سے مرد آخر بین مبارک بندہ ایست ٭ یہ سوچ کے دو ہرکاروں کو دوڑایا کہ بادشاہ کو آنے کی خبر پہونچے ہماری سواری سے پیشتر پہونچے جسنے دیکھا کہنے لگا کہ یہ جوان پری پیکر بے تکلف شہزادی کا جوڑا ہے کیا صورت شکل خدا نے عطا کی ہے کس شوخی اور چہل پہل

کا گھوڑا ہی جسکی نظر پڑی اور جس سے اسکی آنکھ لڑی سانپ کلیجے پر لوٹنے لگا۔
جب قریب پہونچا بادشاہ نے وزیر اعظم و دیگر ارکین سلطنت اور جو سردار نامی سپہ سالار گرامی تھے سب کو استقبال کے لیے بھیجا اسکی شوکت و سامان اور یہ ساز و سامان دیکھ کے ہر ایک کو سکتا ہوگیا اسکے حسن و جمال پر شیدا ہوگیا۔

رخسار کو قمر جو کہون اسمین داغ ہی	خورشید ہی تو کیا ہی وہ دن کا چراغ ہی
ذرون کو سر چڑھائے یہ کسکو دماغ ہی	وہ گل ہی جنکے ذکر سے دل باغ باغ ہی

دنیا مین کوئی شی نہین اس آب و تاب کی
رنگت ہی سیوتی کی تو خوشبو گلاب کی

تخت کے متصل لیجا کے سواری سے اُتارا بادشاہ بھی اُسکو دیکھکے حیران ہوا یہ آداب و تسلیمات بجالایا بادشاہ نے ہاتھ بڑھا کے گلے سے لگالیا برابر تخت پر بٹھا لیا کچھ دیر اظہار حال رہا بادشاہ کو اسکی تقریر کا خیال رہا دفعتہً اشارہ کیا نوبت خانہ سلطانی بجنے لگا مبارک سلامت کی صدا ہر طرف سے پیدا ہوئی بادشاہ اسکا ہاتھ پکڑ کے محل مین لے گیا قاضی کو طلب کیا شہزادی بدر البدور کا نکاح الہ دین کے ساتھ پڑھوا دیا پھر کہا یا خانہ خانہ شماست جاہو آج کی شب اسی جا قیام کرو راحت سے آرام کرو جہان جاہو لے جاؤ یہ مال تمھارا ہی ہمین تمھاری خوشی ہر کیف گوارا ہی اسنے عرض کیا فدوی چاہتا ہی تھوڑی زمین ہو ارمتصل دولت سراے شاہی اگر ہاتھ آئے تو شہزادی کے واسطے محل سرا بن جائے وہان لے جاؤن آپ کے زیر سایہ رہون۔
بادشاہ نے فرمایا تم میری جان وہاں کے مالک ہو پوچھنے کی احتیاج کیا درکار ہی جو مقام پسند ہو جسقدر چاہو مکان بناؤ ملک و اقتدار تمھارا ہی یہ تسلیم بجا لا کے سوار ہوا اُسی طرح اشرفیان زر سرخ کا مینھ برساتا اپنے مکان پر پہونچا راہ مین در و دیوار خلقت دوڑ دوڑ کے اشرفیان لیتی تھی دعائین دیتی تھی اپنے گھر پہونچ کے بدستور جن کو طلب کیا اظہار مطلب کیا کہ مین چاہتا ہون متصل ایوان شاہی کے ایک محل سرا عالی شان اور اسمین جسقدر ضرورت کے مکان ہوتے ہین تیار ہو نقرئی و طلائی در و دیوار ہو جا بجا جواہر جڑا ہو مکان وسیع بہت بڑا ہو جو کبھی کسی شاہ و شہریار نے نہ بنوایا ہو بشر کے دیکھنے مین نہ آیا ہو چشم فلک نے نہ دیکھا ہو گوش زمین نے نہ سُنا ہو۔
جن نے پہلے سلام کیا پھر یہ کلام کیا کل دیکھیے گا جو ظہور مین آئے گا انسان کا کیا ذکر پرستان کا رہنے والا نقش دیوار ہو جائے گا وہ تو رخصت ہوا یہ شہزادی کے اشتیاق مین رات بھر بے چین

رہا نیند نہ آئی تڑپ کر رات کاٹی۔

دوسرے روز جن آیا کہا مین حکم بجا لایا چل کے ملاحظہ فرمائیے جو کسر ہو تبائیے الہ دین جو وہان گیا عجب مکان جنت نشان نظر آیا ؎

اگر فردوس بر روے زمین ست
ہمین ست و ہمین ست و ہمین ست

عقل اسکی جاتی رہی محل سرا بارہ دری دیوان خانہ خوش قرینے زنانہ مردانہ باہر اصطبل فیل خانہ پائین باغ باغ شداد کے گلشن سے زیادہ پھولا پھلا حمام اُسمین سانچہ کا ڈھلا طرفہ یہ کہ سب ساز و سامان مہیا فرش فروش مع فراش جھاڑ جھابہ کنول مرد نگ فانوس لیمپ شیشہ آلات نفیس و نادر سجا سجایا خواصین پری پیکر خواجہ سرا رشک قمر نوجوان لونڈیان سیم اندام پیش خدمتین مغلانیان محلدار آتوسن رسیدہ پرانی پرانیان کل عملہ اور ضروریات کی چیزین جو شاہ و شہریار کو درکار ہوتی ہین توشے خانہ مین سب سامان پوشاک کے صدہا دست بقچے صندوق پٹارے چنگیر عطر دان پاندان اصطبل مین گھوڑے عیار رفتار خوش خرام مرصع زین و لگام فیل خانہ مین ہاتھی کوہ پیکر جھولین کارچوبی طلا کار ہودے عماری دار و اُنکے داروغہ جدا جدا روپے اشرفی سے بھرا جواہر خانہ مین ہر ایک رقم بے بہا جو جسکا عہدہ تھا روبرو آئے نذرین دکھاین بقدر لیاقت خلعت و انعام پائے۔

علی الخصوص خاص بارہ دری جسمین ایک سو ایک در تھا بیل بوٹے مین جواہر عمدہ و نادر بھا نقش و نگار ایسا بنا تھا کہ مانی و بہزاد شرماتا تھا۔

سونے چاندی کے پلنگ مسہریان مغرق نرالا رنگ ڈھنگ غلام گردش مین کرسیان و نگل عجیب و غریب شان اگر بتفصیل بیان کیا جائے قصہ طول ہو سامع ملول ہو اسباب برسون مین نہ شمار ہو ایک دفتر تیار ہو۔

الحاصل جن تو تمام مکانات اور سب کارخانہ الہ دین کو دکھا رہا تھا یہان اُس مکان اور سامان کا غلغلہ تا ایوان شاہی ہوا یہ سامان اور مکانات دیکھکر ہر ایک باغ باغ ہوا حاسدون کے دلپر داغ ہوا۔

یہ خبر عجیب سُنکے بادشاہ جاین محل سے نکل آیا یہان قدرت خدا کا جلوہ ملاحظہ فرمایا اور خدا کی شان مین یہ اشعار زبان پر لایا ؎

ستا ہا ہمہ ایزد پاک را
کہ خورشید را صورت جام ازوست
ثریا دہ طارم تاک را
شراب شفق در خم شام ازوست

ایک قالین ولایتی نہایت عمدہ دردولت شاہی سے تا عمارت جدید بطور پا انداز بچھا ہوا دیکھا کمال متعجب ہوا اور یہ مذکور زبان پر آیا —

تصویر الہ دین کے محل کی جو تمام دنیا کے محلات پر فوقیت رکھتا تھا
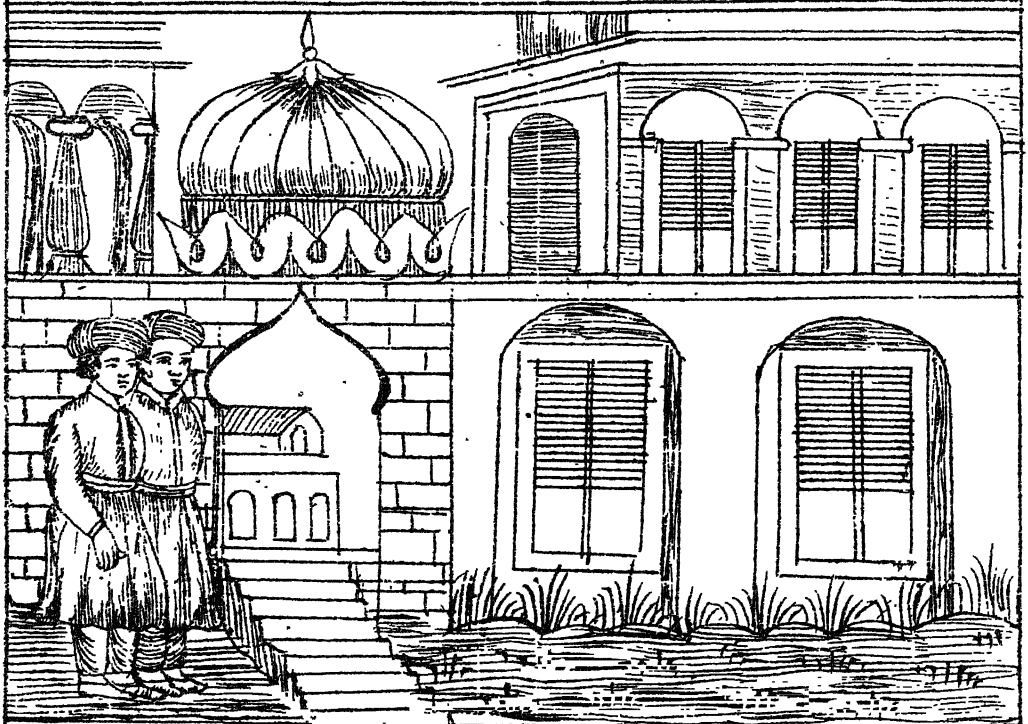
کہ کل یہان کف دست میدان تھا آج ایسا نادر مکان بنا ہوا پایا سلطنت سے بڑھ کے سامان نظر آیا وزیر اعظم جو خار کھاتا تھا ساحر بتاتا تھا وہ بھی حاضر ہوا الہ دین روبرو آیا تسلیم بجا لایا بادشاہ کو لے چلا جون جون آگے بڑھتا تھا ہر ہر قدم پر درود پڑھتا تھا جس دم دروازہ کے اندر آیا جنت کا نشان اہتمام مین حور و غلمان بلکہ داروغگی پر رضوان نظر آیا جو سامان اس سلطنت کی مدت مین دیکھا نہ سُنا تھا وہ ہر مکان کی درجون مین قرینے سے چنا تھا بارہ دری مین پہونچا اور زیادہ متعجب ہوا دل سے کہنے لگا یہ شخص انسان ہے یا ثانی سلیمان ہے وہ جن و انس کا فرمان رو تھا یہ ایک تنفس یکہ و تنہا تھا حقیقت تو یہ ہے کہ ایسا مکان اور یہ سقف و ایوان بادشاہ کی نظر سے نہ گذرا ہوگا تعریف کا مرتبہ اس سے زیادہ اور کیا ہوگا بے ساختہ یہ شعر زبان پر آیا ؎

زمین جسکی چہارم آسمان ہے	یہ کس رشک مسیحا کا مکان ہے

یہ خبر جسنے سُنی وہ حاضر ہوا وزیر امیر سپہ سالار افسران نامدار ارکان دولت مشیران سلطنت چھوٹا

بڑا ہجوم ہوگیا جسنے دیکھا اسکو سکتا تھا صورت تصویر صغیر وکبیر حیران تھے کوئی کچھ نہ کہہ سکتا تھا بارہ دری کی غلام گردشوں مین دستر خوان وسیع بچھا دیا کی ہر نعمت مہیا انواع واقسام کے لذیذ ونفیس کھانے جنکی بوباس سے دماغ جان معطر ہوا جاتا تھا جواہر نگار ظروف مین قرینے سے چُنے تمام ملازم وعہدہ دار سرکار ایک سمت بیٹھے اور جگہ خالی رہی سب کو کھانا کھلایا پھر رخصت فرمایا شہزادی بدر البدور اور اُنکی ماں کو بادشاہ نے بلوایا یہ طلسم کا کارخانہ دکھایا شہ نشین مین اُس سے نادر دستر خوان بچھا تھا اور سب طرح کا کھانا چُنا تھا جو بادشاہ نے تمام عمر کھایا کیسا کانون سے نہ سُنا تھا دیکھنے سے انسان کی بھوک بھاگ جاتی تھی روح سیر تھی کھانے کی نوبت کب آتی تھی۔

شہزادی بدر البدور حسن مکان اور اُسکے سامان کو دیکھتی تھی مثل گل کھلی جاتی تھی پھولون نہ سماتی تھی ان سبھون نے زنانی صحبت مین خاصہ تناول کیا الہ دین نے کہا محلدار آتو خواص جسقدر عملہ زنانہ مین ملازم ہی سب کھانا کھائین باقی اپنے اپنے گھر لے جائین۔

یہ سنکے ماما اصیلون نے لپتارہ باندھے مگر کھانا بدستور رہا کم نہوا کوئی کھا نہ سکا دستر خوان معمور رہا سب سامان بدستور رہا غرض بعد فراغت... کے کہ انے سے سب اسباب دستر خوان کا جھٹ پٹ اُٹھ گیا اور ایک طائفہ رقاصان خوش گلو کا قسم قسم کی زینت سے وہان حاضر ہوا وہ کئی طرح پر ناچے گائے اور عجیب وغریب نقلین موافق دستور اُس ملک کے کین اُسکے بعد ایک عورت اور ایک مرد مل کے خوب ناچے گائے سامعین کو وجد مین لائے۔

شب وصلت نہ گروہ مُرغ جاتا تو کیا ہوتا	مرے دل سے جو اک ارمان نکل جاتا تو کیا ہوتا
شب وصلت جھٹک کر ہاتھ میرا یار یہ بولا	کہ اوظالم مرا سینہ مسل جاتا تو کیا ہوتا
گرایا کیون مری آنکھون سے ایدل اسطرح تو نے	جو طفل اشک دامن پر مچل جاتا تو کیا ہوتا
دیا بوسہ نہ کیون تمنے متاع حسن عارض کا	درم اک گنج قارون سے نکل جاتا تو کیا ہوتا
شب وصلت مین مجھے پوچھتے ہین وہ شرارت سے	بتاؤ وعدۂ وصل آج ٹل جاتا تو کیا ہوتا
سر بزم اپنے عاشق سے ... کیون گریبان مین	دل غیر آتش حسرت سے جل جاتا تو کیا ہوتا
سوال وصل پر اتنو نہین کی یار نے لیکن	دلا گر اُسکے مُنھ سے ہان نکل جاتا تو کیا ہوتا
نہ پڑھتا فاتحہ لیکن مرے مرقد کی جانب سے	اگر ہنستا ہوا وہ گل نکل جاتا تو کیا ہوتا
نہ پاتا اُس مسیحا کے سوا صحت دل عاشق	طبیبون کی دوا سے کچھ سنبھل جاتا تو کیا ہوتا
شکایت کی تو وہ بولے بہت تھے چاہنے والے	شب فرقت جو تیر اُدم نکل جاتا تو کیا ہوتا

پہونچ جاتے رداق شاہدین ہماے ہنر ہم بھی	یہ ارمان بھی اگر دل سے نکل جاتا تو کیا ہوتا

جب آدھی رات گذری تب موافق رواج اُس شہر کے الہ دین اور شہزادی دونوں باہم خوب ناچے ملک چین کی یہ رسم قدیم تھی کہ دولہا دلہن دونوں محفل مین آپ بھی ناچتے تھے جب اس رسم سے بھی انکو فرصت ہوئی الہ دین شہزادی کو بھی خوابگاہ کے کمرے مین لے گیا وہان خواصون نے شہزادی کو شب خوابی کی پوشاک پہنائی اور اُسے چھپر کھٹ پر بٹھا گئین اور اسی طرح سے دوسری خواصون نے الہ دین کا لباس اُتار کے شب خوابی کے کپڑے پہنائے اور پھر سب خواصین باہر نکل آئین اور الہ دین کی تمام رات شہزادی کے ساتھ بڑی عیش و عشرت بسر ہوئی

چہ خانہ خالی و معشوق مست نازبود	تو ان گریست بران کس کہ پاکباز بود

جب لیلی شب نے لباس شب خوابی بڑھایا اور نوشاہ چرخ چہارم طلعت خطوط شعاعی پہنے خلوت خانہ مشرق سے برآمد ہوا الہ دین بیدار ہوا خواصون نے پوشاک اُسکی لاکے حاضر کی اگرچہ یہ جوڑا بہ نسبت پہلے جوڑے کے وضع مین مختلف تھا مگر تیاری اسکی بھی ویسی ہی تھی اور گھوڑا بھی خاصہ کا سواری کے لیے حاضر کیا الہ دین نے پوشاک پہن اور گھوڑے برق رفتار پر سوار ہو بادشاہ کے محل کی راہ لی ایک تمن غلامون کا اُسکے ہمراہ ہوا بادشاہ نے اس سے مثل روز اول کے معانقہ کیا اور تخت پر اپنے پاس بٹھالیا اور خاصہ یاد فرمایا تاکہ الہ دین کو کھلاوے الہ دین نے بادشاہ سے عرض کیا آج کے دن مجھے معاف کیجیے بلکہ امیدوار ہون کہ حضور آج بھی کفش خانہ مین قدم رنجہ فرمائین مین اسوقت آپ کے لینے ہی کو حاضر ہوا ہون اور آپ محل مین شہزادی کے وزیر اور دیگر سرداران نامدار و اراکین دولت ابد قرار سمیت وہین خاصہ نوش فرمائین بادشاہ نے منظور کیا اُٹھ کے بلحاظ قرب پاپیادہ شہزادی کے محل کی طرف روانہ ہوا اس طرح سے کہ دست راست کی سمت الہ دین اور دست چپ کی جانب وزیر اعظم اور عقب مین مصاحب اور مقرب اور آگے سرداران فوج ظفر موج تھے جب بادشاہ الہ دین کے محل مین داخل ہوے دیکھنے سے ہر ایک مکان کے تعجب و تحیر زیادہ ہوتا جاتا تھا یہان تک کہ بارہ دری مین جہان الہ دین نے تیاری اُنکی نشست کے لیے اور کھانا کھلانے کے واسطے کی تھی پہونچا اُسکی خوبصورتی اور پچہ کاری دیکھکر حیران ہوا کہ بالکل الماس و زمرد وغیرہ جواہرات اندر باہر کی طرف برابر جڑے ہوے تھے بعد تھوڑی دیر کے بادشاہ نے وزیر سے کہا ممکن نہین کہ ایسا کوئی مکان خاص ہماری قلمرو مین ہو اور اب تک مین نے ایسا قصر نفیس دنا درنہین دیکھا

وزیر نے عرض کیا پرسون تک قبل عقد اس محل کا کہین پتہ و نشان بھی نہ تھا فقط ایک رات کے عرصے مین یہ عمارت رفیع و عالی شان کیونکر بن کے تیار ہوگئی چنانچہ مین نے پہلے ہی حضور سے اسکے تیار ہو جانے کا

خبر عرض کی تھی مفصل اطلاع دی تھی۔
بادشاہ نے فرمایا سچ ہی یہ بات مجھے بھی جو لی نہین گرمین نے ہرگز خیال نہین کیا تھا کہ یہ مکان ایسا نایاب زمانہ ہوگا جسمین بجاے سنگ مرمر کے ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی لگی ہی اور دروازون مین بجاے لوہے اور پیتل کے جواہرات بیش قیمت جڑے ہوے ہین پھر بادشاہ نے چاہا کہ قریب سے اُن دروازون کی منبت کاری ملاحظہ کرے چنانچہ کل تئیس دروازے مشابک یہ جواہرات پائے صرف چوبیسوان دروازہ سادہ دیکھکر تعجب کیا اور وزیر سے کہا کہ باوجود ایسی نفیس بارہ دری اور ایسی تیاری کے ایک دروازہ سادہ کیون باقی رہ گیا وزیر نے عرض کیا شاید الہ دین کو فرصت اُسکی تیاری کی نہ ملی ہو سامان اُسکا اس کے پاس ہوگا آئندہ تیار کرے گا۔
الہ دین اُسوقت کسی ضرورت سے اور کمرے مین گیا تھا جب وہان سے بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوا بادشاہ نے الہ دین سے پوچھا فی الواقع بارہ دری تمھاری اعجوبہ روزگار ہی معمار فلک کی بھی ایسی نظر سے نہ گذری ہوگی مگر اسکا کیا سبب ہی کہ ایک دروازہ سادہ چھوڑ دیا گیا یا تو کاریگر بھول گیا یا سامان اسکی درستی کا اُسے نہین ملا۔
الہ دین نے عرض کیا یہ کوئی سبب اسکے سادہ رہنے کا نہین ہی بلکہ عمداً میرے حکم سے سادہ رکھا گیا ہی اس لیے کہ حضور سے تمنا و تبرکاً اسکی درستی ہوجاے تا کہ یہ عنایت حضور کی ہمیشہ یادگار رہے بادشاہ نے کہا اگر تمھاری یہ مرضی ہی تو بخوبی تیاری اسکی ہوجاے گی جسقدر زر و جواہر اسکی تیاری مین صرف ہوگا خزانہ شاہی سے دیا جاے گا یہ کہکے اُسنے حکم دیا کہ جتنے جوہری اور زرگر ہوشیار اس شہر مین سکونت پذیر ہین سب حاضر ہون۔
جب بادشاہ اُس بارہ دری سے اُتر کر نیچے آیا الہ دین اُس مکان مین لے گیا جہان شہزادی بدر البدور نے شب کو آرام فرمایا تھا اُس مکان مین شہزادی بھی بعد ایک لمحہ کے آگئی بادشاہ نے اُسے بہت خوش و خورم پایا اُس مکان مین دو دسترخوان بہت نفیس بچھے ہوے تھے جنپر سب اسباب سونے اور جواہر کا تھا بادشاہ پہلے ایک دسترخوان پر مع شہزادی بدر البدور و الہ دین کے بیٹھا اور وزیر دوسرے دسترخوان پر جو بہت وسیع تھا سب افسران شاہی و اراکین سلطنت کے ساتھ بیٹھا اور سبھون نے کھانا شروع کیا بعد فراغت طعام بادشاہ نے سب کھانون کی تعریف کی اور فرمایا کہ مین نے کبھی ایسے لذیذ و خوش ذائقہ کھانے نہین کھائے بعد اسکے بارہ دری کے ہر درجے مین ناچ شروع ہوا اسا مین وجد مین آئے پری رویان خوش جمال نے اپنے جوہر دکھائے ۔

خوشی کی زبس ہر طرف تھی بساط — لگے ناچنے اُسپہ اہل نشاط
کناری کے جوڑے چمکتے ہوئے — وہ پاؤن کے گھنگرو جھنکتے ہوئے
وہ بالے چمکتے ہوئے کان مین — پھڑکنا وہ نتھنے کا ہر آن مین
وہ گھٹنا وہ بڑھنا اداؤن کے ساتھ — دکھانا وہ رکھ رکھ کے چھاتی پہ ہاتھ
کبھی دل کو پاؤن سے مل ڈالنا — نظر سے کبھی دیکھنا بھالنا
دکھانا کبھی اپنی چھب مسکرا — کبھی اپنے محرم کو لینا چھپا
کسی کے چمکتے ہوئے نور تن — کسی کے وہ مکھڑے پہ تھر کی پھبن
غرض ہر طرح دل کو لینا اُنھین — نئی طرح سے داغ دینا اُنھین
محل مین جو دیکھا تو اک اژدحام — مبارک سلامت کی تھی دھوم دھام
پری پیکرون کا ہر اک جا ہجوم — وہان بھی بڑی عیش و عشرت کی دھوم
چمکنا گلون کا صفا کے سبب — وہ گردن کے ڈورے قیامت غضب
وہ دانتون کی مسّی وہ گلبرگ تر — شفق مین عیان جیسے شام و سحر
دوپٹے کو کرنا کبھی منھ کے اوٹ — کہ پردے مین ہو جائے دل لوٹ پوٹ
وہ گرمی تھی چہرے کی جون آفتاب — جسے دیکھکر دل کو ہو اضطراب

بادشاہ یہ سمان دیکھکر نہایت محظوظ ہوا جب سب امور سے فراغت ہولی اُٹھکر باہر آیا وزیر نے عرض کیا جوہری اور سنار شہر کے جنکو حضور نے طلب فرمایا تھا حاضر ہین بادشاہ نے اُنکو اپنے ہمراہ بارہ دری مین لے جاکر وہ دروازے دکھلائے اور جو دروازہ ناتیار تھا اُسکو دکھا کر کہا مین چاہتا ہون یہ دروازہ بھی مثل سب دروازون کے زر و جواہر سے آراستہ ہو جائے تم لوگ بغور ان دروازون کا کام دیکھو جو بیسوان دروازہ بھی اسی طرح کا تیار کردو اُنھون نے بغور و تامل اُس کام کو دیکھکر کہا حضور کے اقبال سے ہم بنا سکتے ہین مگر ایسے جواہر کہان پا سکتے ہین —

بادشاہ نے کہا جواہرات جسقدر درکار ہونگے مین دونگا جب مین اپنے محل مین جاؤن تم وہان آنا مین تم کو بہت جواہر دکھاؤنگا اُسمین سے اس دروازے کے موافق انتخاب کر لینا غرض جب بادشاہ ذیجاہ آپنے محل مین آیا اُن جوہریون کو بلوا کے سب جواہر اپنے گھر کے اور وہ جواہر جو الہ دین نے پہلے بادشاہ کے حضور مین گذرانے تھے دیے اُنھون نے ایک مہینے کے عرصے مین اُن سب جواہر کو اُس دروازہ مین صرف کیا مگر نصف سے زیادہ تیار نہ ہو سکا ادھورا رہ گیا —

جب الہ دین نے دیکھا کہ سب جواہرات خزانہ شاہی کے صرف ہوگئے اُسپر بھی وہ دروازہ مثل سب دروازوں کے تیار نہو سکا تب اُن کاریگروں سے کہا تم یہ سب جواہر شاہی اُٹھا کے لیے جاؤ وزیر کے حوالے کردو وہ کاریگر تھوڑے عرصے میں سب جواہر جو چار ہفتے میں جڑے تھے اُکھاڑ کے لیے گئے اور الہ دین کو تنہا اُس بارہ دری میں چھوڑ دیا اُسنے چراغ کو نکال کر رگڑا جن نے بدستور حاضر ہوکے کلمات اطاعت کہے الہ دین نے کہا اے جن میں نے تجھ سے آگے کہا تھا کہ چھبیس دروازے کو سادہ چھوڑ دے چنانچہ حسب الحکم میرے تو نے اُسے چھوڑ دیا تھا اب میں حکم دیتا ہوں کہ مثل سب دروازوں کے وہ بھی مرصع ہو جاوے جن یہ سنکے غائب ہوگیا اور الہ دین بھی کسی ضرورت سے دوسرے کمرے میں گیا چند منٹ کے بعد جب پھر وہاں آیا تو دیکھا وہ دروازہ بھی مثل سب دروازوں کے مرصع ہوگیا ہے اُدھر اُن کاریگروں نے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوکے سب حال عرض کیا اور وہ جواہرات شاہی جو واپس لائے تھے پیش کیے بادشاہ اسی وقت گھوڑے پر سوار ہوا اور جلد ہی الہ دین کے محل میں پہونچ کر گھوڑے سے اُترا اور بے اطلاع الہ دین کے اُس بارہ دری پر چڑھ گیا جب الہ دین کو خبر ہوئی کہ بادشاہ بدون اطلاع کے یکایک محل میں آگئے ہیں گھبرا کے استقبال کے لیے دوڑا مگر وہ داخل ہوچکے تھے فوراً اُس مقام پر جہاں الہ دین تھا پہونچ گئے اور کہا اے فرزند میں صرف واسطے دریافت کرنے اس امر کے آیا ہوں کہ تم نے کس واسطے اس دروازے کو بننے نہ دیا اور میرے کاریگروں کو مع جواہرات واپس کردیا اور ایسی اچھی بارہ دری کو ناقص رکھا اسکا کیا سبب ہے۔

الہ دین کو تو صرف امتحان بادشاہ کے قدرت و مقدور کا منظور تھا مگر اسکا اظہار نہ کیا فوراً کہا کہ حقیقت حضور نے آگے اس بارہ دری کو ناقص دیکھا تھا اگر اب اسکو ملاحظہ فرمائیے کہ اسمیں کچھ نقصان ہے یا نہیں بادشاہ نے جاکر اُس دروازے کو دیکھا جو سادہ تھا مانند اور دروازوں کے کامل اور تیار ہے آخر نہ پہچان سکا کہ وہ ناقص دروازہ کونسا تھا۔

بادشاہ نے فرط مسرت سے الہ دین کو گلے لگایا اور اسکی پیشانی پر بوسہ دیا اور بہت متحیر ہوکے کہا اے فرزندم عجیب شخص ہو تم سے متواتر ایسے کام ظہور میں آئے کہ طاقت بشری سے خارج ہیں مثل تمہارے جہان میں دوسرا شخص نہوگا۔

الہ دین نے بادشاہ کے تعریف کرنے سے سر نیچا کرکے کہا یہ سب آپ کی عنایت سے ہے اور آپ کا حسن ظن ہے ورنہ مجھ ہیچ کارہ میں کیا مقدور بنا لینے کا تھا پھر بادشاہ اپنے محل کو جس راہ سے آیا تھا چلا گیا اور الہ دین کو وہیں سے رخصت کردیا اور اپنے محل میں پہونچتے ہی وزیر اعظم کو بلوا فرمایا اور یہ سب امور عجیب وغریب حیرت افزا بیان کیے وزیر کو بھی اُن سب امور کا بادشاہ کے کہنے

سے یقین ہوا مگر دل مین کارخانہ سحر کا سمجھکے بادشاہ سے عرض کیا کہ الہ دین کے یہ سب کارخانے سحر سے معلوم ہوتے ہین چنانچہ آگے بھی غلام نے عرض کیا تھا بادشاہ نے کہا تو حسد کی راہ سے کہتا ہی اور اتبک تو شادی میری دختر کی اپنے بیٹے کے ساتھ بھولا نہین۔

وزیر سمجھا کہ بادشاہ محض بے خبر اور دھوکے مین ہی کسی کی بات اِس مقدمے مین نہین سُنتا اس وجہ سے اُسنے پھر اس مقدمے مین گفتگو نہ کی سکوت اختیار کیا اور الہ دین کے امور کو بادشاہ ہی کے خیال پر چھوڑا اکثر بادشاہ صبح کے وقت بیدار ہوکے اُس مکان مین جہان سے الہ دین کا محل صاف نظر آتا تھا جاکر دیکھا کرتا اور خوش ہوتا اور الہ دین نے مقرر کیا تھا کہ ہفتہ مین ایکبار سوار ہوکے شہر مین جاتا اور ہر طرف کی سیر کیا کرتا کبھی جامع مسجد مین نماز پڑھنے کو آتا کبھی وزیر کی ملاقات کے لیے سوار ہوتا چنانچہ اُسنے اس آمد و رفت کے لیے دن معین کیے تھے کبھی اپنے مصنوعی محل مین دربار کیا کرتا اور گاہ گاہ امیرون اور سردارون کے یہان جاتا اور وہ بھی اُسکے محل مین آکر دعوتین کھاتے اور لطف صحبت اُٹھاتے اور الہ دین نے دو غلام اس کام کے لیے معین کیے تھے کہ جب مین سوار ہوا کرون تم بازارون اور راستون مین دونون طرف مٹھی بھر بھر کے اشرفیان پھینکا کرو اس وجہ سے ایک خلق کثیر اُسکی سواری کے گرد جمع ہوا کرتی بہت لوگ اُسکی سواری کا تجمل و شوکت دیکھنے جاتے اکثر غریب و محتاج اشرفیون کے لالچ سے آتے فائدہ کثیر اُٹھاتے۔

غرض ہر شخص اُسکی دریا دلی و سخاوت کا مداح تھا کوئی ایسا نہ تھا کہ بندۂ بیدام نہو دعا گو صبح و شام نہو جب کبھی شکار کھیلنے دو چار کوس کا عزم کرتا جس قریہ و دیہ مین گذرتا وہان کی خلقت مالامال ہو جاتی نہال ہو جاتی بخشش و جود و انعام کا یہ کام ہی کہ جو ہو ثنا خوان ہو ذکر خیر ہر ایک ادنے و اعلے کے برزبان ہو ؎

انسان کو فیض فائدہ دیتا ہی	آئینۂ عقل کو جلا دیتا ہی	
دنیا مین جو عزت ہی تو عقبی مین بہشت	یہ دونون جہان مین مرتبہ دیتا ہی	

اسکے علاوہ جرات ذاتی پروردگار نے عطا کی تھی سوچتا تھا کہ کسی دن ایسا موقع وقت ہاتھ آئے کہ بادشاہ کو جوہر شجاعت دکھائے اتفاقات زمانہ سے ایک غنیم لشکر عظیم لے کے اُس ملک کی تسخیر کو چلا اور بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا اسنے بھی فوج جمع کی سامان حرب و پیکار کی دیکھ بھال ہونے لگی الہ دین نے بادشاہ سے عرض کی فدوی نے ایسا کام کبھی نہین کیا فوج و لشکر کا سرانجام نہین کیا مگر امیدوار ہون کہ اس لڑائی کا اہتمام فدوی کے نام ہو تا کہ امتحان دلیری سے واقف

ہر خاص وعام ہو بادشاہ نے الہ دین کی درخواست کو منظور کیا سیاہ وسفید کا اختیار دیا صبح کوچ کرکے شہر کے باہر قیام کیا فوج اُسی روز مع سازوسامان وتوپخانہ ماہی مراتب نشان لیکے حاضر ہوئے میدان ہموار ہوا فوج صف آرائی گئی۔

القصہ اپنی فوج قلیل کو حسن تدبیر سے اس انبوہ کثیر سے لڑایا حریف کو شکست فاش دے کے نشان فتح کا پھریرا اُڑایا بادشاہ اس خبر نصرت اثر کو سنکے بہت شاد ہوا نزدیک ودور یہ اخبار پہونچا الہ دین اُس مہم سے مظفر ومنصور اپنے شہر مین آیا سلطنت کے کامون مین کلیۃً اختیار پایا کئی برس بڑی راحت وآرام سے بسر ہوئی نیکنامی وسخاوت مین شام وسحر ہوئی۔ فلک نیلی کو اسکا بہت خار ہوا سخت درپئے آزار ہوا۔

اب جملہ سُنیئے کہ وہ ساحر افریقی جو الہ دین کا چچا بنا تھا اور تہ خانہ مین اُسکو چھوڑکر بھاگا تھا پھرتا پھراتا افریقہ مین وارد ہوا ایک روز بیٹھے بیٹھے سوچنے لگا کہ وہ لڑکا تہ خانہ مین مرگیا ہوگا دنیا سے گذر گیا ہوگا بسکہ رمل مین ید طولا تھا قرعہ پھینکا شکلین کھینچ کے زوج وفرح فرد وجماعت حمرہ وعقلہ وغیرہ کا حال اُسی طریق سے خاکی بادی آبی آتشی وغیرہ خانون کی مطابقت کرکے طالع الہ دین سے دیکھنے لگا کہ زندہ ہے یا مرگیا بعد غور وتامل معلوم ہوا کہ وہ بادشاہ چین کا داماد ہوا ہے فکر دنیا سے آزاد ہوا ہے ایک محل مین کہ بشر نے کبھی نہ دیکھا ہوگا شہزادی کے ساتھ دن رات عیش وعشرت مین مشغول ہے جو ساز وسامان شاہی ہوتا ہے سب کچھ حصول ہے ؎

	ہمہ اسباب شاہی حاصل او		نماندہ آرزوئے در دل او

یہ بات معلوم ہونے سے منھ اُسکا مارے رشک کے سُرخ ہوگیا آنکھون مین خون اُتر آیا غصہ مین آکر دل مین کہنے لگا افسوس وہ درزی کا چھوکرا ذلیل وخوار جسے مین جانتا تھا کہ تہ زمین مین مرگیا ہوگا بدولت چراغ کے یون یہ حشمت وشوکت بسر کرے دنیا کے مزے لوٹے اور مجھ پر یون فلک اندوہ وحسرت تو نے میری تمام عمر کی مشقت کا ثمرہ اُسے حاصل ہوا رئیس وامیر کامل ہوا مین موچی کا موچی ہی رہا کف افسوس ملتا رہ گیا سچ ہے ؎

	من درچہ خیالیم وفلک درچہ خیال		کارے کہ خدا کند ملک را چہ مجال

یہ خیال کرکے آتش رشک مین جل گیا اُسی دم شہر سے نکل گیا چین کی طرف روانہ ہوا کہین وقفہ ذرا نہ ہوا بعد چندے شہر چین مین وارد ہوکر مہمان سرائے مین قیام کیا صعوبت سفر سے آرام لیا۔ ایک روز شہر مین جاکے ہر طرف گشت کرتا ایک مجمع مین گذرا چند شخص بیٹھے باہم ہر طرح کا ذکر د

مذکور کر رہے تھے اُسکی سخاوت و دریا دلی کو مشہور کر رہے تھے ؎

یہ بندہ نوازی یہ جہان پروری	یہ آئین سرداری و سروری
ہوئی ذات پر اُس سخی کے تمام	تکلف ہی آگے سخاوت کا نام
فقیرون کی ہی یان تلک تو بنی	کہ ایک ایک یان ہو گیا ہی غنی

ایک شخص نے الہ دین کے محل کا ذکر چھیڑا افریقی نے پوچھا کس محل کی اس قدر صفت کرتے ہو وہ بولے صاحب معلوم ہوا تم یہان نو وارد ہو الہ دین نامے ایک شخص یہان رہتا تھا کچھ دنون سے شادی شہزادی بدر البدور کی جو یہان کے بادشاہ کی بیٹی ہی اسکے ساتھ ہوئی ہی اُسنے در دولت شاہی کے قریب ایک عمارت طلائی مرصع تعمیر کی ہی بشر کا تو کیا ذکر ہی بادشاہ جنات نے بھی نہ دیکھا ہوگا یہ سنتے ہی یقین ہو گیا کہ وہ چراغ اُسکے ہاتھ لگا یہ سب کارخانہ اُسی کے باعث ہوا وہان سے اُٹھ کے محل کو دیکھا پھر تو انگارون پر لوٹنے لگا اپنے سر کے بال کھسوٹنے لگا سرا سے مین آیا قرعہ پھینکا معلوم ہوا کہ الہ دین کو چراغ ملا ہی اُسی کی یہ روشنی ہی اور شہ نشین کی کانس پر رکھ کے شکار کھیلنے گیا ہی یہ کافر ساحر تو تھا ہی پنڈت نجومی بنکے محل کی ڈیوڑھی پر آیا پکارنے لگا ۔

تصویر افریقی کی گرد محل الہ دین کے آواز لگانے اور لڑکون کے شور و غل مچانے کی اور شہزادی کا کھڑکی سے دیکھنا

ما ما ٔصیلین کم بخت سست اعتقاد تو ہوتی ہی ہین اُنھون نے بُلایا ڈیوڑھی پر بٹھایا حال پوچھنے لگین ایک اُسمین خیرخواہی سے شہزادی کا قصہ لے بیٹھی کہ ہمارے بی بی کے اولاد نہین ہوتی اُسنے پوتھی کھول کے بہت سوچ بچار کرکے کہا تمھاری بی بی پر سحر ہوا ہی وہ پُرانا ایک چراغ جو شہ نشین کی کانس پر دھرا ہی اُسمین تیل بھر کے شہزادی سے کہو اپنا منھ دیکھے پھر میرے پاس لاؤ مین تدبیر کردون اسی سال مین اولاد ہو گھر آباد ہو وہ دوڑی گئین شہزادی سے کہا کہ ایک نجومی بڑا کامل ہی بے مثل عامل ہی گھر کا حال کہدیا کانس کا چراغ بتا دیا پھر جھٹ پٹ اُسمین تیل بھر کے شہزادی کے روبرو دھر کے مُنھ دکھلایا اب وہ چراغ باہر آیا یہ دیکھتے ہی شاد ہو گیا بند تردد سے آزاد ہو گیا کچھ جھوٹ موٹ پڑھ کے چراغ اُٹھا لیا کہا مین اسکو ویرانہ مین گاڑدونگا اسی مہینے مین شہزادی حاملہ ہو جائیگی نوین مہینے چاند سا بیٹا پائیگی چراغ لے کے سرا مین آیا اسکو صاف کرکے رگڑا موکل جو اسکے تابع تھا حاضر ہوا کہا کیا ارشاد ہوتا ہی افریقی نے کہا یہ محل جو تم نے یہان بنایا ہی بجنسہ مع سب سامان اُٹھا کے ملک افریقہ مین پہونچا ؤ اور مجکو بھی ہمراہ لیے جاؤ۔

تصویر موکلون کی محل الہ دین کو مع اُس ساحر افریقی کے اُٹھا لیجانے کی

اس موکل نے دوسرے کو بُلا محل کو اُٹھا مع افریقی کے دم افریقہ مین جہان اُسنے بتایا تھا رکھدیا اور رخصت ہو کے چلا گیا افریقی اپنی مراد کو پہونچا۔

ادھر کا حال سُنیے کہ سلطان چین کا یہ معمول تھا کہ دم سحر اُٹھ کے شاہزادی کے محل کو دیکھ لیتا تھا آج جو دیکھا میدان صاف پایا محل کیسا وہان نشیب و فراز نظر آیا گھبرا کر آنکھین ملنے لگا بلکہ آنکھون سے خونناب جگر نکلنے لگا نہایت قلق و اضطراب ہوا اُسی حالت رنج و غم مین وزیر اعظم کو طلب کیا اظہار حال سب کیا اُسنے بھی بغور دیکھا سطح ہموار گل نہ خار پایا عرض کی غلام نے پہلے ہی کہا تھا کہ سب سحر کا کارخانہ ہے محض محل کا بہانہ ہے ؎

یہ بھی تھی اک سیمیا کی سی نمود — صبح کو راز مہ و اختر کھلا

حضور کو باور نہ ہوا بادشاہ نے فرمایا وہ مکار کہان گیا وزیر نے کہا کئی دن ہوے شکار کھیلنے کے حیلے سے گیا ہے حکم ہوا پچاس سوار جرار جائین اُسکو گرفتار کر کے لائین۔

وزیر نے پچاس سوار اور ایک رسالہ دار کو روانہ کیا اتفاقات زمانہ الہ دین شکار کھیل کے پھرا تھا در شہر پناہ پر سوار ملے یہ تو سب اسکے ممنون تھے ہزار ہا روپیہ دیتا تھا دست بستہ سب نے کہا بادشاہ نہایت کا بدمزا ہے آپ سے سخت ناراض ہو گیا ہے وزیر کی زبانی ہم کو آپ کی گرفتاری کا حکم ملا ہے ہم مجبور ہین آپ جلد چلین تعمیل حکم سلطانی مین تاخیر نہ ہو ورنہ ہم پر عتاب ہوگا ظلم و ستم بےحساب ہوگا اسنے سبب پوچھا یہ سب لاعلم تھے کچھ نہ کہا۔

شہر مین یہ غلغلہ ہو گیا تھا کہ بادشاہ آج الہ دین کو قتل کرے گا تیغ جلاد کو لہو سے بھرے گا سخاوت عجب شی ہے بقول شیخ سعدی ؎

سخاوت مس عیب را کیمیاست — سخاوت ہمہ درد ہا را دواست

تمام شہر اسکا تابعدار جان نثار تھا مسلح ہو کے سب نے در دولت کو گھیر لیا بادشاہ کی اطاعت و فرمانبرداری سے منھ پھیر لیا ؎

جان دینے کو ہو گئے تیار — اپنے جینے سے ہو گئے بیزار

اس اثنا مین الہ دین داخل ایوان شاہی ہوا دروازے بند ہو گئے اُسکو دیکھ کے بادشاہ نے قتل کا حکم دیا مگر خدا کے کارخانے نرالے ہین ؎ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد ٭ وزیر نے عرض کی ایوان شاہی و شہر ابھی لٹ جائے گا ایک شخص زندہ نہ بچنے پائے گا در دولت پر مجمع عام ہے خلق خدا کا ازدحام ہے اگر یہ حکم سن پائینگے ابھی پھاٹک توڑ کے اندر آئینگے ہم زندہ نہ بچنے پائینگے مناسب وقت یہ ہے کہ الہ دین کی رہائی ہو تاکہ رعایا سمجھ لے بادشاہ نے عفو قصور کیا رہا کر دیا بادشاہ نے فی الفور رہائی کا حکم دے کے منادی سے کہا شہر مین ندا کر دے کہ بادشاہ نے الہ دین کے قصور معاف

کر دیے یہ خبر سُنکے سب لوگ مطمئن ہوے اور اپنے گھرون کو واپس گئے ۔

الہ دین نے جب اپنے تئین اُس مخمصہ سے رہا پایا دوڑے بادشاہ کے حضور مین زمین بوس ہوکر عرض کیا کہ حضور نے میری جان بخشی فرمائی ہی امیدوار ہون کہ میرے قصور سے بھی آگاہ فرمائیے بادشاہ نے کہا کم بخت تو اب تک اپنے قصور پر مطلع نہین ہوا قریب آ تاکہ تجھے تیرے قصور کو دکھلاؤن الہ دین جب اوپر چڑھ گیا تب بادشاہ اُسے اپنے خلوت خانے مین لے گیا جہان سے الہ دین کا محل صاف نظر آتا تھا اور کہا دروازہ کھول کے دیکھ کہ تیرا محل کیا ہوا اور چارون طرف خوب سا دیکھکر مجھے بتا کہ وہ محل کہان چلا گیا الہ دین آنکھین پھاڑ پھاڑ کے چارون طرف دیکھتا تھا سواے کف دست میدان کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا بھیرون ناچ رہا تھا یہ دیکھکر ششدر و حیران نقش دیوار کی طرح سکتے کے عالم مین خشک ہوکر رہ گیا سو کاٹو تو لہو نہ تھا بدن مین ÷ ۔

دل مین کہتا تھا یا الٰہی اس محل کو کون اُٹھا لے گیا اور مجھے داغ ناکامی دے گیا اُسوقت کا قلق و اضطراب کیا بیان کیا جاے دنیا آنکھون کے نیچے اندھیر تھی دم نکل جانے کی دیر تھی دل جینے سے بیزار تھا عجب نقشہ روزگار تھا ۔

عجیب شکل گل و گلستان نظر آئی ❊ پڑین جدھر کو نگاہین خزان نظر آئی
جب اُٹھ کے تا فرہ خون چکان نظر آئی ❊ تو کوئی عیش کی صورت نہ وان نظر آئی

وہ گل رخان سمن بر کے قہقہے نہ رہے
وہ بلبلان خوش الحان کے چہچہے نہ رہے

زمین کے حال پر اب آسمان روتا ہی ❊ ہر اک براے مکین و مکان روتا ہی
گدا و شاہ ضعیف و جوان روتا ہی ❊ غرض مکان کے لیے اک جہان روتا ہی

جو کیسے جوشش طوفان نہین کہی جاتی
یہان تو نوح کی کشتی بھی ڈوب ہی جاتی

پیادہ پا ہو روان شہسوار صد افسوس ❊ لہو کے گھونٹ پیے بادہ خوار صد افسوس
ذلیل و خوار ہو اہل وفا صد افسوس ❊ ہزار حیف دل بیقرار صد افسوس

جھکے ہین بار الم سے تنے ہوے کیسے
بگڑ گئے ہین یکا یک بنے ہوے کیسے

[illegible] ❊ کہان تک کہے آہ کھون آسمان کی جفا دی

کسی کو قید الم سے نہین ہی آزادی
کہ داغ داغ ہی دل ہر کوئی ہی فریادی

الٰہی پھر اُنھین آباد و شاد دیکھین ہم
الٰہی پھر اُنھین حسب مراد دیکھین ہم

الہ دین تو اس رنج و الم مین شکل تصویر خاموش تھا بادشاہ نے الہ دین سے کہا چپکا کیا کھڑا ہی جلد بتا کہ محل کہان ہی اور میری لڑکی کدھر گئی عالم میری نظرون مین سیاہ ہی کہان وہ رشک ماہ ہی ؎

ہر آن گھٹی جاتی ہی طاقت میری
بڑھتی ہی گھڑی گھڑی نقاہت میری
آتا نہین آب رفتہ پھر جو مین انیس
اب مرگ پہ موقوف ہی صحت میری

الہ دین سے ہاتھ باندھ کے عرض کیا کہ فی الحقیقت میرا محل جس محل پر تھا وہان سے غائب ہو گیا مگر آپ خوب تصور فرمائین کہ اسمین میرا کچھ قصور نہین اور میرے سبب سے اس واردات کا ظہور نہین بادشاہ نے کہا مجھے تیرے محل کھوئے جانے کا کچھ اندیشہ نہین مجھے غم و الم اپنی دختر کا ہی اپنی خیریت اگر منظور ہی جلد اُسے پیدا کر اور اس بھروسے پر نہ بھولنا کہ تو نے اس جھنجھٹ سے نجات و مخلصی پائی جب تک شہزادی کا سراغ نہ ملے گا تیرا چھٹکارا نہ ہوگا۔

الہ دین نے عرض کیا مین امیدوار ہون کہ حضور چالیس دن کی مہلت مجھے مرحمت فرمائین اگر اس مدت مین شہزادی کو تلاش کر کے لایا تو فہو المراد ورنہ فدوی خود اپنا سر کاٹ کے تخت کے نیچے ڈال دے گا صورت نحس حضور کو نہ دکھائے گا جب تک شہزادی کو ڈھونڈھ کر نہ لائے گا بادشاہ نے چالیس دن کی مہلت منظور کی کہ اچھا اب تو جا کے جہان سے جان شہزادی کو تلاش کر کے لا ورنہ جہان کہین تو ہوگا مین تجکو ڈھونڈ سکتا ہون جیتا نہ چھوڑونگا انتقام سے مُنھ نہ موڑونگا۔

الغرض الہ دین بادشاہ سے رخصت ہو کر بحال خستہ و خراب بصد حسرت دیاس جوے خون آنکھون سے بہاتا ہوا نکلا جس افسر اور سردار کے آگے سے ہو کر گذرتا تھا وہ اُسکے حال زار پر ترس کھا کر خود اپنا منھ چھپا لیتا تھا آنکھین چار نہ کرتا تھا کہ اسکو زیادہ انفعال ہوگا سخت رنج و ملال ہوگا اسی حال سے وہ ابر بہار کی طرح روتا ہوا گلیون کی خاک چھانتا تھا پیادہ پا چلنے کی عادت نہ تھی مثل بید کانپتا تھا تنہائی اور جدائی اُسپر ستمزادتھی لب پر آہ و فریاد تھی ؎

بیکسی صدمۂ ہجران کی مجھے تاب نہین
کاش دشمن ہی چلے آئین جو احباب نہین
تجکو اے بخت سیہ آگ لگا کر دیکھون
شب ہجران مین اگر جلوۂ مہتاب نہین
نہ ملے مجکو مرے حال پہ رونے والے
عیش کیسا کہ یہان غم کے بھی اسباب نہین

لے گیا تھا وہ آیا اور زیب دے کے چراغ اُسنے پایا اُسکے موکل جنھون نے محل بنایا تھا اُسکے حکم سے اُٹھا لے گئے اُسنے کہا تم اُسکو لا سکتے ہو وہ بولا اتنی طاقت و قدرت ہم مین نہین مگر تم کو وہان پہونچا سکتے ہین شہزادی کو لا سکتے ہین۔

الہ دین نے کہا اچھا جس جن نے اسکو دریا کنارے سے اُٹھایا اور فوراً ملک افریقہ مین لیجا کے محل کے دروازے پر بٹھا دیا آن واحد مین پہونچا دیا الہ دین نے باوصف تاریکی شب کے اپنے محل کو خوب پہچان لیا مگر رات بہت گئی تھی اسوجہ سے اُسوقت کوئی بات بن نہ پڑی یہ بھی زیر دیوار ایک درخت کے نیچے پڑ رہا دم سحر اسکی آنکھ کھلی شہزادی طبیعت کی وحشت اُس ساحر کی دہشت سے گھبراتی تھی اکثر صبح کو برآمدے پر آکر شگل دیکھکر جی بہلاتی تھی ؎

ہوا سے خوش و میوہ ہاے فراخ	درختان بارآور و سبز شاخ

وہ حسب دستور آکے صحرا کو دیکھنے لگی یکایک الہ دین جو چونکا شہزادی کی نگاہ اسپر پڑی پہچانا ایک محرم راز کنیز سے کہا جلد جا وہ دیکھ سامنے الہ دین بیٹھا ہے چور دروازہ سے پوشیدہ اُسے لے آ الہ دین اُس چور دروازے سے ہوکے جو متصل بارہ دری کے تھا شہزادی کے پاس آیا کیا اُس خوشی کا بیان کیا جاے جو اُن دونون کو ایک دوسرے کے دیکھنے سے ہوئی دیر تک دونون مل کے خوب روئے مہاجرت کے داغ آنسوون سے دہوئے پھر الہ دین نے پوچھا کہ وہ چراغ کیا ہوا شہزادی نے سارا قصہ برہمن بنکر آنے کا اور دھوکا دے کر چراغ لیجانے کا مفصل بیان کیا اور کہا کہ اُسکے دوسرے دن جو مین نے اپنے تئین محل سمیت اس شہر مین جسے مین نہین جانتی دیکھا ان اُسکی زبانی اس شہر کا نام افریقہ سنا ہے اور اُسنے ایسا جادو کیا کہ یہ محل مین سے یہان آیا یہ سُنکر تیر غم کلیجے کے پار ہوا حال بہت ہی زار ہوا تمھاری مفارقت نے بڑا صدمہ دیا ان اشعار کو ترجمان دل کیا ؎

کھلی صبح دم آنکھ میری کہین	تو دیکھا کہ وہ مرد رعنا نہین
رہی دیکھ یہ حال حیران کار	کہ یہ کیا ہوا ہاے پروردگار
کبھی بلبلائی سی پھرنے لگی	کبھی ضعف کھا کھاکے گرنے لگی
کبھی سر پہ رکھ ہاتھ دلگیر ہو	کبھی بیٹھ ماتم کی تصویر ہو
کلیجا پکڑ بس تو بین رہ گئی	کلی کی طرح سے بکس رہ گئی
کبھی دیکھ یہ حال رونے لگی	کبھی غم سے جی اپنا کھونے لگی
گلون کی طرح کھل رہے تھے جو دل	سو سب وہ خزان سے ہوے مضمحل

الہ دین نے کہا ہمین معلوم ہوا کہ ہم افریقہ کے ملک مین ہین یہ سب اُسی چراغ کی بدولت ظہور مین آیا ہی اسکا موکل چین سے افریقہ مین لایا ہی —

شہزادی نے اسکی عقل پر نفرین کی کہ واہ واہ ایسی نایاب شی اس بیقدری سے کانس پر رکھدی اور کچھ خبر نہ لی اور نہ مجھے اس حال سے آگاہ کیا کہ اُسکی احتیاط کرتی جان سے زیادہ عزیز جان کے چھپا رکھتی خیر گذشتہ را صلوات اب کوئی ایسی تدبیر نکالو کہ اُس ساحر کو جان سے مار ڈالو اُسنے پوچھا صحبت کیا رہتی ہی شہزادی نے کہا ہر نبیج روز آتا ہی منت خوشامد کرتا ہی کبھی دھمکاتا ہی مین کہتی ہون مرجانا منظور ہی اُس سے ہم صحبت ہونا بہت دور ہی آخرکار ہر دن بے جھک مار کے اپنا سا مُنہ لیکر چلا جاتا ہی ابتک تو خدا نے اُس سنگ دل کے ہاتھ سے بچایا ہی آیندہ دیکھیے مقدر کیا دکھلاتا ہی ؎

قسمت کو دیکھیے کہ کہان ٹوٹی جا کمند   دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گئے

پھر الہ دین نے پوچھا کہ اُس چراغ کو کہان رکھتا ہی شہزادی نے کہا وہ چراغ نہایت ہوشیاری اور خبرداری سے کپڑے مین لپیٹ کر اپنے سینے مین رکھتا ہی —

ایک روز اُسنے میرے سامنے نکالا تھا اُسکو مانند نایاب تحفہ کے کبھی اپنے سے جدا نہین کرتا الہ دین نے کہا وہ شخص ہم دونون کا جانی دشمن ہی شہزادی نے کہا اُسنے ہرچند چاہا کہ تمھاری محبت سے میرے دل کو پھیرے اور میرا شوہر بنے اور تم کو بُری طرح سے یاد کرتا ہی اور ہزارون بُری باتین تمھارے حق مین غصہ ہو کر کہتا تھا جسکو بیان مین نہین کر سکتی مگر مجکو فراق مین اپنے شہر اور الہ دین و شوہر کے مغموم پاتا ہی اسوجہ سے خاموش ہو کر چلا جاتا ہی اور سمجھتا ہی کہ آخر کو مین رفتہ رفتہ سب کو بھول جاؤنگی ہمہ تن اُسی کی طرف مائل و راغب ہونگی اور مین اپنے دل مین ٹھان چکی تھی کہ اگر بزور اُسنے کچھ اور قصد کیا تو مین اپنے تئین فی الفور جان سے ہلاک کر ڈالونگی اور دن رات اسی خوف و دہشت مین رہتی ہون مگر اب تمکو دیکھکر تسکین ہوئی —

الہ دین نے کہا مجھے بھی یقین تھا کہ تم اُسکے فریب مین نہ آؤ گی شیشۂ عصمت کو اُسکے سنگ ظلم سے بچاؤ گی اب مین اسکی تدبیر مین جاتا ہون دوپہر تک پھر آؤنگا اگر تم مجھے اور وضع و لباس مین دیکھنا تو حیران نہونا اور مین چور دروازے کی راہ سے آؤنگا ایک شخص کو وہیں متعین کر رکھو کہ جسوقت مین آؤن فی الفور دروازہ کھول دے شہزادی نے ایک کنیز کو اس کام پر مقرر کیا الہ دین اُس دروازے سے نکل کر باہر گیا اور چارون طرف دیکھنے لگا اتفاقاً ایک دہقان کو دیکھا کہ وہ بھی شہر جانے کا ارادہ رکھتا تھا الہ دین نے دوڑ کر اُس سے ملاقات کی اور کچھ نقد اُسے دے کے اس بات پر آمادہ کیا کہ اپنے کپڑون کو الہ دین کے

لباس سے بدل لے سٔ زر بر سر فولاد نہی نرم شود ٭ روپیہ کے لالچ مین جھٹ راضی ہو گیا چنانچہ الہ دین نے گوشے مین جاکے اپنے کپڑے تو اُس کسان کو دیے اور اُسکے آپ پہن لیے اور بعد تبدیل لباس دونون اپنی اپنی طرف راہی ہوے -

الہ دین اُس شہر کے بڑے بازار مین جہان سب کی دوکانین اور ہر ایک چیز بکتی تھی گیا اور ایک پنساری کی دوکان پر پہونچا جہان ہر طرح کی دوا موجود تھی دوکاندار سے پوچھا کہ فلان سفوف تمھارے پاس ہی دوکاندار سمجھا کہ یہ گنوار آدمی اس سفوف کی قیمت کیا دے گا اُسنے بیگانہ وار کہا کہ ہان دوا تو موجود ہی مگر تم اُسکی قیمت نہ دے سکوگے الہ دین دوکاندار کے دل کی بات سمجھ گیا پھر تھیلی سے اشرفیان نکال کر دکھائین - دوکاندار نے اشرفیان دیکھتے ہی وہ سفوف پڑیا مین باندھ الہ دین کے حوالے کیا ٥

ای زر تو خدا نئی ولیکن بخدا	کشاف قلوب وقاضی الحاجاتی

غرض کہ الہ دین ایک اشرفی قیمت سفوف دے کر وہان سے چل دیا اور چور دروازہ سے محل مین داخل ہوکر شہزادی سے کہا کہ مین نے تدبیر اُس موذی کے دفع کرنے کی قرار واقعی کر رکھی ہی مگر اب تم بھی اُس سے آشتی کرو آج بہت عمدہ پوشاک اور زیور پہن کے خوشبو لگاؤ اور خندہ پیشانی ہوکر بیٹھو جب وہ ساحر افریقی تمھارے پاس آئے تم اُس سے اس طرح کی باتین کرنا کہ اب تیری محنت ومشقت پر مجکو رحم آیا ہی ہان باپ شوہر سب سے ہاتھ اُٹھایا ہی وہ سُنکے خوش ہو جائے گا کہنا آج ہم تم بیٹھ کے ایک جگہ کھانا کھائین اور جو اچھی سی اچھی شراب اس شہر کی ہو ہم دونون باہم مل کے پئین یقین ہی کہ اس بات کو سُنکے وہ آپ شراب لینے شہر مین جائے گا جب تک تم اس سفوف کو جو مین تمھین دیتا ہون ایک گیلاس مین ڈال کر ذرا فرق سے اور گیلاسون کے رکھنا اور شراب پیتے وقت ایک کنیز بمجرد تمھارے اشارہ کے اُسی گیلاس مین شراب بھر کے تم کو دے اور تم وہ گیلاس شراب کا اپنے ہاتھ مین لے کے اسکے گیلاس سے بدل لینا وہ اُسکو تمھارے ہاتھ سے لے کر نہایت خوشی سے سب کا سب پی لے گا اور پیتے ہی اُنتا چت ہو جائے گا اوندھا ہوکر گر پڑے گا اور تم بھی اسکے گیلاس کو اسکے ہاتھ سے لے کر دکھانے کے لیے مُنھ سے لگا لینا اس سفوف کے پیتے ہی اُسکو مطلق ہوش نہ رہے گا تمھارا پینا نہ پینا کچھ اُسے معلوم نہ ہو گا -

یہ بات شہزادی کو نہایت پسند آئی اُس سفوف کو ایک گیلاس مین رکھ دیا اور ہمراز خواص کو خوب سمجھا دیا کہ جب افریقی آئے اور مین شراب طلب کرون پہلے اور گیلاس مین دینا مین پی کر اور مانگونگی تو اُس گیلاس مین دینا جسمین سفوف ہی خبردار خوب دھیان رکھنا بھول نہ جانا الہ دین یہ

سب تدبیر بتا کے ایک حجرے مین اُس محل کے چھپ کر بیٹھ رہا جب رات ہوئی وہ چور دروازے سے باہر نکل گیا اُس محل مین نہ رہا۔

شہزادی بدرالبدور جب سے اپنے باپ اور پیارے شوہر الہ دین سے جدا ہوئی تھی نہ تو اس غم مین کپڑے بدلے تھے اور نہ کبھی بناؤ سنگار کیا اُنھین میلے کپڑون کو جنھین چین مین پہنے تھی پہنے رہی اس روز بنا بر مصلحت کے اُسنے بہت بھاری جوڑا اور جواہرات پہن کر خوب بناؤ سنگار کیا اور کمر بند طلائی جسمین بڑے بڑے ہیرے جڑے ہوئے تھے کمر بند سے باندھا اور بڑے بڑے موتیون کا ہار گلے مین پہنا اور کڑے الماس و لعل کے ہاتھون مین پہنے بڑے ٹھاٹ سے بارہ دری مین منتظر افریقی کے آنے کی بیٹھی افریقی اپنے معمولی وقت پر آیا شہزادی نے اُسوقت تک کبھی اُسکی صورت نحس کو نگاہ بھر کے بھی نہین دیکھا تھا خواص سے سُنا تھا یہ وہی شخص ہے جو دھوکا دیکے چراغ لے گیا ہے اُسوقت بضرورت اسنے دیکھا اور جسوقت کہ وہ چوبیس دروازے کی بارہ دری مین پہونچا شہزادی اسکی تعظیم کے لیے کمال نازو ادا سے اُٹھکر اُسکا ہاتھ پکڑ کر لے آئی اور اپنی مسند کے پاس بٹھایا افریقی ساحر اُسکے حسن غدار ادا پر تو ہزار جان سے فریفتہ اور شیدا تھا ہی اب زیور اور لباس دیکھکر اور بھی ریشہ خطمی ہو گیا رعب حسن سے کسی طرح اُسکو جرات نہین پڑتی تھی کہ شہزادی کے برابر بیٹھے مگر شہزادی نے باصرار اسکو اپنے نزدیک بلا کے بٹھایا یا رنگ جمایا افریقی دل مین کہتا تھا

ہم بھی دیکھین تو کہان تک نہ توجہ ہوگی	کوئی دن تذکرۂ اہل وفا ہو بند و
آنکھ ملتی ہی کھون خاک حقیقت دل کی	دیکھکر جلوہ مرے ہوش بجا ہو بند و

شہزادی نے اُسے رعب مین پاکے چاہا کہ اپنے سے بے تکلف کرے اس لیے اُس سے کہا تم نے جو آج مجھے خوش پایا ہے اسکا سبب نہین جانتے ہو وہ یہ ہے کہ مین اپنے خان ومان کی جدائی خصوصاً اپنے شوہر الہ دین اور ماں باپ کے فراق مین دن رات دریاے غم مین ڈوبی رہتی تھی اب مجکو صبر آگیا کہ الہ دین کو میرے باپنے مقرر ہلاک کر ڈالا ہو گا اب اُسکے لیے رونا دھونا بیکار ہے امر محال کے لیے اپنے تئین کیون ہلاک کرون اسواسطے مین نے وہ سب خیالات اپنے دل سے نکال کے ہمہ تن تمھاری طرف مصروف ہوئی یہ کلام سُنکے افریقی نے جو شہزادی بدرالبدور کو اپنے حال پر مہربان پایا تو یہ اشعار زبان پر لایا

ترے رخ کا کسے بدر نہین ہے	گل لالہ ملک صحرا نشین ہے
بنایا تجکو ایسا خوبصورت	کہ نازان تجھ پہ صورت آفرین ہے

پھر شہزادی نے کہا کہ آج جی چاہتا ہی کہ ہم تم مل کے کھانا کھائین مگر جب تک خاصہ چنا جائے تھوڑی
سی شراب عمدہ سے عمدہ جو اس شہر مین مل سکے میرے واسطے منگاؤ۔
افریقی شہزادی کو اپنے حال پر بہت متوجہ پاکے غنیمت سمجھا اور اپنی خوش قسمتی پر نازان ہوکے
یہ شعر بے ساختہ زبان پر لایا ۔

اگر یار مے پلائے تو پھر کیون نہ پیجیے	زاہد نہین مین شیخ نہین کچھ ولی نہین

کہا بہت عمدہ شراب اس شہر مین نہین ملتی ہی مگر میرے گھر مین سات برس کی پُرانی شراب موجود ہی
اگر شہزادی مجھے اجازت دین تو مین جاکر اسکے کئی شیشے بھر لاؤن شہزادی نے کہا تمھارا جانا مجھے
بہت ناگوار ہی اور کسی کو بھیجکر منگوا لو۔
افریقی نے کہا بے میرے جائے وہ شراب نہین آسکتی اور کسی کو وہ مکان معلوم نہین نہ اُسکی کنجی
دوسرے شخص کو مل سکتی ہی شہزادی نے کہا اگر تم جاتے ہو جلدی آنا دیر نہ لگانا مین تمھارے انتظار مین
کھانا نہین کھاؤنگی ساحر افریقی محل سے شراب لانے کے لیے دوڑا گیا شہزادی نے بعد اسکے جانے کے
اُس سفوف کو جو الہ دین نے دیا تھا ایک گیلاس مین ڈال کر ایک کنارے رکھدیا اتنے مین افریقی شراب
لے کے آپہونچا اور وہ دونون کھانے پر ایک دوسرے کے مقابل بیٹھے شہزادی جو کھانا کہ عمدہ تھا اپنے
ہاتھ سے اُٹھاکے اُسکے آگے رکھتی جاتی تھی پھر شہزادی نے کہا اگر تمھین گانے کا ذوق ہو تو مین گاؤن مگر اکیلا
نہ روتا بھلا نہ ہنستا اس سے باہم گفتگو ہی کرنا بہتر ہی۔
افریقی شہزادی کے اس التفات و گرمجوشی سے اور بھی پھول گیا پھر شہزادی نے ایک گیلاس بادہ ناب
کا یاد دین اُس افریقی کے پیا اور شراب کی نہایت تعریف کی کہ جیسی تم کہتے تھے ویسی ہی لطیف و نادر ہی
سچ تو یہ ہی کہ شراب احمر ہی ع

اچھوتی ابھی ہی مے احمری	کنواری ہی مینا کی نیلم پری

پھر شہزادی نے ایک گیلاس مے ارغوانی کا بھر کے افریقی کو دیا وہ بے تکلف مُنھ سے لگا کر پی گیا
اشتیاق مین مرتا تھا اب گویا جی گیا ع

ساقیا یان لگ رہا ہی چل چلاؤ	جبتلک بس چل سکے ساغر چلے
کیا ساحر کو محو دختر رز لاکھ افسون سے	جرعے جن کو مرے ساقی نے شیشے مین اُتارا ہی
مستی مین پاے ساقی بیہوش پر گرا	بیہوش کیا ہوا کہ مین ہشیار ہو گیا
وہ بادہ کش ہون رکھون جو مین دشت مین قدم	ہر گرد باد دور ہو جام شراب کا

ایسا جلا ہی گردن ساقی کو دیکھکر
محفل مین شمع بن گیا شیشہ شراب کا

میخانہ چشم مست ہی اور گوش جام ہین
ساقی گلوے صاف ہی شیشہ شراب کا

ساغر مے ہنستے ہین ساقی بہکنے پر مرے
قلقل مینا جو کہتا ہون تری گفتار کو

ساقیا چشم یار یاد آئی
دے مجھے ساغر اک ابھی بھر کے

مے کش وہ ہون کہ شیشے سے پیدا ہون جام مے
رکھتا ہون مین سند یہ دل داغدار سے

لکھی ہی کسکی نرگس مخمور کی صفت
پڑھواؤن خط جام کسی بادہ خوار سے

پھول بھر بھر کے گلابی مین پلاتا ہی مجھے
چمن محفل ساقی سے خزان دور رہے

دل اُٹھاتا ہی مزہ دید لب یار کا آج
نشہ ہی اسکو مے شربت دیدار کا آج

دور چلے دور چلے ساقیا
اور چلے اور چلے ساقیا

دور شروع ہوا شہزادی نے خواص کو اشارہ کیا اُسنے ساغر زہر آلود مین شراب بھر کے شہزادی کو دیا اور دوسرا گیلاس افریقی کو بھر کے دیا شہزادی نے افریقی سے کہا ہمارے ملک چین مین دستور ہی کہ وقت مے نوشی دونون شخص جن مین باہم کمال ربط ضبط ہو اپنا اپنا گیلاس ایک دوسرے سے بدل کر طالب و مطلوب کی تندرستی کا جام پیتے ہین یہ کہکے نہایت ادا سے دلکش سے اپنا گیلاس افریقی کو دیا اور اُسکے ہاتھ سے گیلاس آپ لے لیا اور کہا

من تو شدم تو جان شدی من جان شدم تو تن شدی
تا کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

افریقی کو یہ ادا نہایت پسند آئی اور اس امر کو بسبب پیار و الفت دلی شہزادی پر گمان کر کے کہنے لگا جو نفاست تمھارے ملک چین مین ہی سچ تو یہ ہی کہ افریقہ مین نہین اس ادا کو دیکھکر بیجا بہت خوش ہوے اور اُسکی شان مین یہ اشعار پڑھے ع

تلوار چلی پھر گئی چتون جدھر اسکی
غصے مین سروہی سے سوا ہی نظر اسکی

شرمندہ ہی شمشاد بھی قد معتدل ایسا
دیکھا ہی کسی چشم کی پتلی نے تل ایسا

پیشانی وہ خورشید جہانتاب سے بہتر
رخسارہ رنگین گل شاداب سے بہتر

دانتون کی صفا گوہر نایاب سے بہتر
چہرون کا عرق موتیون کی آب سے بہتر

شہزادی نے مسکرا کے کہا اب اس جام محبت کو پی لو یہ تو مخمور از خود فراموش ہو ہی رہا تھا اس امر معشوقانہ پر اور بھی لس گیا اور ایکبارگی وہ گیلاس زہر ہلاہل کا غٹ غٹ کر کے پی گیا ایک قطرہ اُسمین چھوڑا گیلاس کا حلق سے اُترنا اور زہر کا اثر کرنا فوراً سر تلے ٹانگین اوپر یہ تو چت ہو کے

پھڑکنے لگا جان دینے لگا ۔

الہ دین اس تاک مین تھا فوراً آپہونچا زہر کا اثر ظاہر ہوا تو جب وہ مرگیا اُسکی بغل سے وہ چراغ نکلا دیکھتے ہی الہ دین باغ باغ ہوگیا رنج والم سے فراغ ہوگیا اُسکی نعش پڑی رہی چراغ کو اُسنے رگڑا فوراً موکل حاضر ہوا کہا کیا ارشاد ہوتا ہے ۔

الہ دین بولا اسی دم محل کو جہان تم نے بنایا تھا پہونچا دو اِس سبکی سے لیجاؤ کہ ذرا جنبش محسوس نہو موکلون نے فوراً محل کو اُٹھا کے چین مین جس جگہ سے کہ اُٹھا لے گیا تھا لا کر رکھ دیا فقط دو جنبشین سہل سی الہ دین و شہزادی کو معلوم ہوئین ایک تو وقت اُٹھانے محل کے افریقہ سے اور دوسری وقت رکھنے زمین چین پر ۔

پھر الہ دین نے شہزادی سے بغل گیر ہوکر کہا کامل خوشی کل فجر کو ہوگی شہزادی نے اس ہول جول مین طعام شب سے فراغت نہ کی تھی اور الہ دین بھی گرسنہ تھا اس وجہ سے شہزادی نے حکم دیا کہ جلد سب کھانے اُس بارہ دری سے کہ ہنوز وہین رکھے ہوے تھے لاؤ پھر وہ دونون بعد فراغت طعام منہ ہاتھ دھو شراب کیطرف متوجہ ہوے شراب اُس ساحر افریقی کی لائی ہوئی بڑی کیفیت سے حالت طلوع خوشی کی بہ شکر خدا بجا لایا کہ اُسنے اپنے فضل وکرم سے یہ دن دکھایا ۔

مے ارغوانی پلا ساقیا ۔ خدا کے لیے جام بھر بھر کے لا
زمین پر ہے آج اُس طرح کی جھلک ۔ ستارون کی جیسے فلک پر چمک
ہوا ہے بہاری سے گل کھلے ۔ چمن سارے شاداب اور ڈہڈہے
پلا ساقیا مجکو اک جام مل ۔ جوانی پہ آیا ہے ایام گل
غنیمت شمر صحبت دوستان ۔ کہ گل پنج روز است در بوستان
پلا آتشین آب پیر مغان ۔ کہ بھولے مجھے سرد و گرم جہان
کدورت مرے دل کی دھو ساقیا ۔ ابھی شیشہ مے کو دھو دھو کے لا
درختون نے برگون کے کھولے ورق ۔ کہ لین طوطیان بوستان کا سبق
پلا ساقیا مجکو صہباے عیش ۔ ملی ہے نصیبون سے یان جاے عیش
بہم مل کے بیٹھے ہین دو رشک مہ ۔ قمر ان مہ و مہر ہے اس جگہ
ہر اک برج رشک گلستان ہے آج ۔ بہار وصال غریبان ہے آج

بعد شغل شراب ازبسکہ خوابگاہ مین گئے اور باہم مل کر سو رہے ۔

نیند انکی ہر دماغ انکے ہین رہین اُنکی ہین	تیری زلفین جسکے شانے پر پریشان ہوگئین

آتنی رات بڑی عیش و عشرت سے بسر ہوئی جب کہ مساجد سے بلند صداے اکبر ہوئی ادھر فلک شعبدہ باز نے ڈھنگ بدلا رات کا دن سے رنگ بدلا عامل سپہر چہارم بہر تسخیر دیو شب گوشۂ مشرق سے نکلا طلسم خانۂ جہان کو محصور کیا ثوابت و سیار کی انجمن درہم و برہم ہوئی ظلمت شب کا لعدم ہوئی سلطان چین بھی خواب سے بیدار ہوا اسکا یہ دستور ہوگیا تھا کہ جس دن سے محل الہ دین کا مع شہزادی کے گم ہوگیا تھا نہایت بے چین رہتا نہ رات کو سوتا نہ دن کو آرام کرتا اپنے خلوت خانہ مین اکیلا شہزادی کو یاد کرکے روتا اور اُسکے تصور و خیال مین رہتا چنانچہ اُس دن بھی صبح کے وقت قبل از طلوع آفتاب حسب معمول بادشاہ اُس خلوت خانہ مین گیا اور نہایت حسرت و افسوس سے تسکین خاطر کے لیے اُس طرف کو جہان الہ دین کا محل تھا دیکھا دفعتہً وہ محل نظر پڑا اچھی طرح سے دیکھ کے جلد وہان سے اُتر گھوڑے پر سوار ہوا الہ دین کے محل کی طرف چلا۔

الہ دین بھی خواب راحت سے بیدار ہوا پوشاک پہن کے ارادہ جانے کا باخزہ دریچہ مین گیا تھا ناگاہ بادشاہ کو دیکھا کہ تنہا چلا آتا ہے الہ دین دوڑ کر قدم بوس ہوا مجرا کیا اور بادشاہ کو ہاتھ پکڑ کے گھوڑے سے اُتارا اور کہا ؎

ابر رحمت سُنتے ہین نام آپ کا	خاکساروں پر کرم فرمائیے

بادشاہ نے کہا ابھی مین تم سے کچھ بات نہ کرونگا جب تک شہزادی کو نہ دیکھ لونگا الہ دین بادشاہ کو اُس مکان مین لے گیا جہان شہزادی تھی اور بادشاہ کے تشریف لانے سے مطلع کیا شہزادی جلدی جلدی پوشاک پہن کر بادشاہ کے حضور مین حاضر ہوئی بادشاہ اُسے دیکھکر بہت خوش ہوا گلے سے لگایا استفسار حال فرمایا کہ کیونکر تم یہان سے محل سمیت غائب ہوگئی تھین شہزادی نے تمام حال بادشاہ سے ظاہر کیا اور کہا مین نے کل اس مصیبت سے الہ دین کی بدولت نجات پائی حضور کی شکل آج بس نظر آئی آپ کی مفارقت کا نہایت رنج و الم تھا ازحد غم تھا علی الخصوص اس امر کا کہ آپ نے غصہ مین الہ دین کو قتل کرڈالا ہوگا اور وہ درحقیقت اس امر مین بیقصور تھا میرا غائب ہونا اسکے سبب سے نہین ہوا بلکہ یہ واردات میری حماقت ہی سے ظہور مین آئی مفت بیٹھے بٹھائے اپنے سر پر بلا ڈھائی ؎

ہر کس از دست غیر نالہ کند	سعدی از دست خویشتن فریاد

از ماست کہ بر ماست خود کردہ را علاجے نیست پھر سب حال افریقی کے برہمن بنکر آنے کا اور

دھوکے سے چراغ لیجانے کا تفصیل بیان کیا اور کہا مین اُس چراغ کے اوصاف و خواص سے مطلق آگاہ نہ تھی لاعلمی مین ساحر کو دے دیا دوسرے روز یہ محل مع سب سامان کے جادو کے زور سے ملک افریقہ مین جاکر نصب ہو گیا پھر وہی شخص جو چراغ لے گیا تھا میرے پاس آیا اور چاہا کہ مرتکب افعال قبیحہ کا ہو مین نے حکمت عملی سے اپنے تئین محفوظ رکھا اور فریب دے کے اُسے اپنے ساتھ کھانا کھلایا اور سفوف زہر آلود شراب مین دے کر واصل جہنم کیا۔

پھر الہ دین نے دروازہ بارہ دری کا کھول کر بادشاہ کو ساحر افریقی کی لاش دکھائی اور کہا جب مین نے آکے اسکے سینے سے اپنے چراغ کو لے لیا تو مین نے شہزادی کو اور اسکی خواصون خواجہ سراؤن وغیرہ کو ایک ساعت کے لیے دوسرے مکان مین بھیج دیا جب وہ سب اُس مکان سے دوسرے مکان مین گئے مین اِس محل کو افریقہ کی سرزمین سے پھر یہان لے آیا اور مین نے بموجب اپنے وعدہ کے شہزادی کو صحیح وسالم پھر آپ کے حضور مین حاضر کیا۔

بادشاہ یہ حالات زبانی شہزادی اور الہ دین کے سُنکے نہایت متحیر ہوا اور اُس ساحر افریقی کو جاکر دیکھا کہ مُنھ اُسکا سیاہ ہو گیا ہی اور کف زہر کے اُسکے مُنھ سے نکلے ہوے ہین۔

بادشاہ نے کہا اب تم اس بدذات کی لاش یہان سے پھکوا دو الہ دین نے اپنے آدمیون کو حکم دیا کہ اس موذی کی لاش دو میدان مین پھینک آؤ تاکہ چرند پرند اسکی بوٹیان نوچ کر خوب پیٹ بھر کھائین اور چیل کوے مزے اڑائین۔

پھر بادشاہ نے الہ دین سے معاملات گذشتہ کا عذر کیا چھاتی سے لگا کے خوب رویا کہا طبیعت کو صاف کرو میری غلطی معاف کرو الہ دین نے بادشاہ کے آگے ہاتھ باندھ کے عرض کیا آپ ہر صورت مختار ہین مالک شہر و دیار ہین فدوی فرمانبردار ہی جو کچھ حضور نے کیا اسی مین مصلحت تھی جو آپ ایسی سختی نہ کرتے تو اتنی جلد شہزادی ہاتھ نہ آتی اُسکے رنج مفارقت سے خدا جانے میری کیا صورت ہو جاتی یہ سُنکے بادشاہ نے وزیر اعظم سے فرمایا کہ ایک ہفتہ تمام شہر کی دعوت ہماری طرف سے کرو کوئی اپنے گھر مین کچھ پکانے نہ پائے بلکہ آگ تک نہ سلگائے سر راہ چوک مین کچھ فاصلے سے طائفے مقرر کر دو کہ دن رات گانا ہو ہر محلے مین ارباب نشاط کو بھیجو دکانین ایسی آراستہ کی جائین کہ دیکھنے والے حظ اُٹھائین مسافر پردیسی مہمان سرائین قیام کرین لطیف غذائین کھاکے ناچ دیکھین گانا سُنین مدرسون خانقاہون بزرگون کی درگاہون مین مشائخ گوشہ نشینون کو بہت کچھ نقد و جنس ملا محتاجون کو غنی و مالامال کر دیا غریب غربا کا گھر روپے اشرفی سے بھر دیا اس جلسے کی دھوم ہوئی منزلون

سے خلقت سیر دیکھنے کو پہونچی ہر شخص کی احتیاج بر آئی بلکہ خواہش سے زیادہ دولت پائی صدہا قیدی زندان سے رہا ہوا ہر ایک عالم کا بھلا ہوا رقاصان زہرہ جبین بھی خوب ناچین گائین بادشاہ کی مدح و ثنا مین یہ اشعار زبان پر لائین ؎

کسی کا دل تو کیا آنکھ تک دکھنے نہین پاتی مٹائی عدل نے تیرے یہانتک مردم آزاری
نہ کیون ہو تیرے دستور العمل سے شادمان عالم کرم کرنا تری عادت جفا سے تجکو بیزاری
مقابل مین ترے خواہان زینت ہو اگر دشمن کرے زخمون سے تیری تیغ اُسکے تن پہ گلکاری
یہ وہ سرکار عالی ہے کہ جس سے فیض پاتے ہین بدخشانی و طہرانی و کشمیری و بلغاری
ترے اسپ پری پیکر کی چالاکی کا کیا کہنا نہین آتی تصور مین بھی جسکی تیز رفتاری
مرا منھ کیا کہ تیری مدح پوری ہو سکے مجھسے کہ تیرا وصف بیحد اور میری طبع ہے عاری
تری محفل کا جو سامان ہوتا ہی نہین رکھتا کھلین جمشید کی آنکھین اگر دیکھے یہ تیاری
ترے ڈر سے عدو سے روسیہ کے یون بہے آنسو کہ چھوٹے جس طرح سے خون سودا ہی کی بیماری
ترے الطاف بے پایان سے ہون مین منفعل دین نہین ہوتا ادا مجھسے ترا حق نمک خواری
رہین جبتک الٰہی مہر و ماہ و کوکب و اختر رہے جبتک الٰہی اس زمین پر چرخ زنگاری
میسر خیر خواہون کو تو عیش جاودانی ہو ترے بدخواہ کو حاصل ہمیشہ ذلت و خواری
پیے تلوار تیری ہر گھڑی خون دل اعدا ترا خنجر کرے دائم ترے دشمن کی خونخواری

یہان تو یہ جلسہ رہا دن عید رات شب برات ہو گئی پیدا انئی بات ہو گئی اب اس جلسے کو بغور سنیئے ماجرا اور سنیئے فلک سفلہ پرور نیا رنگ لایا اس طرح جلکر کھایا ؎

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے

اُس ساحر کا چھوٹا بھائی تھا حقیقت مین قساوت قلبی سے قسمائی تھا فن سحر مین دونون یکتا تھے بد بلا تھے بے گناہون کے لہو کے پیاسے تھے جیپال کے پوتے سامری کے نواسے تھے دونون کبھی یکجا نہ رہتے تھے سحر کی دھن مین صدمہ فراق سہتے تھے جب زیادہ اشتیاق ہوتا تھا جدائی کا صدمہ شاق ہوتا تھا قواعد نجوم و رمل سے آپس کا حال دریافت کر لیتے تھے اس طرح طبیعت کو تسکین دیتے تھے دریںولا برس دن کا زمانہ ہوا تھا کہ دونون جدا تھے چھوٹا بھائی پھرتا چلتا افریقہ مین آیا بڑے کو نہ پایا اسکو از حد ملال ہوا دریافت حال کا خیال ہوا علم رمل سے جسکا مشتاق تھا اس فن مین شہرۂ آفاق تھا دیکھنے لگا معلوم ہوا کہ شہزادی چین کی یہان آئی تھی اُسنے زہر پلا کے ہلاک کیا اور اُسکے شوہر نے

گلا کاٹ کے قصہ پاک کیا ۔
یہ حال دیکھ کے رونے لگا بیقراری سے جان کھونے لگا پھر سوچا اگر تو روتے روتے مرجائے گا وہ
زندہ نظر نہ آئے گا چین مین چل کے اسکا بدلا لے تو دل کو چین ہو موقوف یہ شور وشین ہو یہ عزم
مصمم کر کے افریقہ سے چلا شہر چین مین وارد ہوا سرا مین اتر کے شہر مین پھرنے لگا جس جگہ دو چار شخص
باہم دیکھتا وہان بیٹھ جاتا انکی باتین سنتا اپنا قصہ کچھ سچ کچھ جھوٹ سنتا ہر جگہ سے سن گن لیتا پھرتا تھا
ایک روز لوند عیاشون مین چھٹے بدمعاشون مین اسکا گذر ہوا وہ باہم غپ شپ کرتے تھے نئے نئے
دم بھرتے تھے تمام شہر کے قصے اور طرح طرح کی باتین اور سرگذشت ہر ایک کی دوسرے سے کہتے سنتے تھے
ایک نے کہا سبحان اللہ ہمارے شہر مین عابدہ سیت زبان ہے اسکی کرامات اور خرق عادات کی
طول داستان ہے یہ ادنی بات ہے کیسا ہی دردسر ہو کہ جان جانے کا خطر ہو جہان اسنے ہاتھ لگایا
کوسون درد نظر نہ آیا مرد میدان ہے توکل پر گذران ہے سوا روزہ نماز حرص و آز سے کام نہین
قناعت کے سوا نفس پروری کا نام نہین قائم اللیل و صائم النہار ہے عجب زن صالحہ دیندار ہے شام
سے تا سحر سجادہ طاعت پر بسر کرتی ہے عبادت معبود مین جبین نیاز خاک ارادت پر دھرتی ہے اپنی حاجت
خدا چھٹ بندون سے نہین کہتی ہے ہر وقت یاد الہی مین معروف رہتی ہے کبھی جو نماز جمعہ کو مسجد جامع مین
جاتی ہے خلق خدا کی تمنا بر آتی ہے ۔
یہ مکار سمجھا کہ ترکیب خوب ہاتھ آئی مطلب نکل آئے گا بھائی کا قاتل اس گھات سے مارا جائے گا
اس نیک بخت کے مکان کا پتہ پوچھ کے وہان پہونچا ملازمت سے مشرف ہوا دیکھا عورت مردانہ
خصال ہے عارفہ باکمال ہے قدم بوسی کے منت سماجت سے عرض کیا کہ مین غریب الوطن گم کردہ
خانمان بے یار و آشنا ہ

کوئی مونس نہ کوئی ہے غم خوار		آشنا ہے نہ کوئی ہے دلدار

اس شہر مین وارد ہوا ہون کوئی شخص اجنبی سمجھ کے اپنے پاس کھڑا نہین ہونے دیتا تمام دن بے دانہ و
آب پھرتا ہون نہایت خستہ و خراب پھرتا ہون ۔

رحم کن و دستگیر من شو		ای فیض رسان جملہ عالم

اس عابدہ کو خوف خدا آیا کہا بابا یہ فقیر کا گھر ہے تو غنیمت در بدر رہا ایک کونے مین ٹھیرا رہ جو دال
دلیا رزاق بھیجے گا تجکو بھی ملے گا یہ فقیر اہی سے چاہتا تھا صد ہا دعائین دے کے منظور کیا دو چار دن
سب اوقات کا حال دریافت کر کے ایک شبکو تنہا پاکے اس عورت عارفہ کو جان سے مار ڈالا

اور اسی بستر پر بارام سو رہا۔

اشعار

گلگونۂ شفق جو ملا حور صبح نے
گرمی دکھائی روشنی طور صبح نے

اسپند مشک شب کو کیا دور صبح نے
ٹھنڈے چراغ کر دیئے کافور صبح نے

لیلی شب کے حسن کی دولت جو لٹ گئی
افشان جبین سے نجم درخشاں کی چھٹ گئی

شہرزاد نے تڑکا دیکھکر خاموشی اختیار کی اور شمع سحری رخصت ہوئی بادشاہ روانہ دربار ہوا مصروف کاروبار ہوا۔

دوسری شب کو شہرزاد عالی نژاد نے بصد ادب بیان کیا اور اپنی زبان کو مانند سحاب آذری کے یوں گوہر فشان کیا کہ اے شاہ جم جاہ صبح کو افریقی کے بھائی نے اسی کا لباس پہن کے عصا ہاتھ میں لیا برقع منھ پر ڈال کے چل نکلا لوگوں کا مجمع گرد ہوا کوئی قدم بوس ہوتا کوئی گرد پھرتا ہنگامہ کثیر ہمراہ ہوا بعضے اسکے آگے کھڑے ہوتے تاکہ اسکے سر پر ہاتھ رکھے درد سر دور ہو جائے وہ تسبیح ہاتھ میں لیے بڑبڑا رہا تھا تاکہ لوگ جانیں کہ کچھ وظیفہ پڑھ رہی ہے۔

تصویر جعلی عابدہ کی متصل محل الہ دین کے اور خلق اللہ کا ازدحام

یہان تک کہ سبھون نے اُس ساحر کو زن عابدہ سمجھا اور اکثر وہ ساحر واسطے خاطرداری اُن لوگون کے جو اسکے بُرے بھلے سے کچھ کام نہین رکھتے تھے راہ مین کھڑا ہو ہو جاتا تھا اس طرح سے جب وہ قریب محل کے پہونچا پھر وہان تو اس قدر بھیڑ اور کثرت آدمیون کی ہوئی کہ اُس تک پہونچنا لوگون کا دشوار ہو گیا آپس مین جھگڑنے لگے ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ مین نزدیک عابدہ کے پہونچ جاؤن اور اُسکے ہاتھ یا کپڑے چھونے سے اپنی نجات دارین حاصل کرون۔

غرض اس قدر شور و غل ہوا کہ شہزادی بدر البدور کے کان مین ہنگامہ کی آواز پہونچی شہزادی نے پوچھا یہ شور و غل کیسا ہو رہا ہے کہ کان پڑی آواز نہین سنائی دیتی جب کوئی اہل محل سے بتا نہ سکا تو شہزادی نے ایک خواص کو بھیجا وہ سب حقیقت دریافت کرکے آئی ملکہ کو یہ خبر سنائی کہ وہ عابدہ جسکا شہر مین شہرہ ہے اِس راہ سے جاتی ہے خلق خدا ہمراہ ہے اُن لوگون کی آواز آتی ہے ازبسکہ ملکہ اسکی تعریف سنا کرتی تھی مشتاق تھی جھٹ خواجہ سراؤن کو دوڑایا کہ جلد اُسکو یہان لاؤ مدت سے زیارت کی تمنا تھی مجھے دکھاؤ۔

خواجہ سرا دوڑے اسکو بہزار کیف منت خوشامد کرکے محل مین لائے ملکہ نے پائین فرش تک استقبال کیا مصافحہ کرکے بٹھایا وہ مکار دغا شعار ٹٹی کی آڑ مین شکار کھیلا چاہتا تھا برقع مین خوب منہ چھپایا کسی کو رونگٹا تک نظر نہ آیا دعاے خیر دے کے ملکہ کے برابر جا بیٹھا۔

ریش سفید شیخ پہ دھوکا نہ کھائیو　　　اِس مکر چاندنی پہ نہ کرنا گمان صبح

بظاہر پاک و مقدس لباس مین تھا مذمت دنیا اور ترغیب عبادت مین نصیحت کی ملکہ نے خدا رسیدہ سمجھ کے فرمایا اگر مجکو سرفراز کرو کچھ دن میرے پاس ہو تو تمھاری صحبت کی برکت سے سعادت حصول ہو ہماری یہ عرض قبول ہو۔

اُس مکار نے بہت آواز دبا کے جواب دیا فقیر کو امیرون سے صحبت اچھی نہین ریاضت مین خلل ہوگا عبادت مین تزلزل ہوگا اس وجہ سے میرا رہنا نہین ہو سکتا۔

شہزادی نے کہا اگر تم میرے پاس رہنے مین تامل کرتی ہو تو اس محل مین بہت حجرے خالی ہین انمین سے ایک حجرہ پسند کرکے رہو اور اُسکو اپنا عبادت خانہ مقرر کرو وہ اس بات کو نہایت غنیمت اور موافق اپنے مطلب کے سمجھا اسواسطے کہ وہ یہی چاہتا تھا کسی طرح مجھے مداخلت الہ دین کے محل مین ہو تا بروقت شہزادی کو فریب دے کے اپنا کام کرے۔

پھر از راہ مکر و فریب کے شہزادی سے کہا مجھ ایسی ریاضت کش اور تارک الدنیا کو ایسے

محل نفیس مین اور ایسی بڑی شہزادی کی مصاحب ہوکے رہنا چاہیے مگر مجبوری ہے کہ تمھاری عدول حکمی نہین کرسکتی جبہین کہ آپ کی مرضی ہو ملوعاً و کرہاً مجھے کرنا ضرور ہے

خلاف رائے سلطان رائے جستن		بخون خویش باید دست شستن	

شہزادی یہ جواب اسکا سُنکے اُٹھ کھڑی ہوئی اور کہا میرے ساتھ چل کے تمام حجرون کو دیکھ لو اور اُنمین سے ایک اپنے لیے پسند کرو اُس دغاباز نے ہمراہ شہزادی کے اُن سب حجرون کو ملاحظہ کیا چنانچہ ایک کو اُنہین سے اپنے رہنے کے واسطے پسند کیا پھر شہزادی نے اُسے بارہ دری مین لاکے چاہا کہ اپنے ساتھ کھانا کھلوائے اُسوقت اس مکار غدار نے سوچا کہ مبادا وقت کھانے کے مُنھ میرا شہزادی دیکھکر پہچان لے کہ وہ اصلی عابدہ نہین ہے اور بھید میرا کھُل جائے اس لیے از راہ فریب کے کہا مین تو سوائے سوکھے ٹکڑے روٹی کے یا خشک میوون کے کچھ اور نہین کھاتی اپنے حجرے مین کچھ بھوک کے وقت کھا لیا کرونگی قلب کو تسکین دے دیا کرونگی۔

شہزادی نے بموجب کہنے جعلی عابدہ کے خشک میوے بھیجے اور سوکھی روٹیان اُسکے کمرے مین بھجوا دین اور اُس سے کہا تم جاکے اپنے مکان مین کچھ تھوڑا بہت کھاکے جلد میرے پاس آنا مین تمھاری منتظر ہونگی وہ ساحر شہزادی سے رخصت ہو اپنے حجرے مین آیا اور خواجہ سرا سے جسکو اسکے کام خدمت کے لیے مقرر کیا تھا کہا جسوقت ملکہ عالم کھانے سے فراغت پائین فوراً مجھے خبر کرنا چنانچہ جب شہزادی کھانے سے فارغ ہوکر دسترخوان سے اُٹھی اُسی وقت اُس خواجہ سرا نے اُسے خبر کی اور وہ یہ خبر سُنتے ہی شہزادی کے حضور مین حاضر ہوئی۔

شہزادی نے کہا مجھے کمال تمنا و آرزو ہے کہ ایسی پارسا اور خدا رسیدہ بی بی کی خدمت مین جیسی کہ تم ہو رہون اور بات چیت کیا کرون۔

اثنائے گفتگو مین شہزادی نے [illegible] کہ اس بارہ دری اور اسکی تیاری کو دیکھو کہ کیسی ہے پھر شہزادی نے [illegible] اس بارہ دری کا اُسے دکھایا اُس جعلی عابدہ نے وہ بارہ دری دیکھکے کہا کہ ملکۂ عالم فی الحقیقت یہ بارہ دری قابل تعریف کے ہے اور مثل اسکے روئے زمین پر نہین ہے اسے اگر بہشت برین کہیے بجا ہے آج تک کبھی نے آنکھون سے تو کیا کانون سے بھی نہین سُنا ہے واقعی یہ لطف و نضارت کا چشم و چراغ ہے گلزار ارم اسکا پائین باغ ہے

اگر فردوس بر روئے زمین است		ہمین است و ہمین است و ہمین است	

اسکا سازو سامان دل کو عجب لطف دکھاتا ہی روح کو بے ساختہ وجد مین لاتا ہی مانی و بہزاد بھی اسکی نقش و نگار مین کا ایک طفل دبستان ہی انسان تو کیا فرشتہ بھی ثنا خوان ہی ؎

کیا یہ بارہ دری ہی جادو کار	در و دیوار غیرت گلزار
پھول سب اپنے جوبن پر	بوے گل ہی ہوا کے توسن پر
جا بجا چل رہی ہی بادِ بہار	تختہ تختہ ہی روکش رخسار

مگر افسوس ایک چیز کی اسمین کسر ہی اگر وہ بھی ہوتی تو ہزار حصے خوبی اس مکان کی بڑھ جاتی شہزادی نے کہا مجھے بتاؤ وہ کیا چیز ہی اُس ساحرہ نے کہا اگر اس بارہ دری کے درمیان مین ایک انڈا رخ جانور کا لٹکایا جاتا تو نہایت زیبائش اسکی ہوتی اور چار دانگ عالم مین مثل و نظیر اپنا نہ رکھتی اور اعجوبہ روزگار سے ہو جاتی۔

شہزادی نے پوچھا کہ رخ کیسا جانور ہی اور اسکا انڈا کیونکر ہاتھ لگے اُس حیلی عابدہ نے کہا کہ رخ بڑا جانور ہی اور سوا کاس پہاڑ کی چوٹی کے کہین نہین رہتا جس معمار نے تمھارے اس محل کو بنایا ہی اسکو انڈا اُسکا ہاتھ آنا دشوار نہین۔

شہزادی اُسکے بتانے اور اطلاع کرنے سے شکریہ بجا لائی بعد اسکے اس مکار سے دیر تک باتون مین مشغول رہی اور اُس رخ کے انڈے کو نہ بھولی اور اپنے دل مین یہ ٹھہرا رکھا کہ جسوقت الہ دین شکار سے واپس آئے گا تو مین اس امر کی مقرر اُس سے فرمائش کرونگی اور الہ دین کو چھ روز ہوے تھے کہ شکار کھیلنے کو گیا تھا اسکی غیبت مین ساحر افریقی کے بھائی نے اپنے سب کام درست کر لیے اتفاقاً اُسی شام کو الہ دین بھی گھر پہونچا اُسکے آنے سے وہ مکارہ اپنے حجرے مین شہزادی سے رخصت ہو کر چلی گئی اور جسوقت الہ دین محل مین شہزادی کے پاس پہونچا اُس سے بعد صاحب سلامت کے معانقہ کیا مگر اسنے بہ نسبت اور دنون کے شہزادی کو خوش اور شگفتہ نہ پایا پوچھا کیون خیر تو ہی میری غیبت مین مزاج تمھارا کیسا رہا اور دلگیر کیون معلوم ہوتی ہو خدا کے واسطے مجھ سے نہ چھپاؤ اپنے دل کا حال بتاؤ جہان تک کہ میری قدرت اور طاقت ہوگی اس امر مین دریغ نہ کرونگا تمھاری دلجوئی مجھے دل سے منظور ہی ہرگز مشغول نہ ہونگا۔

جو کچھ کہو گی اُسکو بجا لاؤنگے ضرور	رنج و الم کو دور کرو دل سے اب حضور

جب الہ دین نے بہت اصرار و مبالغہ کیا تب شہزادی نے کہا میرا مکان علی الخصوص بارہ دری نہایت خوب اور اسباب و سامان سے جو عجائبات عالم کے ہین سجی اور مرتب ہی مگر ایک امر مین چاہتی ہون کہ وہ بھی

اُسمین ہو اور وہ یہ ہی کہ گنبد مین بارہ دری کے ایک انڈا رُخ کا لٹکایا جائے تو اور ہی زینت اور آرائش اس قصر نایاب کی ہو جائے۔

الہ دین نے جواب دیا کہ شہزادی یہ تو کوئی بڑی بات نہین ہی جسکے لیے تم دل گیر ہو منسوب لو اپنے غنچہ خاطر کو منقبض نہ کرو مین بارہ دری مین اس انڈے کو آویزان کرا دونگا جیسا کہ تم چاہتی ہو اُسی کے موافق ہوا دونگا۔

الہ دین شہزادی کو وہین چھوڑ کر بارہ دری مین آیا اور اُس چراغ کو اپنے سینے سے نکالا اسواسطے کہ بعد فریب کھانے کے ساحر افریقی سے وہ چراغ کبھی اپنے سینے سے جدا نہ کرتا تھا ایک دفعہ جو فریب کھا چکا تھا اس سبب سے ڈرتا تھا غرض اُسکو رگڑا ابجر درگڑنے کے وہ جن کہ تابع اُس چراغ کا تھا حاضر ہوا الہ دین نے کہا ای جن انڈا رخ کا درمیان اس برج کے لٹکا دے تاکہ اس بارہ دری کی زینت کامل ہو مین تجھے حکم دیتا ہون کہ بپاس اس چراغ کے جسکا تو تابع ہی جلد یہ کام کر لا ہنوز الہ دین نے اپنی بات ختم نہ کی تھی کہ وہ جن بآواز کرخت بولا کہ تمام وہ مکان لرزنے لگا اور الہ دین بھی خوف سے کانپا اور ہاتھ پاؤن مین رعشہ پڑگیا قریب تھا کہ غش کھاکے گر پڑتا پھر اُس جن نے غصے سے کہا ای کمبخت یہ ہماری فرمان برداریون کا عوض ہی ارے بدنصیب مین اور میرے ہمراہی تیرے حکم کی تعمیل کرتے رہے جو تو نے کہا فوراً اُسکو بجا لائے کبھی تیری عدول حکمی نہین کی مگر تجھ سے ہماری خدمت گزاری کی شکرگزاری کچھ نہ ہوسکی بلکہ برعکس اُسکے اب ہم کو حکم دیتا ہی کہ ہم اپنے مالک کو تیرے پاس لادین اور اُسکو اس بارہ دری کے برج مین لٹکا دین اب تو اور تیری بی بی اس محل سمیت اس گستاخی کی سزاوار ہی کہ فی الفور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نیست ونابود ہو جادین مگر چونکہ تیرا بخت یاور ہی کہ تو نے یہ درخواست اپنی خواہش سے نہین کی اور یہ حکم تیری طرف سے نہین ہی مجبور رہین کہ تو اسمین بے قصور ہی اُس ساحر افریقی کے بھائی کا یہ سب فتور ہی وہ اس محل مین عابدہ نیک زن کے بھیس مین چھپا بیٹھا ہی اور اُس زن صالحہ کو اس موذی نے مار ڈالا ہی اُسی نے تیری بی بی کو یہ پٹی پڑھائی ہی یہ آفت اُٹھائی ہی اُسکی غرض اس سے یہ ہی کہ تو اور شہزادی اس مکان سمیت سب کے سب فنا اور نیست نابود ہو جائین اور اگر اس سے تو محفوظ رہا تو وہ تجھکو قتل کرے گا خبردار اُسکے مکر وفریب سے غافل نہ رہنا دیدہ ودانستہ رنج نہ سہنا۔

وہ جن یہ سب باتین کہکے غائب ہوگیا الہ دین نے وہ سب باتین کہ جن نے اُس سے کہی تھین خوب ذہن نشین کین اور الہ دین کرامات عابدہ سے پہلے سے واقف تھا سُنا کرتا تھا کہ اُس عفیفہ صالحہ کو

درد سر ہونے مین نہایت دخل ہی ایکدم مین وہ درد سر اچھا کر دیتی ہی اس بہانہ سے اپنے سر کو لپیٹ کے شہزادی کے مکان مین گیا مگر جو باتین کہ جن نے اُس سے کہی تھین بمصلحت شہزادی سے کچھ ذکر اسکا نہین کیا دل ہی دل مین لے رہا اور آتے ہی شہزادی کے پاس بیٹھکر ایکبارگی سر پکڑکے بیٹھ گیا اور شکایت درد سر کی کرنے لگا۔

شہزادی نے اس حال کو دیکھکر فوراً خواصون کو حکم دیا کہ عابدہ کو بُلا لاؤ جب آدمی اُسے بلانے کو گئے شہزادی نے سب حال اُسکے بُلانے کا اور مقیم رکھنے کا اپنے محل مین مفصل الہ دین سے ظاہر کیا اتنے مین عابدہ بھی آئی۔

الہ دین نے بمجرد اُسکے آنے کے اُس سے کہا کہ اے صالحہ خدا رسیدہ مین تمھارے دیکھنے سے نہایت خوش ہوا اور تمھارا ہونا اس جگہہ میرے حق مین بہت مفید ہی مین اسوقت درد سر سے نہایت مضطر ہون مین چاہتا ہون کہ تم از راہ مہربانی میرے سر پر دعا دم کرد اور پھونک ڈال دو مجھے تمھارے انفاس متبرکہ سے یقین ہی کہ درد سر جاتا رہے گا اور مین اس تکلیف سے نجات پاؤنگا اور مجکو امید ہی کہ تم اس امر مین اپنی توجہ اور مہربانی ضرور کروگی جیساکہ سب لوگون کے حق مین ایسے وقت اور شدت مین فرماتی ہو الہ دین نے یہ بات کہکے اپنے سر کو اُسکے آگے کیا اور وہ جھوٹی فریبی عابدہ بھی آگے بڑھی اور اُسی وقت اُسنے اپنے ہاتھ کو پیش قبض پر کہ جسکو کمر بند مین قبا کے نیچے چھپائے رکھی تھی رکھا الہ دین نے

تصویر الہ دین کے افریقی کے بھائی کو قتل کرنے کی جو زن صالحہ کے بھیس مین تھا

اس امر کو دریافت کرکے چالاکی سے اُسکے ہاتھ کو قبل اسکے کہ وہ میان سے نکالے پکڑ لیا اور اسی کی عینش قبض کو لے کر اُسی کے سینہ مین ایسا مارا کہ اُسی ساعت وہ ناپاک زمین مین گرکے واصل جہنم ہوا اور اپنی سزا کو پہونچا ۔

شہزادی یہ حال دیکھ کے چلائی اور الہ دین سے کہا کہ ای میرے پیارے شوہر تم نے کیون اس نیک بی بی کو قتل کیا الہ دین نے کہا ای شہزادی مین نے عابدہ کو نہین مارا بلکہ ایک بدذات حرامزادے کو کہ میرے قتل پر آیا وہ تھا مار اگر مین یہ فریب نہ کرتا ہرگز وہ مجھے زندہ نہ چھوڑتا یہ ایک ناپاک مرد ہی جسے تم عابدہ نیک زن سمجھتی ہو پھر اُسنے مُنھ کھول کر دکھلایا اور کہا کہ اِسنے اصلی عابدہ کو گلا گھونٹ کے مار ڈالا اور آپ از راہ فریب کے اُسی کا لباس پہن کے عابدہ بنا تاکہ مجکو دغا سے قتل کرے مگر مین نے اس حال پر مطلع ہو کے پہلے ہی اسے جہنم مین بھیج دیا اور یہ بدکردار افریقی کا چھوٹا بھائی تھا جو تم کو اس مکان سمیت ملک افریقہ مین لے گیا تھا ۔

پھر الہ دین نے مفصل حال جن کی زبانی جو سُنا تھا شہزادی سے بیان کیا اور اسکی لاش وہان سے پھکوا کر آپ بعنایت الٰہی اُن دونون جادوگرون کے شر سے محفوظ رہا اور کل آفات ارضی وسماوی سے بچ کر تمام زیست محفوظ رہا ۔

یہ ہنگامہ سُنکے بادشاہ بھی وہان آیا بہت خیرات کی روپیہ فقیرون کو لُٹایا باہم بعیش وطرب بے اندیشہ وغم رہنے لگے ۔

بادشاہ چین مُسن ہو چکا تھا الہ دین کو تخت نشین کیا آپ گوشۂ تنہائی مین بیٹھ کے عبادت معبود کرنے لگا یہ تو صاحب نصیب تھا اور تمام شہر کی خلقت رعایا برایا چھوٹا بڑا اس سے راضی تھا بعدل وداد وہ نیک نہاد زندگی بسر کرنے لگا دن کو عدالت کرتا رات کو عیش وعشرت کرتا انھین کامون مین شام نشا بسر کرنے لگا ۔

چند عرصہ مین سلطان چین عازم ملک بقا ہوے کچھ دن یہ مصیبت مین مبتلا ہوے پھر وہی چھپے ہونے لگے خواب غفلت مین سونے لگے ۔

دنیا کا عجب کارخانہ ہی جو ہوشیار رہ وہ دیوانہ ہی غفلت پر اسکا دارمدار ہی مگر نیک نیت کا ہمیشہ بیڑا پار ہی ۔

الہ دین نے کہ اب شاہ جم جاہ ہی تخت پر جلوس کرکے دربار عام منعقد فرمایا توڑون کے مُنھ کھول دیے گویا دریا نے دُرشا ہوا ردل دیے سے

ہوئی ذوات پر اُس سخی کے تمام | تکلف ہی آسگے سخاوت کا نام

کل رعایا کو شاد کیا ارکین دولت کو خوش اور بامراد کیا قیدیون کو اس جشن کے جلد وین رہائی دی اور کئی مہینے تک محفل رقص و سرود و بزم فریدونی آراستہ ہوئی خوشی کے شادیا نے سبجے گھر گھر محفل عیش و طرب کے جلسے رہے سہ

رنگین نشاط سے ہی سپید و سیاہ دہر | ہی ابلق زمانہ پہ گویا سوار عیش
لانے لگا نہال محبت گل مراد | بنتا ہی نخل غم کے لیے برگ و بار عیش
گر بن ملے تو ہاتھ سے میناے مے نہ رکھ | مے بھر کے خوب پی کہ جو ہو خواستگار عیش

قصہ خلیفہ ہارون رشید بادشاہ بغداد و بابا عبد اللہ کورما درزاد

کہان ہی تو اے ساقی مہ جبین | نہ کر دیر آ جلد میرے قرین
بڑی دیر سے ہی مری چشم نم | سراپا ہون مین آج تصویر غم
عجب غم سے ہی حال قلب و جگر | ذرا مجھ سے مے کش کی بھی لے خبر
رہے مے کدے مین تری آبرو | پلا جلد مجکو مئے مشک بو
خفا مجھ سے ہی آج کیون بے سبب | دکھا مجکو تصویر بنت العنب
تجھے اپنے ناز و ادا کی قسم | تجھے میرے آہ و بکا کی قسم
مری بیقراری کی تجکو قسم | مری اشکباری کی تجکو قسم
سر شیشۂ مل کی تجکو قسم | بس اب موسم گل کی تجکو قسم
نہ کر دیر اے ساقی کم سخن | بنا کر دکھا دخت رز کو دلھن
یہ مے خانہ بھی آج سج اس طرح | کہ ہوتا ہی شادی کا گھر جس طرح
دکھاؤنگا نقشہ مین وہ کھینچ کر | بھڑک جائے مانی بھی دیکھے اگر
غرض ساقیا کر خیال ہنر | گوارا نہ کر اب ملال ہنر
دکھاؤن طبیعت کی جولانیان | کہ ہون دور سب کی پریشانیان

صورت گران نازک خیال ذنقاشان مانی وبہزاد خصال مصوران باکمال وصورت کشان عروس باجمال شیرین مقال عدیم المثال رنگین طبع وخوش بیان وحید عصر و یکتاے زمان بلبل خوش نواے گلشن بلاغت و طوطی شیرین زبان بوستان فصاحت تصویر اس داستان

رنگین کی سنتھ بیان پر یون کھینچتے ہین کہ ملکہ شہرزاد حورنژاد پری تمثال نے شاہ ایران سے بیان کیا اور پادشاہ کی توصیف مین یہ اشعار وردزبان کیا ؎

جبتک رہے جہان مین یا رب خوشی کی دھوم	جبتک خوشی کے ساتھ رہے پائدار عیش
جبتک رہے زمانہ الٰہی پئے نشاط	جبتک ہو روزگار پئے روزگار عیش
جبتک ہو آسمان کے تلے گردش سعید	جبتک اس آسمان سے کرین نخیبا نثار عیش
جبتک رہے یہ باغ جہان اک بہار پر	جبتک کرے ہزار چمن مین ہزار عیش
یا رب رہے ہمیشہ ہم آغوش عیش سے	تو ہم کنار عیش ترا ہم کنار عیش

حضور کی طبیعت مین زمانہ کی نیرنگی پیدا ہی کبھی خوشی مین بشاش وشاد ہی کبھی الم مین مبتلا ویرباد ہی ایک طور پر رنگ دنیا اور انسان کا مزاج نہین رہتا اسی وجہ سے کوئی قابل اعتبار نہین رہتا ہر چند خود غور کرے مگر حال نہ کھلے دریائے فکر مین غوطہ مارے مگر نہ ابھرے ؎

ایک وضع پر نہین ہی زمانے کا طور آہ	معلوم ہو گیا ہمین لیل و نہار سے

چنانچہ ایک دن خلیفہ ہارون الرشید گرفتہ دل پریشان خاطر دولت سرا مین بیٹھا تھا کہ ندیم محرم راز بہت ممتاز وزیر اعظم دستور معظم جعفر جسکا نام تھا آیا خلیفہ کا مزاج منغص پایا سکوت کے عالم مین دست بستہ سامنے کھڑا ہوا جب اسکو عرصہ بڑا ہوا اور خلیفہ اسی حال مین رہا مجبور اسنے عرض کیا کہ خانہ زاد کو اس وقت مزاج مکدر معلوم ہوتا ہی امیدوار ہون کہ فدوی اسی راز سے آگاہ ہو تا کہ تدبیر دفع تفکر شاہ ہو خلیفہ نے فرمایا تو سچ کہتا ہی کوئی ایسی ترکیب نکال کہ رفع ملال ہو طبیعت بحال ہو جعفر مزاج دان بلا کا فہمیدہ انسان تھا بولا حضور اپنا معمول بھول گئے بیشتر غریب غربا کا حال دریافت فرماتے تھے شہر کی سیر کو تشریف لے جاتے تھے دل بہلاتے تھے۔

خلیفہ نے ارشاد کیا تو نے خوب یاد دلایا لباس تبدیل کر آ تو چلین جعفر اپنے مکان پر آیا خلیفہ نے تاجروں کا لباس زیب جسم فرمایا پوشیدہ کھڑکی سے نکل کے پہلے شہر کے گرد پھرے پھر کشتی پر سوار ہو کے پار اترے وہان کی آبادی باغ مکانات باخاطر فراغ دیکھ کے پل کی راہ سے معاودت کی ایک فقیر نابینا جسر پر بیٹھا تھا اسنے سوال کیا خلیفہ نے جیب سے اشرفی نکال کے اسکی گود مین ڈال دی اسنے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا اے معدن جود و سخا تو نے اپنا صدقہ دے کے مجکو بہت شاد کیا اب ایک دھول بطاقت تمام اس فقیر کے سر پر لگا اس سے زیادہ رہین منت بنا ہر چند سمجھایا اور بڑی منت کی کہ ہون یہ کہکے ہاتھ چھوڑ دیا دامن پکڑ لیا کہ بغیر دھول لگائے رہائی نہ پائیے چلا نہ جائیے۔

خلیفہ نے جواب دیا کہ اے بندۂ خدا اس حرکت کی امید مجھ سے بیجا ہے خلاف امر کا مکلف ہوتا ہے اجر میرا کھوتا ہے
فقیر نے کہا یہ اپنی اشرفی لیجیے اور ٹھنڈے ٹھنڈے چل دیجیے مین نے خدا و رسول سے عہد کیا ہے جو اسکو توڑون
تو بے دھول کھائے اشرفی لون اور دامن چھوڑ دون۔
ناچار خلیفہ نے آہستہ سے دھول لگائی فقیر نے دامن چھوڑ کے دعا دی خلیفہ کو زیادہ حیرت ہوئی آگے بڑھکے
جعفر سے کہا مین چاہتا ہون کہ اسکے عہد سے آگاہ ہون تو جا کے اس سے کہہ اشرفی جسنے تجکو دی ہے وہ خلیفہ
ہارون رشید ہے فرماتا ہے تو در دولت پر حاضر ہو مجکو کچھ پوچھنا ہے۔
جعفر یہ پیام پہونچا کے خلیفہ کے ہمراہ چلا پل سے اتر کے دیکھا ایک شخص تکلف کا لباس پہنے اسپ مادہ پر
سوار اس میدان مین نہایت بیرحمی سے دوڑاتا ہے اور بے قصور بڑی دریکوڑے لگاتا ہے دوڑتے دوڑتے اس
مادہ اسپ کا بہت برا حال ہے دہانے کی رگڑ سے منھ لال ہے پسینہ اس قدر بال سے ٹپکتا ہے کہ تر ہر سم اور نعل
ہے خلیفہ ٹھہر گیا اور جو لوگ تماشا دیکھ رہے تھے انسے پوچھا اس ظالم کو اسکے ایذا دینے سے مال کیا ہے کون سا
جرم اس حیوان بے زبان سے سرزد ہوا ہے وہ بولے بہت دنون سے یہ ماجرا دیکھتے ہین کہ جب یہان
آتا ہے زدوکوب کرتا ہے دوڑاتا ہے۔
خلیفہ نے جعفر سے کہا مین آگے بڑھتا ہون تو اس سوار سے کہدے صبح کو در دولت پر آئے مفصل حقیقت
حضور مین سنائے وزیر یہ حکم دے کے پھر خلیفہ کے ہمراہ ہوا شہر مین داخل ہو کے ایک کوچہ مین گذرے
اکثر اس راہ مین آئے تھے میدان ہموار تھا آج عمارت بہت نادر نظر آئی خلیفہ نے جعفر سے پوچھا یہ مکان
عمدہ کسی ہمارے ملازم کا ہے کب بنا ہے۔
جعفر نے عرض کی غلام ناواقف ہے ارشاد ہو تو اہل محلہ سے دریافت کرے خلیفہ نے فرمایا اچھا جعفر نے
بڑھ کے لوگون سے پوچھا وہ بولے بندہ پرور حویلی خواجہ حسن حبال کی ہے یہ شخص ہمیشہ رسی بٹ کر انتہا کی
تکلیف مین اوقات بسر کرتا تھا افلاس سے مرتا تھا کچھ دنون سے خدا جانے کیا دھول کی رسی بٹی کس سے
معاملت پٹی جو حسن تقدیر سے بل نکل گیا مفلسی کا خلل گیا ایسا امیرانہ محل بنایا ہے اور بہت کر و فر سے
شام و سحر لطف اٹھاتا ہے جہان کے مزے اڑاتا ہے خلیفہ نے یہ ماجرا سنکے اسکو بھی سر دربار طلب
کیا دولت سرا کا رستہ لیا۔
دوسرے روز بعد نماز فجر تخت پر جلوہ دیا جعفر تینون شخصون کو لے کے حاضر ہوا انھون نے پایۂ تخت کو
بوسہ دیا خلیفہ کے قدم پر آنکھین ملین مودب سلام کیا اور کہا

الٰہی تخت تو بید ار بادا
ترا دولت ہمیشہ یار بادا

پہلے خلیفہ نے نابینا فقیر سے پوچھا تیرا کیا نام ہی اسنے جواب دیا بابا عبد اللہ اسم غلام ہی خلیفہ نے فرمایا کل مین نے تجکو اشرفی دی تو نے میرا دامن پکڑ کر بجبر مجھسے دھول لگوائی اور کہا مین نے خدا اور رسول سے عہد کیا ہی راست راست بے کم و کاست بیان کر یہ کیا ماجرا ہی۔

حکایت بابا عبد اللہ نابینا کی جسکو خلیفہ نے اشرفی دی اسنے دھول ماری لگی درخواست کی

اسنے عرض کی قبلہ عالم خانہ زاد [illegible] انتقال [illegible] ترکہ مین بہت کچھ نقد و جنس ہاتھ آیا اگر اسکو بیہودہ نہ کھوتا تمام عمر کافی ہوتا پہلے تو خوب لہو و لعب مین اڑایا جب کم رہا تو بڑھانے کا خیال آیا یہان تک اسمین کاہش کی کہ اسّی اونٹ خریدے۔

تصویر بابا عبد اللہ کی اونٹون سمیت جنگل مین اسنے [illegible] ایک فقیر با وضع سے گفتگو کرنے کی

سوداگرون کو بکرایہ دینے لگا قرار واقعی اجرت لینے لگا انکے ہمراہ تمام ملک سرکار مین شام و بیگاہ پھرتا تھا بہت راحت و آرام سے لیل و نہار گذرتا تھا ایکبار بانسرے سے تاجرون کا اسباب بار کرکے بغداد کی طرف آتا تھا ایک دشت مین گھانس سبز بہت دیکھی اونٹون کو اسمین چھوڑ درخت گنجان کے نیچے کچھ بچھا کے بیٹھ رہا دفعۃً ایک فقیر پیادہ پا جو بانسرے سے جاتا تھا دم لینے میرے پاس آکے بیٹھ گیا باہم آنے جانے کا حال پوچھا پھر اسنے اور مینے اپنا اپنا کھانا نکال کے ایک دسترخوان پر کھایا ادھر ادھر کا مذکور آیا اس فقیر

نے کہا یہان سے قریب خزانہ لاانتہا ہی جواہر و اشرفی و سونا اسقدر بھرا ہی کہ اگر تم یہ اسی اونٹ بھر لوگے ایک کونا خالی نہوگا لے جانا کسی پر حالی نہ ہوگا۔

مجھے طمع دامن گیر ہوئی بیحد خوش ہوکے فقیر کے گلے سے لپٹ گیا کہا سچ ہی مردان خدا دنیا سے جدا ایسے ہی ہوتے ہین مزرعہ آخرت کے واسطے کشت عمل خیر بوتے ہین اگر یہ سب اونٹ زر و جواہر سے بھر دونگا تو ایک اونٹ آپ کو بھی دونگا۔

فقیر میری خست و پست ہمت دیکھ کے بولا سبحان اللہ مفت کے مال مین یہ حرفہ اگر آدھے اونٹ دو تو البتہ بتاتا ہون مین نے دل سے کہا ای نادان حریص چالیس اونٹ کیا تھوڑے ہین دس بارہ پشت تک چین سے دنیا کا لطف اُٹھائے گا یہ سوچکر مین نے فقیر سے کہا دانا مین تمہاری دیکھتا تھا تم مالک ہو جو چاہو سو لو اور جو جی مین آئے مجکو دو فقط اپنا فرمانبردار مجکو سمجھو ؎

	اُس گل سے نسیم زر نہین مانگ		جو چاہے وہ بے حساب دیدے

القصہ جو اُسنے کہا مین نے قبول کیا اونٹ لے کے اسکے ساتھ چلا تھوڑی راہ طی کی ایک پہاڑ بہت بلند نظر آیا فقیر دامن کوہ مین بیٹھ گیا کمر سے چقماق پتھر نکال خس و خاشاک جمع کرکے آگ سے تنکے جلائے لوبان اُسپہ چھڑک کے کچھ پڑھنے لگا دفعۃً وہان دروازہ نظر آیا اُسکو کھول کے اندر آیا۔

ادھر خسرو چارم سریر کی آمد کا غلغلہ مچا طائرون نے نغمہ سرائی سے سونے والون کو چونکا دیا مساجد سے اللہ اکبر کی صدا آنے لگی شفق صبح اپنا جوبن دکھانے لگی انجمن ماہ و انجم درہم برہم ہوئی رات کی سیاہی کافور کیا بالکل توپ دم ہوئی ؎

	آمد ہی آفتاب کی اور صبح کا سمان		ہر جسکے ضو سے دھر مین طاؤس آسمان
	ہر نخل بھی ضیا سے سر کوہ طور ہی		گویا فلک سے بارش باران نور ہی

شہرزاد نے درج دہن پر مہر خموشی لگائی شہریار کے خلوت سرا سے برآمد ہونے کی نوبت آئی تخت سلطنت پر جلوہ دیا عدل و داد مین مصروف ہوا در خزانہ وا ہوا محتاجون کا حاصل مدعا ہوا جسنے جو حاجت ظاہر کی اُسنے اُسکی خواہش پوری کردی یہان تک کہ دن تمام ہوا غلغلہ شام ہوا شہریار دربار برخاست کرکے ایوان خلوت مین آیا پلنگ پر آرام فرمایا جب تھوڑی رات رہی نیند سے آنکھ کھلی تو فوراً شہرزاد کو طلب فرمایا اور کہا ای طوطی شکر فشان خوش بیانی و عندلیب ہزار داستان خوش الحان نکتہ دانی تیری قصہ خوانی اور لطف بیانی سے میرا دل بدرجۂ غایت مسرور رہی اور تیرا کلام رنگین اور بیان شیرین مشہور نزدیک و دور رہی ؎

یہ وہ کلام ہی جسمین جہان کی لذت ہی — یہ وہ کلام ہی سُنتے ہین جسکو اہل دماغ
یہ وہ کلام ہی کہتے ہین جسکو شمع بزم — یہ ہی وہ شمع کہ جسنے دیا ہی مہر کو داغ
یہ وہ کلام ہی کہتے ہین جسکو رشک چمن — یہ وہ چمن ہی کہ قربان اسپہ لاکھون واغ
تمام خلق مین پھیلی ہین اسکی خوشبوئین — مہک رہے ہین اسی واسطے سبھون کے دماغ
یہ بات داد آلہی کسی کو ملتی ہے — پھرین ہزار اگر جستجو مین بہر سُراغ
کہ کیونکر ایک زمانہ ہوا اسکا پروانہ — تمام بزم مین روشن ہی آج ایک چراغ

اُس مہ پارہ حور زاد فریب صنم لالہ رُخ طاؤس زیب یعنی شہرزاد حور نژاد نے عرض کیا کہ ای شاہ عدالت گرای مہر ضیاء سہ

کاروان سالار شاہان آفتاب آمد وے — چون تو نادر یوسفے در کاروان آفتاب
سجدہ گاہ ہفت اقلیم ست مسند گاہ تو — قبلۂ ہفت آسمان ست آسمان آفتاب
وصف چون از ناکسے چون من کجا لائق شود — ہر چہ کردم نقل کردم از زبان آفتاب
بر سرم سایہ افگن چون شود بال ہما — چون بر خفاش گرد سایہ بان آفتاب

بابا عبد اللہ کہتا ہی کہ فقیر کے عمل سے یہ اثر نمایان ہوا تو خزانہ کی امید سے مین شادان و فرحان ہوا اُس دروازے کے اندر بے تکلف قدم رکھا وہان دیکھا جا بجا اشرفی روپیہ کے انبار ہین ایک طرف جواہر کے تودے بیشمار ہین مین تھیلیون مین اشرفیان بھرتا تھا فقیر جواہر اُٹھا اُٹھا کے دھرتا تھا وہ سب اونٹ لبریز کر با قدم تیز چلے۔

فقیر اُس غار مین جا کے ایک ڈبیا چوبی لے آیا مین نے پوچھا حضرت یہ کیا ہی کہا با مرہم ہی دور اہے پر جب آئے فقیر آدھے اونٹ لیکے بانسرے چلا مین نے بغداد کا رستہ لیا چند قدم چلکے حرص گریبان گیر ہوئی دوڑکے فقیر کو پکارا وہ ٹھہر گیا اُس سے کہا آپ ذات واحد ہین اہل و عیال جنکا خیال ہو چالیس اونٹ کی خدمت نہ ہو سکے گی مجکو دیجیے اور درویش فقیر بولا تو سچ کہتا ہی جتنے جی چاہے لیجا دس اونٹ اور لیے شکر بجا لایا قدم بڑھایا پھر بدبختی او طمع نے گھیرا دوڑکر فقیر کو راہ سے پھیرا دوسری بار دس اونٹ اُسنے اور دیے اسی طرح چار حملون مین چالیسون اونٹ فقیر نے مجھے حوالے کیے ہنسی خوشی رخصت ہوے۔

اب میری ندامت کا سانحہ سُنیے اور میرا سر دھنیے ع بدوزد طمع دیدۂ ہوشمند * مجکو یہ خیال آیا جو ڈبیہ فقیر نے خزانہ سے لی تھی وہ بھی لوں اونٹون کو چھوڑ کے فقیر کے پاس آیا کہا حضرت یہ ڈبیا تم کیا

کر دیگے یہی مجکو دو فقیر نے انکار کیا مین دل مین سوچا کہ یہ خزانہ لا انتہا دیتے مین اسنے دم نہ مارا ایکبارگی
پشیمانی مجکو جو دیکیا ڈبیہ کے دینے مین تکرار ہی سمجہا مین کچھ اسرار ہی دل مین آیا اگر فقیر خوشامد سے
نہ دیگا زبردستی چھین لونگا —
فقیر سے پوچھا یہ مرہم کیسی ہی کہا اگر یہی تیری مرضی ہی ڈبیہ حاضر ہی لیکن اس مرہم کی تاثیر سن لے اگر بائین
آنکھ بند کرکے پلک پر لگائے گا تمام روے زمین کا خزانہ نظر آنے لگیگا اگر داہنی پلک پر رکھیگا دونون
دیدے پھوٹ جائینگے پھر تا زیست کچھ نہ سوجھیگا —
مین نے کہا آپ اپنے ہاتھ سے پہلے لگا دیجیے گا اوسنے بائین جب پلک پر مرہم لگایا تمام زمین کا خزانہ
مجکو نظر آیا میری طبیعت مین دغا بازی تھی خیال ہوا فقیر مجھسے فریب کرتا ہی خدا جانے داہنی آنکھ کی
پلک پر لگانے سے کیا دیکھونگا پھر اوس سے کہا شاہ صاحب اس پلک پر بھی لگا دیجیے فقیر نے جواب
دیا ای شخص مین تیرے ساتھ ایسی بدی کیا کرون تو اندھا ہو جائیگا تمام عمر سر ٹکرائیگا تقدیر کی
بُرائی نے میرا کہنا نہ مانا قسمت مین جو لکھا تھا مین نے کہا شاہ صاحب جو تم سے طلب کیا میرا کہنا تم نے
سب کیا خدا کے واسطے اس مرہم کو داہنی پلک پر لگا دو اگر اندھا ہو جاؤنگا تمہارا گلہ زبان پر
نہ لاؤنگا پھر اوسنے سمجھایا مگر کچھ خیال مین نہ آیا جب وہ مجبور ہوا مرہم داہنی پلک پر بھی لگایا ادھر اوسنے
اپنا ہاتھ ہٹایا ادھر دونون آنکھین پھوٹ گئین اندھیرے کے سوا کچھ نظر نہ آیا وہ سب اونٹ کیسے
کہان لیے ادھر پھندے سے کے اونٹ ہانک لے گیا ہر چند مین نے آہ و بیقراری گریہ و زاری کی
فقیر کے دل مین ذرا رحم نہ آیا اوسی جنگل ویران مین مجکو چھوڑ کے راہی ہوا دوسرے روز ایک
قافلہ ملا جو بصرے سے بغداد جاتا تھا میری تنہائی پر لوگون نے رحم کھایا یہان پہونچایا جب سے
در بدر ہر ایک کے پیچھے پڑا پھرتا ہون زندگی کے دن کاٹتا ہون گدائی پر اوقات ہی یہی کام دن رات
ہی دیکھا تمام زمین کے خزانے نظر آتے تھے اب اندھا بڑا آسمان جسکو ایک جہان دیکھتا ہی وہ آنکھون کی
غائب ہی میرا سانحہ عجائب و غرائب ہی —

ای درد کیا بہت پر کیا ہم نے	دیکھا تو عجب یہان لیکھا ہم نے
بینائی نہ تھی تو دیکھتے تھے سب کچھ	جب آنکھ کھلی تو کچھ نہ دیکھا ہم نے

یہ ماجرا سنکے خلیفہ تو رحم دل تھا صحیح و بازل تھا چار درہم روز مقرر فرمائے کہ یہ اندھا بیچارہ
کہین بھیک مانگنے نہ جائے —
پھر اس جوان سے جو گھوڑی دوڑاتا تھا پوچھا اوسنے عرض کیا ای بادشاہ عالم پناہ مجکو

سیدی نعمان کہتے ہیں خلیفہ نے فرمایا یہ جو تم اپنی گھوڑی پر ستم بے پایان کرتے ہو اسکا کیا سبب ہے اس قدر جانور کا ہلاک کرنا بڑا غضب ہے وہ دست بستہ عرض پیرا ہوا کہ پیر و مرشد اگر اس بدبخت کا قصہ گوش زد ہو گا حضرت کو ملال ہو گا اس آزار دینے کا بہت کم خیال ہوگا۔

خلیفہ نے فرمایا بیان کرو مگر کم و بیش نہ کرنا افترا پردازی سے درگذرنا مبالغہ کا نام نہو دروغ گوئی سے کام نہو راست راست بے کم و کاست عیان کرد

حکایت سیدی نعمان دولتمند با وقار و زن ساحرہ مردار خوار دغا شعار

سیدی نعمان تخت کے قریب آیا جبہہ سائی کرکے زبان پر لایا

ترے ابر کرم نے کی جو عالم میں گہرباری　　تو آب گوہر خوش آب سے دریا ہوا جاری
ترا دل بادۂ پندار سے خالی نظر آیا　　جو ہے تو تشنۂ عرفان ہے چشم شوق میں طاری
وہ تیرا عہد ہے علم و عمل سے شاد رہتے ہیں　　فقیہ و مفتی و صوفی و شیخ و حافظ و قاری
کسی کا دل تو کیسا آنکھ تک دکھنے نہیں آتی　　مٹا کی عدل نے تیرے یہاں تک مردم آزاری
نہ کیوں ہو تیرے دستور العمل سے شادمان عالم　　کرم کرنا تری عادت جفا سے تجکو بیزاری
تجکو بھی ہو ایسی شکل گنبد بن کے قائم ہو　　یہاں تک گم ہوئی خانہ خرابی خانہ مسماری
ترے ڈر سے عدوے روسیہ کے یوں بہے آنسو　　کہ چھوٹے جس طرح سے خون سوداوی کی پچکاری
سمندر میں سمندر ہوں صدف میں ہوں شرر پیدا　　جو چمکے آتش قہر و غضب کی تیرے چنگاری
تری محفل کا جو [illegible] ثانی نہیں رکھتا　　کھلیں جمشید کی آنکھیں اگر دیکھے یہ تیاری

اس تمہید کے بعد یوں عرض پرداز ہوا کہ خلیفہ کے روبرو جھوٹ بولنا سخت گناہ ہے زبان کاٹی جائے اگر جھوٹی بات منہ سے باہر آئے خانہ زاد کا باپ دولت بے پایان اسباب بیساز و سامان اس قدر چھوڑ کے دنیا سے راہی ہوا تھا کہ میری اولاد امیرانہ گذران کرتی وارث اس مال کا سوا اے غلام کے دوسرا نہ تھا پروردگار نے یہ نعمت غیر مترقب اور جہان کی سیر بے شرکت غیرے دی تھی کچھ دن لہو و لعب میں روز و شب گذری پھر یہ خیال آیا بیہودگی سے زندگی بسر کرنا بار عصیان سر پر دھرنا اچھا نہیں کسی نیک بخت خوبصورت عورت سے [illegible] و حکم خدا و رسول ہے یہ جو شغل کرتے ہو بالکل فضول ہے عقل کے خلاف ہے سراسر اعتساف ہے

زن پاک و خوش سیرت و پارسا　　کند مرد درویش را بادشا

الغرض بہت جستجو چار سو کرکے ایک عورت کہ حسن و جمال ظاہری اُسکا بمرتبۂ کمال تھا بہم پہونچائی خداوند نعمت صورت دیکھ لی سیرت کی کچھ حقیقت سے آگہی نہ پائی سر کہ خبث نفس نہ گرد دبالا معلوم ہو چٹ منگنی اور پٹ بیاہ بہت جلد دو بول پڑھوا کے اپنے عقد مین لایا پہلی بسم اللہ یہ غلط ہوئی کہ نکاح کے بعد دستر خوان چنا گیا جہان کی نعمت انواع اقسام کے اطعمہ لذیذ و نفیس جو امیرون کے لائق ہون رو برو آئے فدوی شہر کی رسم کے بموجب چمچا اُٹھا کے پلاؤ کھانے لگا اُسنے جیب سے چمچے کے بدلے وہ شے نکالی جس سے دوات مین پانی ڈالتے ہین اور دو چار دانے اُٹھا کے کھانے لگی روز اول تھا مین یہ کیفیت دیکھ کے خاموش رہا۔

جب شیر مال یا قرخانی پر اُٹھنے کی طرف اشارہ کیا اُسنے ناخون سے چھلکا اُتار لیا غلام سمجھا روز عروسی ہی شرم آتی ہی یا مرد کے ساتھ کھانا نہین کھاتی ہی لیکن اُسکا یہی معمول رہا کئی دن کے بعد مین نے اُس سے کہا اس حرکت کا سبب بتاؤ جو مجھ سے حجاب ہی اکیلی کھاؤ اگر میرے صرف کا اندیشہ ہی تو یہ خیال نہ لاؤ خالق ارض و سمانے اسقدر دیا ہی کہ تم سے سیکڑون کھائین اور کم نہو مجکو کچھ فکر و غم نہو اُس نے سُنکے مجکو کچھ جواب نہ دیا۔

بعد چندے ایک شب کو مجھے نیند مین غافل پا کے دبے پاؤن اُٹھی قضارا خانہ زاد کی بھی آنکھ کھل گئی اُسکی یہ حرکت دیکھ کے مین وضعی خراٹے لینے لگا اُسکی دبجمعی ہوئی پوشاک بدن کے باہر نکلی مین بھی فوراً اُسکے پیچھے چلا مکان سے کچھ دور گورستان تھا یہ وہان پہونچی شب ماہ تھی چاندنی کھلی ہوئی مین ایک درخت کی آڑ سے دیکھنے لگا۔

خداوند کریم کسی بندہ کو وہ حالت نہ دکھائے جو مین نے آنکھون سے دیکھی پاؤن تلے کی زمین نکل گئی ایک مادہ غول گورستان مین بیٹھی تھی یہ عورت بھی اُسکے پاس پہونچی برابر بیٹھ کے اختلاط کرنے لگی عاشق و معشوق کی طرح ارتباط کرنے لگی۔

حضور پر روشن ہوگا کہ غول بیابانی قسم شیاطین سے ہین ویرانہ پسند اور جو کچھ نہین پاتے ہین مردے قبر سے نکال کے کھاتے ہین۔

اس عورت نے باتون سے فرصت کرکے جنکو مین مطلق نہین سمجھا اُس مادہ غول کو ساتھ لیا وہان گئی جہان تازہ مردہ دفن ہوا تھا گیلی قبر دیکھ کے کھودی اپنی آبرو کھودی بے تکلف دونون نے تمام گوشت نوچ نوچ کے کھایا ہڈیان قبر مین ڈال کے بدستور اُسکو بنایا بعد اُسکے پھر باتین کرنے لگین راز و نیاز کی گھاتین کرنے لگین سے

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

یہ دیکھ کے میرا حال غیر ہوگیا قریب تھا کہ غش آئے مگر اُسکے خوف سے کہ مبادا دیکھ پائے تو اور آفت تازہ لائے گھر کی طرف تیز قدم چلا اُسکے آنے کے قبل مکان میں پہونچ گیا دروازہ کھلا رہنے دیا

تصویر امینہ کی قبرستان میں پہونچکر ہمراہ غول بیابانی کے مردے کو قبر سے نکال کر گوشت کھانیکی

پلنگ پر ست مارکے پڑ رہا لیکن نیند اُڑ گئی خوف کے مارے دل دھڑکتا تھا کلیجہ ہاتھوں اُچھلتا تھا تھوڑی دیر میں وہ بھی آموجود ہوئی مجکو سوتا دیکھکر برابر لیٹ رہی تا صبح میری پلک نہ جھپکی دل میں وہی خیال رہا ہر وقت رنج وملال رہا۔

اتنے میں سے

گلگونۂ شفق جو ملا چہرِ صبح نے
گرمی دکھائی روشنی طورِ صبح نے

اسپند مشک شب کو کیا نورِ صبح نے
ٹھنڈے چراغ کردیے کافورِ صبح نے

لیلیٰ شب کے حسن کی دولت جو لٹ گئی
افشان جبین سے نجم درخشان کے چھٹ گئی

شہرزاد نے صبح کا دیکھکر خاموشی اختیار کی اور شمع سحری رخصت ہوئی بادشاہ جم جاہ روانہ دربار ہوا مصروف کاروبار ہوا بعد برخاست دربار بادشاہ محل میں داخل ہوا دیدار ملکہ شہرزاد حاصل ہوا اسب

اجازت بادشاہ ذوی الاقتدار وہ مہر سپہر رعنائی گل بوستان برنائی شہزادہ عالی نژاد بصد ادب و الحاح بیان کیا اور اس داستان ندرت بیان کو لطافت کے ساتھ اپنی شیرین بیانی سے مانند سحاب آذری کے گوہر فشان کیا کہ اے شاہ جم جاہ سے

آب حیات در رقم مشکفام تست	از خضر خامہ زندہ جاوید نام تست
با لذت ست کام جگر ہاے سوختہ	از شور عشق تا نمکے در کلام تست
ہر نقطۂ چو خال لب یار مشکبوست	این نالہ زا ہو قلم خوش خرام تست
از بادۂ کہن سخن تازہ خوشتر ست	پیمانہ لفظ و معنی رنگین مدام تست

وہ سیدی نعمان اذان کی آواز سے مسجد مین اُٹھکے گیا نماز پڑھکے ٹہلنے لگا جب مین مکان مین آیا اُسنے ملازمون سے کھانا منگوایا دسترخوان پر رکھا مجھے بلوایا اور خود اُسی طرح کھانا شروع کیا مجھ بخت کے منھ سے نکلا صاحب جہان کی نعمت روبرو موجود ہی جسپر رغبت ہو کھاؤ یا جس شی کو جی چاہتا ہو اُسے پکواؤ کیا مردے کا گوشت ان سب کھانون سے زیادہ لذیذ ہوتا ہی۔

یہ سنتے ہی وہ ملعونہ سمجھی کہ اسنے رات کی حرکت دیکھ لی غضب سے چہرہ لال ہو گیا غصے سے تھرانے لگی عجب اُسکا حال ہو گیا سچ ہی سے

زن بد در سرا ے مرد نکو	ہمدرین عالم ست دوزخ او

فوراً جیب سے ڈبیہ نکالی اُسمین سیندور تھا چٹکی بھر کے کچھ پڑھکے مجھپر مارا کہا اے دشمن جان کتا بن جا اسی طرح زمین پر گرا کتا ہو گیا وہ لکڑی لے کے مارنے لگی نوکرون کو پکارنے لگی کہ یہ کتا کہان سے گھس آیا ہی اسکو مار نکالو وہ سب دوڑ پڑے لات جوتی لکڑی سے پیٹنے لگے میرا حال غیر ہوا بارے ایک خدمتگار نے رحم کھاکے باہر نکال دیا اب طرفہ ماجرا ہوا کہ دوسری آفت مین مبتلا ہوا سے گویم مشکل ورنہ گویم مشکل + سے

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا	پڑ گئی اور یہ کیسی مرے اللہ نئی

محلے کے کتے اجنبی سمجھ کے میرے پیچھے پڑے سے

سگ دوربان چو یا فتند غریب	این گریبان گرفت و آن دامن

ہزار خرابی سے بھاگتا جاتا تھا کتون کا غول بھونکتا ہوا میرے ساتھ چلا آتا تھا دفعۃً ایک جانور پردار آیا مجکو پنجے مین پکڑ کے لے اڑا تمام خلقت دیکھ کے چلانے لگی بہت گھبرانے لگی ہر ایک کہتا تھا عجیب ماجرا ہی کتے کو باز لیے جاتا ہی سے

وہ سب غل مچاتے رہے وہ جانور جو باز کی صورت تھا اُنکی نظروں سے غائب ہوا اور ایک قریب مین
تھوڑے سے گھر تھے وہان مجکو لیکے اترا پھر آدمی کی صورت بنکے اپنی بیٹی کو پکارا کہا جسکی تلاش مین
گیا تھا وہ ہاتھ آیا اُسکی جورو نے کتا بناکے گھر سے نکالا تھا بیٹی نے [illegible] راہ مین دیکھا اُٹھا لایا اب تو اسکو
آدمی بنا جامۂ اصلی پہنا دو ایک دن مین بھیرون کی پوجا ہوگی اسکو بھینٹ دونگا اپنے فرائض
مذہبی سے سبکدوش ہونگا ۔
یہ کہکے وہ تو باہر چلا گیا اُسنے حصار کھینچا آگ جلائی رائی سرسون کے دانے لائی سیندور مجھپر چھڑک
کے اُس حلقہ مین بٹھایا کچھ پڑھ پڑھ کے مجھپر ماش لگانے لگی دیر مین بڑی دقت سے مین ہیئت اصلی پر آیا
حال تو سب اُسکے باپ کی زبان سے سُن ہی چکا تھا گو بولنے کی طاقت نہ تھی اب آدمی ہوا بولنے لگا فوراً اُسکے
پانون پر گر کے زار زار اس طرح رویا کہ وہ بھی میرے حال پر ترس کھا کے رونے لگی پھر مین نے
کہا یہ شعر میرے حسب حال ہے ؎

چو از چنگال گرگم در ربودی | چو دیدم عاقبت خود گرگ بودی

اُسنے کہا تو خاطر جمع رکھ مین تیرے بدلے کا دوسرا آدمی اُسکو لا دونگی تیری جان بچا لونگی اب تو بھاگ
کر اپنے گھر چلا جا مین نے فاصلہ پوچھا کہا سو کوس ہے پھر اُسکی منت کرنے لگا کہ آج تک چار کوس پیادہ چلنے
کا اتفاق نہین ہوا دو دن مین مر جاؤنگا جیتا نہ پہونچونگا ایذائے سفر اُٹھ نہ سکے گی صحرا مین گور و کفن بھی
نہ پاؤنگا دوسرا یہ ڈر ہے اگر وہ قتال مجکو زندہ دیکھے گی اب کی بار جیتا نہ چھوڑے گی خدا جانے
مجھپر کیا آفت توڑے گی ؎

رحمے کن و دستگیر من شو | ای فیض رسان جملہ عالم

جس طرح تم نے میری جان بچائی ہے اس بلا سے بھی رہائی کر دو اُسنے کہا خیر اب تو میرے مُنہ سے یہ
کلمہ نکل گیا اور مہلت کم ہے ادھر آ میرے پنجون پر کھڑا ہو اپنی آنکھین بند کر لے مین نے وہی کیا
ایک ساعت کے بعد آنکھین کھول دین مین نے دیکھا اپنے دیوان خانہ مین کھڑا ہون نوکر چاکر مجکو
دیکھکے روتے ہوے دوڑے شور و غل جو ہوا وہ عورت شیطان سیرت ڈیوڑھی پر آئی مجکو ہیئت
اصلی دیکھا بہت جھلائی فرط غیض سے بے پردہ نکل آئی اُس زن فتنہ خصال کو دیکھکر کہا اب سمجھی
تیرا فساد ہے دیکھون تو تجھے کیا کیا ادھر اُس طرف سے یہ جھپٹی باہم لڑائی ہونے لگی سحر آزمائی ہونے لگی
جو دیکھتا تھا کلیجہ اُسکا دہل جاتا تھا بھاگ کے باہر نکل جاتا تھا پہر بھر کامل ہنگامہ محشر رہا کبھی آگ برسی گاہ
پتھر گرے اہل محلہ جا بجا چھپتے پھرے ۔

بعدہ ایسی تاریکی چھائی کہ ایک کو دوسرے کی صورت نظر نہ آئی اسکے بعد رخ خورشید درخشان دیکھنے مین آیا
وہی گھوڑی جسپر غلام سوار تھا کسی کسائی زین ولگام پوزی وچی پٹہ لگا باگ اُسکی ہاتھ مین نظر آئی خانہ زاد
پھر اُسکے پانون پر گرا کئی باصدقے ہوا گرد پھرا اسنے کہا خبردار اب تا حشر اسکی یہی صورت رہے گی ہئیت بدل
سکے گی اب تو ہم جاتے ہین کئی ضرورتین درپیش ہین جب فرصت ہوگی تو گاہ گاہ شام وپگاہ آئینگے تجکو
دیکھ جائینگے وہ تو نظرون سے غائب ہوگئی مین نے گھوڑی حویلے مین باندھ دی اُس دن سے یہی ہوا آندھی
آئے روز اُسکو دوڑاتا ہون ایذا پہونچاتا ہون خلیفہ یہ ماجرا سُنکے حیران ہوا فرمایا سیدی نعمان تیرا کچھ
قصور نہین عمل بد کی یہی سزا ہی جو تو دے رہا ہی -

پھر خلیفہ خواجہ حسن کی طرف متوجہ ہوا کہا کل تمھارا محل دیکھ کے مجکو پسند آیا اہل محلہ سے جو پوچھا وہ بولے
خواجہ حسن نام رسیان بیچ کے بہت تکلیف سے اوقات گزاری کرتا تھا بھوکون مرتا تھا تھوڑے دنون
سے امیرانہ گذران ہی جیسا ہو اسب سازو سامان ہی باوجود اس دولت وحشمت کے نخوت نہین ہم سے
اگلی جو ملاقات ہی بہت دیکھے ملتا ہی صحبت بے تکلفانہ دن رات ہی
یہ سُنکے مجکو بہت فرحت ہوئی نہایت مسرت ہوئی کہ تم اس دولت خداداد پر نیک نہاد ہو سوگر یہ لت
برسی مست نہ گردی مردی ؛ اسواسطے تمھارا حال دریافت کرنے کو بلایا ہی کہ کیونکر یہ مال وزر
بیقیاس تمھارے ہاتھ آیا ہی کچھ اور طرح کا تصور اپنے دل مین نہ لانا راستہ راست بلاکم وکاست
ہم کو سب حالات سُنانا -

قصہ خواجہ حسن رسن فروش کا یاوری تقدیر سے مچھلی کے پیٹ سے ہیرا پانا اور دولتمند ہو جانا

خواجہ حسن نے پایۂ تخت کو بوسہ دیا اور عرض کرنے لگا

دادگرا فلک ترا جرعہ کش پیالہ باد	دشمن دل سیاہ را غرقہ بخون چو لالہ باد
ذرۂ کاخ رفعتت رست ز فرط ارتفاع	راہروان وہم را راہ ہزار سالہ باد
ای سر برج معدلت مقصد کل ز آدمی	بادۂ صاف دائمت در قدح و پیالہ باد
چون بہوائے قامتت زہرہ شود ترانہ ساز	حاسدت از سماع آن ہمدم آہ و نالہ باد
دختر فکر بکر من ہمدم صحبت تو شد	مہر چنین عروس را ہم بکفت حوالہ باد

پیر ومرشد پہلے یہ جملہ معترضہ سن لیجیے تاکہ کنجلک نہ رہے اسی شہر مین دو شخص رہتے ہین ایک

کند ہم جنس باہم جنس پرواز	کبوتر با کبوتر باز با باز

یہ دیکھ کے میرا حال غیر ہو گیا قریب تھا کہ غش آ جائے مگر اُسکے خوف سے کہ مبادا دیکھ پائے تو اور آفت تازہ لائے گھر کی طرف تیز قدم چلا اُسکے آنے کے قبل مکان میں پہونچ گیا دروازہ دھکا دیتے ہی دیا

تصویر امین کی قبرستان میں پہونچکر ہمراہ غول بیابانی کے مردے کو قبر سے نکال کر گوشت کھانیکی

بلنگ پر سٹ مارے پڑ رہا لیکن نیند اڑ گئی خوف کے مارے دل دھڑکتا تھا کلیجہ ہاتھوں اچھلتا تھا تھوڑی دیر میں وہ بھی آموجود ہوئی مجکو سوتا دیکھکر برابر لیٹ رہی تا صبح میری پلک نہ جھپکی دل میں وہی خیال رہا ہر وقت رنج و ملال رہا۔
اتنے میں سے

گلگونۂ شفق جو ملا جو ر صبح سے	اسپند مشک شب کو کیا نور صبح نے
گرمی دکھائی روشنی طور صبح نے	ٹھنڈے چراغ کر دیے کافور صبح نے

لیلی شب کے حسن کی دولت جو لٹ گئی
افشاں جبیں سے انجم درخشاں کے چھٹ گئی

شہرزاد نے تڑکا دیکھکر خاموشی اختیار کی اور شمع سحری رخصت ہوئی بادشاہ جم جاہ روانہ دربار ہوا مصروف کاروبار رہا بعد برخاست دربار بادشاہ محل میں داخل ہوا دیدار ملکہ شہرزاد حاصل ہوا حسب

اجازت بادشاہ ذوی الاقتدار وہ مہر سپہر رعنائی گل بوستان برنائی شہزادی عالی نژاد بصد ادب و الحاح بیان کیا اور اس داستان ندرت بیان کو لطافت کے ساتھ اپنی شیرین بیانی سے مانند سحاب آذری کے گوہر فشان کیا کہ ای شاہ جم جاہ ؎

آب حیات در رقم مشکفام تست	از خضر خامہ زندہ جاوید نام تست
بالذت ست کام جگر ہای سوختہ	از شور عشق نمکے در کلام تست
ہر نقطہ چو خال لب یار مشکبوست	این نالہ زا ہو قلم خوش خرام تست
از بادہ کہن سخن تازہ خوشتر ست	پیمانہ لفظ و معنی رنگین مدام تست

وہ سیدی نعمان اذان کی آواز سے مسجد مین اُٹھکے گیا نماز پڑھکے ٹہلنے لگا جب مین مکان مین آیا اُسنے ملازمون سے کھانا منگوایا دسترخوان پر رکھا مجھے بلوایا اور خود اُسی طرح کھانا شروع کیا مجھ بدبخت کے منھ سے نکلا صاحب جہان کی نعمت روبرو موجود ہی جسپر رغبت ہو کھاؤ یا جس شی کو جی چاہتا ہو اُسے پکواؤ کیا مردے کا گوشت ان سب کھانون سے زیادہ لذیذ ہوتا ہی۔

یہ سنتے ہی وہ ملعونہ سمجھی کہ اسنے رات کی حرکت دیکھ لی غضب سے چہرہ لال ہو گیا غصہ سے تھرانے لگی عجب اُسکا حال ہو گیا سچ ہی ؎

از زن بد در سرا سے مرد نکو	ہمدرین عالم ست دوزخ او

فوراً جیب سے ڈبیہ نکالی اُسمین سیندور تھا چٹکی بھر کے کچھ پڑھکے مجھپر مارا کہا ای دشمن جان کتا بن جا اسی طرح زمین پر گرا کتا ہو گیا وہ لکڑی لے کے مارنے لگی نوکرون کو پکارنے لگی کہ یہ کتا کہان سے گھس آیا ہی اسکو مار نکالو وہ سب دوڑ پڑے لات جوتی لکڑی سے پیٹنے لگے میرا حال غیر ہوا بارے ایک خدمتگار نے رحم کھاکے باہر نکال دیا اب طرفہ ماجرا ہوا کہ دوسری آفت مین مبتلا ہوا ہم گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل ؎

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا	پڑ گئی اور یہ کیسی مرے اللہ نئی

محلے کے کتے اجنبی سمجھ کے میرے پیچھے پڑے ؎

سگ و دربان چو یافتند غریب	این گریبان گرفت و آن دامن

ہزار خرابی سے بھاگتا جاتا تھا کتون کا غول بھونکتا ہوا میرے ساتھ چلا آتا تھا دفعۃً ایک جانور پردار آیا مجھکو پنجے مین پکڑ کے لے اڑا تمام خلقت دیکھ کے چلانے لگی بہت گھبرانے لگی ہر ایک کہتا تھا عجیب ماجرا ہی کتے کو باز لیے جاتا ہی ؎

وہ سب غل مچاتے رہے وہ جانور جو باز کی صورت تھا اُنکی نظروں سے غائب ہوا دو ایک ترچھین تھوڑے سے گھر تھے وہان مجکو لیکے اُترا پھر آدمی کی صورت بنکے اپنی بیٹی کو پکارا کہا جسکی تلاش مین گیا تھا وہ ہاتھ آیا اُسکی جورو نے کتا بناکے گھر سے نکالا تھا لیکن مینے دیکھا اُٹھا لایا اب تو اسکو آدمی بنا جامہ اصلی پہنادو ایک دن مین بھوانی کی پوجا ہوگی اسکو بھینٹ دونگا اپنے فرائض مذہبی سے سبکدوش ہونگا۔

یہ کہکے وہ تو باہر چلا گیا اُسنے حصار کھینچا آگ جلائی رائی سرسون کے دانے لائی سپند در مجھپر چھڑک کے اُس حلقہ مین بٹھایا کچھ پڑھ پڑھ کے مجھپر ماش لگانے لگی دیر مین بڑی دقت سے مین ہیئت اصلی پر آیا حال تو سب اُسکے باپ کی زبان سے سُن ہی چکا تھا گو بولنے کی طاقت نہ تھی اب آدمی ہوا اپنا لگا فوراً مجھکے پانون پر گرکے زار زار اس طرح رویا کہ وہ بھی میرے حال پر ترس کھاکے رونے لگی پھر مینے کہا یہ شعر میرے حسب حال ہے ؎

چو از چنگال گرگم در ربودی　　چو دیدم عاقبت خود گرگ بودی

اُسنے کہا تو خاطر جمع رکھ مین تیرے بدلے کا دوسرا آدمی اُسکو لا دونگی تیری جان بچا لونگی اب تو بھاگ کر اپنے گھر چلا جا مینے فاصلہ پوچھا کہا سو کوس ہے پھر اُسکی منت کرنے لگا کہ آج تک چار کوس پیادہ چلنے کا اتفاق نہین ہوا دو دن مین مر جاؤنگا جیتا نہ پہونچونگا ایذا سے سفر اُٹھ نہ سکیگی صحرا مین گور دکفن بھی نہ پاؤنگا دوسرا یہ ڈر ہے اگر وہ قتال مجکو زندہ دیکھے گی اب کی بار جیتا نہ چھوڑے گی خدا جانے مجھپر کیا آفت توڑے گی ؎

رحمے کن و دستگیر من شو　　ای فیض رسان جملہ عالم

جس طرح تم نے میری جان بچائی ہے اس بلا سے بھی رہائی کردو اُسنے کہا خیر اب تو میرے مُنھ سے یہ کلمہ نکل گیا اور مہلت کم ہے ادھر آ میرے پنجون پر کھڑا ہو اپنی آنکھین بند کرلے مینے وہی کیا ایک ساعت کے بعد آنکھین کھول دین مینے دیکھا اپنے دیوان خانہ مین کھڑا ہون نوکر چاکر مجکو دیکھکے روتے ہوے دوڑے شور وغل جو ہوا وہ عورت شیطان سیرت ڈیوڑھی پر آئی مجکو ہیئت اصلی دیکھکر بہت جھلائی فرط غیض سے بے پردہ نکل آئی اُس زن دغا پیشہ نے شغال کو دیکھکر کہا اب سمجھی تیرا فساد ہے دیکھون تو تجھے کیا کیا یا دہے اس طرف سے یہ چھیچھی باہم لڑائی ہونے لگی سحر آزمائی ہونے لگی جو دیکھتا تھا کلیجہ اُسکا دہل جاتا تھا بھاگ کے باہر نکل جاتا تھا پھر کال تھا محشر بپا کبھی آگ برسی کبھی پتھر گرے اہل محلہ جا بجا چھپتے پھرے۔

بعدہ ایسی تاریکی چھائی کہ ایک کو دوسرے کی صورت نظر نہ آئی اسکے بعد رخ خورشید درخشان دیکھنے مین آیا
وہی گھوڑی جسپر غلام سوار تھا کسی کسائی زین ولگام پوزی وچپی پٹہ لگا باگ اسکی ہاتھ مین نظر آئی خانہ زاد
پھر اسکے پانون پر گرا کئی بار صدقے ہوا گر وہ پھر اسنے کہا خاطر جمع رکھو اب تا حشر اسکی یہی صورت رہے گی ہیئت بدل
سکے گی اب تو ہم جاتے ہین کئی ضرورتین درپیش ہین جب فرصت ہوگی تو گاہ گاہ شام و بیگاہ آئینگے تجکو
دیکھ جائینگے وہ تو نظرون سے غائب ہوگئیں مین نے گھوڑی طویلے مین باندھ دی اُس دن سے یہی ہوا آندھی
آئے روز اسکو دوڑاتا ہون ایذا پہونچاتا ہون خلیفہ یہ ماجرا سُنکے حیران ہوا فرمایا سیدی نعمان تیرا کچھ
قصور نہین عمل بد کی یہی سزا ہی جو تو دے رہا ہی -

پھر خلیفہ خواجہ حسن کی طرف متوجہ ہوا کہا کل تمہارا محل دیکھ کے مجکو پسند آیا اہل محلہ سے جو پوچھا وہ بولے
خواجہ حسن نام رسیان بیچ کے بہت تکلیف سے اوقات گزاری کرتا تھا جو کون مرتا تھا تھوڑے دنون
سے امیرانہ گذران ہی چمکتا ہوا سب سازوسامان ہی باوجود اس دولت وحشمت کے نخوت نہین ہم سے
اگلی جو ملاقات ہی بہت دیکھے ملتا ہی صحبت بے تکلفانہ دن رات ہی

یہ سُنکے مجکو بہت فرحت ہوئی نہایت مسرت ہوئی کہ تم اس دولت خداداد پر نیک نہاد ہو سو گر دولت
برسی مست نہ گردی مردی ✤ اسواسطے تمہارا حال دریافت کرنے کو بُلایا ہی کہ کیونکر یہ مال و زر
بیقیاس تمہارے ہاتھ آیا ہی کچھ اور طرح کا تصور اپنے دل مین نہ لانا راست راست بلا کم وکاست
ہم کو سب حالات سُنانا -

قصہ خواجہ حسن رسن فروش کا یاوری تقدیر سے مچھلی کے پیٹ سے ہیرا پانا اور دولتمند ہو جانا

خواجہ حسن نے پائۂ تخت کو بوسہ دیا اور عرض کرنے لگا ؎

داد گر افلاک تراجرعہ کش پیالہ باد	دشمن دل سیاہ را غرقہ بخون چو لالہ باد
ذروۂ کاخ رفعتت رست ز فرط ارتفاع	راہروان وہم را راہ ہزار سالہ باد
ای سرج معدلت مقصد کل ز آدمی	بادۂ صاف دہمت در قدح و پیالہ باد
چون بہوای دولتت زہرہ شود ترانہ ساز	حاسدت از سماع آن ہمدم آہ و نالہ باد
دختر فکر بکر من ہمدم صحبت تو شد	مہر چنین عروس را ہم بکفت حوالہ باد

پیرومرشد پہلے یہ جملۂ معترضہ سن لیجیے تاکہ کنجلک نہ رہے اسی شہر مین دو شخص رہتے ہین ایک

کا نام سعد دوسرے کا سعدی ہی سعد تو انتہا کا محتاج و نادار ہی اور سعدی صاحب دولت بیشمار ہی باہم محبت قلبی و دوستی دلی انتہا درجہ کی ہی مگر سعدی تدبیر کا قائل ہی سعد تقدیر پر مائل ہی ؎

نزدیک عاقلوں کے تدبیر ہی تو یہ ہی	سب کام اپنے کرنا تقدیر کے حوالے

وہ کہتا ہی اگر بشر خوش تدبیر ہو تو مال و دولت بڑھتی ہی سعد کا قول ہی تقدیر موافق نہ ہو تو لاکھ تدبیر کرے مصیبت بڑھتی ہی ؎

ملتی ہی قضا اور قدر سے دولت	ہاتھ آتی ہی کب علم و ہنر سے دولت
مانوس ہی بل احمق و خر سے دولت	جو اہل ہنر ہین وہ ہین زر سے محروم
جز بتائید آسمانی نیست	بخت و دولت بکاردانی نیست

باہم جب گفتگو بڑھی سعدی نے کہا ایک اہل حرفہ ہمارا آشنا ہی مفلسی کی بلا مین پھنسا ہی ہم اسکو کچھ روپے دیتے ہین دیکھو تدبیر سے وہ جمع بڑھائے گا افلاس دور ہو جائے گا یا دریاے افلاس ہی مین غوطہ کھائے گا۔

یہ کہکے دونون ہمدم غریب خانہ پر تشریف لائے نہایت لطف و محبت کے ساتھ پیش آئے احوال پرسی کی بڑی ہمدردی کی۔

فقیر نے کہا کمال تکلیف سے اوقات بسر کرتے ہین اہل فقر و فاقہ سے پیٹ بھرتے ہین ؎ ہم بھی کیا یاد کرینگے کہ خدا رکھتے تھے ÷ جو کچھ ہم لوگون کے نصیب مین لکھا ہی میسر ہوتا ہی اُسی مین شبانہ روز گذر ہوتا ہی ؎

ورنہ ستانی بستم بیر سد	ہر چہ نصیب ست بہم می رسد

عسرت کا زمانہ مشکل سے گذرتا ہی انسان نہ جیتا ہی نہ مرتا ہی اوقات قلیل ہی فراغت کی کوئی سبیل ہی پانچ لڑکے بی بی تمام دن رسی بٹ کر شام کو بیچتا ہون کچھ کھانے مین صرف ہوتا ہی جو بچا اسکا سن لاتا ہون اس طرح پیٹ پالتا ہون مصیبت کے دن ٹالتا ہون لڑکے کم سن ہین انکے کھانے کھیلنے کے دن ہین ؎

سوزن تدبیر ساری عمر کو سیتی رہی	چاک کو تقدیر کے ممکن نہین کرنا رفو

بیجیا زندگی ہی ورنہ اس کلفت سے اگر موت آجائے تو بہتر ہو جب تمام دنیا کے جھگڑے سے نجات پاتے ہمارے لیے یہی مناسب تھا ؎

یعنی حرافوادے کی رسی دراز ہے	یہ بل پڑا ہی ورنہ نکل جاتی سن سے جان

سعدی نے میرے حال پر رحم کھایا اور اپنی زبان سے فرمایا کہ اگر دو چار روپے نقد ہاتھ آئین تو یہ افلاس کے دن دور ہو جائین سے

تصویر سعدی اور سعد کی حسن حبال کے گھر آنے کی اور اُس سے ہمکلام ہونے کی

یہ کہکے چار سے روپے کی تھیلی میرے ہاتھ مین دی کہا اسکو بیہودہ صرف نہ کرنا ہم تم کو پھر آکے اگر آسودہ حال دیکھینگے بہت خوش ہونگے ۔

فدوی آنکا بہت ممنون ہوا انکا شکریہ ادا کر کے ہاتھون کو بوسہ دیا وہ رخصت ہو گئے مین پھر اپنے کام مین مشغول ہوا دل مین سوچا کہ میرے پاس صندوقچہ نہین نہ گھر مین کوئی کوٹھری ہے جہان اس رقم کو حفاظت سے رکھے مجبور یہ تدبیر نکالی دس روپیہ انہین سے نکال کے باقی مضبوط پگڑی کے پیچون مین لپیٹ کر سر مین باندھے اور سن مول لینے کو بازار گیا تو روپیہ کا سن خرید کیا ایک روپیہ بھنا کے کھانے پینے کا سرانجام کیا مدت سے گوشت نہ کھایا تھا وہ بھی ہاتھ مین لیے ہوے گھر جاتا تھا فلک ناہنجار نے نیا رنگ دکھایا قسمت نے پلٹا کھایا ۔

قسمت کو دیکھنا کہ کہان ٹوٹی جا کمند	دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا

راہ مین چیل نے گوشت دیکھ کے جھپٹا مارا مین نے دوسرے ہاتھ سے بچایا پھر وہ آئی مین نے سینے کے نیچے چھپایا گردن جو جھکی پگڑی مین بوجھ تھا سر سے زمین پر گری نحوست بخت دیکھیے پگڑی مین

سرخ بانات کی تھیلی تھی چیل گوشت کی جگہ ہمیشہ [illegible] پکڑ کے اڑا لیا اور درخت پر جا بیٹھی [illegible]
ایسا شور و غل کیا کہ محلے کے عورت [illegible] سب کے چلانے اور غل مچانے سے چیل [illegible] پگڑی
اسکے پنجون [illegible] بھی الیے چلی گئی [illegible] وہ [illegible] چیل [illegible] ایک
تورو [illegible] گوشت [illegible] ذلت اٹھانے کی کہ سعدی [illegible] کیا جواب دونگا چیل کا
لے جانا کیونکر باور آئے گا میرے [illegible] کا ال [illegible] عجب کیفیت تھی کبھی [illegible]
دل قابو سے باہر ہوا جاتا تھا کہ یا الٰہی یہ کیا غضب ہو گیا ؎

[illegible]	[illegible]
دل کہین جان کہین چشم کہین گوش کہین	اپنے مجموعہ کا ہر ایک ورق برہم ہے

القصہ وہ [illegible] ان بچون نے دونون وقت روٹی پیٹ بھر کے کھائی پھر [illegible] فاقون کی
نوبت آئی تھوڑے دنون کے بعد پھر دونون وہ بزرگوار یعنی سعدی و سعد میرے پاس آئے وہی نقشہ جو دیکھ
گئے تھے بدستور پایا مفلسی کا سامان سب نظر آیا کہنے لگے حسن ہم تو تم کو [illegible] کچھ کام نہ
آیا کسی صورت فائدہ نہ دکھایا۔
سعدی نے جواب دیا آپ کی عنایت اور غریب پروری مین کچھ شک نہین لیکن بدقسمتی کا
علاج کسی طرح ممکن نہین ہو سکتا ؎

گر زمین را آسمان دوزی	نہ دہندت زیادہ از روزی

ناچار [illegible] نوشتے کے [illegible] ہین مگر بے کسے کبھی رہا نہین جاتا [illegible]
رکھنا گوارہ نہین تقدیر سے چارہ نہین ؎

حیف کچھ بھی کہا نہین جاتا	ہائے چپ بھی رہا نہین جاتا

پھر مین نے کل سرگذشت [illegible] صاحبون سے بیان کی سعدی نے تو میری بات کو باور نہ کیا
اور کہا حسن تو ہم کو اُلو بناتا ہے ہنسی دل لگی مین اڑاتا ہے نادان کو بھی اس بات کا یقین نہین آتا ہے
چیل گوشت پر پنجہ مارتی ہے یا پگڑی کسی کی اُتارتی ہے مفلسی مین اتنی جمع تم کو ہاتھ آئی اپنی قوم کے اندر
پرنشہ پانی مین خوب اڑائی مین نے عرض کیا آپ جو فرماتے ہین بہت بجا ہے مگر اس سانحہ کو
یہان کا چھوٹا بڑا سب جانتا ہے۔
سعد نے میرے کلام کی تصدیق کی اور کہا اکثر دیکھا اور سنا ہے کہ چیل بعض چیزین علاوہ اپنے طعمہ کے
بھی لیجاتی ہے یہ امر کچھ بعید القیاس نہین۔

سعدی نے یہ سنکے اپنی جیب سے ایک تھیلی نکالی اور اسمین سے دو سے اشرفیاں گن کے مجھے دین اور کہا حسن ابکی اور دوسو اشرفیاں تمھین دیتا ہون خبردار اب انکو اچھی جگہ رکھنا پہلے کی طرح ضائع نہ کرنا اور ہاں دانائی سے انکو صرف کرنا کہ اپنا سرمایہ بڑھاکے نفع کثیر حاصل ہونے کی تدبیر مین رہنا خدا نے عقل دی ہر کچھ تو ہوشیاری کر چالاکی سے اپنی جمع بڑھاؤ حیثیت ظاہری درست کرو اور لوگون کو دیکھو کیونکر عقل و تدبیر سے اپنا کام بڑھاتے ہین چند روز مین امیر کبیر ہو جاتے ہین فلاح و بہبود پر نظر کرتے ہین اپنی زندگی عیش سے بسر کرتے ہین۔

مین نے پہلی مرتبہ سے زیادہ سعدی کی شکر گزاری کی ہزار دن دعائین دین ممنون منت ہوا ہنسی خوشی انکو رخصت کیا مین جو مکان پہ آیا وہان کسی کو نہ پایا اتفاقاً اُسوقت میری قبیلہ اور لڑکے گھر کے ہین محلے مین چلے گئے تھے مین نے میدان خالی پاکے اُن اشرفیون مین سے دس اشرفیاں تو نکال لین باقی ایک کپڑے مین مضبوط باندھ کے چاہا ایسی جگہ رکھدون کہ بی بی اور لڑکون کا ہاتھ وہان نہ پہونچے یکایک ایک گوشہ مین ایک مٹکی دیکھی بھوسی اسمین بھری تھی اسی کے اندر وہ پوٹلی اشرفیون کی رکھدی کہ یہان کون دیکھے گا کسی کا وہم و گمان بھی اس طرف نہ جائے گا یہ کارروائی کرکے سن خریدنے بازار چلا گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میری بی بی گھر مین آئی اور ایک شخص سر دھونے کی مٹی بیچتا ہوا آ نکلا میری بی بی کو اُسکی ضرورت تھی اور کوڑی پیسہ پاس نہ تھا بھوسی کو بیکار سمجھ کے اُس سے کہا اگر بھوسی سے مٹی بدلو تو مین لے لون وہ راضی ہو گیا مٹی دے کے بھوسی مٹکی سمیت اُٹھا لے گیا اور اپنے گھر کا رستہ لیا۔

جب مین سن لے کے بازار سے آیا تھک گیا تھا لیٹ رہا خیال جو کیا مٹکی کو اُس کونے مین نہ پایا گھبرا کے اہل خانہ سے پوچھا وہ مٹکی یہان سے کہان رکھدی اسنے کہا کہ سر دھونے کی مٹی بکنے آئی تھی مین نے بھوسی سے بدل لی مٹکی سمیت اُسے دیدی۔

یہ سُنکے مین نے سر پیٹ لیا کہا غضب کیا مجکو کہین کا نہ رکھا اری کم بخت مین نے دس کم دوسو اشرفیاں اُس مٹکی مین رکھدی تھین اُن دوستون نے میرے حال پر رحم کھاکے پھر مجکو دین تھین ہاے کیسا مین ذلیل و خوار ہونگا دوستون کے سامنے کاذب و بے اعتبار ہو جاؤنگا کیا جواب دونگا کیونکر مُنھ دکھاؤنگا۔

یہ سُنکے وہ غریب بھی رونے پیٹنے لگی فرط اضطراب سے زمین پر پچھاڑین کھاتی تھی سر پر

خاک اڑاتی تھی مین نے سمجھا یا چپ رہ جائے وہ ہے اگر سنینگے میری حماقت پر ہنسینگے مجھے نقصان مایہ و دیگرے شماتت ہمسایہ کا مصداق ہوگا انکا آگو جانا اور بھی شاق ہوگا اب رونا دھونا بیکار ہے فضول یہ سب انتشار ہے

شادی اسمین یہ وہم و گمان کیا تھی	مدت کے نام سے یعنی خفقان کیا تھی

اب جو ہونا تھا وہ ہوا تقدیر کو یہ ہی منظور تھا ہر چند [illegible] لیکن جو ذلت و رسوائی بدنامی ہر وہ ضرور ہوگی دوستون سے خفت کے مارے انکو سامنے نہ ہوسکے گی کیا جواب دونگا بدنامی کا ذکر کرینگا مجبور قضاے الہی پر راضی ہوکے چندے اوقات گزاری۔

آخر ایک دن وہ دونون غم خوار میرے گھر کی طرف آئے مین نے انکو دور سے دیکھکر اپنا کام چھوڑ دیا اور چاہا کسی گوشہ مین جا کر چھپ رہون اور انکے روبرو نہ ہون اس وجہ سے کہ میری انکو شرم کے مارے انکے سامنے نہو گی ہنوز مین اپنے کارخانہ سے باہر نہ نکلا تھا کہ ان دونون مہربانون نے پہونچکر سلام علیک کی اور خیر و عافیت پوچھی مین نے نہایت شرمندگی و خجالت سے سر نیچا کیکے جواب سلام دیا مجکو ویسا ہی شکستہ حال پاکے متعجب ہوے اور پوچھا خیر باشد کیون تم اس حال مین کیون ہو وہ اشرفیان تم اپنے صرف مین نہین لائے۔

مین نے انسے کہا صاحبو حال ان اشرفیون کا یہ ہوا کہ بعد تمھارے جانے کے مین اپنے گھر مین گیا اور مین نے ایک مٹکی مین کہ مدت سے میرے گھر مین ایک کونہ مین گیہون کی بھوسی اسمین بھری ہوئی رکھی تھی مین نے دس اشرفیان نکال کے باقی اشرفیان ایک کپڑے مین مضبوط باندھ کے وہ پوٹلی اسمین رکھدی تاکہ بی بی اور بچون کی نظر سے محفوظ رہے اپنی دانست مین احتیاط کی تھی مگر تقدیر کی گردش سے وہ برعکس ہوئی تدبیر کند بندہ تقدیر زند خندہ۔

حسب اتفاق اسوقت کوئی گھر مین نہ تھا مین وہ دس اشرفیان لیے ہوے بازار سن خریدنے کی غرض سے چلا گیا میرے پیچھے میری بی بی گھر مین آئی اتفاقاً ایک شخص سر دھونے کی مٹی بیچتا ہوا آیا اس نیک بخت کو اسکی ضرورت تھی اور پیسا موجود نہ تھا بھوسی مٹکی سمیت اسکو دے دی اور مٹی بدلے کے لے لی اگر یہ کہا جاے کہ بی بی سے اشرفیان رکھنے کا تذکرہ کیون نہ کیا تو اسکے جواب مین یہی کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے مجھے تاکید کی تھی کہ اب کی مرتبہ انکو بہت محفوظ جگہ رکھنا مین نے اپنے گمان مین وہ بہت اچھی جگہ سمجھی تھی اور احتیاطاً اپنی بی بی تک سے خبر نہ کی تھی کہ مبادا بے اطلاع میرے کچھ اسمین سے صرف کر ڈالے ۔

	من درچه خیالیم و فلک درچه خیال	کارے که خدا کند فلک را چه مجال	

غرض تمھاری پرورش اور احسان مین کچھ شک نہین لیکن میری قسمت مین افلاس ہے کیونکر آسودگی و فراغت ہو دور رنج و کلفت ہو بہر حال مین تمھارا تمام عمر احسان مند رہون گا اطاعت سے قدم باہر نرکھونگا ۔

	صدقے اس بندہ نوازی کے میں دونون	باپ ماں ہوتے ہین کب ایسے شفیق و مشفق	

سعدی نے اس حال کو سنکے کہا مجھے تمھاری اس بات کا یقین کامل ہوا مین نے دوستانہ تم کو چار سو اشرفیان تواضع کی تھین کہ اس سے تم کو فارغ البالی ہو نہ یہ کہ تم اسکا شکریہ ادا کرو بہر حال وہ دونون میری بدقسمتی پر متاسف ہوے ۔

آخرالامر سعد نے کہ باخدا شخص تھا اور مجھ سے قدیم شناسائی تھی ایک پیسہ سیسہ کا جیب سے نکال کے سعدی کو دکھایا اور مجھ سے کہا اس سیسہ کے ٹکڑے سے دیکھ تو خدا کیسی برکت عطا کرتا ہے سعدی اسے دیکھکر ہنسا اور از راہ تمسخر کہنے لگا کہ پیسہ کا ٹکڑا کیا حسن کو منفعت بخشے گا اور وہ اسکو کس مصرف مین لائے گا ۔

سعد نے اس پیسے کو دے کے کہا کہ تم سعدی کی باتون پر کچھ خیال نہ کرو اور اسکو اپنے پاس رکھو انکو ہنسنے دو ایک ہی دو روز مین تم کو حال معلوم ہو جائے گا اور خدا چاہے گا تو تم اسکے سبب سے بڑے آدمی ہو جاؤ گے مین نے اسکے ہاتھ سے وہ پیسا لے کر اپنی جیب مین رکھا پھر وہ دونون دوست مجھ سے رخصت ہو کے چلے گئے اور مین رسی بٹنے کے کام مین مصروف ہوا رات کو جب مین نے سونے کے لیے اپنے کپڑے اتارے وہ پیسا جو سعد نے مجھے دیا تھا جیب سے گر پڑا مین نے اسکو اٹھا کے کسی طاقچے مین رکھدیا اتفاقاً اسی رات ایک ماہی گیر کو جو میرے ہمسایے مین رہتا تھا اپنے جال کی مرمت کرنے کے لیے ایک پیسہ کی ضرورت ہوئی تاکہ سوت لا کر اس جال کی مرمت کرے اور مچھلیان پکڑنے جائے اور انکو بیچ کر اپنے عیال مین صرف کرے اسکا معمول تھا کہ دو گھڑی کے تڑکے وہ دریا پر مچھلیان پکڑنے جایا کرتا تھا اسنے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو جا کر اپنے ہمسایہ سے ایک پیسہ قرض لے آ اور مجکو دے وہ عورت سب کے گھر گئی مگر کہین سے پیسہ اسکے ہاتھ نہ لگا ناامید ہو کر اپنے گھر واپس آئی ۔

ماہی گیر نے کہا شاید تو حسن حبال کے گھر نہین گئی عورت نے کہا سچ ہے مین اسکے گھر نہین گئی اس وجہ سے کہ بہ نسبت اور لوگون کے اسکا گھر فی الجملہ دور ہے اگر وہان جاتی تو ضرور پیسہ

لے آتی اس جھگڑے سے نجات پاتی۔

ماہی گیر نے کہا تو نہایت شکستہ ہمارے اسکے گھر جا تو وہان سے پیسہ پاویگی اُسکی زوجہ بڑا تی ہوئی میرے گھر آئی اور دروازہ کھلا کر کہا اے حسن جبال میرے شوہر کو اسوقت ایک پیسہ کی ضرورت ہے کہ سوت لاکر اپنے جال کی مرمت کرے اور صبح کو مچھلیان پکڑنے جائے مجھے یاد تھا کہ وہ ایک پیسہ جو سعد نے دیا تھا فلان جگہ رکھا ہے مین نے اس عورت سے کہا ذرا ٹھہر جا تو میری بی بی پیسہ لاتی ہے اور اپنی عورت سے مین نے پتہ بتا دیا کہ فلان طاق مین پیسہ رکھا ہے اُٹھا دے اُسنے میرے بتانے سے وہ پیسہ لے جاکر اپنی ہمسائی کو دیا وہ عورت پیسہ پانے سے بہت خوش ہوئی اور میری بی بی سے کہا تو نے اور تیرے خاوند نے میرے شوہر پر بڑا احسان کیا مین اقرار کرتی ہون کہ جو پہلی دفعہ میرا خاوند جال ڈال کے مچھلیان پکڑے گا وہ سب تجھے لادونگی اور یقین ہے کہ میرا شوہر بھی اس اقرار کو قبول کرے۔

جب اُس عورت نے وہ پیسہ لے جاکر اپنے خاوند کو دیا اور اپنے اقرار سے آگاہ کیا اُسنے بہت خوش ہوکے اس اقرار کو بدل قبول کیا اور اپنی زوجہ سے کہا کہ تو نے بہت اچھا کیا کہ یہ اقرار اُسسے کرلی پھر وہ اپنے جال کی مرمت کر کے چار گھڑی کے تڑکے حسب معمول مچھلیان پکڑنے کے لیے دریا پر گیا اور اپنے کام مین بدل مصروف ہوا۔

اتنے مین تاریکی شب مستور ہوئی ظلمت کافور ہوئی شہرزاد نے دُرج دہان پر قفل خموشی لگایا بادشاہ خلوت کدہ سے باہر آیا دوسری شب کو جب شہریار ذی حشم خاقان خدم خلوت کدہ مین آیا اور شہرزاد پری خصال کو طلب فرمایا تو وہ سرو چمن ناز معشوقہ سراپا انداز پہلے بادشاہ شہریار کی تعریف مین رطب اللسان ہوئی توصیف مین یون عذب البیان ہوئی کہ یارب سلطان حاتم بذل ارسطو عقل کا نیر اقبال ابد الاباد تک تابان رہے خورشید جلال تا قیام زمین و زمان درخشان رہے

کف ہمتش غیرت ابر نیسان | کہ آن آب می بارد او گوہر افشان
چو مریخ خون ریز باشد بہ ہیجا | چو خورشید تابان بود عالم آرا
عدو غرق چون ز آب شمشیر او شد | حسودان نشانہ پے تیر او شد
ز پیلان او ہست یک پیل گردون | سبق برد خلقش بہ خورشید گردون
چو ایثار گنجینہ ہائے دہر او | چو احرار شمینہ ہائے دہر او
نہ مغموم شد ہیچ کس از در او | نہ محروم شد ہیچ کس از در او
صد و بست سالش بود زندگانی | با قبال و با جاہ و با کامرانی

بفیضش بود صحت و عافیت ہم		ز نیشش بود عشرت و تہنیت ہم	

اسکے بعد شہرزاد یون زمزمہ سنج بیان ہوئی کہ حضور جب ماہی گیر نے پہلی مرتبہ جال دریا مین ڈال کر کھینچا ایک ہی مچھلی کوئی سوا بالشت کی اُس جال مین آئی اُسنے اُس مچھلی کو علحدہ رکھ لیا پھر کتنی دفعہ جال ڈالا اور بہت مچھلیان پکڑین مگر وہ سب مچھلیان اس ماہی سے جسے پہلے پکڑا تھا چھوٹی تھین اُسکے برابر کوئی نہ تھی جب وہ ماہی گیر اپنے گھر آیا پہلے سب کاموں سے اُسنے یہ کیا کہ پہلی مچھلی پکڑی ہوئی ہاتھ مین لے کر حسن حبال کے پاس آیا اور کہا اے ہمسایہ رات کو میری قبیلہ نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ جتنی مچھلیان پہلی دفعہ مین جال مین آئینگی وہ سب تم کو دونگا چنانچہ ایک ہی مچھلی پہلے پہل جال ڈالنے مین مین نے پکڑی تھی لہذا وہ حاضر ہے اسکو احسان شب گذشتہ کا سمجھو اور میری بی بی نے جو تم سے اقرار کیا تھا مین نے اسکو ایفا کیا اگر جال بھر کے پہلی دفعہ مین آتین مین وہ سب تمکو لا دیتا مگر تمھاری قسمت مین یہی ایک مچھلی تھی جو پہلی دفعہ جال مین آئی —

حسن حبال نے اُس سے کہا وہ پیسا جو رات کو مین نے تمھین دیا تھا اسکی کیا حقیقت تھی کہ اسکا بدلا اور عوض لیا جاے ہرچند مین نے اس مچھلی کے لینے مین تکرار کی آخر بموجب اصرار ہمسایہ کے وہ مچھلی لے کر مین نے اپنی بی بی کو دی اور کہا جو پیسا رات کو ہم نے ماہی گیر کی زوجہ کو دیا تھا یہ اُسکا عوض ہے جو ظہور مین آیا مگر سعد نے تو ہم سے اقرار کیا تھا کہ بسبب اس ایک پیسے کے ہم دولت سے مالامال ہو جاینگے سب طرح سے فارغ البال ہو جاینگے —

پھر مین نے اپنی بی بی سے اُن دونون دوستون کے آنے کا حال اور سعد کے پیسہ دینے کا قصہ سب بیان کیا میری بی بی بھی اس ایک مچھلی کو دیکھکر متحیر ہوئی اور کہا مین اسکو کیا کرون پھر سوچ سوچ کر دل مین کہا کہ لڑکون کے لیے بھون لون اسواسطے کہ مصالح نہین ہے جو شوروے دار پکاؤن آخر میری بی بی نے اُس مچھلی کو صاف کرتے وقت اُسکے پیٹ سے ایک بڑا ٹکڑہ ہیرے کا پایا اُسنے جانا کہ یہ ٹکڑا شیشے کا ہے اگرچہ اُسنے فقط نام ہیرے کا سُنا تھا کبھی آنکھ سے نہ دیکھا تھا اُسنے چھوٹے بچے کو کھیلنے کے واسطے دے دیا وہ اسکو ہاتھ مین لے کر کھیل رہا تھا کہ اتنے مین اُسکے اور بھائی بہنون نے دیکھکر اُس سے لیا اُسکی خوبصورتی اور چمک دیکھکر سب اسکے مشتاق ہوے اور ہر ایک اسکو باری باری سے اپنے پاس رکھتا —

جب رات ہوئی اور چراغ روشن ہوا تو ہمارے بچے چراغ کی روشنی مین اُسے دیکھکر خوش ہوتے اور شور و غل مچاتے یہان تک کہ میری بی بی نے کھانا لاکر رکھا اور ہم سب کھانے کے واسطے

بڑے لڑکے نے اُس ہیرے کو ایک طرف دسترخوان کے رکھدیا اور چپکے ہو کے کھانا کھانے لگا بعد فراغت کھانا کھانے کے پھر وہ بدستور آپس مین واسطے اُس ہیرے کے لڑنے جھگڑنے لگے باوجود سُننے اس ہنگامہ کے ہم اصلا متوجہ نہ ہوے کہ کیون وہ بچے شور و غل کرتے ہین آخر جب بہت شور و غل کیا مین نے بڑے لڑکے کو بُلا کر پوچھا آج تم کس لیے آپس مین لڑ رہے ہو اُسنے کہا بابا ہم واسطے ایک ٹکڑے شیشے کے کہ مانند چراغ کے روشن اور چمکتا ہی آپس مین جھگڑتے ہین مین نے اس ٹکڑے کو منگوا کر دیکھا اسکی چمک دمک دیکھکر مین بھی متحیر ہو گیا اور اپنی بی بی سے پوچھا یہ شیشے کا ٹکڑا کہاں سے تمھارے ہاتھ لگا اسنے کہا مین نے اس مچھلی کے پیٹ سے صاف کرتے وقت پایا۔

مین نے سوا اسکے اور کچھ خیال نہ کیا کہ وہ ایک شیشے کا ٹکڑا ہی کہ مچھلی کے پیٹ سے نکلا بعد اسکے مین نے اپنی زوجہ سے کہا کہ چراغ کو اُٹھا کر مین کوٹھری کے اندر رکھدو جب ہماری نظر سے اوجھل ہوا روشنی اُس ہیرے کی اس قدر تھی کہ ہم سب کام بدون چراغ کے اسکی روشنی مین کرتے تھے ہم نے اُسکو کنارہ کوٹھری کے رکھدیا کہ ہم کو روشنی دیوے۔

یہ حال دیکھکر مین نے اپنے دل مین کہا سعد کے پیسے کی بدولت اتنا فائدہ ہوا کہ رات کو چراغ جلانا نہ پڑا تیل کی کفایت ہوئی اور جب ہمارے بچون نے دیکھا کہ ہم نے چراغ بجھا کر بجاے چراغ کے اُس شیشے کے ٹکڑے کو رکھا وہ اور بھی اُچھلنے کودنے اور شور و غل مچانے لگے یہان تک کہ اس شور کو سب اہل محلہ نے سُنا آخر میرے گھر کنے لڑکے چپ ہو گئے سو رہے اور ہم نے بھی اپنے بستر پر آرام کیا بند اپنا سب کام کیا۔

اتنے مین سہ

| جھلکا جھلکا سپیدہ صبح | ہلکا ہلکا سپیدہ صبح |

شہرزاد خاموش ہو لی اور بادشاہ روانہ دربار ہوا مصروف کاروبار ہوا جب شام کو بادشاہ خلوت کدہ مین آیا شہرزاد کو طلب فرمایا۔

خاتون جمیلہ شہرزاد بولی جہانپناہ کہ دوسرے دن حبال فجر کو اُٹھکر حسب معمول اپنے کاروبار مین مشغول ہوا شیشے کے ٹکڑے کا خیال دل سے جاتا رہا تھا میرے پڑوس مین ایک بڑا تاجر جوہری یہودی رہتا تھا جو خرید فروخت جواہر کی کیا کرتا تھا اس رات کو وہ اور اسکی بی بی جب قصد سونے کا کرتے بچون کے شور و غل سبب بے چین ہوئے اور دیر تک انکو شور و غل کی وجہ سے نیند نہ آئی۔

غرض صبح کے وقت اسکی بی بی اپنی اور خاوند کی طرف سے شکایت کرنے شور و غل کی میرے مکان

ہین آئی میری بی بی نے اُسے دیکھکر قبل اسکے کہ وہ کچھ شکایت کرے بانی الضمیر اُسکا دریافت کیا اور اسکا نام لے کے کہا اے راحیل تم نے بھی رات کو میرے بچون کے شور وغل سے تکلیف اُٹھائی ہوگی اُنکا قصور معاف کر دیجے تھوڑے مین ہنس دیتے ہین اور تھوڑے مین رو دیتے ہین اندر آؤ مین سبب اُنکے شور وغل کرنے کا جو موجب تمھاری شکایت کا ہی بیان کرون۔

جب وہ اندر گئی میری بی بی نے وہ شیشے کا ٹکڑا اُسے دکھلایا اور کہا یہی سبب اُنکے شور وغل کا تھا وہ یہودیہ کہ سب اقسام کے ہیرون کو خوب پہچانتی تھی اُس ٹکڑے کو دیکھکر متعجب ہوئی میری بی بی نے سب حال اُسکے مچھلی کے پیٹ سے پانے کا اس زن یہودیہ سے کہدیا اُسنے تجاہل عارفانہ کر کے کہا یہ ٹکڑا شیشہ کا بہ نسبت اور قسم کے شیشون کے اچھا ہی میرے پاس بھی اسی طرح کا ایک ٹکڑا شیشہ کا ہی کہ کبھی مین اُسکو پہنتی ہون اگر تو بیچے تو مین مول لے لون میرے بچے نام بیچنے کا سُنکے اپنی ماں سے رو کر کہنے لگے کہ تو اسکو نہ بیچ ہم پھر شور وغل نہ کرینگے۔

لڑکون کا اصرار دیکھکر وہ دونون عورتین چپ ہو رہین اور وہ یہودیہ رخصت ہو کے اپنے گھر چلی اور آہستہ میری بی بی سے کہا خبردار کوئی دوسرا شخص اس شیشے کے ٹکڑے کو نہ دیکھے اور بغیر اطلاع ہمارے اور کسی کے ہاتھ زنہار نہ بیچنا اور وہ یہودی فجر کو اپنی دوکان پہ گیا اسکی بی بی نے وہان جاکر اس شیشے کا ٹکڑے کا حال اُس سے ظاہر کیا۔

یہودی نے یہ کیفیت سُنکے کہا ابھی تو جاکے اس ٹکڑے کو میرے واسطے مول لے لے پہلے اسکی تھوڑی قیمت کہنا پھر بتدریج دام اُسکے بڑھا کے جتنے کو ہو سکے خرید لینا مال ہاتھ سے جانے نہ دینا یہودیہ بموجب حکم شوہر کے میرے بی بی کے پاس آئی اور کہا بیس اشرفی اُس شیشہ کے ٹکڑے کے دیتی ہون ابھی مول لیتی ہون۔

میری بی بی بیس اشرفی کا نام سُنکے اپنے دل مین سوچی کہ یہ قیمت اُسکی بہت دیتی ہی مگر اُسکا کچھ جواب نہ دیا اتنے مین مین اپنا کام چھوڑ کے واسطے کھانا کھانے کے گھر آیا اور دونون کو دروازے مین باتین کرتے دیکھا میری بی بی نے مجھے وہان ٹھہرا کے کہا بیس اشرفی قیمت اس شیشے کے ٹکڑے کی دیتی ہی مین نے اب تک کچھ جواب اسکو نہین دیا ہی تمھاری کیا مرضی ہی مین نے سعدی کی بات کو یاد کیا کہ اسنے کہا تھا کہ یہ پیسہ تمکو بہت کچھ دلوائے گا فائدہ دلوائے گا سچ ہی ؎

دوست آن باشد کہ گیرد دست دوست	در پریشان حالی و درماندگی

قیمت پر راضی ہو تو میں پچاس اشرفی دیتی ہوں میں نے دیکھا یہودیہ ایسی جلدی پچاس اشرفیوں سے
پچاس ہزار کہنے لگی ہے شاید اسکی قیمت بہت زیادہ ہوگی میں خاموش ہو رہا کچھ جواب نہ دیا ۔

ہر زر عالم قیمت خود گفتہ ام	نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

آسنے مجھے خاموش دیکھ کے کہا ایک سو اشرفی لو اور یہ اسکی قیمت بہت ہے میں نہیں جانتی کہ میرا خاوند
اتنی قیمت دینے پر راضی ہو یا نہیں ۔
میں نے کہا بی بی کچھ ہوش کی باتیں کرو میں اس ٹکڑے کو لاکھ اشرفی سے ہرگز نہ بیچونگا اور اس قیمت
پر بھی بیچنا اور تمہارے شوہر کو دیتا ہوں اس لیے کہ تم میرے ہمسایہ میں ہو ۔
پھر وہ یہودیہ بڑھتے بڑھتے پچاس ہزار اشرفی تک آئی اور مجھ سے کہا تم رات تک ذرا تامل کرو کہ میرا
خاوند اسکو ایک نظر دیکھ لے میں نے کہا بہتر ہے ۔
رات کو اسکا خاوند یعنی وہ یہودی میرے گھر آیا اور میں نے اس ہیرے کو دکھلایا ہنوز چراغ نہیں
آیا تھا مگر وہ گوہر شب چراغ میرے ہاتھ میں چمک رہا تھا یہودی کو اسوقت جو کچھ کہ اسکی بی بی نے کہا تھا
یقین ہوا اور اسکو اپنے ہاتھ میں لے کر دیر تک جانچا اور پھیر پھیر کے دیکھا نہایت متحیر ہوکے کہا کہ میری بی بی
پچاس ہزار اشرفی دیتی ہے میں بیس ہزار اشرفی اسپر اضافہ کرتا ہوں میں نے کہا تم کو زبانی اپنی بی بی
کے معلوم ہوا ہوگا بخوبی مفہوم ہوا ہوگا جو میں نے اسکی قیمت اس سے کہدی ہے یعنی ایک لاکھ اشرفی سے
کم میں اسکو نہ بیچونگا ۔

اگر دو عالم [illegible]	[illegible]

ہر چند اسنے چاہا کہ لاکھ اشرفی سے کم قیمت لوں میں نے کہا اگر تم اس قیمت کو نہ لوگے تو میں اور
جوہریوں کے ہاتھ اس ہیرے کو بیچونگا ۔

از سر بازار دنیا جو خریدار است بیچ ڈالو اسے ملجائے گی قیمت اچھی	ہم ہیں اور یہی اسکے خریدار بہت سو خریدار میں موجود جو مال اچھا ہے

آخر وہ یہودی اس قیمت پر راضی ہوا اور دو ہزار اشرفی بطریق بیعانے کے مجھے دے کے کہا کل میں سب
اشرفیاں تجھے لا دونگا اور اس ہیرے کو لے جاؤنگا میں بھی اس بات پر راضی ہوا اور وہ یہودی
اپنے دل میں مسرور زیادہ ہوا دوکان بند کرکے اپنے گھر آیا بی بی کو یہ مژدہ سنایا خدا کا شکر بجا
لایا سعد کی اعانت سے گوہر مقصود ہاتھ آیا تھوڑے زمانہ میں دل کی کلفت دور ہوگی اب نصیب
راحت اور کثیر دولت ہوگی ۔

اتنے مین سے

منشی سحر ہاتھ مین لیکر قلم زر　　لکھنے لگا منشور [illegible] معزولی لشکر
سے زرد سپیہ شب کو کیا خارج از دفتر　　منصوب ہوا عامل ہر وزیر اپنی جگہ پر

مہتاب پہ [illegible] قلم امر و نہی کا
یہ داغ چراغون کو ملا برطرفی کا

شہرزاد یہ کہتے کہتے چپ ہو رہی [illegible] شام کی [illegible] ہو کر کہا شہریار [illegible] شب کو بقیہ قصہ سناؤنگی کہ طوطی بھی بند ہو جائے حضور کی روح خورسند ہو جائے

کرون جو مین بیان اگر اپنے سخن غزل خوانی　　تو بلبلین ہون مرے چہچہے کی دیوانی
نہال میرے سخن کا کبھی جو کھینچے قد　　برنگ سایہ پڑے پانون سرو بستانی
کرے طلوع اگر مہر فکر کا میرے　　نہ آفتاب مین ذرہ رہے درخشانی

بادشاہ نے خوش اور محظوظ ہو کر کہا شہرزاد اس فن قصہ گوئی مین تو ہزار داستان ہے بیشک سحر بیان و شیرین زبان ہے خداوند کریم جلد شب کی صورت دکھائے کہ بقیہ قصہ تمہاری زبان معجز بیان سے میرے سننے مین آئے

عشوہ و ناز و کرشمہ سے مجھے شاد کرو　　دل ویران کو شب وصل سے آباد کرو

شہرزاد کہنے لگی کہ دوسرے دن اس یہودی نے اپنے دوستون اور شہریون سے قرض لیکے ایک لاکھ اشرفی گن دین [illegible] وہ ٹکڑا ہیرے کا اُسے دیدیا حسن حبال نے کہا اسی سبب سے مجھے فراغت حاصل ہوئی اور جب دولت غیر مترقبہ مین نے پائی خدا کا شکر بجا لایا اور مین نے چاہا کہ اسی طرح شکر سعد اور سعدی کا جاکر بروقت ملاقات بجا لاؤن۔

پھر مین نے اس دولت خداداد سے اپنا اسباب امیرانہ درست کیا اور میری بی بی نے بھی اپنے بچون کی درستی اسباب و پوشاک کی کرلی اور ہم نے ایک بڑا گھر مول لے کر اسکو چھت پردے وغیرہ اسباب و سامان سے تیار کیا۔

اسکے بعد مین نے اپنی بی بی سے کہا اب ہمکو مناسب یہ ہے کہ اپنے قدیم پیشے کو نہ چھوڑین اسکے لیے کچھ دولت اکٹھا رکھین اُسی سے اسکا کاروبار کیا کرین۔

پھر مین نے سب کاریگر شہر کے نوکر رکھے اور [illegible] کو [illegible] ایک ایک کارخانہ انکے سپرد کر دیا اب کوئی محلہ بغداد کا باقی نہین [illegible] لگا [illegible] پھیرا

کاروبار رسی کا تھا اور اسی طرح سے ہر ایک شہر اور ہر ایک ضلع مین ایک ایک کارخانہ مقرر کرکے ایک ایک ایجنٹ وہان متعین کیا ہی اب مجکو اس سبب سے دولت کثیر حاصل ہوتی ہی اور واسطے اپنے کارخانہ خاص کے ایک بڑا مکان اور مول لیا جسمین زمین بہت تھی مگر وہ گھر بہت شکست و ویران تھا مین نے اُسکو توڑ کر پھر از سر نو اسمین ایک عمارت عالی شان بنوائی جسکو کل حضور نے ملاحظہ فرمایا تھا اسمین صرف میرے کارندے رہتے تھے اور دفتر حساب کتاب کا بھی وہین ہی اور اسباب اپنا اور اپنے اہل و عیال کی ضرورت کا اسی مکان مین رکھتا ہون۔

اسکے بعد مین اپنے قدیمی گھر کو جسمین سعد اور سعدی آتے تھے چھوڑ کر نئے محل مین کہ خاص اپنے رہنے کے لیے بنوایا تھا آرہا۔

بعد ایک مدت کے سعد اور سعدی نے مجھے یاد کیا اور چاہا کہ پھر مجھے دیکھین وہ دونون اُسی مکان قدیم مین آئے مجکو اور میرے چھوٹے سے کارخانہ کو اُس مقام پر نہ پاکے بہت متحیر ہوے پھر وہان کے رہنے والون سے پوچھا کہ فلان رسن فروش کہان ہی جیتا ہی یا مر گیا لوگون نے کہا صاحب اب تو وہ بڑا تاجر ہی اب اُسکا نام خالی حسن کرکے کوئی نہین لیتا بلکہ اُسے خواجہ حسن حبال کہتے ہین اور اب فلان مقام پر ایک محل عالی شان بنوایا ہی وہین رہتا ہی۔

پھر وہ دونون مہربان میرے پوچھتے ہوے وہان آئے مگر سعدی کو اصلا یقین نہ تھا کہ یہ دولت و حشمت مجکو بسبب اُس پیسے کے ہوئی ہی اس امر کو تصور کرکے اُسنے سعد سے کہا مین حسن حبال کو مرفہ حال دیکھ کے نہایت خوش ہوا اگرچہ اُسنے دو جھوٹ مجھ سے بولے یہان تک کہ چار سو اشرفیان مجھ سے لین اور اُسی سرمایہ سے اُسنے یہ دولت بڑھائی اور وہ پیسہ کا جو تم نے اُسے دیا تھا محال ہی کہ اُس سے اسقدر فراغت اُسکو حاصل ہو۔

سعد نے کہا یہ خیالات تمھارے بالکل غلط ہین حسن حبال آدمی فریبی و دغا باز نہین ہی جو اُسنے پہلے تم سے کہا تھا وہ صحیح و درست ہی اور مجھے یقین کلی ہوا کہ اُسی پیسے کے سبب یہ فارغ البالی و خوشحالی اُسکو میسر ہوئی عنقریب زبانی خواجہ حسن کے اسکا کل حال تمھین معلوم ہوگا قدرت خدا مین انسان کو کیا دخل ہی اسکے کارخانے مین عاری عقل ہی ۔

کچھ اپنچا نہین اسکا کہ خدا قادر ہی	پل مین چاہے تو گدا کو وہ کرے تخت نشین

یہی گفتگو کرتے ہوے وہ دونون شفیق اُس کوچہ مین جہان میرا گھر تھا تشریف لائے عمارت جدید کی رفعت و عظمت دیکھ کے پہچان گئے کہ یہ نو تعمیر مکان مقرر خواجہ حسن کا ہوگا پھر انھون نے دروازہ پر

دستک دی میرے دربان نے دروازہ کھول دیا۔
سعدی بہت کروفر اور کثرت شاگرد پیشہ کی دیکھکر خائف ہوا کہ مبادا یہ گھر کسی اور امیر کبیر کا ہو تو مفت مین خفت حاصل ہو۔
غرض جرات کرکے دربان سے پوچھا کیا یہ مکان خواجہ حسن حبال کا ہی دربان نے جواب دیا کہ یہ گھر انھین کا ہی اندر آیئے خواجہ صاحب اپنے دیوان خانہ مین بیٹھے ہین وہان اکثر خادم ہندوستانی موجود ہونگے آپ کی فوراً اطلاع کر دینگے۔
پھر وہ دونون صاحب آگئے مین نے دیکھتے ہی انکو پہچان لیا اور جلد اپنی جگہ سے اُٹھکے انکی طرف دوڑا اور انکی قبا کے دامنون کو بوسہ دیا ہرچند وہ چاہتے تھے کہ معانقہ کرین مین ازراہ فروتنی کے اپنے تئین اس سے باز رکھتا تھا آخر کو بڑے تپاک سے اندر لیجا کے ایک دالان رفیع مین بہت اچھی جگہ چاہا کہ بٹھاؤن مگر وہ اصرار کرتے تھے کہ یہ بیٹھے۔
پھر مین نے کہا کہ صاحبو مین اپنی اوقات بھولا نہین ہون وہی غریب ٹکے کا آدمی حسن رسی ساز ہون ہمیشہ تمھارے حق مین دعاے خیر کرتا ہون ؎

سرمنت کش اٹھتا نہین بار ندامت سے	ترے لطف و عنایت کی ہی اسقدر ہے گرانباری

اور تمھارے حقوق مین نے فراموش نہین کیے یہ سب آپ ہی کا تصدق ہی اور آپ ہی کے طفیل سے مجکو یہ ثروت حاصل ہوئی ہی جو مین کہون اُسکو بجا ہے آخر وہ ایک جگہ بیٹھ گئے مین بھی اُنکے مقابل بیٹھا تنا وصفت اُنکی کرتا رہا۔
سعدی نے سلسلۂ سخن آغاز کیا کہ ہم تمھین اس حال مین دیکھکر نہایت خوش ہوے اور خدا نے جیسا کہ ہمارا جی چاہتا تھا تمھین اُس رتبہ کو پہونچایا اور مجھے یقین ہی کہ انھین چارسو اشرفیون کے سرمایہ سے جو مین نے تمھین دی تھین یہ سب دولت و حشمت تم کو حاصل ہوئی ہوگی لیکن سچ کہو کہ کسواسطے تم میرے فریب دینے کے واسطے سابق مین دو دفعہ جھوٹ بولے۔
سعد یہ کلام سعدی کا سنکے دل مین تاو پیچ کھاتا رہا مگر چپکے سُنے گیا جب وہ کہہ چکا تو یہ گویا ہوا کہ قبل اسکے کہ حسن حبال تمھین اس بات کا کچھ جواب دے مین عرض کرتا ہون کہ جو کچھ تم سے پہلے حسن نے حال نقصان اشرفیون کا کہا تھا سب صحیح و درست ہی سر مو اسمین فرق نہین ہی جھوٹ اسمین ذرا نہین کہیت ہی۔
پھر اُن دونون مین باہم اسی بات پر حجت و تکرار ہونے لگی مین نے کہا صاحبو اس گفتگو

کو جانے دو میرے واسطے کیون رنج اٹھاتے ہو آگے میرے اوپر جو کچھ کہ گذرا تھا وہ تم سے مین نے کہا خواہ اُسکو سچ جانو یا جھوٹ سمجھو اور اب بھی جو کچھ ظہور مین آیا ہی تمہارے حضور مین کہتا ہون بہر حال مین تمہارا ممنون احسان ہون تابع فرمان ہون ؎

آپ کی فیض رسانی کا یان تب بھی ہو	بہر تقریر ملین گر لب دریا مجھکو

چنانچہ تمام حال اُس پیسے کے دینے کا ماہی گیر کو اور ہیرے کے نکلنے کا مچھلی کے پیٹ سے جیسا کہ مین نے آپ کے حضور مین کہا اُنسے بھی ظاہر کیا۔

سعدی نے اُسے سُنکے کہا ای خواجہ حسن اتنے بڑے ہیرے کا مچھلی کے پیٹ سے نکلنا ویسا ہی ہی جیسا کہ چیل تمہارے سر پر سے پگڑی لے گئی اور تھیلی بھوسی کی دے کے سر دھونے کی مٹی بدل لی اگرچہ وہ سچ ہی کیون نہو مگر مجھے باور نہین آتا کسی طرح سے ذہن قیاس نہین ہو سکتا یہ سب فراغت انھین اشرفیون کے سبب سے تمہین ہوئی ہی۔

یہ کہکے وہ اُٹھے اور مجھسے رخصت ہونے لگے مین بھی اُٹھ کھڑا ہوا اور اُنسے کہنے لگا صاحبو تم نے میرے حال پر نہایت کرم کیا کہ میرے غریب خانہ پر قدم رنجہ فرمایا ؎

از در آمدنت اگر شمرہ زرشتے	در رہ گذرت گل و سمن کاشتمے

مگر مین امیدوار ہون کہ شب کو یہین ماحضر تناول فرمایئے اور اسی فقیر خانے مین شب باش ہو جیے صبحکو مین آپ کو دریا کی سیر کے لیے اور وہ مکان دکھانے کو لے چلونگا جو مین نے لب دریا تفریح طبع کے لیے مول لیا ہی از سر نو تعمیر کیا ہی۔

تصویر حسن حبال کی مع سعد و سعدی کے اُس مکان پر تکلف مین آنے کی جہان طرح طرح کے کھانے دسترخوان پر چنے اور عورت و مرد ناچے اور قسم قسم کے ...

اُنھون نے بعد معذرت کے میری غرض کو قبول کیا مین نے اُنکے واسطے کھانا تیار ہونے کا حکم دیا اور اُنکو سب اپنے مکانات و اسباب اور سامان دکھلانا شروع کیا اور ہر ایک طرح کی باتین خوشی اور فرح آمیز آپس مین کرتے رہے یہانتک کہ خادمون نے خبر دی حضور کھانا تیار ہی مین اپنے اُن دونون دوستون کے اُس کمرے مین لے گیا جہان دسترخوان بچھا ہوا تھا اور انواع و اقسام کے شیرین و نمکین کھانے اُسپر چنے ہوے تھے اور شمعین جابجا روشن تھین اور آگے میز کے گانا بجانا ہو رہا تھا اور ایک سمت کو زنانے اور مردانے طائفے گا رہے تھے اور سوا اسکے بہت تماشے اُن دونون کو دکھلائے دونون صاحبون نے بے تکلف کھانا کھایا پھر بادۂ ارغوانی کا دور رہا نقشہ ہی کچھ اور رہا حالت سرور و نشہ مین سعدی نے نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ یہ غزل گائی حاضرین کی طبیعت بہلائی ؎

تا ال آفرینش دمبدم پیغام رخصت ہی — اجل ہی دست بستہ گرمی بازار رحلت ہی
متاع مستعار زندگی پر ناز بیجا ہی — کہ پاس انسان کے ہر چند ذرہ یہ ودیعت ہی
عبث ہم کو امید وصل جانان ہی کہ ہر لحظہ — انیس خلوت شبہای تیرہ رنج فرقت ہی
میسر ایک دن ہی ظلمت شبہای تنہائی — فروغ زندگانی پر حسرت انسان کو نحوست ہی
نہ بھول ای بلبل شیدا ازمان موسم گل پر — کہ دور عمر ہی سے کب گل و گلشن کو فرصت ہی
بشکل دیدۂ تصویر حیرانی ہمہ کو ہی — نہین معلوم کس آئینہ رو کا محو طلعت ہی
مین رند بادہ کش ہون زہد سے کیا کام مجھکو — کسے کہتے ہین تقوی کون پابند طریقت ہی
کسے کہتے ہین تقوی کس کو استغفار کہتے ہین — اونڈیلو مے پیو ساغر کہ دور عیش رخصت ہی
بلیغ خستہ دل ساغر پیو عہد جوانی ہی — ازل سے حضرت پیر مغان کی یہ وصیت ہی

سعد نے بھی اسی ردیف و قافیہ کی غزل بحر ہزج مین گانا شروع کیا سب کے دلون کو اپنی جانب رجوع کیا ؎

ازل سے طاعت پیر مغان اپنی سعادت ہی — کہ مے ایمان ہی میرا سجدہ جاے عبادت ہی
خم محراب ابرو ہمکو ہر جاے سجدہ ہی — تلاوت مصحف رخسار کی عین عبادت ہی
گمان ہوتا ہی عنقا کا ہمارے جسم لاغر پہ — فراق یار مین کس مرتبہ اوج نحافت ہی
نہین اٹکے ہین بس کھٹکے مرے پا خار صحرا کے — سر شوریدہ بھی نت کشش سنگ ملامت ہی
کمی کم کیجیو مقتل مین زور بازوے قاتل — کہ مجھکو ایک مدت سے تمناے شہادت ہی

ذقن ہی چاہ زمزم اور دہن سرچشمۂ حیوان
لب جان بخش جانان شکرستان جلادت ہی

بشکل قیس کس لیلی شمائل کے تعشق مین
وراء عقل و دین از جھمت ناموس وطاقت ہی

کہون کیا مین کہ ذکر بوے گل سے سرگرانی ہی
یہ ادنی اُس پری رخسار کا طرز نزاکت ہی

پہونچنا ہم سفر ملک عدم مین کچھ نہین آسان
بڑی منزل سفر مشکل عجب بُعد مسافت ہی

کہان تو اور کہان تیرے بلیغ اشعار ایسے مین
سمجھ اُسکو خداوند ازل کی یہ عنایت ہی

جب آدھی رات گئی آرام کیا دم سحر بعد اداے نماز مین نے کہا اب چلکے میرا مکان و باغ جو لب دریا مین نے بنوایا ہی ملاحظہ فرمایئے –

القصہ کشتی بہت تکلف کی مین نے سیر کے واسطے بنوائی تھی منگائی اُسپر باہم سوار ہوے باغ مین پہونچے اسکی تیاری پھولون کا رنگ کیاریون کا ڈھنگ دیکھ کے اُنکی طبیعت فرحناک ہوئی سب قسم کے میوون کے درخت روشون کے کنارے برابر لگے ہوے تھے اور دریا سے بڑی نہرون مین ہوکے پانی سب جگہ پہونچتا تھا اور میوے پختہ درختون مین لگے ہوے اور پھول چمنون مین کھلے ہوے جنکی خوشبو سے تمام باغ مہک رہا تھا دماغ معطر ہوتا تھا ؎

درختانش کشیدہ شاخ در شاخ
بہ تنگ آغوشی ہم تنگ گستاخ

چنارش را قدم بر دامن سرو
حمائل دستہا بر گردن سرو

قد رعنا کشیدہ نخل خرما
گرفتہ باغ را از وکار بالا

اگر فردوس بر روے زمین ست
ہمین ست و ہمین ست و ہمین ست

اور جا بجا آبشارین اور فوارے چھوٹ رہے تھے اور طرح طرح کے جانور خوش الحان درختون پر بیٹھے چہچہا رہے تھے اور سوا اسکے بہت چیزون کو جنکے دیکھنے سے دل کو نہایت فرحت حاصل ہوتی تھی وہ دونون صاحب دیکھکر کمال مسرور ہوے کبھی میری شکرگزاری کرتے تھے کہ تم نے ایسی سیر دکھائی کہ دل باغ باغ ہوگیا اور کبھی کہتے تھے کہ خداے تعالے تمھین یہ مکان و باغ مبارک کرے آخرالامر پھرتے پھرتے ایک درخت بہت بلند و سرکشیدہ کے قریب پہونچے کہ اُس طرف کنارے پر باغ کے لگا ہوا تھا اسکو دکھلا کے ایک مختصر مکان مین واسطے کھانا کھلانے کے لے آیا اور دالان مین جہان مسند تکیہ لگا ہوا تھا اُن دونون شخصون کو بٹھایا –

اس باب مین وہ دو لڑکے میرے جنکو مین نے دو تین دن قبل اُنکے معلم سمیت اُس باغ مین واسطے تبدیل آب وہوا کے بھیجا تھا آشیانے چڑیون کے ڈھونڈھتے ہوے ایک درخت کے نیچے گئے چنانچہ

چنانچہ اُنکو وہان ایک آشیانہ نظر پڑا بے اختیار ہوکے چاہا کہ اُس درخت پر واسطے آتارنے اُس آشیانے کے چڑھ جائین مگر بسبب کمزوری اور بے کثرت ہونے کے چڑھنے کی جرات اپنے مین نہ پائی آخر غلام کو جو انکی خدمت مین رہتا تھا اس درخت پر چڑھایا وہ غلام اس درخت پر چڑھ گیا اور آشیانے کو دیکھکر نہایت متعجب ہوا کہ وہ کپڑے سے بنا ہوا تھا وہ جھونجھ بجنسہ اُس درخت سے آتار لایا اور میرے لڑکون کو وہ پگڑی دکھلائی پگڑی دیکھا اسکو ہاتھ مین لیے ہوے میرے دکھلانے کو لایا مین نے اسکو دور سے دیکھا کہ نہایت خوشی سے میری طرف آتا ہی اور اسکو میرے آگے رکھکے کہا بابا دیکھو یہ آشیانہ کپڑے کا بنا ہوا ہی سعد اور سعدی بھی اُسے دیکھکر مجھسے زیادہ متعجب و متحیر ہوے۔

جب مین نے اچھی طرح سے اس آشیانے کو دیکھا تو وہی دستار کو پہچانا کہ یہ وہی دستار ہی کہ جسکو چیل میرے سر پر سے جھپٹا مارکے لے گئی تھی پھر مین نے اُن دونون دوستون سے کہا تم بھی خوب غور کرکے دیکھو کہ یہ وہی دستار ہی کہ اُس دن میرے سر پر تھی جس دن کہ پہلے پہل آپ لوگون نے میرے کارخانہ مین قدم رنجہ کیا تھا۔

سعد نے کہا مین تو پہچان نہین سکتا سعدی بولا کہ اگر ایک سو ایک اشرفیان اُسمین ہون تو جانیے کہ یہ وہی دستار ہی مین نے کہا صاحب بیشک یہ وہی میری پگڑی ہی تب مین نے اُسکو اندازکیا تو بہت بھاری پایا کھولا تو ایک چیز بھاری اُسمین بندھی ہوئی تھی جب اُس گرہ کو کھولا تو اُسمین وہی تھیلی اشرفیون کی نکلی مین نے اُس تھیلی کو دکھلاکے سعدی سے کہا پہچانو یہ تھیلی تمھاری ہی سعدی سے پہچان کر کہا فی الحقیقت یہ وہی تھیلی اشرفیون کی ہی جو مین نے تم کو اول ہی دفعہ دی تھی پھر مین نے منھ اس تھیلی کا کھول کے غالیچہ پر آگے سعدی کے اشرفیان ڈھیر کر دین اور کہا اسکو شمار کرو اُسنے گنین وہ پوری ایک سو ایک اشرفیان تھین۔

سعدی اس معاملہ سے نہایت خجل ہوا اور اقرار کیا کہ اب مجکو تمھارے کہنے کا یقین ہوا میری بدگمانی غلط تھی تم صحیح کہتے تھے مگر اب آدھی فراغت تم کو اُن دو سو اشرفیون سے ہوئی ہی جو دوسری مرتبہ تم کو دین تھین اور آدھی اُس پیسے کے سبب سے جو سعد نے تمھین دیا تھا مین سنکے خاموش ہو رہا مگر سعد اور سعدی کے درمیان پھر بحث و تکرار ہونے لگی گفتگو بیکار رہونے لگی بعد ازان کھانا کھایا اور اُس ہوادار مکان مین سو رہے۔

تھوڑے دن رہے اُٹھے مکانات کی سیر مین اور اُسکی تیاری دیکھنے مین شام ہوگئی چونکہ پہلے سے قصد شب باشی کا وہان نہ تھا اسوجہ سے گھوڑون پر سوار ہوکے بغداد کو چلے اثنائے راہ مین سب

خدمتگار ہم سے جدا ہو کے پیچھے رہ گئے دانہ گھوڑون نے نہین کھایا تھا اور سب دکانین شہر کی بند ہو گئی تھین دو تین غلام کہ ہمارے ساتھ دوڑے چلے آتے تھے دانہ تلاش کرنے گئے چنانچہ ایک غلام نے ایک مٹکی بھوسی کی بھری ہوئی کسی بنیے کی دکان پر رکھی ہوئی دیکھی وہ اُس بنیے سے اُس بھوسی کو مول لے کے مٹکی سمیت ہمارے پاس اٹھوا لایا اس اقرار پر کہ کل ہم تمہاری مٹکی بھجوا دینگے۔

پھر وہ غلام مٹکے سے بھوسی نکال نکال کے ہر ایک گھوڑے کو دینے لگا اندھیرے مین ایک کپڑا اُسکے ہاتھ لگا اور بھوسی سے بھاری معلوم ہوا وہ غلام اس کپڑے کو بجنسہ میرے پاس لے آیا اور مجھے دیا کہ دیکھیے یہ وہ کپڑا تو نہین ہے جسکا قصہ آپنے کئی بار ہم لوگون سے بیان کیا ہے مین نے اس کپڑے کو دیکھکر پہچانا کہ بجنسہ یہ وہی کپڑا ہے جسمین ایک سے نوے اشرفیان باندھ کے بھوسی کی مٹکی مین ڈال دی تھین نہایت خوش ہو کے مین نے اپنے دوستون سے کہا صاحبو خدا نے مجھے قبل اسکے کہ مین اور تم جدا ہون سرخرو اور سچا کیا علی الخصوص سعدی سے کہا یہ دوسری ایک سے نوے اشرفیان مین جو دوبارہ آپنے مرحمت کی تھین اور مین اس پرانے چیتھڑے کو جسمین انھین باندھا تھا خوب پہچانتا ہون پھر مین نے اُس مٹکی کو اپنے سامنے اُٹھوا منگوایا اور اپنی بی بی کے پاس بھی پہچاننے کے لیے بھیجا کہ یہی مٹکی ہے جس سے تم نے مٹی بدلی تھی میری زوجہ نے بھی اُسے شناخت کر کے کہلا بھیجا کہ فی الواقع یہ وہی مٹکی ہے جسمین مین بھوسی رکھتی جاتی تھی اور بضرورت سر دھونے کی مٹی سے بدل لی تھی مع مٹکی دے دی تھی۔

سعدی نے یہ حال دیکھ کے اقرار کیا کہ مین غلطی پر تھا اور سعد سے کہا اب مین نے تمھارے قول کی تصدیق کی اور اسپر اعتقاد میرا جم گیا کہ دولت بسبب دولت کے نہین بڑھتی بلکہ حضرت خدا کی عنایت سے فقیر غنی ہو جاتا ہے ؎

بخت و دولت بکاردانی نیست	جز بتائید آسمانی نیست

مال بے تدبیر و تلاش ہاتھ آتا ہے گو بشر اُسکے تجسس مین تمام عمر خاک اُڑاتا ہے ؎

پل مین چاہے تو گدا کو دے تخت نشین	کچھ اچنبھا نہین اسکا کہ خدا قادر ہے

سعدی نے یہ تذکرہ کر کے مجھ سے معذرت کی اور ہم سب سو رہے صبح کو جب آفتاب عالمتاب نے رخ نورانی اپنا پردہ مشرق سے نکال کے عرصہ گاہ جہان کو اپنے جلوے سے نورانی کیا وہ دونون دوست مجھ سے رخصت ہو کے اپنے اپنے مکان پر گیے اور انھین یقین ہوا کہ مین نے کچھ قصور اور صرف بیجا اُن اشرفیون مین نہین کیا۔

خلیفہ ہارون رشید نے جب یہ قصہ زبانی خواجہ حسن کے سُنا کہا مجھے پہلے سے زبانی اہل محلہ کے

معلوم ہی کہ تمہارا خرچ فضول نہین ہی اور تم نہایت نیک چلن اور خوش گذران شخص ہو گر بد دولت برسی مست نہ گردی مردی + اور وہ ہیرا جس نے تمھین یہ مرتبہ اعلی بخشا وہ میرے خزانہ مین موجود ہی سبحان اللہ کون ہے اور کسکو ملے تو سعدی کو بلا لا کہ وہ اپنے انکھ سے اُس ہیرے کو دیکھے اور یقین کلی اُسکو ہو کہ دولت صرف تدبیر سے ہاتھ نہین آتی بلکہ تقدیر کو بڑا دخل ہی جب تک تقدیر پلٹا نہین کھاتی تدبیر بھی راست نہین آتی ہے

چاک کو تقدیر کے ممکن نہین کرنا رفو	سوزن تدبیر ساری عمر کو سیتی رہی

اور اے حسن حبال اس فسانۂ حیرت افزا کو میرے خزانچی سے بھی بیان کر کہ وہ اس حال کو بطور یادگار کے آب زر سے لکھوا کر اس ہیرے کے ساتھ میرے خزانے مین رکھے پھر خلیفہ نے خواجہ حسن کو رخصت کیا بابا عبداللہ نابینا و سیدی نعمان نے بھی پایۂ تخت کو بوسہ دے کے اپنا رستہ لیا اور خلیفہ کی شان مین دعائیہ اشعار زبان پر لایا ہے

یا الٰہی جبتلک گنبد زیر چرخ چنبری	شہسواران مہ و خورشید کی ہی زیر ران
گرم جولانی ہی جبتک ابلق لیل و نہار	ہمعنان انکے رہے اقبال و دولت جاودان

زمانہ نے گردش لیل و نہار کا رنگ دکھایا سپیدۂ صبح نے ماہ و ستارون کی چمک کو مٹایا روز روشن کا ظہور ہوا نقشہ ہی کچھ اور ہوا ہے

منشی سحر ہاتھ مین لے کر قلم زر	لکھنے لگا منصوبی و معزولی لشکر
لے فرد سیہ شب کو کیا خارج دفتر	منصوب ہوا عامل روز اپنی جگہ پر

مہتاب پہ جاری تھا قلم امر و نہی کا
پر وانہ چراغون کو ملا برطرفی کا

شہرزاد نے قفل خموشی دہن مین لگایا دنیازاد نے بیقرار ہو کے یہ فقرہ سُنایا بہن یہ کہانی اچھی تھی افسوس صبح ہو گئی شہرزاد بولی باجی جان اگر آج جان بچی تو کل قاسم و علی بابا کا افسانہ حیرت افزا سُناؤنگی سامعین خوش ہونگے ایسی حکایت زبان پر لاؤنگی شہریار تو اسکی تقریر پر شیدا تھا یہ کہکے بستر راحت سے اُٹھا کہ تیری سحر بیانی نے میرا دل مسخر کر لیا جب تک سلسلۂ سخن اختتام نہ پائے گا تیری حیات کو زوال نہ آئے گا ذریتغ بکف حکم کا منتظر تھا فرد جان بخشی سُنکے خوش ہوا وہ دن مشاغل سلطنت مین گذرا شام کا ہنگامہ گرم ہوا رات کی سیاہی نے دن کی سفیدی کو چھپا لیا بادشاہ ماہ داخل انجمن انجم ہوا شہریار نے خلوت سرا کا عزم کیا کچھ دیر استراحت کی جب

زلف لیلائے شب تا کمر پہونچی داستان چھڑ گئی —

قصہ علی بابا و چالیس ٹھگون کا ایک لونڈی کی چالاکی سے قزاقون کا مارا جانا علی بابا کا دولت بے شمار پانا

شہرزاد عرض پیرا ہوئی —

رنگین نشاط سے ہی سفید و سیاہ دہر ‖ ہر ایک زمانہ جو تو ہا سوار رخش
اس غم کدہ کو چرخ نے عشرت کدہ کیا ‖ اب دیکھیے دکھائیگا کیا کیا نمائش
لانے لگا نہال محبت گل مراد ‖ پنپتا ہی نخل غم کے لیے برگ و بار عیش
جو کچھ انبساط و فرحت و خوشی سے عجب نہین ‖ آخر کہ غمزدون کے دلون پر ہو بار عیش
رحمت سے حق کے دور نہین جنتی کا باج ‖ گر آج دوزخی کو ملین بے شمار عیش
لکھا کسی نے بھول کے گر کوئی حرف غم ‖ نکلا زبان خامہ سے بے اختیار عیش
گر بس چلے تو ہاتھ سے مینا سے جو نہ رکھ ‖ جی بھر کے خوب پی کہ جو ہو خوشگوار عیش

اے سلطان عالی جاہ خاقان کلاہ سے

ترے بہار کرم سے ہر ایک ہی زر دار ‖ بھرے ہے چمن بھی گل اشرفی سے جیب و کنار
جو نام لے کے ترا توڑے گل کوئی گلچین ‖ تو ہاتھ مین ہو زر گل طلائے دست افشار
ترا وہ حکم وہ قدرت ہی تو اگر چاہے ‖ ہر اک فقیر کا گھر اس طرح سے ہو تیار
بجائے آب ہو آب گہر کا صرف یہین ‖ خریدین سونے کی اینٹین بنائین گھر معمار
دعا یہ میری ہی ہو مثل خضر ہو عمر تری ‖ کبھی نہ ہو تو مسیحا کی طرح سے بیمار

ملک پارس مین دو بھائی تھے ایک کا نام قاسم دوسرے کا علی بابا تھا باپ اُنکا جب اس جہان فانی سے ملک جاودانی کی طرف روانہ ہوا تھوڑا سا ترکہ پدری اُنکے ہاتھ آیا اس وجہ سے کہ یہ کوئی مالدار شخص نہ تھا متوسط الحال آدمی تھا یہی باعث کمی تھا قاسم نے ایک بڑے دولت مند کی بیٹی سے عقد کیا علی بابا کے ہاتھ جو ترکہ آیا تھا وہ بیجا گنوایا خوب شرابین پین گلچھرے اڑائے چند روز مین کھک ہوکے رہ گئے یہی دولت کا مزہ ہی کہ اوڑین گلچھرے ÷ ہاتھ آتے ہی جو اڑجاوے وہ پیسا ہے قاسم کا خسر جب دنیا سے گذرا تو اُسکے ہاتھ دولت لاانتہا اسباب طرح طرح کا بیش بہا آئے بہتے چڑھاؤ کیا ہی ملک التجار مشہور ہوگئے عوام الناس مین ہر جگہ یہی مذکور رہ گئے —

علی بابا کے پاس جو کچھ جمع پونجی رہی اُس سے اُسمین چند گدہے خرید کیے جنگل سے لکڑیان لانے لگا مشقت سے روٹی کھانے لگا۔

ایک روز حسب معمول جنگل مین لکڑیان کاٹ رہا تھا کہ سامنے سے غبار تیرہ و تار معلوم ہوا سر گرد باسمان رسیدہ دپاے گرد در زمین پیچیدہ آخر ہوا کے جھوکون سے دامن گرد شگافتہ ہوا غور جو کیا تو سوارون کا غول سامنے سے آتے دیکھا ڈھاٹے اُنکے بندھے ہوے نیزے ہاتھون مین خون خوار شکلین علی بابا سمجھا یہ بیشک قزاق ہین دل مین کہنے لگا بُرے پھنسے بھاگو یا کہین چھپ رہو ورنہ یہ ظالم سخت تکلیف دینگے یا قتل کر ڈالینگے ہر چند چار طرف نگاہ دوڑا کی کوئی جاے امن نظر نہ آئی ناچار ایک درخت بہت گھنا سامنے تھا اُس پر چڑھ کے پتون مین چھپ رہا گھوڑے قریب جو آئے گدھے بھی ایک سمت ٹل گئے وہان سے نکل گئے۔

وہ چالیس سوار اور اُنکا سردار اسی درخت کے تلے ٹھہرے وہان قریب ایک غار تھا راستہ ناہموار تھا پہلے سردار اُترا وہ سب بھی گھوڑے سے کود ے جسقدر مال و اسباب لائے تھے گھوڑون سے اُتار کے سردار کے پیچھے روانہ ہوے غار کے اندر اُتر کے دروازے کے پاس پہونچے سردار نے کہا کھل جا اوسسم فوراً دروازہ کھل گیا وہ سب اندر گئے اسباب لوٹ کا وہان رکھ کے باہر نکلے پھر کہا بند ہو جا اوسسم دروازہ بند ہو گیا وہ سب گھوڑون پر سوار ہو کے جدھر سے آئے تھے چلے گئے نظر سے غائب ہو گئے ذرا نہ ٹھہرے۔

علی بابا درخت پر سے یہ ماجرا آنکھون سے دیکھتا کانون سے سُنتا تھا کچھ دیر انتظار کیا جب وہ نظر سے غائب ہو گئے یہ درخت سے اُتر کے دروازے کے پاس آیا کہا کھل جا اوسسم یہ لفظ زبان پر آنا تھا کہ دروازہ کھل گیا یہ اندر پہونچا سبحان اللہ قدرت خدا کا تماشہ معائنہ کیا مکان بہت تکلف کا نہایت معقول مساوی عرض اور طول اور جا بجا اشرفی روپے تھیلون مین بھرے طرح طرح کے اسباب ڈھیر کے ڈھیر پڑے اسنے کچھ توڑے اشرفیون کے اُٹھائے باہر آیا پھر وہی کلمہ زبان پر لایا دروازہ بند ہوا یہ گدھے ڈھونڈھ لایا پہلے اشرفیان لادین پھر لکڑیون سے اُنکو چھپا کے شہر کی طرف چلا گھر کے دروازے پر پہونچ کے لدے ہوے گدھے گھر مین لے گیا لکڑیان جد اپھینکین اور اشرفیان اپنی عورت کو دین وہ بہت خوش ہو کے حال جو پوچھنے لگی علی بابا نے کہا یہ راز کی بات ہے چُپ رہ پھر تجھسے مفصل کہدونگا اس معاملہ سے آگاہ کر دونگا عورت اُنکو گننے لگی اسکے شوہر نے کہا اسمین دیر ہو گی ترازو سے تول لے زمین مین گڑھا کھود کے گاڑ دے تاکہ کسی کو

کانون کان خبر نہو اس بھید سے کوئی ماہر نہو۔

تصویر علی بابا کے گدھون پر اشرفیان لاد کر جنگل سے اپنے گھر کی طرف جانے کی

قاسم کا گھر نزدیک تھا یہ وہان گئی اُسکی بی بی سے کہا مجھے ترازو درکار ہے کچھ تولونگی وہ عورت بڑی چالاک نہایت ہوشیار تھی اور رات بھی ہوگئی تھی اُسنے اندھیرے مین چربی ترازو مین لگا دی کہ جو کچھ یہ تولے نشان اُسمین بن جائے پتہ ہاتھ آئے۔

یہ عورت ترازو لے کے گھر مین آئی اشرفیان تولین پھر زمین مین گاڑدین ترازو جلکے پہونچا دی قاسم کی عورت نے جو روشنی مین دیکھا ایک اشرفی چربی مین چمٹ آئی تھی جب قاسم اُسکا شوہر دوکان سے گھر مین آیا کہا تو علی بابا کو محتاج جانتا ہے وہ تجھسے زیادہ مالدار ہے اشرفیان تول کے رکھتا ہے دولت بے شمار ہے پھر حقیقت ترازو لے جانے کی اور اشرفی اُسمین چمٹ آنے کی سُنائی قاسم کو تاب نہ آئی علی بابا کے پاس آیا کہا سچ سچ مجھسے حقیقت حال کہدے کہ یہ اشرفیان کہان سے تیرے ہاتھ آئی ہین کیونکر پائی ہین وگرنہ نشانی اُسکی موجود ہے وہ اشرفی جو ترازو مین رہ گئی تھی دکھائی کہا کو تو ان شہر سے جاکر مخبری کردونگا گھر کھدوا کے تہس نہس کرادونگا ذرا لحاظ دل مین نہ لاؤنگا۔

علی بابا سمجھا افشاے راز ہوگیا بھائی بد باطن ہے خراب کرے گا ہزار بہانے اور حیلہ سے میری

جان عزیز پہ عذاب کرے گا۔

کیا کہوں کچھ کہا نہین جاتا
بے کہے بھی رہا نہین جاتا

مجبور وہ سب داستان سنائی پتہ نشان بتایا گر نہ آنکھ سے وہ راہ دکھائی۔

اتنے مین ؎

آیا جو تیغ زر لیے شہ [illegible]
باندھے کمر مین خنجر [illegible]
ماہی نشان کا لے کے شمشیر [illegible] جہان فروز
پھر دیکھ ہفت سر تو [illegible] عقاب روز

مہتاب [illegible] تھا در مین گر گیا
اور [illegible] کا سر [illegible] پہ جھک گیا

یعنی صبح ہوئی اور شہرزاد نے نور کا جھلکا دیکھکر خاموشی اختیار کی۔

جب کہ خزینہ دار فلک نے اشرفی مہر انور کیسہ مغرب سے نکالی اور سیاہی شب نے صبح نورانی لباس کو غار مشرق کی راہ بتائی شہرزاد نے بلبل زبان کو یون صفیر سنج بیان کیا کہ صبح کو وہ حریص وطماع یعنی قاسم برادر علی بابا بھی خواب سے بیدار ہوا دس خچر لے کے اسی طرف چلا جنگل مین پہاڑ نظر آیا درخت کا نشان بعینہ پایا غار مین آیا دروازے کو بند دیکھا خوش ہو کے زبان سے کہا کھل او سمسم دروازہ کھل گیا مکان مین جو آیا فی الواقع جابجا اشرفی روپے اسباب کا ڈھیر پایا دیکھ کے اسکے منھ مین پانی بھر آیا اور دروازہ موافق معمول بند ہو گیا دل مین قاسم نے کہا اب مین ثانی قارون بڑا دولت مند ہو گیا دل مین خورسند ہو گیا الله دے اور بندہ لے خوب کھینچ کھینچ اشرفیان اسنے بھرین خرجیان زر سرخ سے معمور کین دروازے کے پاس پہونچا قضارا وہ نام ایسا بھلایا تھا گویا تمام عمر زبان پر نہ آیا تھا سمسم بھول کے شیشم کہنے لگا ہر چند چلا کے اپنا مغز کھایا سر پھرایا مگر کچھ سود مند نہ ہوا اتنے لینے کے دینے پڑے چھکے چھوٹ گئے لاکھ لاکھ تدبیرین کین مگر کچھ پیش رفت نہ گئین ؎ بدوز از طمع دیدہ ہوشمند جان کے لالے پڑ گئے ہوش و حواس بگڑ گئے زمین نے پانون پکڑ لیے اشرفیان پھینک دین اور نقش دیوار کی صورت ایک کونے مین چھپ رہا ہمہ تن تصویر حیرت بن گیا۔

قضائے کار اسی روز وہ قزاق قافلے کو لوٹ کے وہان آئے بہت مال اسباب رکھنے کو لائے سردار نے کہا کھل او سمسم دروازہ کھل گیا اور قاسم گھوڑون کے ٹاپون کی آواز سنکے مردہ ہو گیا تھا قالب بیجان کی طرح بے حس و حرکت تھا مگر دروازہ کھلنے کے ساتھ ہی نکل بھاگا باہر ٹھگ

مسلح موجود تھے ایک شخص نے جو تلوار لگائی دو ٹکڑے برابر کردیے مال و اسباب دیکھا سب موجود تھا بہرحال حیران ہوا جی میں سوچا یا رب تو بتا تو یہ شخص اس مکان کے اندر کیونکر آیا اگر نام یا دتھا تو اسکے اندر بیٹھ رہنے کی کیا وجہ ہوئی اگر نہ یاد تھا تو اندر آنا محال تھا کچھ دیر سب سوچا کیے جب ذہن نہ لڑا اسکے چار ٹکڑے کرکے دروازے پر لٹکا دیے کہ جو دیکھے خوف سے قدم آگے نہ بڑھائے دور سے بھاگ جائے یہ ترکیب بنا کے وہ لوگ جہان سے آئے تھے اُسی طرف کو راہی ہوئے۔

جب دن تمام ہوا وقت شام ہوا قاسم کی عورت دن بھر منتظر رہی جب یہ نہ آیا تو اسکا ماتھا ٹھنکا ہزاروں وسواس دل میں آئے آخر میں نہ تجھا بیقرار و اشکبار علی بابا کے پاس آئی کہا اس دم تک قاسم کی راہ دیکھی خدا جانے کیا صورت پیش آئی صد ائے برنخاست تقدیر نے کیا گردش دکھائی ہائے میں لٹ گئی اپنے شوہر سے چھٹ گئی اسقدر روئی پیٹی چلائی کہ زمین کا آسمان آئی دن بدنے اپنی صورت دکھائی۔

علی بابا نے بھاوج کی تسکین کی کہا وہ شخص عاقل ہے راہ کترا کے لوگوں کی نظر بچا کے آتا ہوگا دولت بیشمار اور اشرفیاں لاتعداد لاتا ہوگا القصہ اسی سوچ میں صبح ہو گئی قاسم کی زوجہ بالکل بے حواس ہوئی سخت بدحواس ہوئی دیور کے پاس گریاں و نالاں آئی کہا اب تک نیا نہ لگا لالچ کا کام خراب ہوتا ہے جان کا عذاب ہوتا ہے مثل مشہور ہے طمع را سہ حرف است ہر سہ تہی + اسکی خبر لانی ضرور ہے دل کی بیقراری کو دفع کرو۔

مجبور علی بابا دو چار گدھے لے کے اُدھر چلا جب اُس درخت کے نزدیک آیا جا بجا خون کا نشان پایا دل سے کہا خیر نہیں شگون بد ہے یہ لہو اُسکے قتل کی سند ہے دروازہ کے متصل جو پہونچا لاش کے چار ٹکڑے نظر آئے دونوں طرف پڑے ہوئے دیکھا بہت گھبرائے مگر جی کڑا کرکے اسنے سمسم کے نام سے دروازہ کھولکے چند تھیلیاں اشرفیوں کی لے دو گدھوں پر رکھیں اور بدستور اونکو لکڑیوں سے چھپا دیں اور دو گدھوں پر چاروں ٹکڑے لاش کے لادے اور اُنکو بھی لکڑیوں سے چھپا کے چل نکلا راہ میں کسی نے نہ ٹوکا بے اندیشہ گھر پہونچا اشرفی کے گدھے اپنے مکان میں ہانکے دو لاش والے قاسم کے دروازے پر لایا۔

مرجینا نام قاسم کی کنیز آفت زمانہ تھی مکاری میں یگانہ تھی اُسکو بلایا کہا یہ تیرے آقا کی لاش ہے مگر پاش پاش ہے آقا کے دفن و کفن کی تدبیر کر میں تیری بی بی کو اس سانحہ جانکاہ سے آگاہ کرکے آتا ہوں شریک ہوجاتا ہوں نصف شب رونے پیٹنے میں گذر گئی جب تھوڑی رات

رہی مرجینا اُٹھی مصطفیٰ نام درزی کفن دوزی کرتا تھا اُسکے مکان پر گئی ایک اشرفی اُسکے ہاتھ مین رکھی کہا میرے ساتھ چل مجکو کفن سلوانا ہی مگر شرط یہ ہی کہ تیری آنکھون پر پٹی باندھکر لے چلونگی راہ مین ہرگز نہ کھولونگی۔۔۔

درزی نے اسمین عذر کیا مرجینا نے دوسری اشرفی نکال اُسکے ہاتھ مین رکھدی اور منت کی کہ اسمین تیرا کیا نقصان ہی قریب مکان ہی سے زر بر سر فولاد نہی نرم شود ؂ درزی لالچ مین آکے راضی ہوگیا مرجینا نے اپنی چادر اُتار کے اُسکی آنکھون کو خوب لپیٹا ہاتھ پکڑکے اپنے گھر لائی ایک اندھیری کوٹھری مین بٹھا دیا اور لاش کے ٹکڑے برابر لگا دیے پھر اُسکی آنکھین کھولین دو شمعین روشن کردین کہا اسکا کفن جلد تیار کردے ایک اشرفی اور تجکو دونگی۔

درزی نے موافق اسکے کفن تیار کیا مرجینا نے تیسری اشرفی دے کے پھر اُسکی آنکھون مین پٹی باندھی جہان سے لائی تھی وہین پہونچا دیا گھر مین آئی علی بابا کو بُلا کے جنازہ اُٹھایا ایک گورستان مین لے جاکے زیر قبر چھپایا ؎

کہین کیا خاک زیر خاک پایا ۔۔۔ گریبان کفن تک چاک پایا

علی بابا چالیس روز تک ماتم دار رہا گھر سے باہر نہ نکلا بعد چہلم قاسم کی بی بی سے عقد کیا اور اپنے بیٹے کو جو تجارت کے طریقے سے آگاہ تھا قاسم کی دوکان پر مقرر کردیا یاوری تقدیر سے علی بابا بھائی کی دولت پر بھی قابض ہوا بفراغت بسر کرنے لگا دولت در ہوا امیر کبیر ہوگیا ملک التجار زبان زد ہر برنا و پیر ہوگیا۔

اب حقیقت حال اُن چالیس ٹھگون کی سُنیے کہ ایک روز موافق معمول وہ سب خزانہ کی طرف آئے قاسم کی لاش تلاش کی جہان لٹکا گئے تھے وہان پتہ نہ پایا باہم مشورہ کیا کہ اس جگہ ضرور کوئی آیا لاش لے گیا اب جو آئے گا خزانہ اُٹھا لے جائے گا اُسوقت کوئی تدبیر بن نہ آئیگی دولت برباد ہوگی حسرت رہ جائیگی۔

سینے کو چمن بنائین گے ہم ۔۔۔ گل کھائینگے گل کھلائین گے ہم

بہتر یہ ہی کہ کوئی ہوشیار چالاک شہر مین جائے اور اُسکا پتہ لگائے کہ آج کل کون شخص تازہ مرا ہی اُسکا مکان دریافت کرآئے تو یہ بھید کھل جائے راز سربستہ فاش ہو لاش لے جانے والے کی تلاش ہو اُنمین سے ایک قزاق کہ چالاکی مین اپنا عدیل ونظیر نہ رکھتا تھا آٹھون گانٹھ کمیت جسے ٹھگ کہتے ہین اُسنے اس کام کا بیڑا اُٹھایا کہا مین اُسکی تلاش مین جاتا ہون جان لڑاتا ہون

یا تو اُس شخص کا پتہ ہاتھ آئیگا یا اس راہ مین میرا سر جائیگا ؎

یا ساتھ ترے سوئینگے یا گور مین جا کر	مدفن تو ملے گا جو ترا گھر نہ ملے گا

اگر ناکام رہا تو بندہ دوستون کو مُنھ نہ دکھائیگا بے حصول مرام خالی واپس نہ آئیگا ؎

مشرق سے صبح کی جو سفیدی عیان ہوئی	اور پردۂ حجاب مین ظلمت نہان ہوئی

دفعتہً فلک شعبدہ باز نے نیرنگی دکھائی نور سحر نے رات کی سیاہی ایسی بجھائی کہ نظر نہ آئی شاہ کج کلاہ چرخ چہارم افق مشرق سے نکلا عالم روشن ہوا شہرزاد حیرت سے ساکت ہوئی شہریار نے عبادت خانہ کی راہ لی بعد ادائے نماز داخل ایوان سلطنت ہوا مصروف انصاف و عدالت ہوا مجرم سزا یاب ہونے لگے بدکرداری کا خمیازہ اُٹھانے لگے۔

یہان تک کہ دن تمام ہوا شہریار نے دربار برخاست کیا بعد گلگشت خلوت سرا مین داخل ہوا شہرزاد کا مطلب حاصل ہوا کچھ دیر اختلاط کی صحبت رہی پھر کہانی شروع ہوئی پہلے بادشاہ کی شان مین رطب اللسان ہوئی مدح سرائی مین عذب البیان ہوئی ؎

کوئی سائل عہد مین تیرے نظر آتا نہین	مٹ گیا حرف غلط کی طرح نام سایلان
عہد دولت عہد مین تیرے کہان محتاج ہے	نام حاجت سے نہین ہے آشنا ہرگز زبان
گوہر مقصد سے دامان تمنا بھر دیا	ابر نیسان سخاوت کی یہ ہین اٹکھیلیان
رستم و سہراب کا افسانۂ پارینہ ہے	جس جگہ تیری شجاعت کی بیان ہو داستان
بیگمان وقت دغا قتل عدو کے واسطے	ہے نگاہ خشمگین گویا خدنگ جانستان
انس و جان تنہا نہین ہین محو اخلاق عمیم	مست ہے خلق مین چرخ برین [illegible]
علم ایسا عالمون کو جسکے آدینا رہے	حلم ایسا جسکے آگے ہو سبک کوہ گران
اب ہوا تیرے زمانے مین عدالت کو فروغ	تھا برائے نام نام نصفت نوشیروان
تیرے باعث سے ہوئی قائم بنائے عدل و داد	ظلم کا عنقا صفت باقی نہین نام و نشان

پھر شہرزاد نے کہا کہ حضور جس ڈاکو نے پتہ لگانے کا بیڑا اُٹھایا تھا وہ رات کو شہر مین پوشیدہ ادھر ادھر رہا دم سحر بازار مین پہونچا ہر طرف نظر کی راہین کھلین سب کے دروازے بند تھے مہتم معدودے چند سے تھے تمام چوک مین اُسی مصطفے خیاط کی دوکان کھلی تھی قطع برید مین مشغول حسب معمول تھا ٹھگ نے پہلے سلام کیا پھر یہ کلام کیا کہ یہ سن اور ابھی روز روشن نہین ہوا کچھ سیتے پروتے ہو یا بیہودہ اپنی اوقات کھوتے ہو۔

درزی نے جواب دیا تمھاری جوانی حماقت کی نشانی ہی دو دن گذرے ہین اندھیری رات اور آنکھ پر پٹی بند ہو کے ایک شخص کا کفن سیا ہی بھلا کسی جوان نے بھی ایسا عمل کیا ہی یہ کلمہ سُنکے ٹھگ اپنے دل مین سوچا کہ اب پتہ ہاتھ آئے گا حریف مل جائے گا ایک اشرفی جیب سے نکال مصطفی درزی کے ہاتھ پر رکھی کہا کچھ خالی حقیقت کا پرسان نہین فقط یہ چاہتا ہون جہان تم نے کفن سیا ہی وہ دروازہ مجکو دکھا دو پہلے تو اُسنے انکار کیا مگر لالچ بُرا ہوتا ہی دم صبح بے منت مشقت اشرفی پائی درزی کے مُنھ سے رال ٹپک آئی مرجینا اپنے گھر تک اسے کھُلے بند دن لے گئی تھی مصطفی اُس ٹھگ کو اپنے ہمراہ وہان تک لایا آگے قدم نہ بڑھایا کہا یہان تک وہ عورت مجکو لائی تھی پھر میری آنکھون پر اُس نے پٹی چڑھائی تھی۔

قزاق نے دل مین کہا خیر گھر نہ ملا تو کیا ہوا محلہ تو یہی ہی پھر اُس دروازے پر کھریا سے نشان بنایا مصطفی سے ہنسی خوشی رخصت ہوا کہ چلکر یہ مژدہ اپنے سردار کو دیجیے اور تھوڑی سی جستجو مین اُس گھر کا پتہ لگا لیجیے۔

قضائے کار مرجینا آفت روزگار کسی ضرورت کو کہین گئی تھی وہ جو پھری دروازے پر کئی لکیرین سفید دیکھین یہ تو آفت زمانہ تجربہ کار ہی ہو کے سوچی کہ یہ کسی دشمن کا کام ہی اُسنے دروازے کا پتہ لگایا ہی اُسنے فوراً تمام محلے کے دروازون پر ویسی ہی لکیرین بناکے گھر مین آئی بیٹھ رہی بی بی سے بھی کچھ اطلاع نہ کی وہ قطاع الطریق ہوا کے گھوڑے پر اُڑا ہوا اپنے گروہ مین پہونچا یہ مژدہ سب کو سُنایا دوسرے روز انکا سردار اپنا قافلہ لیکے شہر مین آیا پراگندہ ہو کے سب پھرنے لگے وہ شخص سردار کو اُسی محلہ مین لایا وہ نشان دکھایا اُس نے بغور جو دیکھا تو اُس محلے کے کل دروازون پہ وہی نشان پایا کوئی دروازہ اس علامت سے خالی نہ تھا جسپر وہ نشان خالی نہ تھا غرض کہ خجل و نادم سب وہان سے پھرے کمین گاہ مین پہونچکے اُس راہبر کو جہنم واصل کیا مطلب نہ حاصل کیا القصہ اسی جتھے سے ایک اور شخص سر بکف سردار کے روبرو آیا کہا مین جاتا ہون اگر زندہ رہا تو ٹھیک پتہ لاتا ہون سردار نے اُسے خلعت دے کے رخصت کیا پتہ ملجانے پر انعام کا وعدہ دیا اُسنے بھی شہر مین آکے مصطفی درزی کو ڈھونڈھا کچھ اشرفیان دین وہ اسکو بھی اُسی دروازے پر لے گیا یہ بھی خوش ہوا سرخ نشان بناکے اپنا رستہ لیا سردار کے روبرو بہت کلے ٹھلے سے دعوی کیا کہ حضور چلیے اب کہین سر مو فرق نہوگا۔

یہان کا حال سُنیے پھر مرجینا نے اُس نشان کو دیکھا فی الفور سب گھرون کے دروازون پر وہی نشان

بنا دیا مثل مردم شماری نمبر لگا دیا۔
دوسرے دن وہ قزاق سردار کو ہمراہ لے کے شہر مین جو آیا کل دروازون پر اُسی علامت کو پایا بہت
آشفتہ ہوا اور غمگین وحزین وہ صحرانشین اپنی مقام کو پھر گیا سرخ نشان بنانے والے کو زردروئی حاصل
ہوئی منھ کالا کرکے اپنی صحبت سے نکال دیا۔
دل سے کہا اب اس زمرہ مین کوئی ایسا نہین جو اس کام کا اقبال کرے اپنے لہو سے ہاتھ لال کرے
مصلحت یہی ہی جو ہونی ہو وہ ہو بذات خود کمر کس کر اس وادی مین قدم رکھو حریف سے بدلا لو یہ سوچ
کے بذات خود تن تنہا شہر مین آیا اُسی مصطفی درزی کے وسیلہ سے علی بابا کے مکان تک پہونچا بدیدہ
دل غور کرکے نقشہ اُس مکان کا صفحہ دل پر نقش کیا پھر اپنے گروہ مین آیا سب کو سنایا کہ حریف کے
گھر کا تصور اُسکے کوچے و بام و در کا نشان مثل سبق یاد کرکے آیا ہون انشاء اللہ المستعان وہ جملہ
فراموش نہین ہوسکتا دشمن روپوش نہین ہوسکتا تم جاکے اُنیس خچر زبردست لاؤ اور سینتیس کُپّے
مول لو ایک ایک جوان مسلح کُپّے مین بٹھاؤ ایک کُپّے مین روغن بھر لو خچرون پر دھر لو اور مین روغن فروش
کی صورت بناکے رات کو اُسکے دروازے پر پہونچونگا غریب الوطن بنکے اُس سے ایک رات کے
قیام کی اجازت لونگا جب رات زیادہ جائے گی تم سب کو اُسمین سے نکال کے دشمن کا کام تمام
کر دونگا پھر بھاگنے کا سرانجام کرونگا۔
الغرض یہ تدبیر ٹھہرا کے ایک دن قریب شام وہ نطفہ حرام علی بابا کے دروازے پر پہونچا اتفاقات
زمانہ علی بابا اُسوقت طعام شب کھا کے دروازہ پر چہل قدمی کرتا تھا ٹھگ نے سامنے پہونچ کے
سلام کیا پھر بمنت یہ کلام کیا کہ آپ صاحب خانہ معلوم ہوتے ہین مین مسافر غریب دیار ہون بارہا
قصبہ و قریہ سے تیل لے کے شہر مین آتا تھا بیچ کر چلا جاتا تھا آج مجبور رات ہوگئی حیران ہون کس
جوان مرد سے رات بسر کرنے کو مکان مانگون صبح کو اپنے گھر چلا جاؤن غریب و اجنبی مسافر ہون
راستہ سے نہین ماہر ہون ؎

نہ مونسے نہ رفیقے نہ ہمدمے دارم	کہ حال دل بکہ گویم عجب غمے دارم

علی بابا خوش خلق عالی ہمت جوانمرد تھا اُسکو اجنبی سمجھ کے کہا بہت اچھا مکان حاضر ہی اور غلام کو بُلا کے
کہا اس دیوان خانہ مین خچر اسکے بندھوا کے دانے گھاس کی تدبیر کردے کسی طرح کی ایذا اسکو نہ
پہونچے اور مرجینا سے کہا یہ شخص آج کی شب مہمان ہی اسکے کھانے پینے کا سامان فوراً درست
کرکے اسکے روبرو لا اسنے کھانا کھانے سے انکار کیا۔

مرجینا نے ایک کمرے میں پلنگ بچھا کے فرش درست کردیا علی بابا تو اسی وقت سونے کو چلا گیا تھا
تھک اُس مکان میں آکے پلنگ پر لیٹا مرجینا سے کہا تم بھی جا کے سو رہو یہ اُسی مکان کے ایک کونے میں
پڑ رہی مگر علی بابا نے اسکی خدمت گذاری کی تاکید کی تھی مرجینا کو کھٹکے میں نیند نہ آئی جب رات زیادہ
گذری وہ تھکنون کا سردار اُٹھا ادھر اُدھر دیکھا کوئی معلوم نہوا کپون کے پاس پہونچا آواز دی کہا چار
پانچ گھڑی کے بعد آہستہ تم کپے کھولو تو قتل و قمع شروع کردونگا سو نہ جانا وقت ہاتھ سے نہ گنوانا سب
نے جواب دیا ہم کو آج نیند کہان آپ دل جمعی سے دو گھڑی آرام کیجیے پھر اسکی خانہ خرابی
کا پورے طور سے انتظام کیجیے —

اتفاقات زمانہ مرجینا وہین پڑی تھی جہان کپے رکھے تھے یہ داستان جو سنی لبسکہ عقیلہ وہ لونڈی
تھی فوراً سمجھ گئی یہ وہی ٹھگ ہے آج اس صورت مین پھر آیا روغن فروش کا بھیس بنایا ہے غضب ہوا یہ
ہنگامہ برپا کرے گا اسنے دل سے کہا دیکھون کسی کپے مین تیل بھی ہے یا سب مین قزاق ہین جسکے پاس
گئی اور کپے کو بجایا اسنے آواز دی کہ ہم نکلین اسنے دبی زبان سے کہا ابھی نہین دیکھتے دیکھتے جب آخر کے
کپے کے پاس پہنچی اسکو تیل سے بھرا پایا اسنے ایک چھوٹی دیگ نکال کے چولھے پر چڑھا دی اور آگ
بہت تند و تیز اُسکے نیچے بھڑکا دی پھر اُس کپے سے دیگچی بھر بھر کے تیل نکالا دیگ مین ڈالا جس دم وہ
خوب جوش مین آیا کھولنے لگا وہی دیگچی بھر کے لائی اور کپے کے منھ مین چھوڑ دی جسپر تیل پڑا فوراً جل کے
کباب ہوا ملک عدم کو روانہ شتاب ہوا آواز تک نہ نکلی اسی طرح سب کو جلایا خدشہ مٹایا پھر اپنے
مقام پر پانؤن پھیلا کے لیٹ رہی —

جب پہر رات رہی وہ سردار چونکا کپون کے پاس پہونچا آواز دی کہ نکل آؤ کچھ جواب نہ ملا باواز بلند پکارا
کسی مردے نے دم نہ مارا دل مین کہا ؎

کہان کی نیند آگئی انکھی مسافران رہ عدم کو — کچھ ایسے سوئے ہین سونے والے کہ جاگنا حشر تک قسم ہے

اُسوقت گھبرا کے کپے کا منھ کھولا جلی بو چربی کی چراہند دماغ مین جو گئی بد حواس ہو کے بھاگنے
کی راہ ڈھونڈھنے لگا دل مین کہنے لگا ؎

کس لیے آئے تھے ہم کیا کر چلے	تہمتین چند اپنے ذمے دھر چلے

جب نکل جانے کی کوئی راہ نہ پائی طبیعت بہت گھبرائی خانہ باغ کی دیوار پر چڑھ کے کود پڑا
اور سر پر پانؤن رکھکے بھاگا ؎

قسمت کو دیکھیے کہ کہان ٹوٹی جا کمند	دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گئے

ادھر سحر نے اس مژدے کے اضطرار و فرار پر خندہ دندان نما کیا اُدھر مہر منور کی آمد کے دبدبے سے ماہ باگروہ انجم مغرب کی سمت گرم خیز ہوئے

گردون پہ جب بیاض سحر کا ورق کھلا | یعنی کتاب باز خدا کا سبق کھلا
بزم جہان مین دفتر نظم و نسق کھلا | ظلمت نہان ہوئی در باغ شفق کھلا

پہونچا فلک پہ ماہ کو حکم انقلاب کا
برج ہوا سے پھول کھلا آفتاب کا

تیرگی شب نور روز سے بدلی شہرزاد نے زبان تکلم بند کی شہریار خلوت سرا سے داخل ایوان سلطنت ہوا اپنے کام مین مصروف ہر ارکان دولت ہوا تمام دن نظم و نسق کا مشغلہ رہا ملکی و مالی کا درپیش معاملہ رہا جب مہر جہان گرد سرا مغرب مین آیا اور قزاق شب نے اپنا رنگ جمایا شہریار خلوتخانہ مین رونق فزا ہوا آرام فرمایا -

جب تھوڑی رات رہی شہرزاد نے کہانی شروع کی کہا مرجینا جب ٹھگون کو جلا کے خاک کر چکی اور سردار کو بھگا کے قصہ پاک کر چکی اطمینان سے بستر راحت پر سو رہی جب نسیم سحری چلنے لگی غنچہ کو پنکھا جھلنے لگی ؎

شب بھر کی گردشون سے بنا بدر ماہ صبح | خورشید کے سپرد ہوا اہتمام صبح
نکلا زبان مرغ سحر سے جو نام صبح | چرخ برین بھی کرنے لگا انتظام صبح

پردے مین ماہتاب کو لپٹنے لگا فلک
جھاڑو شعاع مہر سے دینے لگا فلک

صبح کو علی بابا اُٹھا ضروریات سے فرصت کرکے نماز صبح پڑھنے کے لیے دیوان خانہ مین جو آیا مجرون کو بند پایا مرجینا کو بیدار کیا پوچھا ماجرا کیا ہے روغن فروش کہے اور مجرا ابھی تک نہین لیگیا ہے خود کس طرف گیا ہوا ہے -

مرجینا نے کہا آپ کُپّے کو ملاحظہ کیجیے وہ قریب آیا دیکھا کُپّے کے اندر آدمی جلا بھُنا پڑا ہے جیسے کوئلے کے کُپّے ہوگیا ہے وہ بہت گھبرایا مرجینا سے کہا میرے سر کی قسم سچ بتا کیا معاملہ ہے مرجینا بولی آپ اور کچھ خیال نہ فرمائین خاطر مبارک مین فکر و تردد کو راہ نہ دین ع دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست ؎

جسکو رکھے سائیان واکو مار سکے کوے | بال نہ بیکا کر سکے جو دو جگ بیری ہوے

جلد غلاموں کو بلا کے اس خانہ باغ میں جو احمق گدھا گڑھا کہودر ہیگا کہ یہ سب کنجے اُسی میں ہاتا ہیں باہر رہنے نہ پائین جب اس کام سے فرصت ہو جائے گی یہ لونڈی مفصل روداد ابتدا سے انتہا تک آپ کو سنائے گی۔

علی بابا نے فی الفور غلامان چالاک وچست کو بلایا اور ایک بڑا گڑھا کہدوا دیا تاکہ وہ تمہین گاڑ دین اور کوٹ پیٹ کے زمین ہموار کر دی۔

جب اس کام سے فرصت ہوئی مرجینا نے وہ سب حقیقت بیان کی کہ اس طرح ٹھگون کا سردار کپون کے پاس آیا اور یہ کلمہ زبان پر لایا میں نے انکی باتیں سُنکے موقع جو پایا اُسی کے تیل کو جوش کر کے سب کو جلایا مگر وہ سردار بچ گیا بھاگ نکلا اب اس گروہ سے تین شخص باقی ہین ایک سردار اور دو اُسکے رفیق بدکردار لیکن وہ آپ کی فکر سے غافل نہونگے آپ کو ہوشیاری وخبرداری فرض ہے غفلت مین سراسر فتور ہے ع دشمن نتوان حقیر وبیچارہ شمرد ❊

سمجھانے سے تھا ہمین سروکار	تاہو کہ نہ تو تم ہو مختار	

علی بابا یہ داستان سُنکے مرجینا سے بہت راضی ہوا کہا مرجینا تو نے ایک احسان ہوا ورنہ دھوکا کھا چکا تھا اسی بلا کو بلا کے اپنے گھر مین لاچکا تھا اُن خچرون کو ایک ایک دو دو کر کے غلام کے ہاتھ بازار مین بھیجا سب کو بیچ ڈالا۔

اب اُس خرانا شخص یعنی بھاگے ہوئے ٹھگ کا حال سُنئے یہ گدھا یہان سے اُسی صحرا مین پہونچا نادم وخجل تنہائی سے پاگل ہے

نادم ہوا ہون کھینچ کے کسی نونہال سے	دیتا ہے بوے گل عرق انفعال کچھ	

دل مین سوچا علی بابا کو اگر نہ مارو گے تمہاری زندگی خراب ہوگی شرمندگی بے حساب ہوگی اور سب دولت بھی مفت برباد ہوگی خزانے سے وہ بالکل واقف ہو گیا ہے سب نکال لیجائیگا داغ حسرت دیجائیگا ❊

کیمیا گر بغصہ مردہ برنج	ابلہ اندر خرابہ یافتہ گنج	

اب اور کسی غیر کو اپنا شریک نہ کرون اس امر سے کسی دوسرے کو اطلاع نہ دون خود تن تنہا جس طرح سے کہ ہو سکے علی بابا کو مارون جہنم کو پہونچاؤن بعد اسکے اور رفیق خاطرخواہ اپنے نوکر رکھ کے وہی پیشہ قزاقی جو آبائی چلا آتا ہے اُسکو اختیار کرون دل مین یہ خیالات کر کے شب کو وہین سو رہا۔

جب کہ تاجر روز نے متاع انجم کو نہان خانہ مغرب مین رکھا اور گوہر آب دار خورشید جہان تاب کو بازار جہان مین پیش کیا ؎

مشرق سے صبح کی جو سفیدی عیان ہوئی	اور پردۂ حجاب مین ظلمت نہان ہوئی

شہرزاد نے قصہ تمام کیا بادشاہ نے سلطنت کا انتظام کیا تمام دن رتق و فتق سلطنت مین مشغول ہوا ہر مستغیث تمناے دلی سے حصول ہوا شام کو بادشاہ خلوت کدہ مین آیا شہرزاد کو طلب فرمایا اُس مہ پارہ عابد فریب نے بلبل زبان کو یون صفیر سنج بیان کیا توصیف مین ان اشعار کو ورد زبان کیا ؎

بجود دستش چرخ زانجم مایہ دارست	بفیضش حاتم طی شرمسارست
چنان در دہر داد معدلت داد	کہ ایوان ستم از پا در افتاد
چو جور شمع بر پروانہ دیدہ	بمقراض عدالت سر بریدہ

کہ حضور دوسرے دن ٹھگون کے سردار نے تاجرون کا لباس پہنا اور وہان سے شہر مین آ کے ایک کاروان سرا مین اُترا اور اپنے دل مین تصور کیا کہ اتنے مقتولون کا خون حاکم پر ضرور ظاہر ہو گیا ہو گا اور یقیناً علی بابا اُسکے مواخذہ مین گرفتار ہوا ہو گا حاکم نے گھر بار ضبط کر لیا ہو تو کچھ بعید نہین تمام شہر مین یہ خبر مشتہر ہوئی ہو گی گھر گھر خبر ہوئی ہو گی ۔

اپنے مہماندار سے کہا آج کل اس شہر کے باشندون کی خبر جو کچھ عجیب و غریب تم نے سُنی ہو بیان کرو اُسنے جو جو حوادث کہ دو تین دن کے عرصہ مین وقوع پذیر ہوے تھے اور اُسنے دیکھے سُنے تھے سب اُس سے کہے مگر اُس سردار نے کوئی حرف اپنے مطلب کا نہ سُنا سمجھا کہ علی بابا نہایت ہوشیار اور دانش مند معلوم ہوتا ہے کہ باوجود لیجانے اس قدر دولت کے میرے خزانے سے اور قتل کرنے اتنے آدمیون کے اپنی چالاکی سے اب تک محفوظ ہے ایسا نہو کہ تو بھی اُسکے ہاتھ سے مارا جائے سیدھا جہنم کو چلا جائے باوصف اس خیال کے اُسنے علی بابا کو فریب دینے کی غرض سے اچھا اچھا اسباب تجارت کا اُس خزانہ سے لا لا کے جمع کیا اور چوک مین اُس شہر کے ایک دوکان کرایہ کی لے کر وہ اسباب اُسمین سج دیا اور بیچنے کے بہانے اُس دوکان مین بیٹھنے لگا ۔

اتفاقاً یہ دوکان اُس مقام پر واقع تھی جہان قاسم کی دوکان تجارت تھی اور قاسم کا بیٹا اُس پر بیٹھا کرتا تھا اب اُسی دوکان کے محاذی اس دوکان پر سردار ٹھگ نے بیٹھنا شروع کیا اور اپنا نام خواجہ حسن تاجر مشہور کیا اور گرد و پیش کے دوکاندارون سے راہ و رسم پیدا کی اور ہر ایک کے ساتھ بلطف و اخلاق پیش آنے لگا رہ لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش ÷ خصوصاً علی بابا کے برادر بیٹے

سے جو کہ ایک جوان حسین وطرحدار تھا اور عمدہ پوشاک ولباس سے نہایت ذوق تھا خوش پوشاکی کا
اسکو کمال شوق تھا اس سردار نے رسم اتحاد بڑھایا اکثر اُسی کے پاس نشست و برخاست کیا کرتا تھا
تین دن چار دن کے بعد اُسنے علی بابا کو جو اکثر اپنے بیٹے کو دیکھنے اُسکی دوکان پر جایا کرتا تھا پہچان کر
پوچھا کہ یہ شخص کون تمھاری دوکان پر آیا کرتا ہی اُسنے کہا وہ اُس شخص کا باپ ہی پھر وہ اس بات کو
سُنکے یعنی علی بابا کے بیٹے کو فریب دینے کے واسطے پیار کرنے لگا اور کچھ تحفے اُسے دیکر اکثر اپنے کھانے
مین کہ بڑے تکلف سے پکاتا تھا شریک کیا کرتا۔

علی بابا کے بیٹے نے بھی چاہا کہ ایک دن اُسکی دعوت کرے مگر جو مکان اُسکے رہنے کا تھا وہ نہایت
تنگ ومختصر تھا ویسا تکلف جیسا کہ خواجہ حسن کیا کرتا تھا ویسا سامان اس مختصر مکان مین فراہم نہین
ہوسکتا تھا اس وجہ سے اُسنے اپنے باپ سے اس امر کا مذکور کیا۔

اسکے باپ نے کہا بہت اچھا تم بھی اپنے دوست کی دعوت جس تکلفات سے کہ اُسنے کی ہی تم بھی
اُسی سامان سے کرو کل جمعہ کا دن ہی تم بھی اسطرح تاجرون کے موافق اپنی دوکان بند کرو اور بعد
تناول چاشت خواجہ حسن کو بے اسکے کہ اسکو اطلاع ہو ٹہلتے ہوے میرے مکان پر لے آؤ
مرجینا کو حکم دے رکھتا ہون کہ وہ کئی طرح کا عمدہ کھانا تیار رکھے گی بلکہ سب سامان یہان مہیا ہوگا دسترخوان
تک اغذیۂ لطیف سے چنا ہوگا۔

وہ حسب وعدہ خواجہ حسن کو اپنے مکان پر لایا اُسکی تو امید بر آئی منھ مانگی مراد پائی علی بابا سے
ملاقات ہوئی دیر تک اخلاص واتحاد کی بات ہوئی جب کھانے کا ذکر آیا خواجہ حسن انکار زبان
پر لایا کہا چند روز سے مجکو ایک مرض ایسا لاحق ہوا ہی جسکے علاج مین اطباے حاذق نے نمک
کھانے کو قطعاً منع کیا ہی۔

علی بابا نے کہا کیا مضائقہ ہی وہی چیزین تیار ہو جاینگی جسمین نمک کا لگاؤ نہ ہوگا پھر مرجینا کو
بلا کے کہا ہمارے مہمان کو نمک کھانا نہین ہی کہتے ہین کوئی عارضہ ہی بہانا نہین ہی تو میٹھی چیزین جلد
تیار کر یہ سُنکے مرجینا بہت متعجب ہوئی کہنے لگی کہ ایسا کون شخص ہی جو کھانا بے نمک
کھائے گا کیا خاک لطف اُٹھائے گا۔

علی بابا نے کہا کوئی شخص ہو تجھے اس سے کیا کام جس طرح مین کہتا ہون ویسا پکا مرجینا نے
بظاہر اُس سے کہا کہ بہت اچھا مین ویسا ہی کھانا تیار کرونگی پھر مرجینا اپنے دل مین سوچ کے
کہنے لگی کہ وہ آدمی کیسا ہی جو بے نمک کھانا کھاتا ہی ذرا مین بھی چل کر دیکھون یہ تو انوکھی چڑیا

پہچانتی تھی سُنتے تاڑگئی کہ اسمین کوئی بات ضرور ہے یہ کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے ✣ بعد کھانا پکانے کے دستر خوان بچھانے اور کھانا لیجانے کے بہانے سے عبد اللہ غلام کی شریک ہوئی اور پھر دیکھنے کے خواجہ حسن کو بھانپ لیا اگرچہ اُسنے اپنے تئین تاجرون کے لباس مین چھپایا تھا ہیئت بتدیل کرکے نیا بہروپ بنایا تھا۔

پھر مرجینا نے بغور دریافت کیا کہ یہ جو خنجر اپنے زیر قبا چھپائے رکھتا ہے یہ ہونہو وہی قزاق حرامزادہ ہم اسی لیے میرے آقا کا نمک نہین کھاتا ہے تاکہ اُسے فریب سے قتل کرے یہ اسکا ارادہ ہے پھر مرجینا نے یہ دل مین کہا کہ قبل اسکے کہ یہ شب کو قصد میرے آقا کی ہلاکت کا کرے مین تمام ہی کو اسکا کام تمام کرونگی بخیر انجام کرونگی۔

غرض وہ میز پر دستر خوان سفید بچھا کے اور کھانے کے ظروف قرینے سے چُن کے وہان سے چلی گئی اور اپنی تدبیر مین مصروف ہوئی۔

جب علی بابا اور خواجہ حسن کھانا کھاچکے عبد اللہ نے مرجینا کو خبر دی کہ کھانے سے فراغت ہوگئی اب میوے لے چل مرجینا نے دستر خوان بڑھا کے میوہ کی تشتریان لگادین اسکے بعد ایک چھوٹی چوکی شراب کی علی بابا کے قریب بچھا کر تین گیلاس اُسپر رکھ دیے اور آپ عبد اللہ سمیت کھانے کے بہلانے دوسرے مکان مین چلی گئی۔

خواجہ حسن مصنوعی میدان خالی پاکے دل مین بہت خوش ہوا اور کہا یہی وقت ہے کہ اپنا بدلا علی بابا سے لون اور ایک خنجر اُسکو مارکے کام اسکا تمام کرون اور پھر باغ کی راہ سے نکل جاؤن پھر اپنی صورت نہ دکھاؤن۔

اسکا بیٹا مجھے اس قصد سے باز نہین رکھ سکتا اگر ذرا بھی ہاتھ پانون ہلائے تو اسے بھی ایک ہاتھ مارکے ٹھکانے لگا دونگا شربت اجل پلا دونگا مگر یہ کام اُسوقت کرنا چاہیے کہ جب علی بابا کا غلام لونڈی کھانا کھانے جائین یا باورچی خانے مین جاکر سو رہین آرام پائین دل کے پھپھولے پھوڑون اسکو جہنم داخل کرون۔

مرجینا اسکے تیور دیکھکر اس ارادہ پر مطلع ہوئی اور یہ خیال کیا کہ ایسا نہ ہو کہین وہ بدذات میرے آقا پر دست درازی کرے بہتر ہے کہ مین پہلے ہی چل کے کسی بہانے سے اسکا کام تمام کرون اسکی ہلاکت کا پورا انتظام کرون۔

پھر اس کنیز وفادار فست روزگار نے جلدی سے لباس ناچنے والون کا پہنا ایک دستار سر پر

رکھی اور ایک کمر بند نقرئی کمر سے باندھا اور اُسمین ایک خنجر رکھکے اپنے مُنھ چھپانے کے لیے ایک دوپٹہ بہت اچھا اوڑھا جب وہ بھیس بدل چکی اُسنے عبداللہ سے کہا اپنا طبلہ اُٹھا لے تا ہم دونون ملکے اپنے آقا کے مہمان کو ناچ گا کر محفوظ کرین عبداللہ طبلہ بجاتا ہوا آگے مرجینا کے چلا پھر وہ دونون اُس مکان کے اندر جسمین علی بابا اور اسکا مہمان تھا آئے اور آداب بجا لاکے اجازت ناچنے اور تماشا کرنے کی علی بابا سے مانگی —

علی بابا نے اُسے اجازت دے کے فرمایا کہ ایسے تماشے اور نقلین کر جسے خواجہ حسن دیکھ کے خوش ہو خواجہ حسن نے کہا صاحب تم نے سب طرح کے تکلفات اس ضیافت مین کیے مجپر احسان کیا رہین منت بے پایان کیا —

پھر جب عبداللہ نے نزدیک اُنکے کھڑے ہوکر طبلہ بجانا شروع کیا مرجینا اُسکے آگے ہو ناچنے لگی اور طرح طرح کے ناچ دکھا کر سب کو خوش کیا پھر مرجینا نے بالحان داؤدی یہ غزل گائی اور خواجہ حسن کو سُنائی ؎

جو تڑپ حاصل ہے فرقت مین مرے دل کے لیے ۔ کب میسر ہو فلک پر پردہ بسمل کے لیے
وہ فروغ حسن جانان ہے کہ جسکے رنگ سے ۔ ہو ترقی مین تنزل ماہ کامل کے لیے
دار فانی مین مآل ہر ترقی ہے زوال ۔ آسمان پر ہے تنزل ماہ کامل کے لیے
ہین ازل سے ہم اسیر دام زلف پُرشکن ۔ فکر ای جلاد بیجا ہے سلاسل کے لیے
کشتہ ہون اُس رشک گل کا اسلیے تابوت پر ۔ نوحہ خوانی چاہیے صوت عنادل کے لیے
ہے محیط موج خیز عشق ناپید اکنار ۔ دست و پا مارے عبث غواص ساحل کے لیے
ابرو گلگیر کو سر کاٹنے کا حکم ہے ۔ یہ بیا عشاق وہ ہے شمع محفل کے لیے
کنج مدفن چشم آہو سے خلق مین چاہیے ۔ کشتہ تیغ نگاہ شوخ قاتل کے لیے
مین وہ مجنون ہون کہ فرط ناتوانی سے مجھے ۔ تکفی تار گریبان ہے حمائل کے لیے
بزم دنیا ایک عالم کی تماشا گاہ ہے ۔ دی عجب تاثیر حق نے تیر بسمل کے لیے
دام زلف و دانہ خال عنبرین صیاد حسن ۔ ہے قفس چاہ زنخدان طائر دل کے لیے
خون مقتول جفا بدلے حنا کے ای تیغ ۔ چاہیے مقتل مین قاتل کے زنال کے لیے

پھر مرجینا خنجر کمر سے نکالی اور ہاتھ مین لے ناچنے لگی اور سب ناچون سے اس قسم کا ناچ بہت اچھا ان سب کو معلوم ہوا عین رقص مین مرجینا کبھی خنجر کو اپنی بغل مین رکھتی اور کبھی اسکو اپنے پیٹ

پہر بعد تھوڑی دیر کے طبلہ اُسنے عبد اللہ سے کر اپنے بائین ہاتھ مین پکڑا اور خنجر کو دہنے ہاتھ مین اور طبلا اُٹھا کے واسطے لینے انعام کے کہ معمول تماشا کرنے والون کا ہی آگے علی بابا کے گئی۔

تصویر مرجینا کی تلوار ہاتھ مین لے کر ناچنے گانے اور عبد اللہ کے طبلہ بجانے کی

علی بابا نے اُسکو ایک اشرفی دی پھر مرجینا طبلے کو آگے علی بابا کے بیٹے کے لے گئی اُسنے بھی ایک اشرفی دی مرجینا نے خوشی خوشی لی۔

خواجہ حسن نے دیکھا کہ وہ میرے پاس بھی آئے گی وہ آگے سے اشرفی نکالنے مین مشغول ہوا مرجینا نے قابو پاکے نہایت چستی اور دلاوری سے ایسا خنجر اُسکے جگر مین مارا کہ کلیجے کے پار ہوا چھاتی کو توڑ کر دو سار ہوا خواجہ حسن فوراً مرگیا سانس بھی نہ لی بیٹھے بیٹھے جان دی ؎

پھیرتا ہی جو چھری حلق پہ ٹھہرا ٹھہرا — رقص بسمل مرے قاتل کو تماشا ٹھہرا
حسرت ہی اُسکو نکلی نہ بسمل کی آرزو — پوری کرے خدا مرے قاتل کی آرزو
یہ نا امید زیست وہ مشتاق رقص ہی — بسمل کے پاس دیکھیے قاتل کی آرزو
کہین ہی عید کی شادی کہین ماتم ہی مقتل مین — کوئی قاتل سے ملتا ہی کوئی بسمل سے ملتا ہی
مجھے آتا ہی کیا رشک وقت ذبح اُس سے بھی — گلا جسدم لپٹ کر خنجر قاتل سے ملتا ہی
نہ ہوگا کیا ہمارا کام ہوگا — نہ ہوگی کیا ادا قاتل مین ہوگی

نہ کرتے دل لگی کیا جانتے تھے ہماری جان اِس مشکل مین ہو گی
چرائے گا اُسی سے آنکھ قاتل ذرا سی جان جس بسمل مین ہو گی
عدم کے جانے والو سنتے جاؤ یہ آسائش نہ اُس منزل مین ہو گی

جس دم وہ مر گیا علی بابا مرجینا پر جھلایا کہ یہ کیا تجھ سے وقوع مین آیا ناحق بدنام کیا رسوائے خاص و عام کیا یہ خبر حاکم کے جو گوش زد ہو گی میرے قتل کی اُسکو کد ہو گی۔

مرجینا نے جواب دیا کہ شکر کرو تمھاری جان بچی اُس حرامزادے کے سر گئی پہچانو تو کون ہے وہی قزاق روغن فروش خانہ بدوش ہے جو اب شاہد مرگ سے ہم آغوش ہے آج یہ گھات لگائی تھی حکمت اُسکی بن آئی تھی جو مین یہ ترکیب نہ کرتی آپ کی جان نہ بچتی دیکھو کمر مین اُسکے خنجر ہے ظاہر اس سے سر بسر ہے یہ کھانا کھانے آیا تھا یا خنجر لگانے آیا تھا۔

علی بابا کے خنجر دیکھ کے اور یہ سُنکے ہوش و حواس بجا نہ رہے مرجینا کو گلے سے لگا کے آزاد کیا کہا تیرے حقوق میرے ذمے بڑے ہین اسواسطے تیری شادی اپنے بیٹے کے ساتھ کرونگا بڑی عزت تجکو دونگا حرمت بخشونگا۔

جب مرجینا نے یہ مژدۂ طرب خیز عشرت بیز و نوید بہجت خیز سُن پایا تو غنچۂ دل نسیم مسرت کے اہتزاز سے کھل کھلایا نقش آرزو کرسی نشین ہوا مُنھ مانگی مراد پائی تمنائے دلی بر آئی ع

مہمان ہے وہ غیرت خورشید و قمر آج دن آج ہے رات آج ہے شام آج سحر آج
جس دوست کو دیکھا مجھے دشمن نظر آیا جبتک مری نظروں مین رہے تیری نظر آج
یہ شوق یہ ارمان یہ حسرت یہ تمنا کیا ہو مرے قابو مین تم آ جاؤ اگر آج

پھر بیٹے سے کہا اسکی ہوشیاری وفاداری دیکھی دوبار اس قزاق سے مجکو بچایا اور اس راز کو چھپایا وہ بھی سعادتمند تھا راضی ہو گیا۔

پہلے اسکی لاش کوٹھی مین دبا دیا پھر قاضی کو بلا کے مرجینا کا نکاح پڑھا دیا اور صحرا کے خزانے مین جو مال و اسباب تھا اُسے بتدریج اُٹھا لایا ان کاموں سے فرصت کر کے خانہ نشین ہوا یاد آلہی مین زندگی کے بسر کرنے لگا دولت لازوال کروروں روپیہ نقد لاکھوں کا مال پایا تمام کنبے نے تا زیست بفراغت کھایا شہر مین مسجد مدرسے مہمان سرا تعمیر کیے اور شرفائے گوشہ گزین بیوگان پردہ نشین کے وظیفے مقرر کر دیے کہ خیر جاری سے دارین مین اجر و ثواب ہمیشہ ملتا رہے خلق خدا نیکی سے اُسکو یاد کرے اور حاصل دلی مراد کرے ع

زندہ ست نام فرخ نوشیروان بخیر
ورنہ بسے نماند کہ نوشیروان نماند
اس طرح جی کہ بعد مرنے کے
یاد کوئی تو گاہ گاہ کرے

شہرزاد نے یہ قصہ تمام کرکے چاہا کہ دوسری حکایت شروع کرے بادشاہ کو اپنی جانب رجوع کرے ہنوز زبان نہ کھولی تھی کچھ نہ بولی تھی کہ نور سحر چمکا دنیا کا رنگ بدلا ادھر صبح کی نوبت بجی اُدھر توپ چلی مسجد مین اذان ہوئی شعاع مہر تابان سے زمین درخشان ہوئی ؎

پیدا ہوا سفید ۂ طلعت نشان صبح
سلطان صبح نے کیا قصد اذان صبح
باندھا عمامہ نور کا پہنا کتان صبح
چرخ چہارمی یہ گیا خطبہ خوان صبح

خورشید صبح کا کل وستار ہو گیا
پھر تار تار جیب شب تار ہو گیا

شہریار آرام خاص سے اُٹھا عبادت خانہ مین داخل ہوا بعد ادائے نماز اورنگ حکومت پر جلوہ فرما ہوا عدل و انصاف کا دروازہ کھلا یہان تک کہ دن تمام ہوا رات کا غلغلہ عام ہوا شہریار زمانہ مشتاق فسانہ دربار برخاست کرکے خلوت کدہ مین داخل ہوا شہرزاد کا مطلب حاصل ہوا پہلے اُسنے دعا دی پھر داستان شروع کی۔

طوطی خامہ کی شکر ریزی دربیان قصۂ علی خواجہ تاجر بغداد و خلیفہ ہارون رشید والانژاد

شہرزاد بحضور شہریار گویا ہوئی کہ شہنشاہ عالم و عالمیان پشت و پناہ سلاطین جہان کو خدائے تعالیٰ قیامت تک سلامت رکھے باقبال و باکرامت رکھے دوست شاد دشمن پائمال ہون رفقا و ندما و وابستگان دولت سیم و زر سے مالامال ہون ؎

رہین جبتک الٰہی مہر و ماہ و کوکب و اختر
رہے جبتک الٰہی اس زمین پر چرخ زنگاری
میسر خیر خواہون کو تو عیش جاودانی ہو
ترے بدخواہ کو حاصل ہمیشہ ذلت و خواری
پیے تلوار تیری ہر گھڑی خون دل اعدا
ترا خنجر کرے دائم ترے دشمن کی خونخواری
دعا اٹھون پہر ہی ہفت اقلیم آئے قبضے مین
ترے قبضے کی ٹھہرے ربع مسکون چاردیواری

راوی شیرین کلام کا بیان ہی طرب افزا داستان ہی کہ عہد دولت خلیفہ ہارون رشید بادشاہ بغداد مین علی خواجہ نام سوداگر ساکن بغداد تھا پیشہ تجارت مین بسر اوقات کرتا تھا باوجود اطمینان و فارغ البالی حسرت زن و فرزند مین مرتا تھا سچ ہی تنہائی کی زیست موت سے بدتر ہی کسی کا

یہ قول بہت معتبر ہی

چہ حظ بر د خضر از عمر جاودان تنہا		بہار عمر ملاقات دوستداران ست

اُس تاجر نے تین شب متواتر خواب مین دیکھا کہ کوئی بزرگ اُس سے کہتا ہی کہ ای شخص حج تجھ پر فرض ہی تو کیون قصد بیت اللہ شریف نہین کرتا اس راہ مین کیون قدم نہین دھرتا جلد خانہ کعبہ کو روانہ ہو خبردار اسمین توقف ذرا نہو۔

یہ خواب دیکھکر خوف اسکے دل پر طاری ہوا اور اُس پیر مرد ستودہ صفات نے اسکے قلب پر کچھ ایسی تاثیر کی کہ سب اپنا اسباب تجارت بیچ کر سفر بیت اللہ کی تدبیر کی اپنے مکان مین ایک کرایہ دار رکھکے ہمراہ ایک قافلے کے جو مکے کو جاتا تھا روانہ ہوا اور قبل جانے کے اُسنے ایک ہزار اشرفی جو زادراہ سے بچی تھی ایک ٹھلیا مین رکھ اور اسپر روغن زیتون بھر منھہ اُسکا اچھی طرح سے بند کیا اور ایک سوداگر کے پاس جو اسکا بڑا شفیق غمخوار تھا صاحب اعتبار تھا اُس گھڑے کو لے گیا کہا مین عازم خانۂ خدا ہون تجکو اپنا شفیق جانتا ہون میری مراجعت تک یہ ٹھلیا روغن زیتون کی اپنے پاس رہنے دیجیے جب مع الخیر واپس آؤنگا لے لونگا۔

اُس سوداگر نے کنجی اپنے گودام کی علی خواجہ کو دے کر کہا تم آپ گودام کھول کر جس مقام پر چاہو رکھدو حج سے واپس آکر اپنی امانت بجنسہ لے لینا۔

علی خواجہ نے اس ٹھلیا کو ایک حجرہ مین رکھکے اُسکو مقفل کر دیا اور کنجی اسکی اُس سوداگر کے سپرد کر دی اور اپنا مال تجارت ایک شتر پر بار کر کے اسپر سوار ہو قافلہ کے ساتھہ روانہ ہوا بعد طی مراحل و قطع منازل جب کعبۃ اللہ مین پہونچا اور مناسک حج سے فرصت پائی اسباب تجارت جو اسکے ہمراہ تھا نکال کے بیچنے لگا۔

اتفاقاً دو سوداگر سیر کرتے ہوے علی خواجہ کی دکان پر گئے اور اسکے اسباب کو دیکھکر بہت خوش ہوے اور پسند کر کے آپس مین کہنے لگے کہ اگر یہ تاجر اس متاع نادر کو کیر و دارار السلطنت مصر مین لے جا کر فروخت کرے تو نفع کثیر ہاتھ آئے۔

علی خواجہ کہ مدت سے ملک مصر دیکھنے کا مشتاق تھا اس بات کو سنکے زیادہ تر اشتیاق بڑھا اور بغداد جانے کا ارادہ ملتوی کر کے مصر کا عزم مصمم کیا اور ایک قافلہ مصری کے ساتھ چل نکلا جب وہان پہونچا اُس ملک کی سیر سے دل نہایت مسرور ہوا شہر کو بارونق دیکھا اور وہان کے باشندون سے ملاقات کر کے بہت خوش ہوا مال جو عمدہ دکھایا سب کو پسند آیا بڑی قیمت سے بیچا فائدہ

بہت اُٹھایا اور اسباب خرید کرکے دمشق جانے کا ارادہ کیا ایک مہینے تک کیر وہین رہ کے سیر اہرام کی جو کنارہ دریاے نیل کے کئی منزل سے نظر آتے ہین اور شہرون کو جو کنارہ دریاے نیل کے آباد ہین دیکھکے لطف مزید حاصل کیا پھر وہان سے دمشق کی جانب روانہ ہوا راہ مین رود سلیم اور اُسکی مسجد کی جو شاہان اسلام نے تعمیر کی تھی زیارت کی اور شہر دمشق مین داخل ہوکر اُسکو نہایت آباد اور آراستہ پایا چشمے بکثرت زراعت و باغات شگفتہ اور بارور دیکھے نہایت محظوظ ہوا بغداد کو بھول گیا ؎

ہواے خوش و میوہاے فراخ　　درختان بار آور و سبز شاخ
زمرد کے مانند سبزے کا رنگ　　روش پر جواہر لگا جیسے سنگ
روش کی صفائی پہ بے اختیار　　گل اشرفی نے کیا زر نثار
چمن سے بھرے باغ گل سے چمن　　کہین نرگس و گل کہین یاسمن
کہین زرد نسرین کہین نسترن　　عجب رنگ پر زعفرانی چمن
زمین کا کرون اسکے کیا مین بیان　　کہ صندل کا اک پارچہ تھا عیان
رہین کھلتے اسمین روشن مدام　　معطر شب و روز جس سے مشام
قرینے سے گرد اُسکے سرو سہی　　کچھ اک دور دور اُس سے سیب و بہی

روح کو بالیدگی ہوئی جان مین جان آگئی سبزہ و گل کے نظارے سے تازگی پائی چوک کی خوب سیر کی لطف اُٹھایا بازارون مین گشت کی چکر کھایا چندے اس شہر مین قیام کیا پھر وہان سے حلب و موصل و شیراز کا رستہ لیا عمائد کی ملاقات سے محظوظ ہوا اسی طرح جابجا پھرتا دیا رو امصار کی سیر کرتا سات برس کے بعد بغداد مین داخل ہوا اعزا و احباب کی ملاقات سے سرور حاصل ہوا ؎ حب وطن از ملک سلیمان خوشتر ؛—

اب ذکر اُس بے ایمان امانت دار کا سُنیے سات برس تک نہ اسکو علی خواجہ یاد آیا نہ اُس گھڑے کو دیکھا جس روز علی خواجہ شہر مین داخل ہوا اُسی شب کو وہ اپنی عورت کے ساتھ کھانا کھاتا تھا عورت نے کہا مدت سے روغن زیت ہم نے کھایا نہین بلکہ نظر بھی آیا نہین سوداگر کو علی خواجہ کا قصہ یاد آیا بی بی سے کہا میرا ایک دوست کعبہ شریف گیا ہی اُسکا گھڑا روغن زیت کا امانت میرے پاس رکھا ہی ایک پیالہ اور روشنی مجھے دے مین کوٹھری سے نکال لاؤن وہ نیک بخت بہت امین انجام بین تھی بولی پرائی امانت مین خیانت کرنا بہت بُرا ہی انجام اسکا ذلت و خفت کے سوا اور کیا ہی ؎ مرد آخر بین مبارک بندہ ایست ؛ اگر وہ آئے اور اپنی امانت طلب کرے اور نہ پائے

تو پھر کیا ہو رسوائی حد سے سوا ہو۔

وہ بولا سات برس گذرے اسکا پتہ ہی نہ ٹھکانا ہی کیسا آنا جانا ہی عورت نے ہر چند سمجھایا اسکی خلقت مین بے ایمانی تھی اصلا سمجھ مین نہ آیا روشنی اور پیالے کے کوٹھری کو کھولا گھڑے کو ٹٹولا طول مدت کے باعث وہ تیل شہر کے متعفن و خراب ہو گیا تھا ایسی بدبو تہین آتی تھی کہ ناک نہ دی جاتی تھی مگر اس لئیم نے گھڑا کھول کے تیل پیالے مین اُنڈیلا قضائے کار ایک اشرفی بھی تیل کے ساتھ نکل آئی پھر تو بے تکلف سب تیل نکال کے اشرفیان چُنین اپنے کیسے مین بھرین دوسری کوٹھری مین بہت ہوشیاری سے دھرین بُرے کام کا انجام بُرا ہوتا ہی کیسا ہی نیک ہو بدنام ہوتا ہی تیل وہ سڑ گیا شیطان کا اسیر سایہ پڑ گیا اشرفیان نکال کے اور تازہ تیل منگا کے گھڑے مین بھر دیا مُنھ باندھ کے اُسی طرح دھر دیا اتفاقات زمانہ شب کو یہ حرکت ہوئی دم سحر بعد نماز علی خواجہ اسکے مکان پر آیا بعد ذوق شوق امانت طلب کی اُسنے کنجی سامنے پھینک دی کہ جہان رکھ گئے ہو وہان سے لیجاؤ۔

علی خواجہ نے کوٹھری کو کھولا جہان گھڑا رکھ گیا تھا وہین پایا اپنے مکان پر اُٹھا لایا یہان کھول کے جو دیکھا تیل موجود ہی مگر اشرفیون کا نشان مفقود ہی علی خواجہ اُلٹے پانؤن اُسکے پاس آیا کل حال سُنایا وہ بولا سبحان اللہ خوب کعبے گئے تھے حاجی ہو کے نہ آتے نہ ایسا بہتان اُٹھاتے ؎

خر عیسے گرش بمکہ برند		چون بیاید ہنوز خر باشد	

خوب حج کر آئے کو یا اخر دیر جرم آئے بے ایمانی دو چند ہوئی زیارت کچھ نہ سود مند ہوئی یہ تو بتائیے کہ آپ مجکو تیل دے گئے تھے یا اشرفیون کا کچھ ذکر کیا تھا اچھا اُلٹا دھڑا باندھا علی خواجہ نے بمنت و زاری کہا کہ میری تمام عمر کی کمائی ہی جسپر یہ آفت آئی ہی اگر عند الضرورت صرف ہو گئی ہون تو بعد رتیج دینا انکار تو نہ کرو عاقبت کے سوا خندہ دار نہ ہو۔

سوداگر بدنہاد نے خیال کیا ؎

عاقبت کی خبر خدا جانے		اب تو آرام سے گذرتی ہے	

ہر چند اس تاجر حاجی نے بہت کچھ شور و غل مچایا تمام اہل محلہ کو یہ سانحہ سُنایا مگر اس پاجی نے دم نہ مارا اُلٹا اُنھین کو بے ایمان بنایا۔

غرض کہ یہ خبر چارسو شہر ہوئی ہر کس و ناکس کو خبر ہوئی آخر قاضی تک نوبت آئی اُسنے گواہ طلب کیے علی خواجہ نے کہا مجکو اسکا بڑا اعتبار تھا برسون کا یار تھا اُسوقت قاضی نے اس دغا باز سے قسم کو کہا وہ حرام خور بے تکلف قسم کھا گیا قاضی نے مقدمہ خارج کیا مدعی کو جواب دیا علی خواجہ

خجل و نادم گھر پھرا لوگون نے مضحکہ کرنا شروع کیا کہ نقصان مایہ و دیگرے شماتت ہمسایہ مثل راست ہوئی منکرسے کچھ نہ بازخواست ہوئی۔

بادشاہ بغداد خلیفہ ہارون رشید نیک نہاد نماز جمعہ کو جو وہ سوار ہوا علی خواجہ نے راہ مین عرضداشت گذرانی بعد ملاحظہ حکم ہوا صبح کو مدعی مدعا علیہ دونون در دولت پر حاضر ہون ہم بذات خاص اسکا فیصلہ کرینگے شب کو موافق معمول لباس تبدیل کرکے شہر کا حال دریافت کرنے جو نکلا ایک محلے مین دس بارہ لڑکے چاندنی مین کھیل رہے تھے خلیفہ وہان ٹھہر گیا ایک لڑکا اُنمین خوبصورت وہوشیار تھا وہ کہنے لگا آؤ ہم تم سب ملکے قاضی کی نقل کرین مین قاضی بنتا ہون تم کسی کو علی خواجہ اور کسی کو تاجر بغدادی بناکے ہزار اشرفی کا دعوی کردین اس قصے کا انفصال کرونگا جھگڑا چکادونگا سرمو کسی کی رعایت نہ کرونگا۔

خلیفہ نام علی خواجہ و تاجر بغداد کا سُنکے متحیر ہوا کہ کل اسی مضمون کی عرضی راہ مین کسی شخص نے گذرانی ہے اور مین نے اسکو پڑھا ہے متخاصمین کا یہی نام ہے دیکھون اس مقدمے کے فیصلہ مین اس لڑکے کی تجویز کا کیا انجام ہے۔

تصویر لڑکون کے قاضی بنکر فیصلہ کرنے اور خلیفہ ہارون رشید کے خفیہ دیکھنے کی

غرض کہ خلیفہ مشتاق ہوکر لڑکون کی نقل دیکھنے لگا اور اپنے دل مین تصور کرتا تھا کہ یہ مقدمہ شہر

مین اس درجہ مشتہر ہوا ہی کہ لڑکے تک لہو ولعب مین نقل کرتے ہین بہرکیف اُن اطفال مین سے ایک کو علی خواجہ مدعی اور دوسرے کو تاجر بغدادی مدعا علیہ قرار دے کر روبرو اس لڑکے کے جو قاضی بنا تھا اور بڑی عظمت ونشان سے مسند قضا پر تن کے بیٹھا تھا پیش کیا اُس مصنوعی قاضی نے فرضی خواجہ علی سے پوچھا کہ تو کیا دعوی اس سوداگر پر رکھتا ہی۔

علی خواجہ نے بہ تفصیل اپنے دعوے کو بیان کیا مصنوعی قاضی نے دعوی مدعی کا سُنکے اُس سوداگر سے پوچھا کہ تو نے اسکی اشرفیان کیا نہین وہ اُس فرضی سوداگر نے وہی جواب دیا جو اصلی سوداگر نے قاضی شہر کے سامنے بیان کیا تھا اور حلف اُٹھانے پر مستعد ہوا جعلی قاضی نے کہا قبل اسکے کہ تو قسم کھائے مین اُس ظرف کو دیکھنا چاہتا ہون جسمین مدعی نے روغن زیت بھر کے تیرے گھر مین امانتاً رکھا تھا پھر علی خواجہ فرضی سے کہا جلد اُس ٹھلیا کو حاضر کر۔

علی خواجہ فرضی نے وہ گھڑا پیش کیا اُس فرضی قاضی نے بہ تکرار دونون متخاصمین سے تصدیق کی کہ تم خوب پہچانتے ہو یہ وہی ٹھلیا ہی جسکو مدعی گھر مین مدعا علیہ کے رکھ گیا تھا اُن دونون نے اقبال کیا کہ بیشک یہ وہی سبوچہ ہی پھر قاضی نے اُسے کھلوا یا کہا ذرا سا روغن میرے پاس لاؤ تاکہ ذائقہ سے دریافت کرون کہ امتداد زمانہ سے مزے مین فرق آگیا ہی یا متعفن ہو گیا ہی غرض کہ قاضی فرضی نے قدرے روغن زبان پر رکھا کہنے لگا اچھا ہی سات برس کا زمانہ گذرا تیل کا ذائقہ نہین بدلا کوئی حاضر ہی دو روغن فروشون کو بازار سے بلا لاؤ انھین مین دو لڑکے روغن فروش بن کے سامنے حاضر ہوے مودب ہو کر تسلیم بجا لائے۔

قاضی نے پوچھا تم لوگ کیا پیشہ کرتے ہو انھون نے کہا ہم لوگ خرید فروخت روغن زیت کی کیا کرتے ہین قدیم سے ہمارا یہی روزگار ہی پھر سوال کیا کہ روغن زیت کتنی مدت تک اچھا رہتا ہی بدذائقہ نہین ہوتا روغن فروش مصنوعی بولے پیرو مرشد کیسے ہی احتیاط سے رکھا جاے تین سال کے بعد اسکے رنگ و بو مین فرق آجاتا ہی بوند بھر زبان پر نہین رکھا جاتا بلکہ پھینک دیا جاتا ہی پھر قاضی مصنوعی نے حکم دیا کہ اس ٹھلیا مین جو روغن زیت ہی اسکو چکھ کر تجویز کرو کتنی مدت کا ہی اور کیسا مزا ہی فرضی روغن فروشون نے جھوٹ موٹ اُس ٹھلیا مین سے روغن زیت نکال کے دیکھا اور چکھ کر کہا خداوند نعمت یہ تیل تازہ ہی انتہا یہ کہ سال بھر گذرا ہوگا قاضی نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو علی خواجہ کو سات برس ہوے ہین کہ اس روغن کو اسی ٹھلیا مین رکھکر حج کو گیا تھا فرضی روغن فروشون نے عرض کیا حضور جو چاہین فرمائین مگر یہ روغن ایک برس سے زیادہ کا ہرگز نہین اسی سال کا

بنا ہی کوئی تاجر بغداد مین نہین کہ جو اس امر کو نہ جانتا ہو چنانچہ اُس سوداگر نے بھی جو مدعا علیہ بنا تھا اُس روغن کو سونگھ کے اور زبان پر رکھ کے اس امر کا اقرار کیا ؎

دعوائے مجبت ظہور ری | ثابت شدہ مدعی گواہ است

تب قاضی مصنوعی تاجر بغدادی سے کہنے لگا کہ ای ملعون تو سخت دغاباز و مکار تر د جفا شعار ہی یہ فریب تو نے کیسا کیا اگر لیست درکار ہی جو در راست راست ہوا ہی اسکا اظہار کر اپنی خطا کا اقرار کرو وگرنہ ای بدکردار تجکو دار کا سزاوار کرونگا تیرے لہو مین اپنا ہاتھ بھرونگا جہنم واصل ہوگے زندہ نہ بچوگے ۔

یہ سُنکے وہ تھرایا اور ایسا رعب چھایا کہ اُسنے اشرفیان نکالنے اور تیل بدلنے کا اقرار کیا عفو کا خواستگار ہوا لڑکے یہ سُنکے تالیان بجانے لگے کودنے لگے اس لڑکے کو جسے سوداگر بغدادی مدعا علیہ قرار دیا تھا پکڑ کے حوالات مین لے گئے ۔

خلیفہ ہارون رشید یہ معاملہ دیکھ کے سخت متحیر ہوا جعفر سے فرمایا تو نے اسکے ذہن کی رسائی طبیعت کی زور آزمائی دیکھی اس لڑکے کو پہچان رکھ اور محلے کا خوب دھیان رکھ دم سحر تخت عدالت پر جب جلوہ فرما ہونگا ان لڑکون کو بھی میرے سامنے لانا ہوگا علی خواجہ و تاجر بغدادی کا ایکی رائے سے قصہ چکانا ہوگا اور قاضی شہر بھی حاضر ہوکر فیصل کرنا مقدمے کا اس بچے سے سیکھے بزرگی بعقل است نہ بسال نر مسند کا گدھا نہ بنا رہے اور مدعی سے کہلا بھیج کہ کل وہ ٹھلیا بھی اجلاس پر اپنے ہمراہ لیتا آوے اور شہر کے دو چار روغن فروش بھی حاضر رہین خلیفہ ہارون رشید یہ سب حکم راہ مین وزیر کو دے کر اپنے محل مین داخل ہوا ۔

اتنے مین سه

رخصت ہوا جیسے چشم سے خواب	جب دیو سیاہ شب سے شتاب
ہنگام سحر ہوا نمایان	اور گُل لیے آفتاب تابان

جب مرغ سحر نے آواز کلگڑون کون کی دی نمازیون نے نماز سحر ادا کی طائران خوش الحان نے حمد و ثنائے خدائے تعالےٰ مین زبان کھولی اور مسجدون مین اذان ہونے لگی شہرزاد نے سکوت اختیار کیا بادشاہ دیجاہ نے قصد دربار کیا تمام دن کاروبار سلطنت مین مشغول ہوا ہر مستغیث کو اپنا مقصد دل حصول ہوا بعد برخاست دربار شہریار خلوت کدہ مین داخل ہوا شہرزاد کا مطلب حاصل ہوا قصہ خوانی شروع ہوئی طبیعت شہریار رجوع ہوئی شہرزاد نے پہلے مدح سرائی کی پھر یون طبیعت آزمائی

کی کہ تیرے عہد معدلت مہد مین شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتا ہی چیتا کتے کی سایہ حمایت
وظل عاطفت مین جیتا ہے ؎

یا الٰہی تا بناے یک ولی قائم بود	پردہ دار آشنائی تا دل پیر وجوان
روز بہ باشد نصیب دشمنان تو مدام	تیر تگین وخستہ جان باشند دائم دشمنان
آستان تو بود مسجود اہل احتیاج	دولت واقبال باشد پاسبان آستان

صبح کو وزیر اُس محلہ مین گیا جہان لڑکون نے قاضی کی نقل کی تھی اُنکے اُستاد سے پوچھا اُسنے کہا وہ سب لڑکے اپنے اپنے گھر گئے ہین۔

وزیر نے اُنکے باپ کو بُلا کے فرمایا اپنے اپنے لڑکون کو جلد حاضر کرو چنانچہ دم بھر مین سب لڑکے حاضر ہوگئے وزیر نے اُنسے پوچھا کہ تم مین سے کل رات کو کس لڑکے نے قاضی بنکے علی خواجہ کا مقدمہ فیصل کیا تھا سب سے بڑے لڑکے نے کہا مین قاضی بنا تھا وزیر نے اُس سے کہا میرے ساتھ چل خلیفہ نے تجھے یاد فرمایا ہی والدین اُس لڑکے کے ڈر گئے اور رونے لگے وزیر نے اُنکی تسلی کی کہ تم کچھ اندیشہ نہ کرو گھنٹہ بھر مین تمھارے فرزند کو پہونچا دونگا اُسکی ماں نے مطمئن ہوکر لڑکے کو عمدہ کپڑے پہنا کے وزیر کے ہمراہ کر دیا وزیر نے خلیفہ کے حضور مین حاضر کیا۔

خلیفہ نے وقت اجلاس کے اُس لڑکے کو اپنے پاس بٹھا لیا جب متخاصمین حاضر ہوے اور مقدمہ پیش ہوا خلیفہ نے اُنسے فرمایا تم ہر ایک اپنا حال اس لڑکے سے کہو یہی تمھارے مقدمہ کو تجویز کرے گا علی خواجہ اور تاجر بغدادی نے اپنا اپنا حال اُس لڑکے سے ظاہر کیا اور وہ سوداگر بعد انکار کرنے کے مستعد قسم کھانے پر ہوا۔

اُس لڑکے نے کہا ابھی قسم کھانا ضرور نہین پہلے اُس مٹھلیا کو حاضر کرو چنانچہ وہ سبوچہ روغن زیت پیش ہوا خلیفہ نے اسکا مُنھ کھلوا کے روغن کو چکھا اور روغن فروش جو حاضر تھے انکو بلا کے چکھایا اُن سب نے بالاتفاق کہا کہ مزا اس روغن کا بگڑا نہین اسی سال کا ہی تب اُس لڑکے نے اُنسے کہا تم خلاف کہتے ہو اس وجہ سے کہ علی خواجہ نے اسکو سات برس ہوے ہین کہ اس ظرف مین بھر کے رکھا ہی اس برس کا روغن اسمین کہان سے آگیا ہی۔

روغن فروشون نے بعینہ وہی جواب دیا کہ جو اُن فرضی روغن فروشون نے کھیلنے کے وقت کہا تھا آخر اُس سوداگر بغدادی نے قائل ہوکر اپنے قصور کا اقرار کیا اُس لڑکے نے خلیفہ سے عرض کیا کہ خداوند ہم نے کل آپسمین کھیلنے کے وقت یہ نقل کی تھی ہم کو مقدور مجرم کے سزا دینے کا نہ تھا اب یہ مقدمہ آج حضور

مین فیصلہ ہوا اسکو شہزادے کہ ہزار اشرفی اس سے علی خواجہ کو دلوا دیجیے کہ حق اُسکا ثابت ہوا خلیفہ نے حکم دیا کہ اس سوداگر کو پھانسی دو اور اُس سے پوچھو کہ ہزار اشرفی علی خواجہ کی کہان ہیں جہان بتلائے وہان سے لاکر علی خواجہ کے حوالے کرو اور اُس لڑکے کو گلے سے لگا کے ہزار روپیہ مرحمت کیا بحفاظت گھر پہونچوا دیا۔

ملکہ شہرزاد نے ادھر قصہ کو تمام کیا اُدھر خورشید جہان گرد کی آمد آمد کا غلغلہ ہوا۔

آیا جو تیغ روز لیے شاہ نیم روز	ماہی شکار شیر سوار و جہان فروز
باندھے کمر مین خنجر بیضاے کینہ سوز	پھر دیو ہفت سر ہوا صید عقاب روز
مہتاب لشکر شب تھا وہ رن مین گھر گیا	ارہ شجاع کا سر انجم پہ پھر گیا

قاضی ماہ نے اشغال نجوم کے فیصلے کی خفت سے اپنا رستہ لیا نور کا تڑکا ہوا شہرزاد کو قتل کا دھڑکا ہوا دنیازاد گھبرا کے بولی آجی بہن تمھارے سکوت سے طبیعت گھبراتی ہے جان بیقرار لبون پر آتی ہے کوئی قصہ اور چھیڑ دیے جبتک روز روشن ہو آفتاب نکلے اُسنے کہا باجی جان اگر آج جان بخشی ہوئی کل وہ داستان سناؤنگی کہ دل خوش ہو جائے گا اُسکی عمدگی پر تعجب آئے گا کہ کیا عمدہ کہانی ہے واقعی سحر بیانی ہے۔

شہریار نے دل مین خیال کیا جلدی کیا ضرور ہے قتل ممکن ہے جب منظور ہے مسکرا کے فرمایا تیرا اضطراب بیجا ہے تیری سحر بیانی نے میرے دل کو مسخر کر لیا ہے پھر بستر استراحت سے اُٹھا حمام مین جا کے غسل کیا پوشاک بدل کے داخل عبادت خانہ ہوا بعد ادائے نماز بصد نیاز اورنگ سلطنت پر جلوہ فرما ہوا دن بھر مصروف انتظام مملکت رہا قریب شام دربار برخاست کیا اسپ صبا رفتار پر سوار ہو کر کچھ دیر مصروف گلگشت باغ رہا جب سیر سے طبیعت سیر ہوئی خلوت سرائی راہ لی بعد اکل و شرب آرام کیا پھر بیدار ہو کے شہرزاد سے بیان داستان کا احکام کیا یہ گویا ہوئی شہریار عالیوقار کا یاور اقبال رہے عدو پائمال رہے۔

شہزادۂ احمد اور پری بانو کی داستان ندرت عنوان

ملکہ شہرزاد نے گوہر آبدار سخن کو اپنے لب لعلین سے سلسلۂ بیان مین یون منتظم کیا کہ اے شہریار فریدون فر سنجر منزلت جم مرتبت

تیری ہی بخشش نے دیا اہل جہان کو یہ وقار	ہر گھر میں سب [illegible] آتا ہے شہنشاہ تبار

طمع سو دیہ دیدے اُسے قارون سب گنج
تیری بخشش کے جو وعدے پہ کوئی مانگے اُدھار

گو سے بازی ہی ترے عہد مین لڑکون کے لیے
کف پر دیز مین تھا وہ جو زر دست افشار

آبرو بحر تنک مایہ کی کس طرح رہے
یون رہے دست کرم جبکہ ترا گوہر بار

لعل دیا قوت بناتا ہی جو اس کثرت سے
تجھپہ کرتا ہی مگر مہر جہان تاب نثار

یون رہے ہاتھ کو تکتا ترے حاتم ہردم
جسطرح جانب ساقی نگران بادہ گسار

کسکو معلوم تعدی ہی ترے لشکر کی
کسکو مفہوم زمانے مین ہی تارون کا شمار

مجھ سے تقصیر تو سرزد ہوئی لیکن ہو معاف
کیا کرون عدل مین تشبیہ ہی تیری درکار

اس سے بہتر نہ سمایا مری نظرون مین کوئی
اے کرم پیشہ کہا ہی تجھے کسری ناچار

ذکر کیا ہی کہ کسی پر کوئی کچھ ظلم کرے
دخل کیا ہی کہ کسی کو کوئی دیوے آزار

پر پروانے سے گر شمع کو پہونچے نقصان
دل بلبل مین چبھے گل کی طرف سے گر خار

عمر بھر اُسکو جلاتی ہی رہے آتش تیز
حشر تک اُسکا جگر چاک رکھے باد بہار

تا جہان مین رہے رنج و الم و عیش و سرور
تا فلک پر رہین گردش مین نجوم سیار

پاے احباب رہے زینت فرق اعدا
سر اعدا رہے پامال ہجوم ادبار

شہنشاہ عالم کی عمر دراز ہو زمانہ سابق مین ہندوستان کا جو فرمان روا تھا اُسکے تین فرزند دلبند تھے بڑے کا نام شہزادہ حسین اور منجھلے کا شہزادہ علی اور چھوٹے کا شہزادہ احمد تھا اور ایک شہزادی جسکا نام نور النہار تھا وہ اُسکی بھتیجی تھی جب اُسکے باپ نے قضا کی چچا کی یہ مصلحت ہوئی کہ اپنے ہی گھر مین لایا شہزادون کے ہمراہ اُسکی بھی پرورش کرنے لگا یہ شہزادی بہ نسبت اور اپنی ہمسن شہزادیون کے حسن و جمال مین بے نظیر تھی غیرت مہر منیر تھی ع

غارت گر ہوش ہی سراپا
عشوہ غمزہ ادا کرشما

وہ نور کہ صدقے مہر انور
وہ رُخ کہ نہ ٹھہرے آنکھ جسپر

حور لقا ماہ سیما زلف گرہ گیر مشک ختن کی قدر کھوتی یاسمن رخسار صبح پر صدقے ہوتی ع

رخسار کو قمر جو کہون اُسمین داغ ہی
خورشید ہی تو کیا ہی وہ دن کا چراغ ہی

لب نازک عقیق یمن رشک لعل بدخشان دہن تنگ شکر افشان دانتون کی چمک سے دُر شاہوار ہیرا کھاتے چاہ ذقن کے سامنے سیب زرد رو نظر آتے ع

ترے دندان و لب نے کر دیا بیقدر عالم مین
گہر کو لعل کو یاقوت کو ہیرے کو مرجان کو

آنکھیں وہ جادو بھری ہوئی نشہ شراب حسن بے جا سان میں مست ہیں کہ دیکھنے والوں کے حوصلے بالکل ہی پست ہیں ؎

آنکھیں وہ نرگسی جنھیں دیکھے سے ہو سرور
یا صاف دو ستاروں کا ہی ایکجا ظہور
ہرگز نہیں ہیان کی عینیں یا دو چراغ نور
اوترے یا بہشت سے ہیں ساغر بلور

پتلی نہیں یہ چشم سیہ سے حباب بین
پنہان ہی روے حضرت یوسف نقاب بین

کان برگ گل سے خوشتر یا پہلوے ماہ میں دو اختر صراحی دار گردن سانچے میں ڈھلی ہوئی نور میں مثل شمع روشن جیب تختی وہ کہ اگر فرشتے دیکھ پائیں اُنکے بھی وضو شکست ہو جائیں بطن مثل آئینہ شفاف گرداب محیط حسن وہ ناف کمر نازک تار نگاہ [illegible] زخم ہو ہاتھوں میں حنا کی تزئین پنجۂ مہر دست رنگین ساقیں شاخ نخل طوبیٰ ہیں پر نور مثل ید بیضا ہیں کف پا رشک عارض حور بڑا سا قد قیامت نخل مراد سراپا وہ سہی قامت انداز و ادا کرشمہ و ناز سب اُس غیرت حور کے دمساز ہیں ایسی نور کی صورت پائی تھی گویا صانع قدرت نے خود بنائی تھی ؎

آپ پروانہ ہو گر دیکھے اُسے حسن فرنگ
اپنی صناعی پہ حیران ہو خود دیدۂ ارژنگ

علاوہ حسن بے نشان کے عقل و دانش فہم و فراست میں بھی ممتاز تھی جسم خوبی وہ سراپا ناز تھی غرض کہ وہ تینوں شہزادے اور یہ حور خصال سالہا سال یکجا بسر کرتے رہے ایک مکتب میں لکھتے پڑھتے رہے لیکن اُسکی شمع حسن کے پرتو سے ہر ایک محبت کا دم بھرتا تھا مجموعۂ عقل و ہوش برہم تھا جام آرزو بادۂ عشق سے پیہم بھرتا تھا ؎

مشغول کوئی ہے نرگس [illegible]
کوئی شین کی کشاکش پہ خوش حال
کوئی قطعہ خط سے حظ اُٹھاتا
آتے دم صبح جیسے مدہوش
انگشت [illegible]
یہ خم سوے جیب صورت دال
جون حرف غلط یہ مٹ ہی جاتا
سیپارہ دل لیے در آغوش

جبکہ سب حد بلوغ کو پہونچے بادشاہ عالی جاہ نے مشیران دولت مدبران سلطنت سے آپس میں مشورہ کیا کہ کوئی شہزادۂ عالی خاندان اور تین شہزادیاں والا دودمان نجیب الطرفین کہیں ٹھہرانا چاہیے کہ ان چاروں کی شادی سے فرصت ہو خانہ آبادی کی صورت ہو کہ گردش چرخ کا اعتبار نہیں خدا جانے کیا رنگ لائے آج کیا ہی کل کیا پیش آئے ؎

بیک ساعت بیک لحظہ بیک دم	دگرگون مے شود احوال عالم

ایک خواجہ سرا سے قدیم شہنشاہ فرشاد کو تنہا لیجا کے عرض کیا ہیر و رشید کو بھائیون کی شادی کا خیال ہے یہی فکر لاحق حال ہے انکا نوکچھ زائد ہی اور یہ حال عجیب ہے شل سنتے تھے ایک گز دو فاختہ یہان تماشاے عجیب و غریب ہے تین گز ایک فاختہ کا ڈھنگ ہے زمانہ کا ارشہ ہے یہ تینون شاہزادے ملکہ نور النہار حور خصال کے عاشق زار ہین شادی کے امیدوار ہین زلیست سے تنگ ہین آپس مین آمادۂ جنگ ہین تیر عشق شہزادی کا کلیجہ کے پار ہے ہر ایک شہزادی کا عاشق زار ہے ماہی بے آب کی طرح بیقرار ہین ورد زبان یہ اشعار ہین ؎

کرشمے ناز کے تیرے ہزارہا ہین	ہزارون شوخیان اُن دلربا ہین
نہین کچھ ایک شوخی دلربا ہین	کرشمے ہین ہزارون ہر ادا مین
جسے کہتے ہین اعجاز مسیحا	وہی انداز ہر تیری ادا ہین
مراد دل اب نہ دے گر جو لیے گا	گرہ دے بیچے بند قبا مین
جگر بھی مضطرب ہے دل بھی بیتاب	سنبھالین ہم اسے یا اسکو تھامین
ملاتے ہی نظر دل لے گئے وہ	لگاوٹ ہے حسینون کی ادا مین
کلیجہ دونون ہاتھون سے وہ تھامین	اثر اتنا تو ہو آہ رسا مین

خواجہ سرا سے یہ کیفیت سُنکے شہنشاہ فریدون بارگاہ کو بڑی تشویش لاحق ہوئی انواع و اقسام کے خیالات سے نہاں خانۂ تدبیر مین راہ پائی تردد و انتشار کے سوا کوئی بات ذہن مین جمنے نہین پاتی تھی مرآت ضمیر مین عکس اوہام منعکس تھا تصویر تفکر نظر آتی تھی کبھی دل مین یہ خیال کرتا تھا کہ اگر ایک کے ساتھ شادی کردون یہ دونون جھلا ئینگے اگر کوئی حرکت ناشائستہ نہ کی تو شہر سے ضرور نکل جائینگے تکلیف غربت سفر کی زحمت اُٹھائینگے دشت نوردی سے ہلاک ہو جائینگے جیتے پھر کر نہ آئینگے ۔

کبھی یہ ذہن نشین شاہ والا تبار ہوتا کہ اگر کسی غیر شاہزادے سے اُس دُر شاہوار سلطنت کا عقد ہو تو یہ شاہزادے اُسکے دشمن جان ہو جائینگے مار ڈالنے کا خیال ہوگا اُسکا زندہ رہنا محال ہوگا ؎

با سایہ ترا نمی پسندم	عشق است و ہزار بدگمانی

آتش رقابت کی شعلہ افشانی طرفین کے جگر مین سوزش پیدا کرے گی بُرا اثر ہو یدا

کرے گی جسکا نتیجہ التہاب نائرۂ عداوت ہی سخت انتشار طبیعت ہی اسی سوچ مین شب و روز سر دھنتا تھا کچھ کسی سے نہ کہتا تھا نہ سنتا تھا خاموشی صورت تصویر قفل دہن تھی مہر سکوت لب پر جلوہ افگن تھی ؎

نہ ہو کوئی آگاہ راز نہان سے
خموشی کو یہ مہر لب چاہئے اپنا

آخر بحر دریاے تفکر مین سفینا وری کرتا مگر در مقصود ہاتھ نہ آتا کوئی امر تسلی بخش خاطر لوح دل پر نقش پذیر نہ ہوتا جس سے تفریح حاصل ہوتی طبیعت ایسی سوئی پر آئی ہوئی یہ شعر ورد زبان تھا نہایت ہی پریشان تھا ؎

غم کھاتا ہون لیکن مری نیت نہین بھرتی
کیا غم ہی مزے کا کہ طبیعت نہین بھرتی

معاملہ ایسا نازک کہ زبان سے نکالنے مین خشت از بام ہونے کا خیال ہی دوسرا وہم گوش زد شہرت کا خیال ہی ؎ نہان کے ماند آن رازے کزو سازند محفلہا ۔

اسی سوچتے سوچتے مدت مین ایک امر ذہن مین آیا شہزادون کو حضور مین طلب کرکے یہ سنایا کہ تم میرے لخت جگر نور نظر ہو ایک کو دوسرے پر فضیلت نہین میرے نزدیک سب برابر ہو مین ایک کو دوسرے پر ترجیح دے نہین سکتا ایک ہی شجر دولت کے تینون گلہاے شاداب ایک ہی معدن حشمت و اقبال کے تینون در نایاب ہین۔

مین بلکہ نور النہار کی شادی کیا چاہتا ہون اور منظور یہ ہی کہ باہم تم مین ملال نہ ہو رشک و حسد کا دل مین خیال نہ ہو وہ اس شرط پر موقوف ہی کہ تم علیحدہ علیحدہ سفر کرو اور سوغات میرے واسطے وہ لاؤ کہ بے مثل ہو آج تک کسی کی نگاہ سے گذری نہ ہو تاجر فلک نے باین پیرانہ سالی متاع دہر مین دیکھی نہ ہو نظیر و مثال اپنی پردۂ دنیا پر نہ رکھتی ہو ایسی ارمغان ہو کہ عالم شہود مین اپنا جواب مقابلہ مین نہ دیکھ سکتی ہو ایسی شی نادر دیکھنا جو لائے گا اسکو فوق ہوگا فرید شوق ہوگا ایسی عدیم المثال چیز جو پیش کرے گا اسی کے ساتھ اس گلعذار کا بیاہ ہوگا قران مہر و ماہ ہوگا گل و بلبل کے اتصال کی یہی راہ قرار پائی ہی شمع و پروانہ کی باہمی اسی صورت سے نظر آئی ہی بادۂ وصل سے لبریز جام ہوگا دنیا مین شادکام ہوگا۔

تینون بھائی اس بات پر راضی ہوئے سامان سفر شام و سحر درست کرکے بقدر حوصلہ سرکاری خزانہ سے زر سرخ و سفید لے کے ماں باپ سے رخصت ہوئے تینون بھائی باہم گھر سے چلے باپ نے دعاے خیر دی اور یہ بیت پڑھی ؎

بسفر رفتنت مبارک باد | بسلامت روی و باز آئی

دفعتہ یکہ تاز سپہر کیان شوکت و شان خانہ فلک پر نظر آیا پرچم شعاعی کی چمک نے دیو شب کو بھگایا فوج میں در دہی کی توپ چلی ؎

اندوہ آفتاب کی اور وہ سحر کا نور | کافور ہو گیا تھا فلک پر قمر کا نور
پیدا تھا شکل طور سے ہر اک شجر کا نور | پھیلا تھا چاندنی کی طرح دشت و در کا نور

غنچون کے منہ جو صبح کو شبنم نے دھوئے تھے
گویا گلون نے عطر مین چہرے ڈبوئے تھے

ادھر مہر جہانتاب کی شعاع در و بام پر نمایان ہوئی ادھر شہرزاد حیرت سے بت بن گئی شہریار بستر راحت سے اٹھا عبادت خانہ کا عازم ہوا بعد ادائے نماز تخت سلطنت پر جلوہ دیا وزرا و ارکان دولت بعد ادائے تسلیم و زمین بوس مشغول کار ہوئے خاطر و مظالم حاضر کیے گئے عدالت کا گرم بازار ہوا منزا یاب ہر بدکردار ہوا اس عرصہ مین زمانے نے رنگ بدلا تیرگی شب نے روز روشن کو چھپایا ؎

ہوئی آغاز کو تکلیف رنج شام | قدم بوسی کو آئی گیسوے شام
چمک دی شمع کے شعلون نے ہر سو | ملا محفل مین ہر پہلو سے پہلو

شہریار محفل عشرت مین آیا شہرزاد کو طلب فرمایا کچھ دیر اکل و شرب کا چرچا رہا پھر آرام کیا جب تھوڑی رات رہی شہریار نے بیدار ہو کے بیان داستان کی فرمائش کی شہرزاد حورنژاد یون گویا ہوئی کہ ؎

ای شاہ جہان گیر جہان بخش جہاندار | ہی غیب سے پیدا تجھے صد گونہ بشارت
ہی عقدہ دشوار کہ کوشش سے نہ وا ہو | تو وا کرے عقدے کو سو وہ بھی باشارت
آصف کو سلیمان کی وزارت سے شرف تھا | ہی فخر سلیمان جو کرے تیری وزارت
ہی نقش مریدی ترا فرمان الٰہی | ہی داغ غلامی ترا توقیع امارت
تو آب سے گر سلب کرے طاقت سیلان | تو آگ سے گر دفع کرے تاب شرارت
ڈھونڈھے نہ ملے موجہ دریا مین روانی | باقی نہ رہے آتش سوزان مین حرارت

ایک عالم اس بات سے آگاہ ہی کہ مسافر کے لیے سفر کی عمر کوتاہ ہی بعد قطع منازل و طی مراحل ان تینون شہزادون کا گذر چالیس دن مین ایک شہر کے اندر ہوا عجب نقشہ مد نظر ہوا کچھ ایسے حساب سے

اس شہر کی بناڈالی تھی اُنھاین سے ہی شکل نکالی تھی کہ جتنے شہر نامی گرامی اور اچھے تھے وہان سے بعد مسافت یعنی مسافری رکھتے تھے چنانچہ اُسکی سیر کرکے باہم مشورہ ہوا کہ مکان سے یہان تک ہم سب ساتھ آئے ہین پھر گھر بھی ہمراہ پہونچین اُسکی ترکیب یہ ہی کہ جو مراجعت کرے وہ اسی شہر مین آئے اور دن کے انتظار مین ٹھہر جائے جس دم فلک تفرقہ پرداز سب کو دوچار کردے مع الخیر بالاتفاق اپنے ملک کو چلین —

یہ ہر باہم مستحکم کرکے دم سحر ایک دوسرے سے مل کے روانہ ہوا تفرقے کا بہانہ ہوا پہلے بڑے صاحب شہزادہ حسین جسکا نام تھا وہ ہمیشہ تعریف شہر بشن گڈھ کی سُنا کرتا تھا اور کمال شوق اُسکے دیکھنے کا رکھتا تھا اُس شہر کی طرف باتفاق قافلے کے جو اُدھر کو جاتا تھا جہاز پر سوار ہوا مینہینے تک دریا کا سفر کیا بعد ازان خشکی کی راہ طے کرکے اکثر شہرون کی سیر کرتا ہوا بشن گڈھ مین پہونچا — بسبب وسعت شہر کے کئی حاکم اُس شہر کے تھے انتظام ملکی اور کثرت آبادی کی وجہ سے ہر حاکم اپنے حصہ ملک کا انتظام کرتا تھا رعایا کی دادرسی صبح وشام کرتا تھا —

غرض کہ یہ شہزادہ شہر مین وارد ہوا اور ایک کاروان سرا مین جو مخصوص تاجران اطراف و جوانب کے لیے تھی فرودکش ہوا وہان کے باشندون سے معلوم ہوا کہ اس شہر مین ایک بڑا بازار ہی جسمین عجائب وغرائب اسباب اور ہر ملک کی چیزین نادر ونایاب بکتی ہین نہایت آراستہ و پیراستہ ہی بڑی تعریف اس بازار کی سُنی —

دوسرے دن شہزادہ حسین اُس بازار کی سیر کو گیا تو دیکھا کہ واقع مین بڑا عظیم الشان بازار ہی جسکے طول و عرض کو دیکھکر یہ حیران ہوا اور اُس بازار مین ہزار ہا دُکانین نہایت لطافت وخوبی سے بنی ہوئی تھین ہر دوکان کے سائبان نہایت تکلف کے دھوپ اور گرمی کی حفاظت کے لیے اس خوش اسلوبی سے لگائے تھے کہ اگر اُن سائبانون کی تعریف کی جائے تو اطلس چرخ شرمائے خورشید کا مُنھ رشک سے زرد ہو جائے ہر جنس واسباب کی دوکانین علٰحدہ علٰحدہ تھین اور طرح طرح کے اسباب خوبصورتی سے اُنمین سجے تھے —

کہین بزازہ کہین صرافہ جوہری بازار چاندی بازار کہین مالن کہین کبڑن کہین سنکرن کہین تنبولن جریزار کی دُکان تھی اُسکی خوبی کیا تحریر ہو ادنی تو یہ بات ہی کہ جب کسی نے اُسکے قریب جالی جالی لوٹ کی طرح زرد پسوراخ دار ہوا جی لوٹ گیا لاہی دردآہ عاشقان کا پتہ دیتی تھی گلبدنون کے تن کی زیب بنی تھی جو گل رخسار اُس دوکان کے کپڑے کو دیکھ پائے تو شبنم نمط اشک

بہائے ہاتھ ململ کے رہے کم خواب آئے۔

اسی طرح صرافہ مقابل بزاز سے کے آراستہ روپیہ اشرفی کوڑی پیسے کا ڈھیر لگا ہوا چاندی بازار مین گہنا سونے چاندی کا رکھا ہوا جسکو دیکھکر خازن کی طبیعت مالامال زر امید سے آسودہ حال اشرفی کو جو کوئی سیم بدن بیہری سے دیکھا تو زرد روئی ہو جاتی مثل سیم سادہ سادہ لوحی ہاتھ آتی فلک مفلس ہر چند للچاتا ہی مگر وہان کے درم و دینار نہین پاتا ہی سکہ کو اکب دور سے دکھاتا ہی اشرفی مہر و ماہ اپنی نثار کرنے کو تیار رہی اس لیے نہین پاتا ہی صراف سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے نظر آتے تھے ٹاٹ کے نیچے اٹھنیان چونیان چھپائے بیٹھے تھے کسی طرف جوہری بازار مین یاقوت زمرد پکھراج ہیرا جسکے دیکھنے سے عقل دنگ ہو نیلم ہو خواہ دہان فرنگ ہو عقیق لب لعلین معشوق سے بہتر موتی رشک دُر دندان دلبر۔

کسی طرف بساط خانے کی سجاوٹ بصد انبساط تھی ولایتی نفیس اسباب دُکانون مین ڈھیر تھا چھتریان ٹنگی تھین جو سورج مکھی کو شرماتی تھین جھاڑ فانوس کنول چینی کے ظروف اور شیشہ آلات سے ہر دوکان رشک نگار خانہ چین ہو رہی تھی انکی دوکانون کے نیچے علاقہ بند بیٹھے تھے جو ریشم کے کرن پھول بناتے اور گہنا گوندھتے تھے وہ کرن پھول جو گل رخسارون کے زیب بناگوش دل انکا کنول ہو جاتا باغ حسن مین بہار آجاتی دلون کو لبھاتا۔

بساط خانہ کے برابر کسی طرف کو گل فروشون کی دوکانین تھین کہین تنبولن کی آن بان تھی گل فروش بہت سے گلچین بن کر گل نظارہ سے دامن بھرتے تھے گویا بہار گلستان کا اُس دوکان پر مقام تھا غنچہ لبون کا ازدہام تھا شمشاد قامت اگر وہان کے پھولون کو نام دھرتے تو باد صبا انکی الف قامت جھکا کر نون بناتی لالہ رو گلہائے بوقلمون کو دیکھکر اگر پسند نہ کرتے تو داغ دل حاصل ہوتا نسیم سحری اُنکا دل خون بناتی جب اُس دوکان کی طرف برنگ بلبل عاشق تن آتے فرط عشرت سے پھولے نہ سماتے ہزارون وہان کے پھولون کی محبت مین گل کھاتے سورج مکھی کو دیکھکر آفتاب رشک سے جلا جاتا ہی گل چاندنی دیکھکر مہتاب داغ کھاتا ہی چنبیلی کی بھینی بھینی خوشبو قابل دید بہار شب بو بیلا سب سے البیلا جوہی کا ہار جوہی اُسکا خواستگار اُدھر تنبولنون کی سرخ روئی جنکے سامنے کوئی بات سرسبز نہ ہوئی وہ اُنکا بانکا پن کہ عشاق بے ساز و برگ تھے اُنکی دوکان پر جان سپاری کرین پانون کی صفت مین زبان مُنھ مین لال رہے یاقوت کی طرح دل اُگال رہے اُسکے عشق مین خون دل قوت ہو جائے اُس پان کی سُرخی کو لعل احمر

کہون یا لب رنگین جانانہ سے تشبیہ دون کہان تک خون دل پیون اور یہ بھید چبا چبا کر رہون بہتر ہے کہ شفق آسمان لکھون تنبولن عاشقون کے قتل پر بیڑا اُٹھاتی تھی ہزارون کے خون بہاتی تھی ایک عالم کو اسکے ہاتھ کی گلوری نے چبا لیا تھا جو کوئی وہان گیا اسکو سرخ رو بنا دیا مراد آباد کا کتھا چین کی سپاری مہوبے کے پان ہر شہر کی جنس اُسکے پاس گران لونگ الائچی ہر چوتری کا پان مین مزا کھانے سے اُسکے ہر رگ مین خون پیدا۔

ایک طرف حلوائی اپنی دوکانین جمائے تھے برنجی تھال خوبصورتی سے لگائے تھے دہی بالائی کے کونڈے سجے ہوے جو کوئی اُسکو کھائے نعمت بالائی کا مزہ پائے امرتیان مسلسل و پیچدار جلیبیان اور برفی ذائقہ مین خوشگوار تلخ کامون کو شیرین دہانی حاصل دربہشت قوت دل موتی چور کے لڈو آبداری مین موتی سے زیادہ تر تفریح قلب کے واسطے سچون جواہر سے بہتر۔

ایک جانب تنبولنین جوڑے ترچھے باندھے تختون پر بیٹھی تھین آتشین رخسار تھی عارض پر زلف پیچان تھی یا آہ عشاق کا دھوان تھا رخسار پر خال سیاہ مثل سویدا دل سوختگان عیان تھا ایک طرف پیچوان دھرے تھے پینے والون کے دماغ خوشبودار تمباکو سے تھے مداریے کی آواز پر زندگی کا دارمدار تھا حقے کی آواز سے دل پہلو مین بیقرار تھا عاشق مزاج سامنے انکے ٹہلتے تھے اور شعر مضحکانہ طور کے پڑھتے تھے کوئی کہتا تھا ؎

بزم توحید ست تمباکو سے ما   [illegible]
این جوانانے کہ تمباکو کشند   اولش اللہ و آخر ہو کشند

ایک طرف کنجڑنین سنگترہ بیچ رہی تھین ہر ایک پارہ مگر ایک ایک قاش دو چار زنگترون کے رنگ سے باغ آرزو آب و رنگ پاتا تھا اُس شیرین دہن کا تلخ کامون کو خوش آتا ناسپاتی کی خریداری سے مشتری کی روح راحت پاتی نارنگی کی رنگینی نازک مزاجون کو بھاتی رام پھل کے کھانے سے دل کو آرام جسنے ایک بار کھایا تمام عمر اُسکے سیب و ذقن کا رام اگرچہ معشوقان ہند شجر خوبروئی کے ثمر ہین مگر ان شکر لبون کو دیکھکر زرد آلو کی طرح رنگ باختہ و بے خبر ہین انار پستان اگر اُنکے ہاتھ آتے تو عاشق اُنکو کھانے کے عوض چھاتی سے لگاتے پونڈے کی گنڈیریان نایاب مصری کی ڈلیان جسے دیکھکر بیتاب غرض دوکانداروں کا مجمع خریداروں کا ہجوم جیسے مہتاب کے گرد نجوم ؎

سراپا حسن و خوبی تھے وہ مہرو   فسان غمزہ پر تھی تیغ ابرو

صفت بزاز کی خامہ جو لکھے — قبائے نور معنے کو پنہا دے

وہ مالن رشک گل عاشق فراموش — سخن سے جسکے ہو غنچہ بھی خاموش

گل و غنچہ رخ و لب سے خجل تھے — ہزارون سرو قد سے پا بگل تھے

تنبولن کا بیان کیا کیجے احوال — زبان تعریف مین جسکے ہوئی لال

لب نازک پہ اسکے رنگ پان تھا — و یا خون دل دلدادگان تھا

مسی مالیدہ لب پر رنگ پان تھا — تماشا تھا نہ آتش دھوان تھا

کبابی کا کوئی دیکھے جو دیدار — نمک ریز جراحت ہو یہ گفتار

اگر اس شعلہ رو کی مدح کیجے — کباب دل کو سوز تازہ دیجے

ملاحت اسکے رخ پر تھی نمودار — صباحت کا ہوا تھا گرم بازار

جو وہ شیرین دہن کرتا تبسم — تو خوش آتا تھا اس جا شور مردم

نگہ سے نشہ ہوتا تھا زیادہ — نہ تھین آنکھین وہ تھے دو جام بادہ

جو سبزی بیچنے والون کو دیکھا — قدح نوش اسکی دوکان کے تھے گویا

وہ ساقی بن کے دیتا جام بھر بھر — کھڑے دوکان پہ اسکی مست یکسر

کوئی اس آئینہ رو کی نظر سے — کھڑا رہتا تھا حیرت کے اثر سے

کوئی تھا گرم نظارہ بصد جوش — ہزارون آہ لب پر لیک خاموش

جو دوکانین تھین عطارون کی ہر سو — غضب تھی عطر مجموعہ کی خوشبو

دکان انکی بھی مثل بوستان تھی — کہ نکہت وان کی نکہت بخش جان تھی

جواہر پوش معشوقان زیبا — وہان بیٹھے تھے مثل نقش دیبا

عجب گویا تھا انکا لعل مے نوش — شفا بخش مریضان بلا کوش

وہ ساقی وان کے جسکو جام دیتے — تو نقد ہوش اس مے کش سے لیتے

شراب ایسی بھری شیشون کے اندر — کہ دیکھے سے ہوا نشا میسر

لب نازک جو تھا ہمرنگ بادہ — سخن سے مستی ہوتی تھی زیادہ

غضب تھی اس پری کی چشم مخمور — کہ نرگس اک نگہ سے ہوتی رنجور

وہ ڈورے سرخ آنکھون مین وہ مستی — وہ ہنسنا اسکا اور وہ مے پرستی

غرض عالم غضب تھا اس پری پر — کہ اک عالم تھا دلدادہ اسی پر

کہین صرافون کا تھا گرم بازار | ہر طرف تھا ہجوم مشتاقان دیدار
کوئی زر دے کے سودا مول لیتا | کوئی نقد دل و جان دونون دیتا
کوئی زرین لباسون کا تھا شیدا | برنگ زر تھی زردی رخ پہ پیدا

علاوہ ان دکاندارون کے سڑک پر بازیگر تماشا کرتے اکابرین شہر بیٹھے پھرتے کہین سانپ کا تماشا ہوتا تھا کہین کا دن اسیر شعبدہ کہین بھان متی کا سوانگ تھا کہین اندرسبھا اور سپہرے کا ناچ ہوتا کہین شعبدہ بازون کے جادو عقل وہوش کھوتا۔

غرض ہر مقام پر تماشائیون کا مجمع بلکثرت رکھین اکابرین شہر کہین صغار وکبار بازار قبل ازین دید تھا بلکہ دید نہ شنید تھا۔

شہزادہ حسین نے صرف ایک بازار مین اس قدر رونق اور آراستگی دیکھکر دل مین تصور کیا کہ خدا جانے سارے شہر مین کس قدر ہر جنس کی کثرت مال واسباب کی فراوانی ہوگی اور وہان کے برہمنون کو دیکھکر اور بھی متعجب ہوا کہ ادنے سے ادنے رُتین کا بسبب کثرت دولت کے زیور زرین جواہرات نہایت عمدہ پہنے پھرتے تھے انگلیون مین انگشتریان بازوؤن تک سونے کے جڑاؤ کڑے ہاتھون مین پہنے طوق مرصع زیب گلو کیے تھے ہر ایک بازار مین پھولون کا اس قدر انبار تھا کہ ہر گلی کوچہ رشک گلزار تھا وضیع وشریف پھولون کے ہار بعضے ہاتھون مین اور بعضے بطور سہرے کے لپیٹے بعض پگڑیان گلے مین پہنے شہر مین گشت کیا کرتے اور سب دوکاندار گلدستے پھولون کے قرینے سے خوشنمائی کے لیے دکان پر رکھتے باوجود اس وسعت کے تمام بازار ان پھولون کی خوشبو سے معطر ہو رہا تھا تماشائیون کا دماغ طبلہ عطار رہتا تھا تمام بازار خوشبودار تھا۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد | کسے را با کسے کارے نباشد

شہزادہ حسین نے دیر تک اس بازار مین سیر کی تھکا نہ گیا تو چاہا کہ کسی دکان پر بیٹھکر ذرا دم لے لون چلنے کا کسل دور کردون۔

ایک تاجر نے اسکے بشرے سے یہ حال دریافت کرکے کمال اخلاق وگرم جوشی سے اسکو اپنی دکان پر بٹھایا شہزادہ حسین صاحب سلامت کرکے بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ ایک دلال کو دیکھا کہ ایک غالیچہ مربع کوئی چار گز کا لیے ہوے کہتا پھرتا تھا کہ یہ قالین تیس ہزار اشرفی کو بکتا ہے جسکا جی چاہے مول لے شہزادے نے اسکی آواز سنکر بہت تعجب کیا اور اس دلال کو بلاکر غالیچہ کو دیکھا کہا کہ ایسا قالین ایک روپے کو بکتا ہے اسمین کیا وصف ہے کہ

جسکی قیمت تونے تیس ہزار کہین ہے

ہر دو عالم قیمت خود گفتۂ	نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

دلال نے شہزادہ حسین کو تاجر تصور کر کے عرض کیا کہ آپ اس قالین کی قیمت بہت جانتے ہین مالک نے مجھسے کہا ہی کہ مین چالیس ہزار اشرفی سے کم نہ بیچونگا شہزادہ بولا شاید اسمین کوئی وصف عجیب و غریب ہوگا جسکی وجہ سے اتنی گران قیمت مانگتا ہی۔

دلال نے کہا حضور اس غالیچے مین بڑا وصف ہی یہ اپنا نظیر نہین رکھتا جس وقت آپ اسپر بیٹھ کے کسی جگہ نزدیک خواہ دور جانے کا قصد فرمائینگے فی الفور اُسی مقام پر پہونچ جائینگے گو وہ مقام کتنے ہی فاصلہ سے ہو آن واحد مین وہین داخل ہونگے چشم زدن مین مطلب حاصل ہونگے اسمین سر موفرق نہوگا غلام آپ خجالت مین غرق نہوگا ؎

آبرو جنس گران ہی کہین بیکار نہ جائے	تو ہی لے لے تو یہ سودا سر بازار نہ جائے
مین جو کہتا ہون ذرا جھوٹ نہین سچ ہی	فائدہ تم کو ہو خالی مری گفتار نہ جائے

شہزادے نے یہ وصف سُنکے تصور کیا کہ اس سے عجیب تر کوئی تحفہ نہین جو قابل لے جانے کے بادشاہ کے حضور مین ہو اس سفر سے جو مجکو مقصود تھا الحمد للہ کہ وہ حاصل ہوا یقیناً سلطان فریدون اس تحفہ کو ملاحظہ فرما کے نہایت خوش ہوگا اور کیا عجب ہی کہ پسند خاطر اقدس بادشاہی ہو اور بندہ مورد عنایت جہان پناہی ہو۔

پھر اس شہزادے نے بہ تہیہ خریداری دلال سے کہا اگر اسمین یہ وصف و خواص ہی تو البتہ اس قیمت کو گران نہین مین اسے مول لیتا ہون۔

دلال نے کہا حضور سے ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہی ؎ اگر میرے کہنے پر آپ کو کچھ شک ہو امتحان کر لیجیے اور اسی پر بیٹھ کے کاروان سرا مین جہان آپ فروکش ہین تشریف لے چلیے آپ کو امتحان بھی ہو جائیگا اور وہین قیمت بھی مجکو عنایت کیجیے گا۔

شہزادہ راضی ہوا دلال نے اُسکو بچھایا انکو بٹھایا خود بھی ایک طرف سوار ہوا تصور کی دیر تھی کاروان سرا مین داخل ہوا امتحان حاصل ہوا فوراً اشرفیان نکال کے دلال کو دین اور کچھ بطریق انعام مرحمت کین دل سے کہا اس سے زیادہ کیا چیز دنیا مین عجیب ہی جو اور کوئی میرا بھائی لائے گا دیکھنا میدان ہمارے ہی ہاتھ آئے گا جب مطلب حصول ہوا اسیر تماشے مین مشغول ہوا۔

وہان کے بادشاہ کا یہ معمول تھا کہ ہفتے مین ایک دن واسطے انصاف اور سماعت مقدمات

تاجران بیرونی دیار و امصار کے مقرر کیا تھا اسوجہ سے شہزادۂ حسین بھی اُسے بخوبی دیکھتا تھا مگر اپنے تئین ظاہر کرنا مناسب نہ جانتا تھا کہ کسی پر انکشاف حال ہو خدا جانے کیا مآل ہو اس جہت سے مخفی ہی رہنا مصلحت وقت ہی اور چونکہ شہزادہ حسین نہایت خوش رو صاحب جمال حسین و خوش خصال مہر تمثال ہے

چہرے سے عیان جلال شاہی	صورت کہ فروغ صبح گاہی
غیرت دہ گل رخان نوشاد	شیرین حرکات اور پری زاد
پرکالۂ آتش و ستم کوش	نسرین تن و نسترن بناگوش

خلیق صاحب تمیز خوش بیان لطیفہ گو بذلہ سنج نکتہ فہم بہمہ صفت موصوف تھا اس سبب سے بادشاہ بشن گڈھ کمال قدر و منزلت کرتا تھا اور بہ نسبت اور تاجرون کے انکو زیادہ تر عزیز جانتا تھا اکثر نظر توجہ انھین کی جانب کرتا اور قابل خطاب شاہی انھین کو سمجھ کر اکثر انسے تکلم کیا کرتا اور حالات سلطنت ہندستان اور اُسکے فرمان روایان ذی شوکت وشان کے استفسار فرمایا کرتا اعزاز و افتخار بخشا کرتا۔

غرض کہ شہزادۂ حسین کبھی تو شاہ معدلت پناہ کے حضور مین حاضر ہوتا اور کبھی سیر و تماشے کی غرض سے شہر کے مشہور و معروف بتخانون کی سیر کیا کرتا۔

چنانچہ ایک نہایت عمدہ خوش اسلوب بت خانہ مین انکا گذر ہوا جو بالکل پیتل سے بنا ہوا تھا اور اندر سے اگر کا مربع تھا اُسکے اندر ایک بت عجیب صورت کا انھون نے دیکھا کہ برابر قد آدم کے زمین سے دو گز اونچا معلق ہوا پر قائم ہی اور حلقہ چشم مین اسکے دو لعل بدخشانی نصب ہین اور طرفہ صنعت یہ رکھی تھی کہ چارون طرف کے دیکھنے والے اُسکو اپنی ہی طرف متوجہ پاتے تھے جدھر سے دیکھو پر ردرہو ہر طرف دو بدورہو ہے

ایک بت مین کیا دکھیے تھے سبکو گر حسن فرین	ایسی صنعت تھی یہ جدھر جدھر دوہ صورت نگر رہے

پھر دوسرے بت خانے کی جانب انکا جانا ہوا وہ بھی نہایت عجیب و غریب ایک قصبہ مین بنا ہوا تھا جو پہلے بت خانہ کی بہ نسبت فسحت و فضا مین دوچند تھا۔

ایک میدان وسیع و سبزہ زار مین ہزارہا درخت گلاب وغیرہ گلہاے رنگارنگ و خوشبودار کے بہت ہی قرینے سے لگے ہوے تھے ہے

زمرد کے مانند سبزے کا رنگ	روش پہ جواہر لگا جیسے سنگ

روش کی صفائی پہ بے اختیار　　گلِ اشرفی نے کیا زر نثار
چمن سے بھرے باغ گل سے چمن　　کہیں نرگس و گل کہیں یاسمن
کہیں زرد نسرین کہیں نسترن　　عجب رنگ پر زعفرانی چمن
زمین کا کروں اسکے میں کیا بیان　　کہ [illegible] مخمل کا اک پارچہ تھا عیان
رہیں کھلتے ایسے روش مدام　　معطر شب و روز جس سے مشام
قرینے سے گرد اسکے سرو سہی　　کچھ اک دور دور اس سے سیب و بہی

اور گرد اُس باغ کے چار دیواری سنگ سرخ کی تین گز بلند اُٹھی ہوئی تا کہ کوئی جانور چرند اُسمیں نہ آ سکے اور وسط باغ میں ایک چبوترہ سنگ مرمر کا قد آدم اونچا نہایت وسیع و مربع اس صنعت کا بنا تھا کہ روح فرہاد دیکھتی تو سجدہ کرتی پتھروں کو آپس میں اس عمدگی سے وصل کیا تھا کہ کہیں جوڑ نہ معلوم ہوتا تھا بلکہ یہ گمان ہوتا تھا کہ ایک ڈال ترشا ہوا ایک پتھر کا ہے اور اُس چبوترے کے وسط میں ایک معبد تھا نہایت بلند کہ کئی کوس کے فاصلے سے ہر چہار طرف سے نظر آتا تھا ۳۰ گز طول اور ۲۰ گز عرض سنگ مرمر سرخ سے بالکل بنا تھا پتھر اسکا ایسا شفاف و لعاب دار چکنا اور مجلا تھا کہ مثل آئینے کے اُسمیں شکل دیکھ لیجیے بلکہ اپنے کل جسم کو معائنہ کیجیے ؎

ز بس صفائے عمارت کہ در تماشایش　　نمی شود باز نہ گردد نگاہ از دیوار

گنبد اُسکا نہایت خوبصورت و خوشنما رشک برج آسمان اور ایسا ن خاطر عارفان مصفا مثل عروس شب اول فرش و فروش و شیشہ آلات سے آراستہ تا نظر محبوب چلمنوں کی تیلیوں کا نقشہ کہ بہشت آراستہ ہے

ہر ایک ستون کا نگاری　　بنا و مکان بختیاری
سوراخ میں باب فیض جاوید　　کھولی ہے جہان نے چشم امید
دیواروں کو وہ صفا تھی حاصل　　جیسے کوئی آئینہ مقابل
دروازوں کی طرفہ عز و شان ہے　　دہلیز سے پست آسمان ہے
موزوں ہے ہر ایک مصرع در　　ہے مطلع آفتاب انور

بیچ میں اُس گنبد کے [illegible] آئینہ [illegible] سے مسند بچھی تھی اُس مسند پر بہشت سے گلدستے جو اپنی طرز رنگینی سے عارض رنگین عذاروں کو ہنستے رکھے تھے اور

اندر اُس بت خانے کے ہزار ہا بت قرینے سے منصوب تھے صبح و شام اس صنم کدہ آذری مین ہزارون برہمن زن و مرد پوجا کرتے تھے اور طرح طرح کے کھیل و تماشے کرتے بعضے ناچتے گاتے اور انواع و اقسام کے مزامیر و باجے بجاتے محفل جشن و سرور منعقد کرتے دور دور ملکون سے لوگ واسطے ادا کرنے اپنی نذر دین کے لاکھون آدمی جمع ہوتے اور روبروے اہلکاران شاہ بشن گڈھ کے روپے اشرفی اور طرح طرح کے نادر تحفے بت خانے مین چڑھاتے۔

شاہزادہ حسین نے تماشا میلہ کا جو اس شہر بشن گڈھ مین ہر سال ہوا کرتا تھا بخوبی دیکھا کہ گرد و پیش بت خانہ کے دوکانین لگا دی گئین اور ساکنین شہر یہان سے سامان پوجا کرنے کا لے کر چلے عورتین برنجی تھالیان ہاتھون پر رکھے ساریان باندھے تھالی مین شیرینی وغیرہ رکھے اور حسب مقدور روپیہ اشرفی زر و گوہر رکھے پانون مین خلخال و پازیب پہنے پانون مہاور سے رنگے ہوے انوٹھ بچھوے پہنے چھم چھم کرتی دم بت بزرگ کا بھرتی چلین بہت سے اہل حرفہ اور پیشہ کی عورتین لنہگے قیمت کے نہلگے پانون مین پہنے ہوے ہاتھون مین پہونچیان وغیرہ زیب دست کیے ہوے پوجے کا سامان علی قدر حال لیے ہنستی ہوئی جاتی تھین بہت سے مہاجنیان کھتر انیان سر سے پانون تک سفید الماسی پوشاک پہنے کہ حسن اُنکا اُس لباس سے پھوٹا نکلتا چھوٹ اُنکے حسن کی پڑتی ایک ایک اُنمین اپنے حسن سے شاہدان چین و چگل کو شرماتی لعبتان ہند و فرنگ کو غیرت دلاتی ؎

غارت گر ہوش ہر سراپا	عشوہ غمزہ ادا کرشما
ہر فرق سے تا قدم پرستی	شوخی چھل بل ترنگ مستی
آواز ملی ہے کیا رسیلی	آنکھین بانکی ہین کیا نشیلی
ہین چشم و چراغ دیدۂ حور	ماشاء اللہ چشم بد دور
پایا ہے غضب کا خوشنا فرق	سر دفتر حسن ہے بلا فرق

از پا تا فرق زیور مرصع کار مین غرق یا بن حسن و زیور ننگے پانون ہاتھون مین تھالیان لیے ہوے پھول و لونگ الائچی صندل دہی بھوگ زر و جواہر چڑھانے کے لیے اُسمین رکھے بخندہ پیشانی بُت خانے کی طرف جاتی تھین بعض بعض پُجاری اس ہیئت سے روان تھے کہ قشقے ماتھے پر کھینچے بھبوت چندن کے بدن مین لگے جوت کے دیے جلتے جو کمین گھی کی تھالیون مین روشن کیے ہار وغیرہ گلے مین پڑے ہوے روانہ تھے۔

اس صورت سے یہ مجمع جب اُس صحرا مین پہونچا تو وہان کی خلقت کا اژدہام نہایت دھوم دھام

دیکھی ہر طرف میلہ تھا دوکانین لگی تھین کہین چرخ پوجے گڑے تھے کہین سوانگ ہو رہے تھے کہین بازی گر تماشا کر رہے تھے کہین فقیر چادرین بچھائے بیٹھے تھے خداوند بھلا کرین کہ رہے تھے لوگ پیسا کوڑی اناج وغیرہ اُنکو دے رہے تھے۔

کہین صراف کوڑی پیسون کا ڈھیر لگائے ٹاٹ بچھائے بیٹھے تھے کہین خوبچے والے دل موٹھ وغیرہ بیچ رہے تھے کہین حلوائی کہین تنبولی تخت بچھائے بیٹھے تھے غرض ہر طرف عجب طرح کا جلسہ بجائے خود ایک مختصر سا میلہ جسکا یہ نقشہ تھا کہ

پرستش گزینون کا مجمع ہوا	کہ بُت خانے کے گرد میلہ لگا
ہر اک ماہرو وہ پرستش گزین	فدا جن پہ تھے لعبت ہند و چین
یہ کندھون پہ تھی تھالیون کی ضیا	چمک رخ کی تھی وہ کہ تھا مہر سا
کہین سا قنین اور کہین کنجڑین	دم عشاق کو دین ہرا دل کرین
تماشائیون کا کسی جا ہجوم	تھی بازی گرون کی کسی سمت دھوم
کہین ناچ کا نٹنیون کے سمان	فلک کی طرح چرخ پوجا رواں
کہین سرخ رو تھے تنبولی وہان	کسی جا تھے حلوائی شیرین زبان

غرض کہ تمام ہند کے ہندو بیحد وبیشمار واسطے پرستش کے اُن مندرون مین اس قدر فراہم ہوے کہ جن کو دیکھکر شہزادے کو کمال استعجاب ہوا اور بسبب کثرت خلائق کے بنظر واحد اُن سب کا دیکھنا محال تھا اور جسکو دیکھیے حسن مین بیمثال تھا شہزادہ جسے دیکھتا ناک سا کسے درست پایا چالاک وچست پاتا اپنے دل مین کہتا کہ ان ماہرویان گل رخسار کا حسن خدا دادہی عجب آن وبان طرز نو ایجاد رہی ہے

خمدار وہ بھوین وہ جبین قمر مثال	تابندہ ایک چاند کے پیچھے ہین دو ہلال
مطلع ہی صاف غور سے بینا کرین خیال	نقطہ ہی نور حسن کا ابرو پہ ہی جو خال

خوبی مین وہ تو یہ ہمہ تن لاجواب ہی
دیوان حسن مین یہی بیت انتخاب ہی

اور ایک طرف اُس میدان کے کہ نہایت وسیع اور بہت لمبا چوڑا تھا ایک عمارت نو درجے کی بڑی وسیع چالیس پیل پایون پر نہایت زیبائش کے ساتھ کھڑی تھی اہل ہنود کی پرستش کے لیے بنوائی گئی تھی۔

تصویر بشن گڈھ کے بُت خانے اور وہان کے عجائبات کی
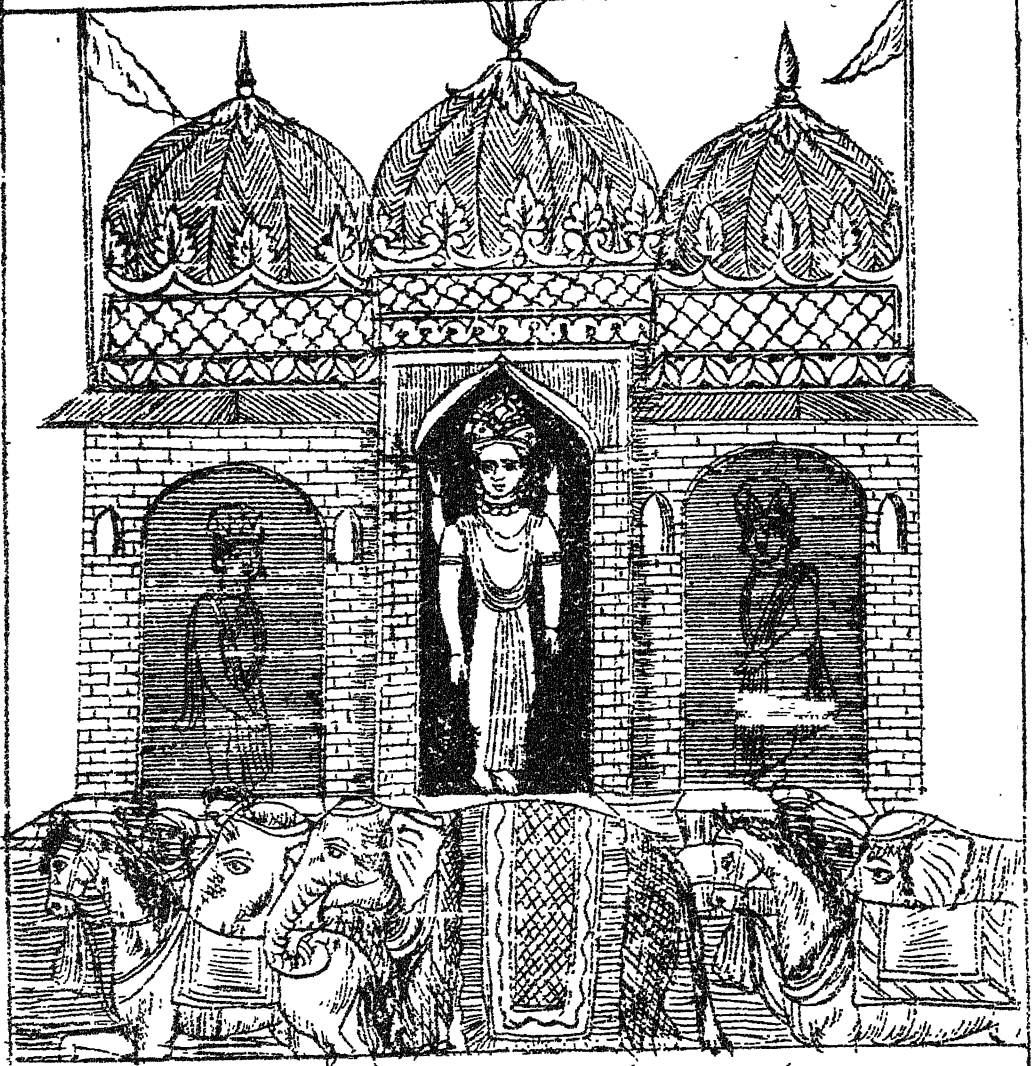
اُسمین بادشاہ اور اسکے مشیر و وزیر و دیگر ارکان دولت واسطے دادرسی رعایا اور عدل و انصاف
خلائق کے بیٹھتے تھے ہفتے مین ایک دن وہان اجلاس ہوتا تھا اور وہ مکان اندر سے نہایت آراستہ اور اسباب
و سامان قیمتی سے سجا ہوا تھا اور باہر سے نقشے ملکون اور ولایتون کے خصوصاً تصویرین انواع و اقسام
کے جانوران چرند و پرند و درند و حشرات الارض کی کمال خوبصورتی کے ساتھ اُسکی دیوارون پر کھینچی
ہوئی تھین اور وہ تصویرین اور وہ نقشے اس صورت سے بنے تھے کہ اصلی و زندہ نظر آتے تھے دیہاتی
گنوار دور سے نصاویر جانوران درند مثل شیر وغیرہ کے دیکھکر ڈر جاتے تھے۔

تین طرف اُس میدان کے عمارات چوبی مثل اول کے اندر باہر سے بنی ہوئی اور تصویرین بھی

اس صنعت کیساتھ بنی ہوئی تھین کہ جدھر کو چاہتے اُس طرف کو آدمیون کے سمت گھمانے سے پھرتین اور حرکت کرتین چنانچہ لوگ واسطے سیر و تماشے کے چہار طرف اُن عمارات چوبی کلدار کو گھماتے اور لیے پھرتے تھے اسکے علاوہ ہر ایک مقام پر ہزارہا فیل جو زردوزی جھولون اور ہودج ہاے نقرئی و طلائی سے آراستہ و پیراستہ تھے نظر پڑے خرطوم اُنکی اور پٹھے مختلف رنگون سے رنگین و منقش تھے اور اُن فیلون پر قوال بیٹھے ہوے گاتے اور نقلین کرتے۔

شہزادہ حسین بہ نسبت اور تماشون کے ہاتھیون کا تماشہ دیکھکر زیادہ تر متعجب ہوا یعنی ایک ہاتھی کنجل بہت بڑا اپنے چارون پاؤن کو چار تپائیون پر جنکے تلے پہیے اور چرخ لگے ہوے تھے کھڑا ہوکر خرطوم سے بانسلی کو اس خوبی سے بجاتا کہ جو سنتا وجد مین آجاتا اور اس فیل کو جدھر چاہتے مع تپائیون کو کھینچکر لیجاتے اور ایک دوسرا ہاتھی بہ نسبت اول کے کچھ چھوٹا ایک بہت بڑے شہتیر چوبی کے سرے پر کھڑا تھا اور وہ شہتیر ایک بلند تپائی کے وسط پر جو بقدر آٹھ دس گز کے بلند تھی نصب کیا ہوا تھا اور دوسرے سرے پر اُس شہتیر کے ایک وزن لوہے کا بہت بھاری مثل وزن فیل کے چڑھا تھا پس وہ ہاتھی کبھی بسبب زور کرنے کے نیچا ہوکر زمین سے لگ جاتا اور کبھی اپنے تئین ہلکا کرنے سے اُٹھکر اوپر کو اُٹھ جاتا غرض وہ شہتیر مثل ڈھینکلی کے تھا کہ دونون سرے اُسکے تلے اوپر ہوا کرے اور وہ ہاتھی عین اُس حالت مین اپنے بدن کو جنبش دے کر رقص کی حالت دکھاتا اور خرطوم سے تال کے ساتھ گاتا اور ہاتھی بھی گانے مین اُسکا ساتھ دیتے اور ایسی حالت مین فیل مذکور کو شہتیر سمیت ادھر اُدھر لیے پھرتے یہ تماشا ہاتھیون کا خاص بادشاہ کے حضور مین ہوتا تھا۔

شہزادہ حسین واسطے دیکھنے ایسے تماشون اور میلون کے قریب ایک سال کے شہر بشن گڈھ مین مقیم رہا نئے نئے تماشے دیکھتا رہا۔

جب اُسکی میعاد مین عرصہ قلیل باقی رہا ایک دن اُس کاروان سرا کے چھوڑنے جسمین وہ مقیم تھا جاکر اُس قالین کو بچھایا اور اُسپر اپنے دستگار سمیت جسکو اپنے ہمراہ لایا تھا بٹھایا اور دل مین خواہش پہونچنے کی اُس سرا مین کی جسمین اُسکے بھائیون نے وعدہ آنے کا کیا تھا یہ خیال کرتے ہی فوراً وہان پہونچ گیا اور تاجرون کی وضع سے اُس کاروان سرا مین توقف کرکے انتظار اپنے بھائیون کے آنے کا کرنے لگا۔

اب شہزادہ علی کا حال سُنیے کہ یہ جو اپنے بھائی شہزادہ حسین سے رخصت ہوا تو ہمراہ ایک قافلہ کے تیسرے روز روانہ ملک ایران ہوا چار مہینے بعد شیراز مین جو دارالسلطنت ملک ایران کا

تھا پہنچا اور تاجرون کے ساتھ جن سے راہ مین رسم و اتحاد کا رابطہ خوب بڑھ گیا تھا ایک سرا مین فروکش ہوا اور اپنے تئین جوہری قرار دیکر باتفاق انکے رہنے لگا۔

دوسرے دن جب ان تاجرون نے اپنے اسباب کی خرید و فروخت کا عزم کیا شہزادہ علی نے سوا اسے اسباب ضرورت کے کہ اپنے ساتھ نہین لے گیا تھا لباس سفر کا تبدیل کر کے ہمراہ کسی تاجر کے اُس شہر کے بڑے بازار مین جو بزازے کے نام سے مشہور تھا گیا دیکھا تو اُس بازار کی دکانین بنی ہوئی تھین محرابدار گول پلپایون پر نہایت خوشنمائی سے تعمیر کی ہوئی تھین شہر کی سڑکین سرو و شیرین روان زن و مرد خوش لباس پری رو نوجوان تمام شہر گلزار ہر گلی کوچے ... عمارت کی وہ صفائی کہ نور علی نور در و دیوار کی سفیدی ... عارض حور سے

محراب کی طرف جو شان ہے　　ہر سدرہ طلاے یہ نہان شان ہے
وہ نقش و نگار مین ہے ایجاد　　دیکھے تو ہو تازہ روح بہزاد
گلدام نظر ہر ایک چلمن　　ہر چشم پری ہر ایک روزن
ہر در مین عجب صفا کا تھا جوش　　کھولے ہوے جو ر خلد آغوش
یون گرد تھین چلمنین نمایان　　جس طرح کہ گرد چشم مژگان

دکانات مثل گلشن رنگین پر از نقش و نگار ... ہر قسم کی اشیا سے معمور ہر شخص فارغ البالی اور مرفہ حالی سے بیفکر و مخمور جدھر دیکھیے سامان عشرت فراہم کثور ابجیا نشاط برپا گہما گہمی بمقتضائے نظم ؎

بازار مین یون سڑک صفا تھی　　جس طرح کہ نہر آب لبریز
سرخی ہوئی روح کے لیے قوت　　کوٹھے ہوے اسپہ لعل و یاقوت
سرخی سے عجیب عالم نور　　یا مانگ مین مہ وشون کے سیندور
دیکھا عجب اژدحام مردم　　ہر سمت ہجوم عام مردم
عالم وہ دکان جوہری پر　　جس طرح کہ برج ماہ و اختر
بزازہ تھا اک طرف کو برپا　　کپڑا جس مین ہر اک طرح کا
صراف غنی تھے سیم و زر سے　　زیور کثرت سے وان سجے تھے
عطارون کی تھین دکانین یکسر　　تھا ان سے دماغ جان معطر
پر نور مٹھائیون کے وہ تھال　　خورشید کی بھی ٹپک پڑے رال

بیٹھے ہوے اک طرف کبابی	اک سمت دوکان نانبائی
وہ گرم و سرخ نانِ تافتانین	بھوکون کی فدا تھین جن پہ جانین
ہر کھانے مین طرفہ آبداری	کیا ذائقہ بخش تھی نہاری
تیار کہین تھا نان و حلوا	اُترا تھا فلک سے من و سلوا
پوری سے گرسنگی کو دوری	بھوکون کی ہوئی مراد پوری
وہ گرم کچوریون کا عالم	یان جنسکی ہوس مین آئے آدم
اثمار بھی تازہ تازہ موجود	سیب و بہی و انار و امرود
پونڈے کی گنڈیریان وہ نایاب	ڈلیان مصری کی جن سے بے آب

شہزادہ فلک جاہ یہ کیفیت شہر کی دیکھکر بہت محظوظ ہوا ہر طرف سیر کرتا تھا مگر حیران تھا کہ ہرگاہ لاکھون کرورون روپیہ کا اسباب ایک بازار مین ہی تمام شہر کی دولت کا کیا حساب ہو سکتا ہی دلال نمونے ہر ایک چیز کے دکھاتے پھرتے تھے۔

ازان جملہ ایک دلال کو دیکھا کہ ایک دوربین ہاتھی دانت کی نصف گز لمبی اور پون گز کا دور ہاتھ مین لیے ہوے کہتا پھرتا ہی دیکھنے والو دیکھو لو کیا شے فلک نے آج تم کو دکھائی ہی طرفہ عجیب و غریب چیز نظر آئی ہی قیمت اسکی تیس ہزار اشرفی ہی ان مولون بھی بہت سستی ہی۔

ہر دو عالم قیمت خود گفتۂ	نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

شہزادہ نے یہ بات سنکر خیال کیا کہ شاید یہ دلال دیوانہ ہی پھر اُسنے ایک دوکاندار سے کہ جان پہچان تھی جاکر پوچھا کہ کیا یہ دلال سودائی ہی کہ جو تیس ہزار اشرفی ایک ہاتھی دانت کے چونگلے کی قیمت کہتا پھرتا ہی بھلا کوئی دیوانہ ہوگا جو اس گران قیمت کو اُسے مول لے گا اپنی دولت مفت و بیکار خرچ کرے گا۔

اُس دوکاندار نے جواب دیا صاحب یہ دلال بہ نسبت اور دلالون کے بڑا ہوشیار و صاحب اعتبار ہی ہمارا ہزارون روپیہ کا اسکی معرفت بیپار ہی بڑا فہیم و عقیل ہی راستبازی مین بے عدیل ہی اگر وہ دلال اُس دوربین کی قیمت تیس ہزار اشرفی کہتا ہی وہ مقرر اسی قیمت کی ہوگی بلکہ زیادہ کی ہوگی نایاب بیقیمت ہوگی۔

عجب یہ جنس نادر ہے کہ تو جان بھی دیجیے پر	خریدار محبت کو نہ مہنگی ہے نہ سستی ہے

بہر کیف اسکا حال ابھی معلوم ہوا جاتا ہی ذرا اسکو میری دوکان تک آنے دیجیے جب تک

میری دوکان پر تشریف لیجیے لیجیے غرض سیکہ شہزادہ اُس تاجر کے کہنے سے وہان بیٹھ گیا تھے مین وہ دلال اُس طرف ہو کر گذرا اُس سوداگر نے اُسے بلا کر کہا دیکھو تو اس دوربین کا کیا ہی جو تو اس قدر قیمت مانگتا ہی جو سُنتا ہی دیوانہ سمجھ کر ہنستا ہی۔

وہ بولا خداوند دیکھنے کا تماشا ہی تمام اسکا [illegible] اسمی ہی اگرچہ آپ اسوقت مجھے اس قدر قیمت اُسکی کہنے سے دیوانہ سمجھتے ہین جسوقت مین اس دوربین کے اوصاف و خواص عرض کرونگا تو اُسی وقت آپ اُسکو اُسی قیمت پر بے تامل مول لے لینگے آپ پر موقوف نہین اور لوگ بھی شہر کے بیچارے اس قدر قیمت سُنکے مجھپر خندہ زنی کرتے ہین۔

پھر دلال نے وہ دوربین شہزادہ علی کو دکھلا کر کہا پہلے اسکی ماہیت عرض کرتا ہون کہ اسکے دونون سرون پر دو شیشے کے ٹکڑے لگے ہوے ہین جس وقت آپ اپنی نظر کو مقابل اُن شیشون کے کرینگے جس چیز کو کہ نزدیک ہو یا دور ہو وہ اس طرح آپ کو دکھائی دے گی جیسے آپ کے پاس رکھی ہی اگر ہزار کوس کی شی کا تصور کیجیے گا فوراً نظر آئے گی حسرت دید نکل جائے گی۔

شہزادہ علی نے کہا مجکو تیرے کلام کی تصدیق نہین ہوتی جب تک کہ اُسے امتحان نہ کرلون دلال نے وہ دوربین شہزادہ کے ہاتھ مین دی اور اُسکے دیکھنے کی ترکیب بتا کے عرض کیا حضور جس چیز کو آپ دیکھنا چاہتے ہون اپنے دل مین اُسکا خیال کرکے ملاحظہ فرمائیے۔

شہزادہ علی نے اپنے باپ کے دیکھنے کا ارادہ کرکے اُس دوربین کو اپنی نظر کے مقابل کیا فی الفور اُسنے اپنے باپ کو صحیح و تندرست تخت پر بیٹھا ہوا دیکھا کہ عدل و انصاف مین خلق اللہ کے مشغول ہی وزرا امرا سب دست بستہ حاضر ہین دربار آراستہ ہی۔

شہزادہ یہ کیفیت دیکھکر نہایت متعجب ہوا از بسکہ اپنی معشوقہ کا مشتاق تھا صدمہ دوری بہت شاق تھا اُسکا تصور کرکے دوربین مین دیکھا بے تکلف شہزادی نورالنہار نظر آئی خواصین دست بستہ کھڑی ہین سنگاردان سامنے دھرا ہی آرایش کا مشغلا ہی آنکھین آئینہ سے لڑی ہین دیکھتے ہی دنیا و ما فیہا بھولا عجب شگوفہ پھولا ؎

دیکھتے ہین جبکہ روے دلستان می فروش	بیخبر دنیا و ما فیہا سے ہو جاتے ہین ہم

سوچا اس سے عجائب کیا چیز کسکے ہاتھ آئے گی جو مجھپر اُسکو ترقی ہو جائے گی جو میرا مطلب دلی تھا بر آیا اب قیمت کا مذکور زبان پر لایا اُس دلال سے کہا فی الحقیقت جیسا کہ تونے کہا تھا مین نے اس دوربین کو پایا تیس ہزار اشرفی مجھسے لو دوربین مجھے دو۔

دلال نے کہا صاحب مالک نے قسم کھائی ہے کہ میں چالیس ہزار سے کم کو نہ بیچونگا شہزادہ علی نے دلال کو سچا جان کے کاروان سرا میں لے جا کر چالیس ہزار اشرفیان گن دین اور اُس دوربین کو کہ فی الواقع جہان بین تھی مول لے لیا اور بہت خوش ہو کے تصور کرتا تھا کہ بسبب اس دوربین کے میری معشوقہ نور النہار مجھے ملے گی دل کی کلی کھلے گی۔

پھر اس طرف سے اپنا اطمینان کر کے شیراز و پارس کی سیر کرنے لگا قریب ایک سال کے وہان رہا جب فراق سے بیتاب ہوا نہایت اضطراب ہوا سبب سے رخصت ہو کے قافلے کے ہمراہ ہندوستان کی طرف چل نکلا اور بخیر و خوبی وہان پہونچ کر اُس کاروان سرا میں جہان شہزادہ حسین آگے سے اُسکے منتظر تھا وارد ہوا اور باتفاق شہزادہ حسین کے وہان قیام کیا انتظار صبح و شام کیا تیسرے بھائی کے آنے کا انتظار تھا دل بیقرار تھا۔

وہ جو سب سے چھوٹا بھائی یعنی تیسرا شہزادہ کہ جسکا نام احمد تھا اپنے بھائیون سے رخصت ہو کر دنیا کی دیکھ بھال و سیر و عجائب و غرائب ہر شہر و دیار کرتا ہوا وارد شہر سمرقند ہوا شہر کی سیر کرتا ہوا ایک کاروان سرا میں پہونچا وہان مقیم ہوا۔

صبح کو ہوا کھانے جاتا شام کو چوک کی سیر کے لیے نکلتا جو چیز عمدہ نظر آتی اُسکو بغور دیکھتا مگر دل خواہ و نادر کوئی شے نہ پاتا دل مشتاق کو یہ مضمون سناتا ؎

چھپتا نہ جو یہ راز شوق تھا جو حقیقت میں ہوتا	ہر روز نئی الجھن سا دل میں ہوتا

غرضکہ شہزادہ احمد اُس شہر لطافت بہر مین مقیم رہا اور دونون وقت گلگشت کرتا رہا اور اسی جستجو اور تلاش کو کیو مین مصروف رہا مگر سارا چاند ختم ہو گیا اور کوئی تحفہ نایاب اُنکی نظر سے نہ گذرا کانون سے بھی نہ سُنا۔

حسب اتفاق ایک روز کچھ تھوڑا سا دن باقی تھا کہ شہزادہ چوک میں آیا کسی نے یہ فقرہ باواز بلند سنایا کہ یہ چیز انتخاب نادر نایاب و لاجواب ہے جسکی قسمت مین ہو وہ پائے پھر مسیحا کی بھی خواہش نہو نظرت گر پاسنے ہے

چھوڑو یہ گمان گر تم عیسی کی ہو ہوس دیکھے جو تیرے قد کو قیامت تو یہ کہے	مرتے ہیں جسپہ ہم وہ مسیحا ہی اور ہے سچ پوچھیے تو اور ہی یہ سراپا ہی اور ہے

شہزادہ نے جو یہ صدا سُنی دل میں اشتیاق پیدا ہوا آتش شوق کا نون سینہ میں مشتعل ہوئی قریب بلا کے پوچھا میان کیا چیز ہے جو ایسی عزیز ہے جسکے یہ اوصاف بیان کرتے ہو صرف تمہید ہی تمہید

ہے یا واقع مین دیدہ ہے نہ شنیدہ ہے۔

وہ بولا حضرت ایسا نادر تحفہ چشم فلک نے تو اب تک بایں پیرانہ سالی نہ دیکھا ہوگا یہ کہکر جیب سے ایک سیب نکال کے دکھایا اور وصف کا یہ جملہ زبان پر لایا کہ یہ وہ شے ہے کسی طرح کا بیمار ہو علاج سے طبیب تھکے لاچار ہو اُسوقت اُسکو سنگھائیے اگر ہونٹھون پر جان ہو کسی کو صحت کا نہ گمان ہو از سر نو زندہ ہو جائے روح رفتہ پھر قالب مین عود کر آئے قیمت جو دریافت کی کہا بعد امتحان بیان ہوگی کل کیفیت عیان ہوگی۔

قضائے کار ایک پیر شریف نجیب مگر نہایت محتاج وہان کھڑے تھے جہان یہ اوصاف سیب مذکور کے بیان ہو رہے تھے یہ سُنکے بولے کہ ایک بندۂ خدا صاحب فراش ہے گور و کفن کی تلاش ہے اگر اُسپر آزماؤ گے جزا اسکی روز جزا کو پاؤ گے دنیا مین ثواب عظیم ہوگا عقبے مین بخیر نام ہوگا بخوبی کام انجام ہوگا۔

دلال راضی ہو کے اُٹھا شہزادہ کو ہمراہ لیا مکان پر جو پہونچے رونے پیٹنے کی آواز گھر مین سے آتی تھی غل اسقدر تھا کہ بات نہ سجھائی دیتی تھی جو بزرگ ساتھ لے گیا تھا اُسنے دستک دی پردہ ہوا اندر لے گیا مین نے دیکھا بیمار چارپائی سے زمین پر آ رہا ہے نبض ساقط ہوش نہ حواس فقط سانس کی آمد شد ہے یہی سہارا ہے نفس چند حیات مستعار کے باقی ہین ملک الموت کی تشریف آوری کے سامان ہین روح اُنکے استقبال کے لیے جانے کو آمادہ ہے اسی باعث بے اضطراب و بیقراری زیادہ ہے۔

دلال سیب نکال کے جس دم سنگھاتا تھا ہر سانس دم مسیحائی تھی وہ سنبھلتا جاتا تھا چار گھڑی مین گئی ہوئی طاقت آگئی بھلا چنگا نظر آیا۔

شہزادہ سہو محو ہو گیا وہان سے نکل کے سیب کا مول پوچھا ساٹھ ہزار اشرفی دلال نے بیان کی شہزادہ نے کچھ کہا نہ سُنا سرا مین دلال کو اپنے ہمراہ لا کے ساٹھ ہزار اشرفیان گن دین قیمت حوالے کر دی اور سیب کو بلا تشبیہ اپنے پاس رکھا دل مین یہ خیالات کرنے لگا کہ یہ سیب جو مین نے پایا ہے کسی نے دیکھا نہ سنا ہوگا نہ کبھی کسی کے ہاتھ آیا ہے نہ آئے گا یہ بھی خدا کا فضل شامل حال تھا جو ایسی نادر اور نایاب شی اس قلیل قیمت پر دستیاب ہو گئی ؎

ہر دو عالم قیمت خود گفتہ	نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

شہزادہ اس سیب کے پانے سے ایسا خوش ہوا کہ پھولے نہ سماتا تھا غرض کہ ابھی وہ یہ نادان

سفر درست کیا دم سحر وطن جانے کا عازم ہوا اور ارادہ کیا کہ جب کوئی قافلہ عازم ہندوستان ہو تو اسکے ساتھ مین اپنے وطن کو جاؤن اور جب تک کوئی قافلہ بہم پہونچے سمرقند اور اُسکے گرد و پیش کی سیر کرون خصوصاً موضع سداکی کہ چارون طرف زمین اُسکی مانند فردوس کے ہمیشہ سرسبز و شاداب رہتی ہی اور وہ بستی داخل ملک عرب کے تھی پھر چند روز کے بعد شہزادہ احمد ایک قافلے کے ہمراہ جو عازم ملک ہند کا تھا روانہ ہوا اور مع الخیر بعد چند مدت کے اُسی کاروان سرا مین کہ جہان دونون بھائی اسکے حسین اور علی منتظر تھے آیا پھر وہ تینون بھائی جو کہ انتظار مین بیقرار تھے باہم بغل گیر ہو کر نہایت خوش ہوے اور شکر خدا بجا لائے کہ بعد مفارقت کے بخیر و خوبی ہم کو پھر ایک دوسرے سے ملایا لطف ملاقات پایا حظ زندگانی اُٹھایا۔

شہزادہ حسین نے کہ سب سے بڑا تھا کہا اب ہم سب اپنی اپنی سیر و سفر کا حال اور جو تحفہ کہ خرید کیا ہی اسکا وصف بیان کرین سب سے پہلے مین اپنا حال ظاہر کرتا ہون۔

مین بشن گڈھ سے ایک غالیچہ کہ جسپر بیٹھا ہون اور بظاہر بے حقیقت معلوم ہوتا ہی مول لایا اور وصف اُسکا یہ ہی کہ جب کوئی شخص اُسپر بیٹھکر کسی ملک دور و نزدیک کے جانے کی خواہش کرے بمجرد ارادے کے خاص اُسی جا پر اگرچہ مہینون برسون کی راہ ہو بہ آرام تمام پہونچ جائے چنانچہ مین نے اسے چالیس ہزار اشرفی کو مول لیا اور اُس شہر کے عجائب و غرائب اشیا کو دیکھ کے اسی قالین پر بیٹھا اور ارادہ یہان آنے کا اپنے دل مین کیا بمجرد اس ارادے کے اس کاروان سرا مین پہونچ گیا پانچ مہینے گذرے ہین کہ مین یہان تمھارا انتظار کر رہا تھا اب یہ غالیچہ حاضر ہی جسکا جی چاہے امتحان کرے بقول شخصے ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہی۔

جب شہزادہ حسین اپنا حال اور وصف غالیچہ کا بیان کر چکا شہزادہ علی نے اپنا حال اس طرح بیان کرنا شروع کیا کہ بھائی سچ ہی تمھارا غالیچہ عجیب و غریب خاصیت رکھتا ہی اور بقول تمھارے ایسی نادر و نایاب چیز کبھی کسی نے دیکھی نہ سُنی ہوگی پھر اُسنے اپنی ہاتھی دانت کی دوربین کو نکال کر دکھایا اور کہا کہ مین نے اسکو بھی اُتنی ہی قیمت کو لیا اور اسکا خواص کیا بیان کرون اوصاف اسکے مستغنی از حد بیان ہین اس سے سیکڑون کوس کی چیز اس طرح دکھائی دیتی ہی کہ جیسے روبرو رکھی ہی اگرچہ مین نے امتحان کیا ہی مگر تم بھی امتحان کر و مین اسکی وضع رکھنے اور دیکھنے کی شکل بتاتا ہون آنکھون سے دکھاتا ہون۔

شہزادہ حسین نے اُس دوربین کو اپنے بھائی علی سے لے کر جس طرح سے شہزادہ علی نے اسکو بتایا تھا

ایک سرا اُسکا اپنی آنکھ کے مقابل رکھکر ارادہ دیکھنے شہزادی نور النہار کا کیا دوسرے دو بھائی اسکی طرف دیکھ رہے تھے کہ دیکھین وہ کیا دیکھتا ہے دفعتًہ انھون نے شہزادہ حسین کا رنگ متغیر پایا وہ اُسے نہایت مغموم دیکھکر متحیر ہو گئے —

شہزادہ حسین نے قبل اسکے کہ بھائی اُسکے کچھ اس سے پوچھین کہا افسوس ہی ہم سب نے جو اسقدر محنت اس سفرہاے دور و دراز کی اختیار کی تھی صرف شہزادی نور النہار کی امید پر کہ وہ ہمین ملے گی اب جو مین نے اُسکو دیکھا نہایت بیمار اور قریب بمرگ پایا عجیب عالم مین نظر آئی کہ نفس چند باقی ہین عزیز و اقربا سرھانے بیٹھے روتے ہین خدمت گزار اپنی جان کھوتے ہین دور بین اسکے ہاتھ سے گر گئی مردنی چہرے پر پھر گئی بے اختیار رونے لگا اور یہ اشعار زبان پر لایا ے

ہاتھ سے زلف چھوٹے نہ پریشان ہوتے
آہ گر ہم نہ کبھی عاشق فرگان ہوتے

مثل آئینہ نہ روتے نہ حیران ہوتے
کس لیے آج تہ خنجر براں ہوتے

دل تو اس تیغ جگر ریش سے صد پارہ ہی
عشق بیباک وستمگر سے نہین چارہ ہی

کر دیا زار غم گیسو پیچان نے مجھے
جب سے دیوانہ کیا اُس مہ تابان نے مجھے

تار سطر سا کیا زلف پریشان نے مجھے
اپنی صورت مین لیا وحش بیابان نے مجھے

کیسے تھے طالب و مطلوب ہمیشہ ہم تم
کیسے تھے راغب و مرغوب ہمیشہ ہم تم

یہ سُنکر وہ سب حیران ہوے کہ ماجرا کیا ہی جو اسنے دیکھا تھا وہی رنگ سب کو دکھایا جسنے دیکھا وہ غم رسیدہ دل گیر ہوا سب کا نقشہ نقشہ تصویر ہوا کہا ے

فلک نے ظلم یہ ڈھایا کہ اب مرے دل مین
پہونچ گیا ہی گریبان کا چاک دامن تک
کبھی ہی ہوش مجھے گاہ فرط بیہوشی
ہر ایک دشت مین پھرتا ہون صورت حبشی
بہت قلق جو ستاتا ہی تو یہ پڑھتا ہون

فغان ہی درد ہی غم ہی الم ہی آٹھ پہر
گذر گیا ہی بس اب سر سے آب دیدۂ تر
کبھی تو آپ مین ہون گاہ آپ سے باہر
کبھی اُدھر سے ادھر اور کبھی ادھر سے اُدھر
عجیب حسرت و ارمان سے ہاتھ پھیلا کر

اجل بیا کہ تراتنگ در کنار کشم
بہ تنگ آمدہ ام چند انتظار کشم

تصویر نور النہار کی جو قریب مرگ پلنگ پر پڑی ہی اور خواصین گرد و پیش ہین اور شہزادون کا دیکھنا

اسکے بعد چھوٹے بھائی نے کہا اگر مین اسی دم وہان پہونچون اور شہزادی کے جسم مین کچھ بھی دم رہے تو فوراً اچھا کر دون بھلا چنگا کر دون۔

شہزادہ حسین نے شہزادہ احمد سے کہا یہ بات جو تم نے کہی کچھ مشکل نہین ہی ہم غالیچے کے سبب سے فی الفور نور النہار کے حجرے مین پہونچ سکتے ہین اب ہم کو یہان توقف کرنا نہ چاہیے میرے ساتھ تم دونون بھی اس غالیچہ پر کہ گنجائش تین شخصون کے بیٹھنے کی بخوبی رکھتا ہی بیٹھ لو تاکہ طرفۃ العین مین وہان پہونچ جاوین اور خدمتگارون کو یہین چھوڑ و پیچھے سے ہمارے پاس پہونچ رہینگے مین اپنے قالین کا وصف تم کو دکھاتا ہون اگر خدا نے چاہا گھڑی بجنے نہ پائے گی سب کو وہان پہونچاتا ہون یہ کہکے قالین کو بچھا اور بھائیون کو بٹھا کے اُڑا پلک سے پلک نہ ہلنے پائی تھی کہ قالین نے تینون کو ملادیا ملکہ کے پلنگ تک انکو پہونچا دیا۔

خواجہ سرا محلدار پیش خدمتین اور جو وہان تھے گریان و نالان مبتلاے رنج و الم کوئی بدحواس کسی کو سکتا ہوا گھبرائے کہ ہوا پر یہ کون اور کیونکر آئے بعد تامل سب نے پہچانا بادشاہ کو خبر ہوئی وہ بھی روتا ہوا وہان آیا سب کو غمگین پایا۔

شہزادون نے بعد اداے تسلیم و قدم بوس عرض کی آپ بدجمعی تمام تشریف لائیے پروردگار کی

قدرت ملاحظہ فرمائیے بادشاہ کرسی پر جلوہ گر تھا چھوٹے بیٹے نے سیب جیب سے نکال کر شہزادی کو سنگھانا
شروع کیا وہ سیب عجیب السیب تھا تھوڑی دیر کے بعد ہوش حواس درست ہوئے شہزادی اٹھ بیٹھی
بادشاہ کو تسلیم کی شہزادوں کی تعظیم کی سفر کا حال پوچھنے لگی چھوٹا بڑا جو جو حاضر تھا انگشت بدیوار تھا کہ
یہ کیا اسرار تھا بادشاہ نے بیٹوں سے سفر کا حال پوچھا ہر ایک نے اپنی اپنی سرگذشت کہکے اپنا اپنا تحفہ
پیشکش کیا اور جو جس سبب کا مفصل بیان کر دیا۔

بادشاہ نے فرمایا میں تمہارا مطلب سمجھا مگر شہزادی کی صحت میں یہ تحفے مساوی ہیں اگر دوربین نہ ہوتی
تم کو صحت و بیماری کی کیفیت معلوم ہونا دشوار تھی اور جو قالین ہاتھ نہ آتا تو اتنا جلد کون پہونچاتا اور سیب
نے اسکی بیماری کے آسیب کو کھو دیا دوبارہ زندہ کیا لہذا سب برابر رہے اسمیں کوئی کیا کہے لیکن اور دوسری
ترکیب خیال میں آئی ہے اسی پر اس کام کی بنا ٹھہرائی ہے وہ جو صحراے وسیع ہے وہاں چل کے تیر پھینکو
جسکا تیر آگے نکلے وہ شہزادی کا سزاوار ہے باہم کی خاش بیکار ہے اس بات پر سب راضی ہوے
باطل اقرار راضی ہوے۔
اتنے میں سے

آیا جو تیغ روز لیے شاہ نیم روز
باندھے کمر میں خنجر جیغاے کینہ سوز
ماہی شکار شیر سپہر روز جہان فروز
پھر دیو وقت سحر ہوا صید عقاب روز

مہتاب لشکر شہ خاور میں گھر گیا
آرہ شعاع کا سر انجم چیر گیا

یکایک قدر انداز چرخ چہارم قوس کی کمان ہاتھ میں سنبھال تیر شعاعی سوفار سے تا پیکان دیکھولان
میدان زنگاری میں لیس ہوا ماہ انجم سپاہ نے سہم کے گوشہ مغرب کا رخ کیا فوراً آنکھوں سے
نہان ہوا اونکی روشنی کا جھگڑا بروے آسمان عیان ہوا شہرزاد نے خموشی اختیار کی شہریار ہر چند
درپے ہوا یہ چپ رہی آخر بوعدہ شام قصہ کا اختتام ہوا داخل تخت گاہ شہریار ذوی الاحترام
ہوا امور انتظامی میں گوکہ مشغول رہا مگر دل قصہ کے انجام کا نہ معلوم ہونے کے کرنہ ملول رہا گو دن
لیل و نہار سے گذرا بادشاہ سب آگاہ ہیں دور و تسلسل شام و پگاہ میں پھر شب ہوئی شہرزاد طلب
ہوئی قصہ دوشینہ کا حال یوں عرض کرنے لگی کہ اے شاہ فلک بارگاہ

خدیو فلک شاہ عالی گہر
جہان تیرے پرتو سے ہے کامیاب
زمین بوس ہوتا ہے جسکا شمس و قمر
ہے تو برج اقلیم میں آفتاب

اسی مہر سے ہے منور یہ ماہ ۔ جہان ہووے اور ہو جہاندار شاہ

جہان عدل سے تیرے آباد ہے ۔ غریبون فقیرون کا دل شاد ہے

پھرے بھاگتا مہر سے پیل مست ۔ زبردست ظالم پہ ہے زیر دست

بیان سخاوت کرون جو رقم ۔ تو ذرریز کاغذ پہ ہووے قلم

نظر سے توجہ کے دیکھا جدھر ۔ دیا مثل نرگس اُسے سیم و زر

رہے عدل کی طرح جو یاد ہے ۔ کہے یاد ہے یہ خدا داد ہے

ستم اُسکے ہاتھون سے رویا کرے ۔ سدا فتنہ دہر سویا کرے

لکھون گر شجاعت کا اُسکی بیان ۔ قلم ہو ہزار ستم داستان

غضب سے وہ ہاتھ اپنا جسپر اُٹھائے ۔ اجل کا طمانچہ قسم اُسکی کھائے

جہان تک کہ ہین علم کسب وکمال ۔ ہر اک فن مین ماہر ہے وہ خوش خصال

وہ تینون شہزادے مستعد ہو رہے تھے تیر وکمان اُٹھا کے حاضر ہوئے بادشاہ مع سپاہ سوار ہو کے صحرا مین جا پہونچا پہلے بڑے صاحبزادے نے تیر لگایا۔

تصویر حسین وعلی واحمد کے تیر وکمان لیکر میدان مین جانے اور تیر لگانے اور بادشاہ کے آنے کی

بعدہ منجھلا صاحبزادہ روبرو آیا اسکا تیر بڑے سے پلا کر گیا سو قدم آگے گذر گیا پھر چھوٹا برادر سامنے

آیا بقوت تمام تیر لگایا عجب سناٹے سے خانہ کمان سے نکلا کہ کہین پتہ و نشان اُس میدان مین نہ ملا آنکھ لیس گیا۔
بادشاہ نے منجھلے شہزادے کے ساتھ نورالنہار کی شادی کردی بڑا بیٹا اس رشک مین ترک لباس کرکے فقیر ہو گیا کنج قناعت اختیار کیا۔

بیٹے جی جیبرت انسان کرے ترک لباس	بعد مردن اُسکے ہاتھون سے کفن ملتا نہین

چھوٹے نے لباس بدستور رکھا مگر شادی کے جلسہ مین رقابت کی غیرت سے شریک نہوا اپنے تیر کی تلاش مین اکثر صحرا نوردی کرتا تھا جنگل مین ہرسمت دیکھتا پھرتا تھا۔
آخر ایک دن شہزادۂ احمد تن تنہا واسطے تلاش کرنے اُس تیر کے اُس مقام مین جہان سے تیر شہزادہ حسین اور علی کے پائے گئے تھے گیا اور وہان سے سیدھا دہنے بائین دیکھتا ہوا آگے کو بہت دور تک چلا گیا یہانتک کہ کئی ٹیلے اور پہاڑ پر چڑھ کے تلاش کیا چنانچہ ایک بڑے ٹیلے پہ اسکو پڑا ہوا پایا متعجب ہو کر دل مین خیال کیا کہ اتنی دور پر تیر کا آنا محال ہے یہ خام خیالی ہے اور اس تیر کو اُسپر پڑا ہوا دیکھکر زیادہ اسکو استعجاب ہوا اس مین چھپیدہ تھا عقل حیران تھی طبیعت نہایت پریشان تھی کہ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے جو ذہن مین نہین آتا ہے آخر سوچا کہ تیر کا اس قدر بلا کر اور اس وضع سے آنا خالی از اسرار نہین ہے

یہ وہ جگہ ہے کہ عبرت پہ عبرت آتی ہے	یہ وہ جگہ ہے کہ حسرت پہ حسرت آتی ہے

یہ وہ جگہ ہے کہ آفت پہ آفت آتی ہے یہ وہ جگہ ہے کہ شامت پہ شامت آتی ہے
یہ وہ جگہ ہے جہان بیکسی بھی ڈر ڈر جائے یہ وہ جگہ ہے اجل خوف کھا کے مرجائے

پھر آگے بڑھ کے ایک غار مین جو اُس ٹیلے پر تھا گیا تھوڑی دور آگے نہ گیا ہوگا کہ ایک دروازہ آہنی نظر پڑا اُسکے اندر جا کر کسی قدر نشیب پایا اُس مقام پر شہزادہ احمد تیر کو ہاتھ مین لیے ہوئے پہونچا بلا وسواس چلا گیا۔
دل مین کہتا تھا کہ ضرور اس نشیب مین تاریکی ہوگی پورے مقام تک نہ پہونچونگا کف افسوس ملتا ہوا واپس آؤنگا کچھ تدبیر بن نہین آتی عقل کام نہین کرتی کہ کیا کرونگا اور تاریکی کی وجہ سے کدھر جاؤنگا۔
مگر جب وہان پہونچا تو برعکس اپنے خیال کے پایا یعنی چارون طرف اُسکے منارکے اسقدر روشنی تھی کہ ہر شی صاف نظر آتی تھی۔

تصویر شہزادہ احمد اور پری بانو کی باہم بارہ دری مین بیٹھنے کی

غرض کہ اُسی روشنی مین جاتے جاتے ایک مکان عالی شان دیکھا جب نزدیک اُس عمارت عالی کے پہونچا دفعتہً دروازہ اُس ایوان رفیع کا مثل آغوش تمنا وا دیکھا ایک شہزادی حسین ماہ طلعت مہر جبین بلباس شاہانہ در بر جواہر مین غرق دریائے جواہر ادھر اُدھر بیچ مین وہ آفت زمانہ ناز و انداز مین یگانہ کس ٹھسے سے چلی آتی ہی اُسکی رفتار ناز پر آسمان کو چکر ہی زمین تھراتی ہی بمجرد دو چار ہونے نگاہ کے شہزادہ احمد اُس ماہ رو قوس ابرو عنبرین مو پر عاشق زار ہو گیا اپنی زندگی سے بیزار ہو گیا حال ابتر و خراب ہوا دل بیتاب ہوا حسب حال یہ اشعار زبان پر لایا دل کو سمجھایا ؎

عشق کی راہ سے اللہ بچائے دل کو
عشق کے دام مین زنہار نہ پھنسائے دل کو

عشق کی شکل الٰہی نہ دکھائے دل کو
عشق کی تیغ سے معبود بچائے دل کو

عشق وہ آگ ہی دوزخ ہی شرارا جسکا
عشق وہ سم ہی کہ جیتا نہین مارا جسکا

قیس کو اسنے کیا ملک جنون کا سلطان
گل ہی کیا بلبل بیدل ہی اسی سے نالان

اسی کے ہاتھ سے آخر گئی فرہاد کی جان
اسی بدکیش نے مجکو بھی کیا ہی حیران

عشق بیباک خدا سے بھی نہین ڈرتا ہو
گھر فرشتون کے دلون مین بھی یہی کرتا ہو

کبھی معشوق کی صورت پہ نظر آتا ہو
کبھی آنکھون سے لہو اشک کا برساتا ہو

کبھی عاشق کے لبون سے یہ فغان لاتا ہو
کبھی آنکھون مین یہ بجلی سا چمک جاتا ہو

درد بن کر کبھی یہ دل کو دُکھا دیتا ہو
بے کے شمشیر کبھی خون جگر پیتا ہو

شہزادہ سنتے ہی آہ کی کلیجہ پکڑ کے رہ گیا مگر مصلحت وقت سے ضبط سے کام لیا دل مضطر کو تھام لیا
سہ صبر تلخ است ولیکن بر شیرین دارد ہ۔

یکایک اُسنے کہا اے شہزادہ احمد آئیے قدم رنجہ کیجیے کلبۂ تار کو رخ انور سے روشن فرمائیے

ای آمدنت باعث آبادی ما ذکر تو بود زمزمۂ شادی ما

جس دم اُسنے نام لیا شہزادہ سنکے ہوش جاتے رہے کہ یہ اجنبی نہین صورت آشنا ہو یہ معاملہ کیا ہو غرض آگے بڑھا شہزادی نے نہایت گرمجوشی سے ہاتھ [illegible] بکمال خلق و محبت سے باتین کرتی ہوئی محل کی طرف لے چلی جب بارہ دری کے طرف پہونچے دیکھا کہ ایک عمارت ہو شاہانہ [illegible] سقف و دیوار جو شے ہو وہ مادر زمانہ دُلہن کی صورت ہر کمرہ سجا سجایا شیشہ آلات کے سوا جو جو ضرورت کی چیزین ہوتی ہین جا بجا سب کو قرینے سے آراستہ پایا شہزادہ نے کہا میری عقل حیران ہو کارخانۂ قدرت کا یہ سب سامان ہو پھر شہزادی سے مخاطب ہو کے کہا پہلے یہ فرمائیے کہ میرا نام جو آپ کی زبان مبارک سے نکلا اسکا کیا سبب ہو آپ کے کیونکر گوش زد ہوا ہو وہ گویا ہوئی سہ

جو کہ تم پوچھتے ہو حال اسکا
کیا نہین تم کو اس سے آگاہی

تم نے کس طرح مجکو پہچانا
کہ نہین قوم جن سے کچھ مخفی

مگر یہ مکان آپ کی نشست کے لائق نہین بارہ دری مین چل کے آرام کیجیے یہ کیا ماجرا ہو سب حقیقت مفصل سن لیجیے۔

جب یہ بارہ دری مین آیا وہان بالکل سحر کا کارخانہ پایا نقرئی طلائی چمکتی در و دیوار جواہر کی بیلین لاجورد کی پچی کاری الماس یاقوت زمرد کے پھول ہزار در ہزار ایک کمرہ مین مسند شاہانہ بچھی تھی اُسپر بصد تعظیم و تکریم بٹھایا۔

بیٹھا مسند پہ وہ خجستہ شعار
عیش کا تھا مہیا سب سامان
ہو گیا گرم پہلو دلدار
کس طرح دل نہ ہو وہان شادان

پھر یہ فقرہ سُنایا آپ مجکو جانتے نہین پہچانتے نہین مین عرصہ بعید سے آپ کو خوب جانتی ہون تمام کنبے کو آپ کے پہچانتی ہون پہلے میری رام کہانی سنئے [illegible] تم نے سُنا ہوگا کہ قبل از ظہور آدم علیہ السلام قوم بنی جان اس پردۂ دُنیا پر مثل بنی آدم کے رہتی تھی اور آج تک ہی بالفعل میرے والد بزرگوار کی سلطنت ہی ساری قوم تحت حکومت ہی پری بانو میرا نام ہی بود و باش کا یہی مقام ہی بہت دنون سے مجکو تمہارا خیال تھا فرقت کا ملال تھا عشق بُری بلا ہی جسکی ابتدا ہی نہ انتہا ہی سے

پیشتر عشق کے آزار سے آگاہ نہ تھی
نائل کا کل پیچان کبھی واللہ نہ تھی
ایسی مشتاق کسی چہرے کی مین آہ نہ تھی
بت پرستی نہ کیا کرتی تھی گمراہ نہ تھی

دل ویران کو مرے غمزے نے برباد کیا
خانۂ دل کو مرے درد سے آباد کیا

اب اپنی سرگذشت سُنو تم تین بھائی ہو اور تمہارے چچا کی بیٹی نور النہار ہی اُسکے سب فدائی تھے پھر اپنے باپ کی تجویز سے تم سفر کو گئے ایک نے قالین خرید ا جو ہوا پر اُڑتا تھا دوسرے نے دوربین لی جو جام جہان نما سے بہتر تھی اُسی نے وہ تم چھین لی تم سمرقند مین پہونچے وہ سیب مین نے تم کو بھیج دیا تھا جس سے تم نے اُسکو اچھا کیا تھا مگر مطلب نہ حصول ہوا کسی کا ہدیہ سب سے بہتر نہ ٹھہرا پھر بادشاہ نے تیر اندازی کا حکم دیا تھا تیر کے دور جانے پر شادی ہونا مقرر ہوا بڑے بھائی کے تیر سے منجھلے کا تیر آگے نکل گیا۔

جب تم نے تیر لگایا مین نے اُسکو اُٹھا کے اُس ٹیکرے پر ڈالدیا اس خیال سے کہ تم اُسکی تلاش کو آؤگے مجھسے مل جاؤگے اب بدیدۂ غور و نظر انصاف سے مجکو دیکھو وہ جو تمہاری مطلوبہ ہی مجھ مین اور اُسمین تمیز کر دیکھو تو کون اچھا ہی کسکی معشوقانہ دلفریب ادا ہی۔

شہزادہ نے جواب دیا کہ مین بقسم کہتا ہون تم مین اور اُسمین زمین و آسمان کا فرق ہی وہ ایسا حسن یہ پاکیزہ صورت یہ جاہ و حشمت کہان سے لائے گی تمہارے روبرو غیرت دار ہوگی تو کبھی نہ آئے گی اپنی صورت نہ دکھائے گی۔

دو مین نظر اول تمہارا عاشق زار فریفتہ و نثار ہو گیا ہون تمہاری صحبت ہفت اقلیم کی سلطنت

سے بہتر جانتا ہون لیکن یہ خوف ہی کہ میری خاک سے پیدائش ہی اور تمھاری خلقت آتش سے ہی ان باپ عزیز و اقارب سرکار کے یہ مواصلت کب گوارا کرینگے اپنی ذلت تصور کرکے خون ہمارا کرینگے ہماری جان مفت جائے گی۔

شاہزادی نے جواب دیا اس بات سے دلجمعی رکھو ہماری قوم کا دستور ہی بالغ عورت جسکو پسند کرے وہی سب کو منظور ہی اور یہ رسم بہت خوب ہی دیکھ بھال کے جو کوئی کام کرتا ہی دوسرے کو کب بدنام کرتا ہی بوجہ احسن تمام عمر نبھ جاتی ہی کدورت طرفین مین نہین آتی ہی شیر و شکر کی طرح آمیزش رہتی ہی کسی طرح کی نہین کاہش رہتی ہی۔

یہ سُنکے شہزادہ نے اسکا ہاتھ سینے پر رکھا آنکھون سے لگایا اُسکے الطاف کا شکریہ بجا لایا وہ بولی اس ہاتھ پکڑنے کی شرم تمھارے ہاتھ ہی مرنے جینے کا ہمارا تمھارا ساتھ ہی شہزادہ نے کہا ایجاب قبول اسی کا نام ہی جو ہمارے تمھارے باتون مین ہو چکا اور بکھیڑا اہل شرع کا فقط نمود اور دکھانے کا ہوتا ہی قصہ سارے زمانہ کا ہوتا ہی اُسکے ہونے کی ضرورت کیا ہی شرعی حکم اتنا ہی جو فراج دان مصاحب سن رسیدہ آتو محلدار مغلانیان حاضر تھین نذرین پیش کرکے مبارکباد دینے لگین دونون کی بلائین لینے لگین طائفے حاضر تھے گانے ناچنے لگے ایک نازنین مہ جبین یہ غزل گانے لگی اہل محفل کو لبھانے لگی ؎

ہمارے دم نکلنے مین بھی اک عالم نکلتا ہی — کہ وہ مشتاق ہین دیکھین تو کیونکر دم نکلتا ہی

کمی کیا پڑ گئی ہی چاہنے والون کی اے قاتل — کہ اب تلوار کم کھنچتی ہی خنجر کم نکلتا ہی

گلہ کسکا کہان کا رنج کسکا جان بلب ہونا — جب اُسنے پیار سے پوچھا تمھارا دم نکلتا ہی

نہ تجھسا آج تک دیکھا نہ تجھسا حشر تک دیکھین — ان آنکھون سے بہت نکلا بہت عالم نکلتا ہی

کوئی کیا چل سکے گا اس خرام ناز سے بڑھکر — قیامت کا تمھاری ٹھوکرون مین دم نکلتا ہی

گداز غم سے میری ہڈیان گھلتی ہین گھلجائین — ترا ارمان تو ہی دیدۂ پرنم نکلتا ہی

تمھین میرے مسیحا ہو تمھین میری تمنا ہو — تمھین پر جان جاتی ہی تمھین پر دم نکلتا ہی

نقاب روے روشن سے رُخ پرنور کا جلوہ — جو چھن چھن کر نکلتا ہی تو یہ کیا [illegible]

الٰہی خیر کرنا آج کوئی داغ کے گھر سے — نہ بے شیون نکلتا ہی [illegible]

دوسرے کمرے مین دسترخوان چنا ہوا تھا یہ دونون اُٹھ کے وہان جا بیٹھے جہان کی نعمت عجب کھانے لگے بعد فراغ جلسہ طعام دور شراب ناب کا ہونے لگا حجاب کا پردہ دور ہوا دل کی

کلفت کھو نے لگا جام بادۂ ارغوانی گردش مین آیا عیش و سرور نے اپنا رنگ جمایا شہزادی عالم آب مین یہ غزل گانے لگی مخاطب کو سنانے لگی ؎

گر میان کیجیے جوبن یہ زیادہ ہو جاے	نکل آئے جو عرق حسن کا دریا ہو جاے
گردش چشم کا تیرے اثر ایسا ہو جاے	گرد اڑے اسے نگہ سے تو بگولا ہو جاے
نشہ مین پاؤن جو تم سبزہ پر رکھو	ہو یہ بالیدہ ابھی صورت مینا ہو جاے
رنگ کندن سا اتنا ہی عجب کیا ہی اگر	طوطی سبزۂ خط سونے کی چڑیا ہو جاے
سرمہ دینے مین نکل آئین جو تیرے آنسو	ہر گل اشک ابھی نرگس شہلا ہو جاے
چشم مخمور سے دیکھے جو وہ بت کعبے کو	مے سے محراب کا ہر پیالا ہو جاے

خواصین جو دست بستہ حاضر تھین آداب بجا لائین اپنے اپنے مقام پر آئین دو چار باہر پہ دے کے منتظر طلب کھڑی ہوئین ملازمون مین خوشیان بڑی ہوئین -

الحاصل شب کو وہان آرام کیا دم سحر بصد کر وفر خواب راحت سے بیدار ہوے حمام جانے کو تیار ہوے شہزادی شہزائی ہم صحبتون سے آنکھ چرائی داخل حمام ہوئی پرستان مین شادی کی خبر عام ہوئی یہ نہا دھو کے جامے خانے مین آئے پوشاک کی کشتی منگائی نکھر نکھر کے عاشق معشوق مکان مین داخل ہوے ؎

جب نہا دھو کے وہ حمام سے باہر نکلا	آتشین برج سے گویا مہ انور نکلا

کھانا چنا ہوا تیار تھا نوش کیا غم عالم فراموش کیا اس اثنا مین پرستان کے طائفے نقال حاضر ہوے خوب ناچے گائے جوہر دکھائے کچھ دیر یہ جلسہ رہا شہزادے نے بہت پسند کیا خلعت و انعام ... کو مرحمت کیا اس دن سے شب و روز نئی تیاری ہوتی تھی دل کے ارمان نکلتے تھے سیر کو خانۂ باغ مین پھرتے چلتے تھے -

پری بانو نے شہزادہ احمد کی اس طرح دلجوئی خاطرداری و مدارات کی کہ مان باپ کی محبت معشوقہ اول کی صحبت سہو محو دل سے ایک ذات کی مگر گاہ گاہ شام و بیگاہ باپ کا خیال شاہزادہ کو آتا تھا دل مین کانٹا سا کھٹک جاتا تھا -

آخرکار ایک روز موقع پاکے شاہزادی پری بانو سے کہا کہ میرا باپ ضعیف ہی اور مجھ سے بدرجہ الفت و محبت تھی ایک دم کی جدائی ناگوار ہوتی تھی بے دیکھے قبلۂ عالم کی طبیعت بیقرار ہوتی تھی کئی مہینے کا عرصہ ہوا میرا حال انکو معلوم نہین خدا جانے کیا حال ہوا ہوگا یقین ہی جینا

محال ہوا ہوگا ان باتون سے پری بانو کو یقین کامل ہوا کہ شاہزادہ فریب نہین کرتا ہی فی الواقع مجھسے
محبت رکھتا ہی باپ کو دیکھ کے چلا آئیگا میری مفارقت گوارا نہ ہوگی بے دیکھے رہا نہ جائیگا۔ بخوشی اجازت
دی کہا زیادہ دیر نہ لگانا جلد چلے آنا یہان تو جانے کی تیاری تھی پری بانو کو بیقراری تھی باہم اظہار
رنج والم تھا دل کو نہایت غم تھا۔
اب دو کلمے یہ سنو کہ جس دن سے بادشاہ نے منجھلے بیٹے کی شادی خانہ آبادی کی تھی خبر نہ تھی اور چھوٹے
بیٹے کو نہ دیکھا تھا انکی جدائی سے گھبراتا تھا ہردم بار غم تھا کیا کیا خیال آتا تھا جب وزیرون اور
امیرون سے یہ مقدمہ دریافت کیا بالاتفاق سب نے عرض کیا کہ بڑے صاحب رشک کے باعث
ترک لباس کرکے خانہ نشین عزلت گزین ہین گوشہ تنہائی اختیار کیا ہی اہل دنیا سے منھ موڑ لیا ہی
اس رباعی پر ایسا عمل کیا ہی ؎

دنیائے دنی کو جو کہ فانی سمجھے	اور قصۂ عمر کو کہانی سمجھے
دریائے حقیقت کو وہی جائے تیر	جو مثل حباب زندگانی سمجھے

چھوٹے مرشد زادے غریب الوطن ہوگئے شہر مین نہین ہین اسکے علاوہ اور کچھ معلوم نہ ہوا کوئی
حال تازہ مجکو مفہوم نہ ہوا۔
بادشاہ ملول اور کبیدہ خاطر رہنے لگا دونور عین کی مفارقت دو لخت جگر کی مہاجرت دل کو
بیچین کرنے لگی قلب مضطر کی عجیب حالت ہوئی۔
اس شہر مین ایک ساحرہ نزدیک و دور مشہور تھی وزیر اعظم اسکو حضور مین لایا اسکے کمالون کا مذکور سمع
اقدس مین سُنایا حضرت ظل سبحانی نے روبرو بُلاکے فرمایا مین فقط اس بات کا مشتاق ہون
کہ شہزادہ احمد زندہ ہی یا مر گیا اور جو زندہ ہی تو کس طور پر ہی کہان ہی مجھسے پھر بھی ملاقات ہوگی طبیعت
نگران ہی دیکھنے کے لیے پریشان ہی۔
ساحرہ نے بہت دیکھ بھال کے عرض کیا کہ شاہزادہ احمد راحت و آرام سے ہی بڑے اعزاز و احترام
سے ہی سلطنت لازوال ملک مالامال قبضہ مین آیا ہی خوب لطف زندگانی اُٹھا یا ہی مگر دو چار دن مین وہ
آتا ہی الم مفارقت دور ہوا جاتا ہی یہ امر جب ملاحظہ والا مین آئیگا میرے کمال کا حال خود
حضور پر منکشف ہوجائیگا۔
بادشاہ مژدہ آمد فرزند سُنکے بہت خوش ہوا نقد و جنس بطور انعام دے کے رخصت کیا اور شہزادہ
کی ملاقات ہونے کے بعد اور عطا فرمانے کا وعدہ کیا۔

پھر وہی جملہ چھیڑتا ہی کہ جب شاہزادہ احمد اپنی معشوقہ پری بانو سے رخصت ہونے لگا اُس نے
اُس وقت کہا یہ سب قول و قرار فیما بین ہو چکے ہین لیکن اس نصیحت کو خوب یاد رکھنا کہ یہان
کا حال عجائبات کی کیفیت میرا عقد مین لانا یہ مال و خزانہ جو تمھارے قبضہ اختیار مین ہی اسکا ذکر
کسی اپنے بیگانے سے نہ کرنا اور جو زبان پر لاؤگے انتہا کا رنج و ملال پاؤگے صدمہ شدید اُٹھاؤگے
اسی پر قصہ مختصر کرتا ہون تا آسائش تمام صبح و شام اوقات بسر کرتا ہون چین سے گذرتا ہون یہ سمجھا کے
بیس سوار پری زاد بڑی چمک دمک کے جو کسی نے کبھی دیکھے سُنے نہ تھے ہمراہ کیے گھوڑا سواری
کو دیا جو ابلق ایام نے بایں گردش صبح و شام اُسکا نام نہ سُنا تھا اور پوشاک و جواہر بھی وہ
نایاب و انتخاب پہنایا تھا کہ سر آرایان ہفت اقلیم کو خواب مین بھی نظر نہ آیا تھا اور خدمتگارون
کو حکم دیا کہ چپ و راست اشرفیون کے توڑے لیے نثار کرتے جائین کہ محتاج فائدہ اُٹھائین شہر
وہان سے بہت فاصلہ پر نہ تھا اور پری زادون کا چلنا پھر تھوڑے عرصہ مین شاہزادہ داخل ہوا جسکی
نظر پڑی وہ بغور دیکھتا رہ گیا سب دعائین دے دے کے کہتے تھے جل جلالہ کیا ساز و سامان ہی جسکو
دیکھکر عقل بشر حیران ہی کہان سے شہزادے کے ہاتھ غیب کا خزانہ زر ریزی کا کارخانہ ہاتھ آگیا ہی کہ خدمتگار
اشرفیان لٹاتے ہین غریب غربا شہر کے فقیر محتاج آسودہ ہوتے جاتے ہین افلاس کا نام صفحہ
ہستی سے مٹا دیا ہر شخص کو امیر کبیر بنا دیا۔

اسی کر و فر تزک و احتشام سے در دولت پر وارد ہوا ہرکارے و خبردار پہلے سے اظہار حال کر چکے تھے
وزیر امیر دوڑے بادشاہ بھی بیتابانہ تخت سے اُٹھا بیٹے کو چھاتی سے لگا لیا پہلو مین بٹھایا آنکھون
نے دیدار پسر سے سرور پایا۔

اِدھر نور سحر کا ظہور ہوا شعاع مہر سے عالم پر نور ہوا اُدھر ماہ با گردہ ثوابت و سیارہ فلک
اطلسی سے کافور ہو کر حجرۂ مغرب مین مستور ہوا موذنون نے اذان کہی صدای اللہ اکبر بلند ہوئی
طائرون نے نغمہ سنجی سے صبح کی دھوم مچائی ؎

پرچم کشا ہوا علم زرفشان مہر	لی روز نے پناہ بزیر نشان مہر
آیا عروج پر سر گیتی ستان مہر	اور لشکر شعاع نے تانی سنان مہر

نیزہ کرن کا دیدۂ گردون مین ڈال کے
مغرب مین پھینکی رات کی پُتلی نکال کے

سلطان صبح نے رخ آفاق فتح کیا	اور دور نے قمر کو اُلٹ کر رمق کیا

باطل کو باطل اسنے کیا حق کو حق کیا	دان رنگ فق کیا یہان خون شفق کیا

خورشید صبح کا گل دستار ہو گیا
ٹکڑے تار تار جیب شب تار ہو گیا

روشنی سحر نمودار ہوتے ہی شہرزاد خوش زاد نے سکوت کیا شہریار عالی وقار راحت منزل سے برآمد ہوا وزیر امیر ارکان دولت مشیران سلطنت تسلیم کرکے اپنے اپنے کام مین مصروف ہوئے کاغذات مالی وملکی پیش کرنے لگے تمام دن یہی مشغلہ رہا سرشام دربار برخاست ہوا شہریار محل مین آیا شہرزاد کو طلب فرمایا جب سب کامون سے فرصت ہوئی کہانی شروع کی شہرزاد گویا ہوئی اُس وقت بادشاہ کی مسرت اور وزرا اور ارکان دولت کی بشاشت لایق دید تھی بادشاہ نے شاہزادہ احمد سے سرگذشت پوچھی

شاہزادہ احمد نے عرض کیا فدوی حضرت کے سامنے کم وبیش زبان پر نہ لائے گا سچ جو گذرا ہے اُسکو سنائے گا بعد شادی شہزادی بوجہ محبت غیرت مقتضی اسکی نہ ہوئی کہ اس شہر مین کسی کو صورت دکھائیے مصلحت یہ ہوئی کہ کسی سمت نکل جائیے یہ سوچ کر ترک یار ودیار کیا تنہائی کا سفر اختیار کیا کچھ دور شہر سے بڑھا تھا پروردگار نے عنایت کی یہ دولت غیر مترقبہ ہاتھ لگی بوجہ احسن اوقات بسر ہوتی ہے جس شے کی خواہش ہوئی فوراً موجود ہو گئی راحت وآرام مین شام وسحر ہوتی ہے اس سے زیادہ بیان موجب ہنگامے وفساد کا ہے قول استاد کا ہے

دو چیز طیرہ عقل ست دم فرو بستن	بوقت گفتن وگفتن بوقت خاموشی

حضرت کی قدم بوسی کا مشتاق تھا صدمۂ مہاجرت شاق تھا حاضر ہوا اور اکثر آستان بوسی کا شرف حاصل ہوگا خرسند حضور کا دل ہوگا۔

بادشاہ نے ازراہ محبت پدری فرمایا اگر تم کو دیر ہو تو کیونکر ہم تمھاری خبر پائین کس سے کسی کو تمھارے پاس بھجوائین۔

شاہزادہ نے عرض کیا یہ باتین افشاے راز کی ہین یہ کام غلام سے نہوگا ہان جلد آجاؤن گا صورت دکھا جاؤنگا تین دن وہان صرف اوقات کی بے چینی مین دن رات بسر کی چوتھے روز رخصت ہوا فرط شوق سے چار گھڑی مین پری بانو کے پاس پہونچا وہ تو ہمہ تن انتظار تھی بیتابانہ لپٹ گئی حال پوچھنے لگی اب دل پر نقش ہو گیا کہ شاہزادہ بدل ہمارا شیدا ہے دام الفت مین پھنسا ہے کہا اب ہم سے پوچھنے کی حاجت نہین دریافت کرنے کی ضرورت نہین ہفتے مین ایک روز

چلے جایا کرو تیسرے دن پھر آیا کرو۔
پھر کیا تھا شاہزادہ ہر بار نیا تحفہ بدل کے حساب دیکھ سے جاتا تھا موافق خوش ہوتے منافقون کو رشک آتا تھا اور شہر مین داخل ہو کے اسیطرح اشرفیان فقیر دنکو لٹاتا تھا اہل حاجت کی تمنا بر لاتا تھا وزیر اعظم سے دوسرا وزیر جو رتبہ مین کم تھا رشک وحسد کے باعث آمادہ فساد وہ بدنہاد ہر دم تھا اور بادشاہ کبیر السن عقل کا دشمن کوسون دانش مندی کے کوچہ سے دور تھا حماقت سے مجبور تھا ایک روز اُس کم بخت نے بادشاہ کو اکیلا جو پایا یہ فقرہ جمایا حضور شہزادہ کے تیور دیکھتے ہین غلام کو خوف آتا ہی کہ حضور کو گرفتار کرکے شاہزادہ جو تخت پر بیٹھے تو پھر کیا بن پڑے گا ہمسر اُسکا کون ہی جو لڑے گا مناسب ہی کہ غفلت مین ایسی سونے کی چڑیا کو صید کیجیے بے تکلیف قید کیجیے کھٹکا مٹ جائے خدشہ نظر نہ آئے۔
بادشاہ پہلے تو چپ ہوا پھر دوبارہ کہنے سے راضی ہو اگر بادشاہ کو اُس ساحرہ کا اعتقاد بہت تھا اسبب سے پوشیدہ اُسے بُلایا کہا کسی ترکیب سے اسکے حال کو دریافت کر یہ سامان جو کبھی کسی کو نصیب نہین ہوا شاہزادہ کہان سے لاتا ہی کون یہ بار عظیم اُٹھاتا ہی اسنے جواب دیا چند سے تامل کیجیے بہت جلد یہ حال کھل جائے گا پوشیدہ رہنے نہ پائے گا۔
شاہزادہ کے آنے جانے کا دن تو مقرر تھا یہ سرراہ جا بیٹھی شاہزادہ نے کبھی اُسکی صورت دیکھی تھی نہ ایسے امور کا خیال تھا دغدغہ سے فارغ البال تھا سواری جب قریب آئی یہ دعا دے کے ہمراہ ہوئی خادم نے اشرفی پھینک دی یہ مکارہ تھوڑی دور باتین بناتی چلی جب اُس ٹیکرے کے قریب سواری پہنچی نظر سے غائب ہوگئی ہر چند چارطرف یہ دوڑی مطلق پتہ نشان نہ پایا کوئی باغ یا قصر دایوان نظر نہ آیا اُسدن تو یہ خائف ناکام پھری۔
جو دن شاہزادہ کے آنے کا تھا کچھ رات سے وہان آبیٹھی آہ و نالہ کے دم بھرنے لگی بیماری کا حیلہ کرنے لگی یکایک شہزادہ قریب پہونچا اُسنے سر پڑھایا ہاے واے کا شور مچایا بسکہ وہ رحم دل تھا یہ غوغا جو گوش زد ہوا متاسف از حد ہوا گھوڑے کی باگ لی حال پرسی کی اس عیارہ نے لڑکھڑا کے آواز بیمارون کی بنا کے کہا خدا آپ کو سلامت رکھے گھر بار سے دور ہون تپ شدید کے آنے سے ہوش وحواس جاتے رہے مجبور ہون قدم اُٹھانے کی طاقت نہین جگہ سے حرکت دشوار ہی کوئی سرپرست نہ غمخوار ہی ؎

نہ مونسے نہ رفیقے نہ ہمدمے دارم		کہ حال خود بکہ گویم عجب غمے دارم	

اڑیان رگڑکے مرجاؤنگی یا کوئی درندہ کھاجائے گا یا چیل کوون کے حصے مین گوشت پوست آئے گا کون ایسا خدا کا دلی مقبول بندہ ہی جو اس آفت سے بچائے گا ۔
یہ سُنکے شہزادہ کو اسکے حال پر رحم آیا خوف خدا کرکے ملازمون سے اُٹھوا لایا دروازے پر پہونچا تھا کہ محل مین خبر ہوئی گھبرا کے پری بانو نکل آئی پوچھا خیر ہی شہزادے نے جواب دیا راہ مین یہ ضعیفہ مرتی تھی اُلٹی سانس بھرتی تھی میرا جی دُکھ گیا یہان تک لے آیا اب تم کو اختیار رہی یہ بے کس غریب دیار ہی ؎

ایک تو کام یہ ثواب کا ہی	دوسرے نام بھی جناب کا ہی

پری بانو نے کہا مین اسکی نگہبانی کو تا مقدور تیار رہون آپ کی مرضی ہی مین فرمان بردار رہون مگر بیمار حقوق خدمت بھول جاتا ہی جب اچھا ہوتا ہی اکثر بھلائی کا بدلہ بُرا ہوتا ہی شہزادے نے جواب دیا ہم للہ یہ کام کرتے ہین ہماری نظر ہردم بخدا ہی اجرت کے طلبگار نہین خدمت کے خواہان زنہار نہین پھر کیا پروا ہی یہ کہکے گھوڑا اُٹھا رنیچے والد ماجد کے حضور مین آیا مودبانہ آداب و تسلیم بجالایا ۔
یہان پری زاد نے خواصون سے فرمایا اس ضعیفہ کو دار الشفا مین لیجاکے اچھی طرح سے رکھو دوا غذا خدمت مین اگر قصور ہو گا تو بڑا فتور ہو گا قریب شام وہ پانی چشمہ شیر کا جو آب حیات کا فائدہ رکھتا ہی کیسا ہی مرض مہلک ہو فوراً دفع ہو جاتا ہی مریض جب اُسکو چکھتا ہی اسکو پلانا اور اُس ہمارا کھلانا خبر مین دیر نہ ہونے پائے جو کیفیت گذرے ہمارے کان تک آئے صحت کے بعد تم لوگون کو انعام ملے گا اور کوئی عمدہ کام ملے گا ۔
دفعتہً فلک حربا خو نے رنگ بدلا زمانہ شعبدہ باز نے ڈھنگ بدلا سپیدہ صبح چمکا شفق نے مطلع کو گلگون کیا شہرزاد حیرت سے خاموش ہوئی گویا بت بن گئی ۔
عامل روز کی آمد سے ساحرۂ شب ظلمت کدۂ مغرب مین نہان ہوئی تاریکی مٹی روشنی عیان ہوئی مساجد سے اذان کی آواز آئی طائرون نے نغمہ سنجی سے دھوم مچائی مرغ سحر کی صدا کانون مین آنے لگی خواب سے جگانے لگی ؎

خورشید نے جو رخ سے اُٹھائی نقاب شب	در کھل گیا سحر کا ہوا بند باب شب
انجم کی فرد فرد سے لے کر حساب شب	دفتر کشائے صبح نے اُلٹی کتاب شب
گردون پہ رنگ چہرۂ مہتاب فق ہوا	سلطان غرب و شرق کا نظم و نسق ہوا

پہونچا جو قمر مہر سے زوال شب ۔۔ گردون پہ علامات سحر کا ہوا نصب
کشتی آسمان مع قمر ہوا طلب ۔۔ بس جابجا سے اڑ گئی انجم کی فوج سب

تا صبح فرد فرد مین بیگانگی ہوئی
برخاست کی جو اختران کو پروانگی ہوئی

وہ سرخی شفق کی ادھر چرخ پر بہار ۔۔ وہ باغ و درخت وہ صحرا وہ سبزہ زار
شبنم کے وہ گلون پہ گہر ہائے آبدار ۔۔ پھولون سے سب بسا ہوا دامان کوہسار

تا شام کھلے ہوئے وہ گلون کی شمیم سے
آتے تھے سرد سرد جہونکے نسیم کے

شہریار بستر راحت سے اٹھا بعد غسل ملبوس شاہی زیب جسم کیا داخل ایوان سلطنت ہوا عمل غریب کی چھان بنان کرنے لگا کسی کو سزا کسی کو رہائی دی اسی مشغلہ مین شام تیرہ انجام آپہونچی اہلکارون کو کاروبار سے فرصت ملی ہے

ہوا ظلمت مین پھر خورشید پنہان ۔۔ نظر آیا عروج ماہ تابان
دکھائی شام نے پھر شکل آکر ۔۔ کھلی ہر چہار سو زلف معنبر

شہریار کی بھی تمنا تھی فوراً دربار برخاست کرکے محل کی راہ لی کچھ دیر اکل و شرب کا چرچا رہا پھر آرام کیا تھوڑی رات رہے جب نیند سے چونکا بیان داستان کا حکم دیا شہرزاد نے دعائیہ اشعار کو ورد زبان کیا پھر بقیہ قصہ یون بیان کیا ہے

ترے ابر کرم نے کی جو عالم مین گہرباری ۔۔ تو آب گوہر خوش آب سے دریا ہوا جاری
ترا دل بادۂ پندار سے خالی نظر آیا ۔۔ جو ہے تو تشنہ عرفان ہے چشم شوق مین جاری
وہ تیرا عہد ہے علم و عمل سے شاد رہتے ہین ۔۔ فقیہ و مفتی و صوفی و شیخ و حافظ و قاری
کسی کا دل تو کیسا آنکھ تک دکھنے نہین پائی ۔۔ مٹائی عدل نے تیرے یہان تک مردم آزاری
نہ کیون ہو تیرے دستور العمل سے شاد ان عالم ۔۔ کرم کرنا تری عادت جفا سے تجھکو بیزاری
بگولہ بھی ہوا پر شکل گنبد بن کے قائم ہو ۔۔ یہان تک گم ہوئی خانہ خرابی خانہ مسماری
ترے در سے عدو روتے یون بہے آنسو ۔۔ کہ چھوٹے جس طرح سے خون سودائی کی پچکاری
سمندر مین سمندر رہون صدف مین ہون گہر پیدا ۔۔ جو چمکے آتش قہر و غضب کی تیرے چنگاری
تری محفل کا جو سامان ہے ثانی نہین رکھتا ۔۔ کھلین جمشید کی آنکھین اگر دیکھے یہ تیاری

کہ حضور پری بانو کے حکم سے خواصین اُس مکارہ پیرزال کو مکانات دکھاتی اُسکا دل بہلاتی شفاخانہ مین لے گئین اور خالی حجرہ مین رکھکر چشمہ شیر کا پانی پلایا یہ تاثیر اُسکی شہزادی سے سُن چکی تھی رات بھر دم چرائے پڑی رہی دم سحر اُٹھ بیٹھی اور اُنسے کہا بی بیو اللہ تمھارے ایک کا جاہ و حشم بڑھائے تم سبھون کا بھلا کرے اب مین بالکل اچھی ہون طاقت میرے جسم ناتوان مین آگئی مرض دور ہوا ملکہ عالم کا شکر بجا لاؤ ضرور ہوا میری طرف سے بعد تسلیم عرض کرنا آپکے صدقے مین مجھکو صحت حاصل ہوئی تو زندگی الٹی امیدوار ہون کہ حضور کی قدم بوسی حاصل کرکے اپنے بال بچون مین جاؤن اُنکو دیکھون اپنی صورت دکھاؤن —

خواصون نے جاکے ملکہ پری بانو کے حضور مین عرض کیا ساحرہ طلب ہوئی اُس بارہ دری مین جہان کہ ملکہ تخت پر جلوہ فرما تھی پہونچی اُسکی صفت کیا لکھون وہ جگہ کیا تھی ع

پہونچتے ہین قصر طلسمات مین	چراغ پانی تارون کی ذرات مین
نہ تاریکی شب نہ خورشید و ماہ	فقط عالم نور وقت پگاہ
نہ گرمی نہ سردی کی اُس جا نشست	ہوا اُسکی مانند باغ بہشت
مگر سحر کا کارخانہ تمام	نہ تھا آدمی زاد کا اُسمین نام
نظر آئی خوش قطع بارہ دری	پری زادون سے تھی جو یکسر بھری

ساحرہ تو اور مکانون کو دیکھ کے سہو محو ہو چکی تھی ہوش حواس کھو چکی تھی بارہ دری کو دیکھکر بولی جل جلالہ کیا اُسکی قدرت کے کارخانہ ہین دیکھنے والے دیوانے ہین بارہ دری ہے گویا پری ہے آسمان سے اُتارکے اس سرزمین پر دھری ہے ع

کیا وہ بارہ دری تھی جادو کار	در و دیوار غیرت گلزار
پھول سب اپنے اپنے جوبن پر	بوئے گل عطر ہو اسکے تو سن پر
جابجا چل رہی تھی باد بہار	تختہ تختہ تھا روکش فرخار

اور جو قصر و ایوان و باغ ہے شداد کی عمارت مین اسکے رشک سے داغ ہے رود بار و چشمہ سار کی روانی اور صاف شفاف پانی اور بھی دل کو عجیب لطف دکھاتا ہے روح پژمردہ کو بے ساختہ وجد مین لاتا ہے ع

درختانش کشیدہ شاخ در شاخ	بہ تنگ آغوشی ہم نیک گستاخ
چنارش را قدم بر دامن سرو	حمائل دستہا بر گردن سرو

قد رعنا کشیدہ نخل خرما	گرفتہ باغ را زد کار بالا
اگر فردوس بر روے زمین ست	ہمین ست وہمین ست وہمین ست

مرد نگ فانوس جھاڑ ون مین شیشہ آلات کا نام ہی سراسر سونے چاندی اور جواہرات کا کام ہی قدرت خدا نظر آتی ہی ؎

دیکھے نہ سُنے مکان ایسے	جادو کے وہان یہ سائبان تھے
تھے نقش ونگار سے وہ گلزار	مانی بھی وہان تھا نقش دیوار
روشن جو مکان مین کنول تھے	وہ دیدۂ ساحر دغل تھے
وہ قصر کہ رشک قصر جمشید	جادو کے جہان کھلے تھے سب بھید
شمعون کی زبان پر انا الشرق	شعلہ سے بھی کم تجلی برق

یہ مکارہ مکانون کو دیکھتے ہوئی اور تعریف کرتی ہوئی شہزادی کے قریب آئی صدقے ہوئی بلائین لین گر دپھری بہت شکر ادا کیا کہ اپنے رحم دلی سے مردے کو جلا لیا وہ بولی نیک بخت یہ دنیا کے کارخانے ہین مرگ وزیست کا مالک پروردگار ہی اور سب بہانے ہین پچاس اشرفیان دے کے کہا اپنے لڑکون کو اسکی مٹھائی کھلانا۔

ساحرہ اس سیرچشمی پر اور بھی حیران ہوئی کہ ایک محتاج بے لیاقت کو اسقدر دیا نہال کر دیا خواصین آہنی دروازے پر لا کے قلعہ کی کچھ سیر دکھا کے کسی نے دوپٹہ کسی پائجامہ کوئی کرتی محرم دے گئی ایک پشتارہ ہو گیا اپنے گھر جب گئی بوجھ سے دب گئی۔

دوسرے دن بادشاہ سے سب کیفیت بیان کی کہا وہ شاہزادی ہی پرستان کی جو اُسپر مبتلا ہی یہ بھی اُسپر دل وجان سے نثار وشیدا ہی جب مکانات باغ اور اُسکے سامان وجواہر کا ذکر آیا بادشاہ کو دیوانہ بنایا کہا اللہ اللہ یہ دولت لازوال جواہر ولال پر اختیار رکھتا ہی چھوٹا بڑا اسکی اطاعت کا دم بھرتا ہی اور سیرچشمی اُسکی. لونڈیون کی سُنکے بادشاہ غلام ہو گیا ہوس وحواس کھو گیا کہا پھر اس سلطنت کا لینا مجکو قید مین بند کرنا کیا مشکل ہی جب اسکو ہر طرح کی قدرت حاصل ہی یہ کہکر ساحرہ کو رخصت کیا۔

وہ وزیر جو شاہزادے کی دشمنی مین تھا اُنکو بلا کر یہ سب سامان جاہ وحشم فوج کی کثرت جلوس کا نوبت ونشان کوس وکورلوا وپرچم کا بیان کر کے تدبیر پوچھی سب نے قید کرنے کی مصلحت بیان کی ساحرہ کا تو اعتبار ہو چکا تھا دوسرے دن یہ مشورہ اُس سے بیان کیا اُسنے جواب دیا

یہ بڑی حماقت کی نشانی ہے اپنے ہاتھون خرابی لانی ہے جس دم اسکو یہان قید کیا اور وہان اُسنے سُنا
فوراً چلی آئیگی سب کو خاک مین ملائیگی ایک متنفس بھی جان بر نہ ہوگا خاک سیاہ کیونکر یہ گھر ہوگا
دولت سب لُٹ جائیگی سلطنت اُسکے قبضے مین آئیگی رد کرنے والا اُسکا بظاہر کوئی نظر نہین آتا اگر
برباد ناحق گھر ہوا جاتا ہے جو مین ترکیب بتاؤن اُسپر عمل کرو یہ خیال موقوف رکھو بہت سی نادر چیزین جنکا
دنیا مین جواب نہین وہان کون سی شے ہے جو نایاب و انتخاب نہین بتدریج اُنکو طلب کرو نہ وہ
ہاتھ آئینگی نہ شاہزادہ پائیگا نہ یہان آئیگا غیرت دار ہے خفت کے باعث مُنہ نہ دکھائیگا
یہ سارا دغدغہ مٹ جائیگا۔

بادشاہ نے اُسکی عقل پر تحسین کی اور پوچھا پہلے کون سی شے طلب کرون اُسنے کہا شیرون کے چشمے کا
پانی مانگو کہ وہ آب حیات ہے زیست کی کائنات ہے یہ کہکے چلی گئی۔

دوسرے روز شاہزادہ احمد جو آیا بادشاہ نے بہت چاپلوسی کرکے اُسکا سوال کیا شہزادہ نے جواب
دیا کہ یہ امر بہت دشوار ہے غیر کی چیز اور ایسی نادر اُسمین میرا کیا اختیار ہے آپ کے فرمانے سے
مانگونگا کوشش بلیغ کرونگا جو میرے ہاتھ آیا تو ضرور لایا حضور کے ارشاد سے انکار نہین کرتا مگر
لانے کا بھی اقرار نہین کرتا۔

یہ کہکے رخصت ہوا شب کو خلوت مین اپنی معشوقہ سے یہ ذکر کیا وہ بولی پانی کیا چیز ہے مجھکو جان
تک کب عزیز ہے مگر دقت طلب ہے شیرون کا وہان بند و بست سب ہے خیر یہ نقش سلیمانی بازو پر
باندھکے جاؤ شیر اپنے سر جُھکا لینگے گھڑا اُس سے بھر لاؤ یہ تکلف اُسمین ہے جس قدر صرف کروگے
گھڑے کو بھرا پاؤگے جب تک اُسکو زمین پر نہ بہاؤگے۔

القصہ شاہزادہ آمادہ ہوا نقش سلیمانی کی برکت سے چشمے سے پانی بھر لایا اور اُسکو اپنے باپ کے پاس
پہونچایا سب دیکھکے مع ساحرہ پانی پانی ہوگئے آب خجالت مین ڈوب کے زیادہ دشمن جانی
ہوگئے کچھ دن ٹال کے ساحرہ نے کہا اب خیمہ طلب کرو کہ وہ ایسا ہو مٹھی مین آئے اور وسعت اُسمین یہ
ہو کہ تمام لشکر سما جائے اور راحت پائے۔

بادشاہ عقل کے دشمن نے شاہزادہ سے وہ خیمہ طلب کیا اُسنے شاہزادی سے کہا اُسکو تو شہزادہ
کی خاطر مد نظر تھی فوراً دیدیا اسنے باپ کی خدمت مین پہونچایا ہاتھ سے نکال کے طول و عرض دکھایا
کہ ایسے دو چار لشکر اُسمین آجائین سوارون و پیدلون کی یہ صورت ہے کہ کوئی کسی کا پتہ نہ پائین یہ تو
دیکھ بھال کے خزانہ مین بند ہوا بادشاہ کو چین نہ آیا درپے دگر ہوا اب اس ساحرہ نے کہا ثانی الحال یہ

یہ سوال کرو کہ ایک آدمی دو سو گز کا ہو اور ڈاڑھی ہو جسمین تیس گز کی ہوں جب تک وہ خود ڈھول کے
نہ دکھائے زمین سے لگنے نہ پائے اور ہاتھمین وہ جریب ہو جو تیس من کے قریب ہو انسان کی قضا جب
آتی ہے پہلے عقل زائل ہوجاتی ہے تدبیر خلاف تقدیر ظہور پاتی ہے ایسے آدمی کا بلانا ملک الموت کا بہانہ
ہوتا ہے سمجھا عدم کو روانہ ہوتا ہے ۔

اس مرتبہ شاہزادہ جو آیا بادشاہ نے تازہ سوال پیش کیا شہزادہ سُنکے سُن ہوگیا کچھ جواب نہ دیا جس
دم خفا ہوکے پری بانو کے پاس آیا اُسنے شہزادہ کو دیکھا حیرت کا مبتلا پایا پوچھا خیر تو ہے مزاج
کیسا ہے سکوت کی وجہ کیا ہے ۔

چہرے سے عیان ملال بھی ہے	ظاہر مین تو صاف ہے ولیکن

شہزادہ نے اپنے باپ کی نئی فرمایش کا قصہ سُنایا وہ بولی کیون گھبراتے ہو یہ کام بہت آسان
ہے جسمین آپکی عقل حیران ہے وہ میرا حقیقی بھائی ہے یہ کیفیت خالق نے جسکو عطا فرمائی ہے مین بلا لی
ہون ابھی تم کو دکھاتی ہون تم تردد فی الحال نکرنا کچھ اور خیال نہ کرنا عجیب الخلقت اسکا نام ہے کچھ
فاصلہ پر وہ سلطنت کرتا ہے بود و باش کا وہی مقام ہے یہ کہکے بہ تمنائے ملاقات خط لکھا اور ایک پریزاد
کو دیا وہ چار گھڑی کے عرصہ مین وہان داخل ہوا وہ یکہ و تنہا وہی جریب ہاتھ مین لیے آیا شاہزادہ کو
دیکھکے بہن سے پوچھا یہ کون ہین ۔

تصویر شبّر برادر پری بانو کی مع تصویر شہزادہ احمد اور پری بانو کے

اُسنے حال سب بیان کرکے کہا مین نے اُسسے عقد کیا ہی تم اُن دنون قلعہ کہربائی کی فتح مین مشغول تھے اسوجہ سے تم کو تکلیف نہ دی بر وقت اظہار اسکا موقوف تھا۔

وہ اُٹھکے شہزادے سے بغل گیر ہوا کہا مین آپکے ہونے سے آگاہ نہ تھا خالی ہاتھ آنے سے حجاب ہوا تمھاری نذر مع اکسیر کہ جاکر بھیجونگا یا پھر ملاقات کو آؤنگا ہمراہ لاؤنگا اب وہ کام بیان کرو جس واسطے مجکو جلد بلایا ہی کونسا امر اہم سامنے آیا ہی۔

مشکلے نیست کہ آسان نشود	مرد باید کہ ہراسان نشود

پری بانو نے جواب دیا بھائی اسکا باپ ہندوستان کا فرمان روا ہی اُسنے تم کو دیکھنے کو طلب کیا ہی وہ بولا ابھی تم مفصل حقیقت سے آگاہ نہین ہو تم کو معلوم ہی میرے شہر مین اسکی دھوم ہی سلطان ہند رشک سے بیٹے کا عدو ہی عنقریب قید ہو یا قتل کرے اسکی جستجو ہی کئی وزیر و مشیر اسکے بانی ہین ناحق عدوے جانی ہین۔

ایک ساحرہ ہی شوہر اُسکا میرے ملک مین رہتا ہی سب قصہ اُسنے برسبیل تذکرہ مجھسے کہا ہی پانی کا مانگنا خیمہ کا طلب کرنا میرا دیکھنا یہ سب مشورہ اُس جادوگرنی کا ہی مین جاتا ہون جو برسر حساب ہوا تو خیر دگرنہ سب کو مٹاکے انکو تخت پر بٹھاکے آتا ہون۔

یہ کہکے شہزادے کو ہمراہ لے دلّان جا پہونچا تمام شہر مین تہلکہ پڑ گیا جسنے یہ قد و قامت و جسامت دیکھی مرنے کی علامت سمجھا بہت بھاگ نکلے اکثر سہم کے قالب بیجان کی صورت جہان بیٹھے تھے بیٹھے رہ گئے زہرے پانی ہوکے بہ گئے یہ دونون سالے بہنوئی بادشاہ کے روبرو آئے حضار دربار خوف سے تھرائے بعض سکتے کے عالم مین حیران رہ گئے بادشاہ خوف سے آنکھین بند کرکے بھاگا اسنے جریب بڑھائی وہ بھیچکے سامنے آئی عجیب الخلقت نے گردن پکڑکے آہستہ سے ایک انگلی سر پر ماری کہ دماغ اُسکا پاش پاش ہوا روح عالم بالا کو سدھاری اسنے کھڑے ہوکے جریب کو ہلایا زلزلہ آیا بہتون کو خاک مین ملایا۔

شہزادہ احمد نے ہنوز کوئی حکم نہ دیا تھا کہ اُسنے پہلے سے جاکر بادشاہ کا کام تمام کیا پھر چاہا کہ وزیر اعظم کو کہ دست راست سلطان کے حاضر تھا مارے۔

شہزادہ احمد نے اُسے بچایا کہ یہ تو میرا دوست ہی اسنے کوئی سخن بد میرے حق مین بخلاف اوروں کے نہین کہا بلکہ اس کام سے منع کرتا تھا۔

یہ اشارہ پاکے شبر نے ایک ضرب سے سب مصاحبون اور وزیرون کو کہ دو طرفہ حاضر تھے اور سب

نے دشمنی شہزادۂ احمد سے کی تھی قتل کیا اور سوا ان لوگون کے کہ انھون نے اپنے تئین بھاگ کے بچایا تھا
کوئی وہان زندہ نہ رہا سب کے سب اُسکے ہاتھ سے مارے گئے۔
پھر شبر نے عدالت گھر سے دربار پادشاہی مین آکر وزیر اعظم سے جسکی بموجب ارشِ شہزادۂ احمد کے
جان بخشی کی تھی کہا کہ اُس ساحرہ کو جو شہزادہ احمد میری بہنوئی کی دشمن تھی اور اُن مصاحبان بادشاہ
کو جو اُسکے حسد اور عداوت مین تھے حاضر کر تا اب اُن سب کو سزاے اعمال کی دون اُن سب کو
سیدھا جہنم کو پہونچاؤن۔
وزیر نے پہلے اُس ساحرہ کو بعد اُسکے اُن مصاحبون کو جو مخالف شہزادے کے تھے بلوا کے حاضر کیا
شبر نے اُنکو بھی اُسی جربۂ آہنی سے مارا اور اُس ساحرہ سے کہا کہ نتیجہ تیری بد آموزی کا بادشاہ کو
اور تیرے مکر وفریب کرنے کا یہ ہی جو تجھے اب ملا۔
پھر شبر نے چاہا کہ تمام شہر کے لوگون کو قتل کرے مگر شہزادۂ احمد نے اُن سب کو بچایا پھر شبر نے
شہزادہ احمد کو پوشاک شاہانہ پہنا کے تخت سلطنت ہندوستان پر بٹھایا اور اُسکے نام کی تمام شہر مین
منادی کی سب لوگ شہر کے وضیع وشریف کہ شہزادہ احمد سے راضی تھے اُسکے بادشاہ ہونے سے
نہایت خوش ہوے اور اُسکے حضور مین نذرین گذران کے باوازبلند دعائین دینے لگے کہ سلطان
احمد ہزارون برس زندہ رہے۔
شبر جب یہان کا بندوبست کر چکا تب پری بانو اپنی ہمشیر کو لا کے وہان کا ملکہ کیا اور خطاب اسکا شہربانو
دیا بعد اُسکے شبر اپنی بہن شہر بانو اور سلطان احمد سے رخصت ہوکر اپنے گھر گیا اُسکے جانے کے بعد
جلسہ عام ہوا ناچ ورنگ کا انتظام ہوا طائفے آئے ناچے گائے ایک رقاصہ نے یہ اشعار گائے
سامعین خوش ہوے وجد مین آئے ؎

خوشی کی زبس ہر طرف تھی بساط	لگے ناچنے اُسپہ اہل نشاط
کناری کے جوڑے چمکتے ہوے	وہ پانون کے گھنگرو جھنکتے ہوے
وہ بالے چمکتے ہوے کان مین	پھڑکنا وہ نتھنے کا ہر آن مین
وہ گھٹنا وہ بڑھنا داؤن کے ساتھ	دکھانا وہ رکھ رکھ کے چھاتی پہ ہاتھ
کبھی دل کو پانون سے مل ڈالنا	نظر سے کبھی دیکھنا بھالنا
دکھانا کبھی اپنی چھب مسکرا	کبھی اپنے محرم کو لینا چھپا
کسی کے چمکتے ہوے نور تن	کسی کے وہ ٹکڑے پہ نتھ کے پھبن

غرض ہر طرح دل کو لینا اُنھین　　نئی طرح سے داغ دینا اُنھین

اسکے بعد سلطان احمد نے شہزادہ علی اور نور النہار کو بہت کچھ دے کے ایک بڑے شہر کا جو اُسکی دار السلطنت کے متصل تھا حاکم کرکے وہان رخصت کیا اور ایک سردار کو شہزادہ حسین کے پاس بھیج کر سب اس حال کی اطلاع کی اور کہلا بھیجا جس شہر اور ولایت کی تم کو خواہش اور رغبت ہو مین اُسکا حاکم تعین کرکے سند اُسکی لکھکر بھیجدون مگر شہزادہ حسین ازبسکہ عالم درویشی مین نہایت خوش اور محظوظ تھا اُسنے حکومت کسی ولایت کی منظور نہ کی اور اُس افسر کی زبانی شکرگزاری سلطان احمد کی کہلا بھیجی اور اپنی تمام عمر اُس خلوت نشینی مین بسر کی ؎

اتنے مین دھوم ہوئی سحر کی　　نوبت بجنے لگی گجر کی

ملکہ شہرزاد نے اس قصہ کو تمام کرکے کہا اگر آج کے دن شام ہوئی اور مین زندہ رہی یہ داستان تو تمام ہوئی مگر اور ایسا قصہ سُناؤنگی کہ یہ گذری حکایتین دل سے بھلاؤنگی شہریار نے بوعدۂ شب اپنے امور ضروری سے فرصت کرکے دار الحکومت کی طرف قدم بڑھایا ارکان سلطنت کو چشم براہ منتظر پایا انھین باتون مین بادشاہ مقتول کے ماتم مین شب نے زیب تن لباس سیاہ کیا بلند دود آہ کیا ایوان دہر مین شمعہاے کواکب روشن ہوئی اور آفتاب عالمتاب قصر مغرب مین جاکر آرام پذیر ہوا ؎

ہوئی آغاز کو تکلیف انجام　　قدم بوسی کو آئی گیسوے شام
چمک دی شمع کے شعلون نے ہر سو　　ملا محفل مین ہر پہلو سے پہلو

شہریار دربار برخاست کرکے محل مین آیا شہرزاد کو یاد دلایا شب گذشتہ کا وعدہ یاد دلایا اپنے صحبت کا رنگ جمایا شہریار کو ملتفت کرکے یہ قصہ سُنایا۔

حکایت خسروشاہ اور تین بہنون کی ایک کا منظور نظر بادشاہ ہوکے ملکہ پارس خطاب پانا دو کا رشک وحسد سے ملکہ کی اولاد کو مخفی نہر مین بہانا کتے کا بچہ جننے کی شہرت مچانا بادشاہ کا غیظ مین آنا ملکہ کو قید کرنا ایذا پہونچانا

شاہنشاہ مطلق وقادر برحق شاہ عالی جاہ کو صد دسی سال سلامت باکرامت رکھے اور دشمنون کو مورد ملامت رکھے ؎

پھرے تا باغ مین ہر ایک روش پر سیر خوش　　روش چلنے مین تند قدم سستی کا نا جاۓ جھیل

مہ کے پرتو سے ہوتا چاک گریبان کتان	نخل خورشید سے تا عشق رکھے دانۂ طل (یعنی شبنم)
قدر ہو عود کی تا مجمر آتش سے فزون	لطف پوتا رہے عالم مین بچوب صندل
تا ہمیشہ رہے یہ نظم یہ باب اعجب	جبتلک اس سے بر آوے مری امید و ال
نخل امید سے اپنے ہون برومند محب	ہو محبت نہ تری جنکو نہ پائین وہ پھل

خدا حضور کو زندہ و سلامت رکھے زمانہ ماضی مین شیراز کا ایک بادشاہ عادل نیک خصال تھا بیٹا اُسکا جواد شجیع خوش اقبال تھا دنیا تو جگہ چھوڑ دینے کی ہی صرف چند ساعت دم لینے کی ہی آخر دار فنا کو اُسنے چھوڑا عزیز و اقربا کو گریان و نالان دیکھ کے مُنھ موڑا وہی فرزند ارجمند تخت پر بیٹھا وزیر امیر روسائے شہر حاضر ہوے نذرین گذرین گز سکہ بر نام کھُدا منادی نے ندا دی شہر مین دُھائی پھر گئی عیش و آرام کیا امورات سلطنت کا بخوبی انتظام کیا رعایا برایا کو اس حسن سے حلقہ بگوش کیا کہ سلطان گذشتہ کا زمانہ سب نے فراموش کیا۔

از ان چہار ہفتہ عشرہ کے بعد وہ نیک نہاد لباس تبدیل کرکے مع وزیر اعظم شہر مین کوچہ بکوچہ گشت کرکے ہر ایک کے حال شادی و ملال سے خبردار ہوتا وقت کو بیکار نہ کھوتا۔

حسب اتفاق ایک روز موافق عادت کے پھرتا تھا دفعۃً ایک گلی مین گذر ہوا کان مین صدا آئی اگر میری شادی بادشاہ کے نان پز کے ساتھ ہوتی عجیب و غریب روٹیان کھاتی تم کو جلاتی یہ دروازہ کے قریب گیا دراڑے سے جھانک کے دیکھا کہ تین عورتین نوجوان باہم بیٹھی ہوئی بات چیت کر رہی ہین جب وہ کہہ چکی دوسری بولی کہ میرا بیاہ سلطان کے خاصہ پز سے ہوتا تو جہان کی نعمتین روز میسر آتین روٹی کی کیا حقیقت ہی فرہ پلاو قورمے کباب کا ہی۔

تیسری جو اُن سے کم سن تھی مگر صورت شکل سلیقے گفتگو مین فرہ سب سے زیادہ تھی کہنے لگی تم دونون پست ہمت کم حوصلہ ہو جو نفرون کی تمنا کرتی ہو ذلیل خواہش کا دم بھرتی ہو مین اگر بادشاہ سے منسوب ہون وہ طالب مین مطلوب ہون تو ایسا لال جنون کہ گھر شب چراغ سے روشن ہو زیب انجمن ہو اگر روئے تو اشک مسلسل موتی کی لڑی ہو جو وہ غنچہ دہن خندہ زن ہو تو پھولون کی جھڑی ہو بادشاہ اُسکی یہ تقریر سنکے حیران ہوا اولاد کی تمنا مین ہم بستری کا خواہان ہوا کہ کہین جلد یہ نازنین مہ جبین ہاتھ آئے باغ مراد پھل لائے۔

وزیر سے فرمایا اس گھر کو بھول نہ جانا دم سحر تینون عورتون کو حضور مین لانا صبح کو وزیر اُنکو ہمراہ لے کے حاضر ہوا بادشاہ نے ارشاد کیا رات کو تم سب کی تمنا مین سُن چکا ہون میرے روبرو جو تم اظہار کرو

تو تمہارا مطلب بر آئے وہ کام ہو جائے ۔
دونون شرما کے گردن جھکا کے چپ ہو گئین چھوٹی بڑی بالاک تجے نے سب حقیقت مفصل بیان کی اُسی وقت بادشاہ نے نان بائی و باورچی کو بلا کے دونون کا نکاح پڑھوایا چھوٹی کو اپنے عقد مین لایا محل مین بھجوایا ملکہ پارس خطاب دیا بڑا اعزاز و احترام کیا ۔
اسکی بڑی بہن اپنی قدر کے موافق نانبائی کی جورو بنی منجھلی بد باطن باورچن مشہور ہوئی اب حسد و رشک کی آگ مین جل کر بادشاہ کو بے لیاقت کہنے لگین دن رات یہ دونون اس فکر مین رہنے لگین کہ کوئی ایسی ترکیب نکالیے بادشاہ کی نظر سے چھوٹی بہن کو گرا کے ذلیل و خوار کر ڈالیے لیکن نصیب اسکا یا بخت مددگار تھا کچھ نبن آتا تھا بقدر برعکس ہوتا جاتا تھا شامل حال فضل پروردگار تھا ۔ دشمن اگر قوی ست نگہبان قوی ترست ۔
اس عرصہ مین اُسکا حمل مشہور ہوا ہر شخص مسرور ہوا کہ ؎

امید کے نخل نے دیا بار	خورشید حمل ہوا نمودار
نقشہ اک اور نے جما یا	پس ماندہ کا پیش خیمہ آیا

بادشاہ اُسپر زیادہ متوجہ ہو گیا ساعت بساعت ترقی ہونے لگی شہر مین دھوم ہوئی یہ خبر سب کو معلوم ہوئی اندر باہر سب نے خوشی کے شادیانے بجائے مبارکباد سب کہنے آئے مدت کے بعد خدا نے یہ دن دکھایا کہ نخل مراد کو باردر پایا ؎

یارو یہ نوید جان فزا ہے	یارو یہ نوید دل کشا ہے
فرحت انگیز ہے یہ مژدہ	بہجت انگیز ہے یہ مژدہ
یعنے احباب نے خبر دی	بشارت ہوئی ہے حسرتون کی
بجتے ہین خوشی کے شادیانے	کیا دن یہ دکھائے ہین خدا نے

وہ دونون بھی موقع پا کے مبارکباد کہنے آئین منت و لجاجت سے یہ کلمہ زبان پر لائین کہ خدا نے ہماری مراد پوری کی دل کی تمنا ملی غنچہ امید شگفتہ ہوا باردر نخل مدعا ہوا امید وار ہین کہ وضع حمل سے پہلے ہم کو طلب فرمائیے فوراً بلائیے کہ جتنے تک ہم ہوشیاری سے خدمتگزاری کرین احتیاط تمہاری کرین ؎

عورتون کے تو مکر ہین مشہور	شعر کی کہلاتے ہین یان یہ اہل شعور
ز مکر زن دل مردان دو نیم ست	زنان راکید ہاے بس عظیم ست

اِنَّ کیدکُنَّ عظیم قرآن شریف میں آیا ہے ارشاد حق تعالیٰ ہے وہ بیچاری راضی برضا نظر بخدا رکھتی تھی راضی ہوکے اقرار کیا جب وہ وقت آیا ملکہ پارس کو درد زہ شروع ہوا انہوں کو بلایا اپنا حال سُنایا یہ کام خدمت میں مصروف ہوئیں تا ملکہ اور دائیوں کو پاس آنے نہ دیا پہلے سے مشورہ ہو چکا تھا کتے کا بچہ پاس رکھ لیا تھا ملکہ کی آنکھ میں پٹی باندھ کے لڑکا جنوایا چاند کا ٹکڑا پیدا ہوا دیکھتے ہی انکی آنکھ میں [illegible] سینہ وہ ہوا ارتہاں سے بہت حال تباہ ہوا فوراً چادر میں لپیٹ پٹاری میں بند کرکے محل میں جو نہر جاری تھی اُسمیں بہادیا وہ کتے کا بچہ لاکے سب کو دکھادیا کہ ملکہ یہ جنی ہے عجیب الخلقت یہ اولاد ملکہ کے پیدا ہوئی ہے ۔

اسی ہنگامہ میں برج حمل سے بیضہ زرین نکلا دایہ شب نے چاند تاروں کو مہ پاروں کو چادر سیاہ میں لپیٹ کے چشمہ مغرب کی طرف بہادیا شفق چرخ نے لعل بے بہا دیا شہرزاد نے سررشتہ تقریر کو حلقہ ناف کی طرح کاٹ دیا شہریار کا دل اُچاٹ دیا فرمایا غضب کی جگہ قصہ ناتمام چھوڑا تقریر سے منھ موڑا اُسنے عرض کی اگر جان بچی اور شام ہوئی تو یہ داستان بوجہ احسن تمام ہوگی ادھر ملکہ پارس کی بے کسی پر شام کالے کپڑے پہن کے داد طلب ہوئی امیر فقیر اپنے اپنے گھر میں کمر کھول کے مشغول خور و نوش ہوئے خواب راحت سے ہمدوش ہوئے شہرزاد کی طلبی ہوئی باقی کا سوال ہوا کہ اُس بیگناہ پر کیا گذری کیا مآل ہوا ۔

اسنے عرض کی کہ بادشاہ یہ خبر سُنکے نہایت برہم ہوا اور قصد ملکہ کے مار ڈالنے کا مصمم ہوا بادشاہ کا یہ مقولہ تھا ؎

زنان باردار ای مرد ہشیار
اگر وقت ولادت مار زایند
ازان بہتر بہ نزدیک خردمند
کہ فرزندان ناہموار زایند

مگر وزیر نے کہ اتفاقاً اُسوقت حاضر تھا بادشاہ کو اس ظلم اور نا انصافی سے باز رکھا اور بے قصوری ملکہ کی معقول دلیلوں سے بادشاہ کے ذہن میں ثابت کی ہاتھ باندھ کے عرض کرنے لگا کہ پیر و مرشد یہ بے قصور ہے مرضی خدا سے مجبور ہے ؎

من چہ اگر یہ کنم از سبب شومی بخت
بے رضائے تو یکے برگ نہ جنبد ز درخت

اکثر یہ سنا ملکہ ہوا ہے کہ عورتیں عجیب و غریب بچے جنتی ہیں کیا اپنے اختیار سے صورتیں بگاڑ سکتی ہیں ایسی باتوں سے بادشاہ کے دل کو صاف کیا آخر قصور معاف کیا ملکہ کی جان بچی بادشاہ قتل سے باز رہا وزیر نیک نام ہوا ۔

وہ لڑکا بہتا ہوا باغ سلطانی مین پہونچا جہان وہ نہر گئی تھی۔
قضاے کار داروغہ باغ نہر کی کیفیت دیکھ رہا تھا پٹاری جو قریب آئی اُسنے پانی سے نکلوائی جب اُسے کھولا ایک طفل مہ پارہ نہایت حسین و جمیل کپڑے مین لپٹا پایا یہ لاولد تھا لڑکے کی تمنا دن رات رہتی تھی عنایت پروردگار سمجھ کے گھر مین لایا بی بی کو سونپا اسکو بھی عید ہوئی فوراً دائیان طلب ہوئین انا چھو چھو ملازم سب ہوئین بہت اہتمام سے پرورش ہونے لگا جنے اس نوبادہ حدیقہ امارت کو دیکھا عشق عشق ہونے لگا۔

عجب صاحب حسن پیدا ہوا	جسے مہر و مہ دیکھ شیدا ہوا
نظر کو نہ ہو حسن پر اسکے تاب	اُسے دیکھ بیتاب ہو آفتاب

وہان بادشاہ جو ملکہ پارس سے ہم بستر ہوا حمل رہ گیا اب دوسرے لڑکے کی آمد ہوئی پھر وہی دشمن خدا بلائی گئین لڑکا جو انسے اگین کی کا خیال بُرائی کی طرف کھنچاتا تھا خالہ بھانجے کا آتا تھا جب وہ دونون جمع حمل کے وقت آئین اپنی بدباطنی کی حرکت عمل مین لائین اُس مہ پارہ کو بھی بدستور کپڑے مین لپیٹ اور پٹاری مین بند کر اُسی نہر مین چھوڑ آئین اور کہا اس مرتبہ بلی کا بچہ ہے دیکھ لو ہمارا قول سچا ہے اتفاقاً وہ بھی داروغہ کے ہاتھ آیا اور کسی دوسرے نے نہ پایا داروغہ اپنے گھر لایا پرورش کا زیادہ ساز و سامان بڑھایا۔
اس بار بادشاہ سُنکے خونخوار ہوگیا اور خود قتل کرنے پر آمادہ ہوا اور بکمال افسوس یہ اشعار زبان پر لایا اور کہا۔

یہ وہ جگہ ہے کہ تعجب پہ تعجب آتی ہے	یہ وہ جگہ ہے کہ حسرت پہ حسرت آتی ہے
یہ وہ جگہ ہے کہ آفت پہ آفت آتی ہے	یہ وہ جگہ ہے کہ شامت پہ شامت آتی ہے
یہ وہ جگہ ہے کہ غیرت پہ غیرت آتی ہے	یہ وہ جگہ ہے کہ نفرت پہ نفرت آتی ہے
یہ وہ جگہ ہے جہان بیکسی بھی ڈر ڈر جاے	یہ وہ جگہ ہے اجل خوف کھاکے مر مر جاے

پھر وزیر امیر صغیر کبیر شفاعت کو اُٹھ کھڑے ہوے بہت سی حکایتین سُنائین خوف خدا سے ڈرایا خون ناحق کا انجام بُرا سمجھایا بادشاہ کو رحم آیا۔
اب تیسری مرتبہ حمل کی باری ہوئی بڑی دھوم کی تیاری ہوئی وہی مکارہ بدکردار پھر پہونچین شریک حال بہ سماجت کمال ہوئین۔
اس بار لڑکی پیدا ہوئی آفتاب اُسکی صورت دیکھ کے محجوب ہو سمت مغرب منھ چھپا کے

غروب ہوا وہ شہزادیاں مشتاق ہو چکی تھیں اُسی طرح سے اسکو بھی کپڑے مین لپیٹ کے نہر مین بہا دیا اور چھچھوندر پیدا ہونے کا غل مچا دیا۔

داروغہ تو چاٹ پر لگ رہا تھا صبح و شام ہر روز نہر پر آتا اور باغبان کو تاکید کرجاتا کہ جو کوئی شے نہر کے ذریعہ سے کسی کے ہاتھ آئے فوراً ہمارے پاس لائے مورد انعام ہوگا اور مخفی کرنے مین اُسپر سخت الزام ہوگا۔

یہ لڑکی بھی داروغہ کو ملی اسی گھر مین صبح و مسا ایک جا رہنے لگی یہان یہ صورت گذری کہ ابکی مرتبہ بادشاہ نہایت غضب ناک ہوا شیر کی صورت غصہ مین بھرا تاج سلطانی سر پر کج رکھکر کہا اب جیتا نہ چھوڑونگا قتل سے منھ نہ موڑونگا پھر چھوٹے بڑے دست بستہ سمجھانے لگے بیوجہ خون کی حکایتین سنا کے عتاب الٰہی سے ڈرانے لگے۔

آخر بہ گفتگوے بسیار و منت و سماجت بیشمار یہ صلاح ٹھہری کہ قفس خاردار آہنی بنایا جاے جسمین ہاتھ پانون ہلانے کی جگہ نہ رہے اُسمین بند کرد ہر روز نئی ایذا دو جان تو بچ گئی مگر عذاب عظیم مین وہ بے گناہ پھنسی۔

اتنے مین سپیدۂ صبح نظر آیا شہرزاد نے قفل خموشی دہن پر لگایا۔

چلنا وہ باد صبح کے جھونکون کا دمبدم — مرغان باغ کی وہ خوش الحانیان بہم
وہ آب و تاب نہر وہ موجون کا پیچ و خم — سردی ہوا مین پر نہ زیادہ بہت نہ کم

کھا کھا کے اوس اور بھی سبزہ ہرا ہوا
تھا موتیون سے دامن صحرا بھرا ہوا

شب کو شہریار خلوت کدہ مین آیا شہرزاد کو طلب فرمایا اُس رشک پری نے بصد اداے دلبری پہلے سلطان جہان پناہ کی شان مین کچھ کلام کہ سنایا کہ ؎

سلطان شرق و غرب شہنشاہ بحر و بر — ای آنکہ از جمال تو عالم فرین ست
ای روشن ست بر ہمہ عالم چو آفتاب — کامروز آفتاب زرای تو روشن ست
گوئی ز حلقۂ در خلوت سراے تو — خاتون ہفت قلعہ درین سبز گلشن ست
در پیش گلشن طرب آبا د بزم تو — بستان آفتاب نمودار گلخن ست
ہر چند دشمن تو قلم وار سرکش ست — شمشیر تو چو زلف نگارین سر افگن ست
با دار قفا کشیدہ زبانش بنفشہ وار — آن کس کہ دو زبان بخلافت چو سوسن ست

ای مہر تمکین ظل الٰہی گوہر معدن شاہنشاہی جب وہ لڑکے بسن تمیز کو پہونچے دارو غہ کو بہت عزیز ہوے بڑی دھوم سے بسم اللہ ہوئی معلم ادیب خوشنویس حکیم طبیب فاضل ندیم سب ملازم ہوے یہ پڑھنے لکھنے لگے دنیا کے عمدہ عمدہ کسب و فن سیکھے۔

تھوڑے دنون مین ذہن کی جودت سے علوم و فنون مین کامل ہوے منطق معانی صرف نحو ہیئت ہندسہ ریاضی رمل نجوم حکمت مین یہ دستگاہ کامل ہوئی کہ طبیبان تجربہ کار و حکیمان یکتاے روزگار جو تھے انکین شامل ہوے خوشنویسی مین ہفت قلم انشاپردازی مین عطارد رقم شاعری مین رشک انوری و خاقانی مصوری مین لاثانی بلکہ فخر بہزاد و مانی ہوے کوئی علم و فن کسب و ہنر ایسا نہ تھا جسمین وہ طاق نہون شہرہ آفاق نہون۔

پھر سپہ گری کا فن سکھایا بانک پٹا بندوق برچھا گھوڑے کا چڑھنا گھٹنا بڑھنا تیر اندازی نشانہ بازی شناوری غرض کہ جتنے فنون ہین سب مین مشق بہم پہونچائی نادر روزگار ہوے مشہور دیار و امصار ہوے جن جن سے یہ فنون حاصل کیے تھے انکو بتانے باریکیان دکھانے کو تیار ہوے لڑکون کے حال پر یہ عنایت کردگار ہوئی کہ علم و فضل عقل و شعور مین بے مثال ہوے ہر فن مین باکمال ہوے صورتین وہ سیرتین اس طرح کی جو دیکھتا تھا شیدا ہوکے نثار ہوتا تھا صدقے قربان دل و جان سے ہزار بار ہوتا تھا

ہر بات مین سحر آفرینی	ہر رنگ مین شان نازنینی
سیے چلتے تو زمین پہ سر و گرتے	باتون مین مُنھ سے پھول جھڑتے

داروغہ دولت دنیا سے مالا مال تھا فقط لاولدی کا ملال تھا وہ خالق نے ایسے عطا کیے کہ دیکھے نہ سُنے اُسنے انکے رہنے کے واسطے شہر کے باہر عمارت عالی شان شاہانہ مکان بنوایا بارہ دری دیوان خانہ اصطبل فیل خانہ پائین باغ رمنہ بہت بڑا ہزار ہا جانور اُسین چھوٹا جب جی گھبرائے شکار کھیلین دل بہلائین فن سپہ گری کی مشق کرین ناجول نچائین اور نام بھی انکی صورت دیکھکر رعب و جلال کے رکھے اسم بامسمی یعنی بڑے کا نام بہمن چھوٹے صاحب پرویز مشہور ہوے بہن انکی زہرہ جبین رشک لعبت چین یہ نام سُنکے سب مسرور ہوے۔

فلک سفلہ شعار ہر دم تازہ رنگ لاتا ہی کبھی صبح مسرت گاہ شام غم دکھاتا ہی پہلے داروغہ کی بی بی نے قضا کی سبھون نے انتہا کی بکا کی کہ یہ داروغہ اور اُسکی بی بی کو بے شبہ و شک اپنا ماں باپ جانتے تھے صغر سن کے پلے تھے انھین سے ہلے ملے تھے حقیقی مان کی آغوش مین جانے کی

نوبت نہ ہوئی تھی انھین کی گود مین آنکھ کھلی تھی۔
کچھ دنون کے بعد داروغہ کی نوبت آئی بادشاہ کی ملازمت بھی نہ ہونے پائی اب یہ بے یار و غمگسار لیل و نہار بسر کرنے لگے باپ یعنی داروغہ کے انتقال پُر ملال کا بہت رنج و الم ہوا حد سے زیادہ غم ہوا بپا ماتم ہوا ؎

کیا اپنے بخت بد کا کرون شکوہ مین حزین — دام الم مین طائر جان ہو گیا اسیر
جب سے ہوا ہی حادثۂ پُر ملال یہ — پڑتے ہین میرے سینے پہ ہر لحظہ غم کے تیر

یہ کہکر دونون لڑکے زار زار رونے لگے اشک حسرت و غم سے منہ دھونے لگے اور ان اشعار کو ترجمان دل بنایا سر پہ آسمان اُٹھایا ؎

فلک نے ظلم یہ ڈھایا کہ اب مرے دل مین — فغان ہی درد ہی غم ہی الم ہی آٹھ پہر
پہونچ گیا ہی گریبان کا چاک دامن تک — گذر گیا ہی بس اب سر سے آب دیدۂ تر
کبھی ہی آہ مجھے گاہ فرط بے ہوشی — کبھی تو آپ مین ہون گاہ آپ سے باہر
ہر ایک دشت مین پھرتا ہون صورت وحشی — کبھی اُدھر سے ادھر اور کبھی ادھر سے اُدھر

زہرہ جبین نہایت عقیلہ تھی سمجھا بجھا کر تسلی دیتی تشفی خاطر کی اسوجہ سے اُسکی راے پر انکا دار مدار تھا اجراے کار تھا یہان تک کہ بے اُسکی صلاح کے گھر سے باہر قدم نہ بڑھاتے تھے جب تک اجازت نہ پالیتے تھے اب گاہ گاہ کوہ و صحرا مین بھی جاتے شکار کھیل کے چلے آتے ایکبار دونون بھائی شکار کھیلنے گئے تھے زہرہ جبین گھر مین اکیلی تھی۔
دفعتہ ایک پیرزال خجستہ خصال برقع سر سے پانون تک ہزار دانے کی تسبیح ہاتھ مین خدا اور رسول کا ذکر بات بات مین زبان کا عصا ضعیفی کی لغزش کا سہارا دروازے پر آئی خواص سے کہا چار رکعت نماز کی اجازت چاہتی ہون مکان کے مالک سے لادو وقت تنگ ہوگیا ہی دغدغہ نماز قضا ہونے کا ہی اُسنے اندر آکے مفصل اُس ضعیفہ کا حال نماز پڑھ لینے کا سوال زہرہ جبین سے کہا کبھی اس وضع کی عورت اُسنے نہ دیکھی تھی روبرو بلایا خود اُٹھ کے سلام کیا پھر یہ کلام کیا خانہ شماست تشریف لائیے وہ تخت بچھا ہی کرم فرمائیے جانماز تسبیح کنٹھ سجدہ گاہ موجود ہی جس طریقہ پر منظور ہو بسم اللہ نماز پڑھیے فرض خدا ادا کیجیے۔
اُسنے بلائین لیکے دعا دی نماز مین مشغول ہوئی بہت رجوع قلب خشوع و خضوع سے عصر کی چار رکعتین تمام کرکے کچھ دیر وظیفہ پڑھا پھر سلام کرکے رخصت چاہی جانے کا ارادہ کیا زہرہ جبین نے

کہا ای مادر مہربان آپکے تشریف لانے سے مکان ولکین کو افتخار حاصل ہوا ہمارا مسرور دل ہوا خدا جانے کس عرصہ سے دولت خانہ چھوڑا ہی اب دن تھوڑا ہی کچھ تناول کرکے جانا جلدی کیا ہی اور ایسا بھی کہین ہوا ہی ردعوت منع لکھا ہی۔

یہ کہکے خواصون کی طرف دیکھا وہ سب تعلیم یافتہ تھین فوراً کمرہ مین دستارخوان بچھایا شیرال کباب پنیر دو چار قسم کی مٹھائی اُسپر چنی وہ خود بھی اُٹھیں ہاتھ دھلوائے کھانا کھلوایا پھر خواصون سے فرمایا آپ کو مکانات و باغ کی سیر کراؤ سب دکھاؤ یہ عصا ٹیکتی سب کچھ دیکھکے پھر آئی بارہ دری جو باغ مین دیکھی تھی اُسکی بہت تعریف سُنائی کہا صاحبزادی خدا تمکو صدہا سال سلامت رکھے اس سن وسال مین خلق ومحبت سیر چشمی ومروت دیکھی کیا سُنی نہ تھی نہ ایسی عمارت نہ باغ نہ اس طرح کی سجی سجائی بارہ دری چشم فلک نے دیکھی ہوگی۔

زہرہ جبین نے کہا یہ تو تم نے اپنی عنایت دخاطر سے فرمایا اب بلا رو رعایت کہیے ایسی چیز کوئی جسمین یہ بیمثال ہو جائے درکار ہی یا نہین۔

وہ بولی کہ جو کچھ مکان کے واسطے درکار ہوتا ہی وہ سب سلیقہ دقرینے سے جا بجا ہی مگر ایسے مکان اور اس طرح کی شائق کے واسطے تین چیزین ضرور درکار ہین پہلی مرغ خوش صدا جسکو بلبل ہزار داستان کہتے ہین اُسکے آواز سُنکے کوسون سے جتنے جانور بولنے والے ہین جمع ہو جاتے ہین آپس مین خوب چہچے مچاتے ہین۔

دوسرا درخت گانے والا ہوا کی تحریک سے باہم پتے اُسکے ہل کے ہلتے ہین تو ارگن کی آواز شرمائی ہی دھرپٹ خیال ٹپے غزل کی کیفیت کان مین آتی ہی۔

تیسرا سونے کے رنگ کا پانی اگر ایک بوند اُسکی کسی بڑے برتن مین جیسے لگن یا تسلہ مین ڈال دو فوراً وہ لبریز ہو جائے اور دس بارہ گز وہ پانی فوارے کی طرح جہندہ ہو مگر ایک قطرہ اُس ظرف کے باہر نہ گرے سب کو کیفیت نظر آئے۔

زہرہ جبین نے پوچھا یہ تو فرمایئے یہ چیزین کہان ہین کس طرح ہاتھ آئین کیونکر یہان پہونچ جائین اُسنے کہا یہان سے دو مہینے کی راہ شمال کی جانب کوئی شخص جائے جب ساتھوان گذر جائینگے اور تیسرے مہینے کا پہلا روز ہوگا ایک شخص سن رسیدہ گرم وسرد زمانہ دیدہ ملیگا اُس سے اگر پوچھیگا وہ سب حال مفصل بتا دیگا۔

یہ کہکے وہ تو چلی گئی زہرہ جبین کو کد ہوئی کہ جان رہے یا جائے مگر یہ چیزین بہم پہونچانے

اس سوچ میں بیٹھی تھی بھائی اسکے شکار کھیل کے جو آئے بہن کو مشوش دل گیر دیکھکے گھبرائے - بہن سے پوچھا بہن خیر ہے کیا ماجرا ہے افسردگی و ملال کا باعث کیا ہوا ہے وہ ٹالنے لگی جب قسمیں دین تو اُسنے سب حقیقت بیان کی -

بہمن نے کہا تم پریشان نہو اگر زیست باقی ہے تو ہم اُسکو لائینگے دم سحر تلاش ضرور جائینگے پرویز گویا ہوا بھائی صاحب تم بڑے ہو گھر کی رونق تمھارے دم سے ہے تم آرام کرو مجھے اجازت دو مین تمھارے اقبال سے یہ کام کرونگا پورا انتظام کرونگا -

بہمن نے جواب دیا کہ بھائی گو تم چھوٹے ہو مگر عزم بڑا رکھتے ہو جاؤ گے یہ چیزین لاؤ گے مگر میری غیرت کیونکر قبول کرے گی اگر مین گھر مین بیٹھکر آرام کرون اور تم کو کوہ و صحرا کی صعوبت اُٹھانے دون بزرگی کے خلاف ہے صریح خون انصاف ہے -

الغرض اُسی وقت صبح سفر کی تیاری ہونے لگی پری زاد جو ..... رونے لگی کہا کہ مجھکو اُن چیزون کا اشتیاق ہے لیکن تمھاری جدائی بھی سخت شاق ہے مین اس خواہش سے درگذری تم نہ جاؤ بے دیکھے مجھکو چین نہ آئے گا دل قرار نہ پائے گا -

دم بھر جو نہ دیکھے تجھے اے رشک پری آنکھ
مژگان کی زبانوں سے کرے نوحہ گری آنکھ
جم جائے تصور جو ترے بوٹے سے قد کا
پتھرا کے بنے صاف عقیق شجری آنکھ
جاؤ جو چمن کو تو کرے فرش رہ ناز
بلبل جگر و فاختہ دل کبک دری آنکھ

بہمن نے جواب دیا خدا پر نظر رکھو کسی بات کا دل میں خوف نہ خطر کرو زندگی باقی ہے تو مع الخیر جلد آتا ہون تمھاری فرمائش لاتا ہون یہ قردلی میری اپنے پاس رکھو جب میرا حال دریافت کرنا منظور ہو اسکو دیکھنا اگر بدستور صاف شفاف نظر آئے سمجھنا مین زندہ صحیح سالم ہون اگر اسمین خون ہوگا تو میرا حال زبون ہوگا -

اس طرح بہن کی دلجمعی کرکے رخصت ہوا بہن نے کہا

بسفر رفتنت مبارک باد
بسلامت روی و باز آئی

بہمن توکل بخدا روانہ ہوا الخط مستقیم بے خوف و بیم چل نکلا دقیقہ ذرا نہوا چپ و راست مڑکے نہ دیکھا تنہائی کا اندیشہ نہ کیا -

جب سفر میں دو مہینے تمام ہوئے دم سحر دامن کوہ پر نگاہ جو کی ایک انسان بہ ہیئت حیوان نظر پڑا سر کے بال قدم بوسی کرتے تھے داڑھی مونچھوں کے بال ناف سے نیچے گذرے تھے پلکین آنکھین

بند کر چکی تھین بھوین پلکون سے گذر چکی تھین چہرے پر جلال تھا درویش با کمال تھا یاد خدا مین مصروف تھا عابد معروف تھا ـ

چہرے سے عیان جلال شاہی		صورت کہ فروغ صبح گاہی
پیری سے کمر مین اک ذرا خم		توقیر کی صورت مجسم
وہ ریش سفید کی درازی		چھٹکی ہوئی چاندنی سحر کی

یہ اُسکے قریب پہونچا بہت جھک کے سلام کیا اور یہ کلام کیا کہ آپ کتنے دنون سے اس وحشت افزا صحرا مین مقیم ہین جہان کوسون سے آدمی کی پرچھائین نظر نہین آتی ہر کیف تنہائی سے طبیعت نہین گھبراتی ہی ـ

تصویر پیر مرد کی جو معمر اور مہیب شکل تھا معہ شہزادہ بہرام کے

فقیر نے کہا بابا برسون ہوے آدمیون سے رنج اٹھا کے کنارہ کیا ہی وہ دم کی صحبت مین تھا
کیا ہی خوب مجکو یاد ہی انسان کی ملاقات لاکھ طرح کا فساد ہی ؎

دوستون سے اس قدر پائے ہین رنج	دل سے دشمن کا گلہ جاتا رہا

اب اس دشت پُر خطر مین تشریف لانے کا سبب بتائین سچ سچ حال زبان پر لائین ـ
بہمن نے کہا حضور پر سب کھلا ہی میرے اظہار کی حاجت کیا ہی فقیر نے کہا اگر مجھسے پوچھتے ہو

سمجھے گھر کی راہ لو ادھر رخ نہ کرو ہزاروں خستہ تن غریب الوطن اس پہاڑ پر بے گور و کفن پڑے ہیں غفلت کے پردے آنکھوں پر پڑے ہیں دیدہ و دانستہ اپنے خون میں ہاتھ نہ بھرو اور فقیر کو اس ظلمہ میں شریک نہ کرو یہ تمنا بیجا ہے دل سے دور کرو اپنے زور بازو پر نہ غرور کرو۔

بہمن نے کہا شاہ صاحب ہیں قصد پر یار و دیار کو چھوڑا ہے اپنے بیگانے سے منہ موڑا ہے بغیر ان چیزوں کے خالی پھر کر ہرگز نہ جاؤنگا کسی کو صورت نہ دکھاؤنگا اس ارادے میں جان جائے تو خوب ہے گھر واپس جانا نہیں مرغوب ہے۔

فقیر نے دیکھا کہ یہ شاہزادہ عالی تبار ہے بڑا عزت دار ہے جان لڑائے گا ناکام نہ جائے گا پھر کہا باخدا مددگار ہے تو بیڑا پار ہے اگر فقیر کے کہنے پر عمل کروگے وہ پاؤگے اور جو بھول گئے پتھر ہو جاؤگے آج تک جو ادھر آیا ہے میں نے بہرکیف اُسکو سبق پڑھایا ہے اُنھوں نے غصہ کو نہ روکا آپ دنیا سے گذر گئے فقیر کو ناحق بدنام کر گئے۔

تم بگوش دل سنو اور یاد رکھو جب پہاڑ پر تمہارا گذر ہوگا چار طرف سے شور و غوغا پیشتر ہوگا آخر گالیوں کی نوبت آئے گی اگر گردن تمہاری پھر جائے گی ہمہ تن سنگ سیاہ ہو جاؤگے بیکار رہو گے پچھتاؤگے اور جو پنجرے تک بلبل کے پہونچ گئے چہچہے مچاؤگے پھر جو خدا نے چاہا تو درخت اور پانی سے مع الخیر پھر آؤگے بہمن نے کہا اے ہادی تمہارے فرمانے پر قدم بقدم جاؤنگا کوئی کچھ کہے گردن نہ پھراؤنگا۔

یہ سنتے ہی اُسنے جیب سے گیند مرزر نگار کے اُسکے روبرو پھینک دیا اور کہا یہ جس طرف جائے تم اُسکے پیچھے پیچھے چلے جانا جب پنجرے تک گذر ہوگا پھر وہ چیزیں بھی تمہارے ہاتھ آئینگی حسرتیں نکل جائینگی لو خدا حافظ و نگہبان ہے سخت امتحان ہے۔

اتنے میں ع

جب دیو سیاہ شب سے مہتاب	رخصت ہوا جیسے چشم سے خواب
اور گل لیے آفتاب تابان	ہنگام سحر ہوا شتابان

دفعتہً مرغ زرین فلک چارم نے آشیانہ مشرق سے باہر آنے کو پر تولے نغمہ سرایان سحر دورباش کے نقرے بولے نوبت نوازوں نے نکور دی شہنا سے الیا بھیرویں کی صدا پیدا ہوئی موذن نے نعرہ اللہ اکبر بلند کیا ماہ تابان فلک اطلسی سے سدھارا شہرزاد بلبل کی روش چہک رہی تھی دفعتہً زبان بند کی شہریار کی طبیعت کلفت نصیب ہوئی مجبور بستر راحت سے اٹھکے عبادتخانہ

بشتاد بعد حمد و ثنا سجدے مین سر جھکایا جب نماز و وظیفہ سے فرصت ہوئی اورنگ سلطنت پر جلوہ گر ہوا متوجہ عدل و انصاف سربسر ہوا زمانہ نیرنگ ساز نے پھر رنگ بدلا روز روشن کو چادر سیاہ شب مین چھپالیا شہریار عشرت کدہ مین تشریف لایا شہرزاد کو یاد فرمایا پہلے دکل شرب کا چرچا رہا پھر آرام کیا جب رات تھوڑی رہی داستان گذشتہ کے بیان کرنے کا حکم فرمایا شہریار پہلے شہرزاد حور نژاد پری خصال کی شان مین یہ کلمات زبان پر لایا آج کی کہانی ہمین بہت پسند آئی تمھاری داستان عبرت توامان روح کو وجد مین لائی ہے

اثر لبھانے کا پیاری تری زبان مین ہے کسی کی آنکھ مین جادو ترے بیان مین ہے

اول تو حسن عدوے صبر و شکیب ہے صورت دلفریب ہے

غارت گر ہوش ہے سراپا عشوہ غمزہ ادا کرشما
ہر فرق سے تا قدم بر ستی شوخی چھل بل ترنگ مستی
آواز ملی ہے کیا رسیلی آنکھین پائی ہین کیا نشیلی
ہین چشم و چراغ دیدۂ حور ماشاء اللہ چشم بد دور
پایا ہے غضب کا خوشنما فرق سر دفتر حسن ہے بلا فرق

دوسرے خوش بیانی اور بھی ستم ڈھاتی ہے جوبن کی آگ کو دو چند بھڑکاتی ہے شہرزاد نے زبان معجز بیان کھولی بعد دعا و ثنا وہ غنچہ نو دمیدہ گلزار خوبی یون بولی کہ شہزادہ ہمین حسب ہدایت اوس ولی اللہ کے گیند کے پیچھے چلا جدھر وہ جاتا تھا ہمین اوسکے ساتھ چلا آتا تھا یکایک وہ ٹھہر گیا ہمین بھی گھوڑے سے نیچے اترا پیادہ گیند کے ساتھ پہاڑ پر چڑھا

جو درویش کا گیند ہادی ہوا ارادہ کیا قلہ کوہ کا
ہوئی کوس بھر کی چڑھائی جو طے تو دیکھا وہان اور ہی رنگ ہے
وہ سبزہ وہ آب روان وہ فضا جنون زا شگوفہ تھا یا دام کا
کسی جا پہ نیرنگ باغ ارنگ کہین ٹڈ انگ کی ڈانگ کا ایک رنگ
جو شیشے ہوان اس سنگ شفاف کے پری زاد تسخیر ہون قاف سے
حقیقت مین تھی وہ جگہ بے نظیر بیان اسکے کی کہمد رب قدیر
پناہ بلندی و پستی توئی ہمہ نیستند آنچہ ہستی توئی
توئی کاسمان را برافراختی زمین را گذرگاہ او ساختی

ملے بے غل وغش جو ایسا مقام	تو زاہد کی خلد بریں کو سلام

دفعتہً چار طرف سے گیر و دار کی صدا آئی کہ پکڑو جانے نہ پائے ... توجہ نہ کی جب دو شخص گالیاں دینے لگے صلواتیں سنانے لگے اسکو غصہ آگیا بے اختیار پھر کر دیکھا فوراً تمام جسم پتھر کا ہوگیا ۔

تصویر اُس پہاڑ کی جسپر لوگ ... پتھر ... معہ تصویر شہزادہ بہمن کے
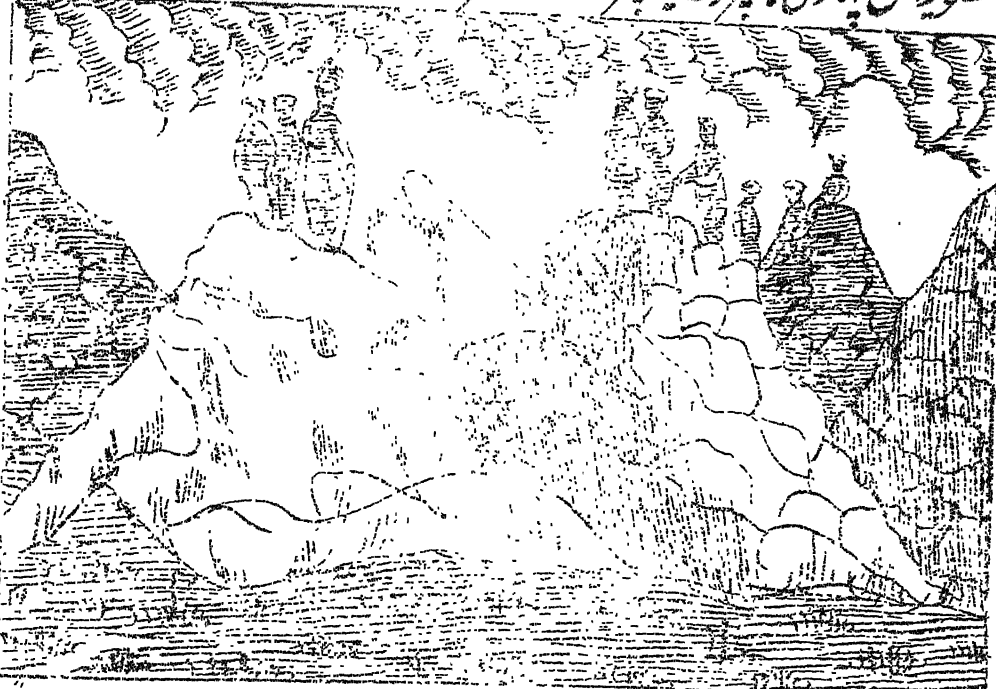
یہان وعدہ گذر گیا زہرہ جبین نے قرولی کو دیکھا اسکو سیاہ خون چکان پایا نعرہ مارا خاک اُڑانے لگی بے اختیار رونے چلانے لگی ۔

پرویز نے سُنا بہن کو سمجھایا کہا مضطر نہو مین جاتا ہون فضل الٰہی شامل حال ہے تو بھائی کو اور اُن چیزون کو لاتا ہون یہ رخصت ہو کے چلا اور فقیر تک پہونچا اسکو بھی اُسنے سمجھایا صورت دیکھکر بہمن یاد آیا پرویز نے کہا وہ میرا بھائی تھا اب مین جاتا ہون تقدیر آزماتا ہون اگر خدا نے چاہا تو بامراد آتا ہون ہمت شرط ہے بقول شخصے ؎

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد	اگر خارے بود گلدستہ گردد

فقیر نے کہا نہ اُس سے کچھ ہوسکا نہ تجھ سے کچھ ہووے گا اپنی جوانی پر خدا کے لیے رحم کر مفت یہ جان عزیز کھووے گا ۔

تصویر شہزادۂ پرویز کی گھوڑے پر سوار ہو کر راہ مخطور طے کرنے کی

پرویز نے کہا شاہ صاحب جان کا جانا آسان ہی ناکام پھر جانے مین خفت کا سامان ہی فقیر نے اُسکو بھی
گیند دیا اور یہ مضمون بکرر سمجھایا۔
یہ گیند کی رہبری سے پہاڑ پر چڑھ آیا بدستور ہولناک و مہیب آوازین آنے لگین اور پتھر کے آدمی
قطار در قطار نظر آئے جب گالی گلوچ کی باری آئی یہ جھلا بہت تھا سوچا انھین آوازون نے بھائی
کو مارا ہی دیکھو تو ماجرا کیا ہی مگر جب اُسنے دشنام غلیظ سُنے نہایت غیوری اور جوان مردی سے تاب
نہ لا کے غیظ و غضب مین آگیا اور اُسوقت غصے مین سب باتین اُس درویش کی بھول کر ایکبارگی
تلوار میان سے نکال پیچھے پھرا تا کہ اُس شخص کو جو دشنام دیتا ہی مارے اُسنے وہان کسی کو نہ دیکھا اور ساتھی
وہ شہزادہ اور اُسکا گھوڑا سنگ سیاہ ہو گئے۔
شہزادی زہرہ جبین بعد روانہ ہونے شہزادہ پرویز کے ہر وقت اُس قرولی کو دیکھا کرتی تھی آخر اُس
روز بد کو جسمین شہزادہ پرویز مانند اپنے بھائی بہمن کے پتھر کا ہو گیا تھا جب شہزادی نے اُس قرولی کو
دیکھا تو اُسکو خون آلود پایا گویا چشم جوہر سے خون کے آنسو رو رہی ہی اسکو یقین واثق ہو گیا کہ شہزادہ
پرویز کی بھی جان گئی اُسنے اپنے دل مین کہا کہ بعد ہلاک ہونے ایسے دونون پیارے بھائیون کے اب
جینا میرا حیف ہی ہرچہ بادا باد تو بھی اپنے تئین اُنھین کے شریک حال کر۔

غرض کہ دوسرے روز لباس مردانہ پہن اپنے تئین مردون کے بھیس مین بنایا اور اپنے نوکرون چاکرون
سے کہا مین تھوڑے دنون کے واسطے کسی طرف کو جاتی ہون تم اسباب اور مکان سے خبردار رہنا جو
آتو مغلانیان سن رسیدہ جہان دیدہ عقلمند نگہبان مکان و اسباب انکو سپرد کیا کہا چھ مہینے ہمارا انتظار
کرنا پھر یہ سب کچھ تمھارا ہے بھائیون کو لاؤنگی تو تم سب کو منہ دکھاؤنگی ورنہ اسی کوہ و دشت مین
جان دونگی جیتے جی نہ پھرونگی پھر مسلح گھوڑے پر سوار ہوکے تن تنہا اسی طرف کو روانہ ہوئی وہ شہزادی
گھوڑے پر خوب سوار ہوتی تھی اور تیر اندازی مین بھی اسکو بہت دخل تھا اسواسطے وہ مصائب راہ
کے بہ نسبت اور عورتون کے اسکو معلوم نہین ہوے رات دن راہ طے کرتی تھی جب گھوڑا تھک
جاتا تھا تو ٹھہر جاتی کچھ دیر دم لے کے پھر سوار ہوتی آگے قدم بڑھاتی اسی طرح برابر چلی جاتی تھی
القصہ ایک مہینے مین دو منزل کر کے دامن کوہ تک پہونچی وہ درویش نظر آیا کہا الحمد للہ منزل مقصود
کا پتہ پایا بعد صاحب سلامت کی انکے پاس گھوڑے سے اُتر جا بیٹھی اور مستفسر حال ہوئی کہ اس
قرب وجوار مین وہ کونسی جا ہے جسمین بولتی چڑیا اور گانے والا درخت اور سونے کے رنگ کا پانی ہے
ازراہ مہربانی مجکو بتائیے میرے حال پر رحم فرمائیے۔

اُس درویش نے کہا تمھاری آواز سے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم عورت ہو اگرچہ تم نے اپنے تئین مردون
کے بھیس مین بنایا ہے سخت مشکل مین اپنے تئین پھنسایا ہے مین اُس جگہ کو جسمین وہ تینون عجائب
اشیا ہین خوب جانتا ہون تم وہ جگہ کیون پوچھتی ہو۔

زہرہ جبین نے کہا مین نے اُن تینون چیزون کے اوصاف عجیب و غریب سُنے ہین چاہتی ہون کہ انکو
اپنے قبضہ مین لاؤن گھر لے جاؤن۔

درویش نے کہا فی الحقیقت وہ چیزین ایسی ہی نادر اور عجیب و غریب ہین اور ایسی لائق ہین کہ وہ
تمھارے پاس رہین اور تم اُنکی مالک ہو مگر تمھین معلوم نہین کہ اُن چیزون کے حاصل کرنے مین کیا کیا
خطرات و مصائب ہین تمھارے حق مین یہی بہتر ہے کہ تم خیال اُنکا نہ کرو اور یہین سے اپنے گھر پھر جاؤ اس
حرکت بیجا سے کنارہ کرو جان بھی عزیز شئی ناحق کھونا نہ گوارا کرو۔

شہزادی نے کہا اے بزرگوار واے پیر تجربہ شعار مین بہت دور سے آئی ہون بڑا افسوس ہے کہ
بے حاصل ہوئے مطلب کے نہایت گھر کو پھر جاؤن اب آپ اُن خطرات سے مجکو آگاہ فرمائیے کہ کہان
سے وہ شروع ہوئے ہین اور کس قسم کے وہ خطرات ہین تاکہ مین اُنکو سُنکر سوچون کہ مین متحمل اور
عہدہ برآ اُنکی ہوسکونگی یا نہین۔

اُس فقیر نے سب حال خطرات کے جیسا کہ شہزادہ بہمن اور شہزادہ پرویز سے کہے تھے شہزادی زہرہ جبین
سے ظاہر کیے اور کہا کہ وہ سب خطرات پہاڑ کے چڑھنے سے شروع ہوتے ہین اور پہونچنے چوٹی تک
اُسکے رہتے ہین پہلے سب کے پنجرا اُس مرغ گویندہ کا ہاتھ لگیگا اور اُسی چڑیا کی رہبری سے گانے والا
درخت اور سونے کے رنگ کا پانی بھی دستیاب ہوگا تمام راہ اس پہاڑ کے چڑھنے مین ہزارہا آوازین
مہیب دہولناک اور دشنام آمیز مغلظات تمہین سُنائی دینگی اور چارون طرف جتنے سنگ سیاہ
اُس کوہ پر دیکھوگی کہ پڑے ہوے ہین وہ سب سیاہ پتھر آدمی تھے کہ بڑی دلاوری اور جرأت سے اسی
مطلب کے واسطے وہان گئے اور راہ مین خوف کہا کے سب نے پتھر کی صورت پیدا کی اور حال اُسکا
یہ ہے کہ جب وہ آوازین خوفناک اور دشنام آمیز کو سُنکر غصہ مین آیا اور ڈر کے منہہ پھیر پیچھے اپنے دیکھنے لگا
مُنہہ پھیرنے کے ساتھ ہی وہ اور اسکا مرکب پتھر سیاہ بنجاتا ہے۔

جب وہ درویش اس حال کو بہ تفصیل بیان کر چکا شہزادی زہرہ جبین نے کہا مجھے خوب معلوم ہوا
کہ صرف آوازین ڈرانے اور دھمکانے کے واسطے ہین سوا ان آوازون کے اور کوئی خوف وخطرہ نہین
کہ کوئی شخص مقابل اور دوبدو ہوکے اُس پہاڑ کے چڑھنے سے مانع ہو یا حملہ کرے یا کسی طرح کا گزند
پہونچادے یا مقابلہ کرے۔

کہا ای درویش اگرچہ مین طبقہ نسوان سے ہون لیکن مین ایسی دلیر اور بردبار ہون کہ متحمل ان سب
باتون کی ہونگی نہ تو آوازون کو سُنکر غصے مین آؤنگی اور نہ مجکو خوف وترس ہوگا اور علاوہ اس کے مین
اسکی تدبیر کرونگی کہ وہ خوفناک آوازین مجھے مطلق نہ سُنائی دین مین اپنے کانون مین خوب سی
روئی بھر لونگی نہ سنونگی نہ جواب دونگی۔

درویش نے کہا بی بی مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وہ چیزین تیرے ہی نصیب کی ہین اسواسطے کہ کسی کو آجتک
یہ تدبیر نہین سوجھی تھی آخر سب کے سب وہین ہلاک ہوے اور کوئی اُنمین سے اپنے مطلب کو نہ پہونچا
مگر خبردار اُن آوازون کو سُنکر نہ ڈرنا اور ذرا خوف نہ کرنا۔

زہرہ جبین نے کہا ایسا ہی ہوگا اور مجھے سوا اس امر خاص کے اور کوئی شی مانع نہین معلوم ہوتی
اور میرا دل گواہی دیتا ہے کہ مین مقرر اپنے مطلب کو پہونچونگی تم از راہ مہربانی کے اُس راہ کو
بتاؤ مفصل مجھ سے بیان فرماؤ۔

فقیر نے اُسے مکرر فہمائش کی کہ گھر کو پھر جائے اور اس راہ پر خطر مین قدم نہ دھرے مگر زہرہ جبین نے
کسی طرح نہ مانا بدستور اپنے ارادے پر ثابت قدم رہی۔

درویش جب سمجھا کہ یہ شہزادی نہایت مستقل اور قائم مزاج ہی تب اُس نے کہا جاؤ تمہارا خدا حافظ و
نگہبان ہی یہ کہکے ایک گیند اپنی جھولی سے نکال کر اُسے دیا اور کہا اسکو اپنے آگے لڑھکا دینا اور
پیچھے اُسکے چلی جانا جب وہ گیند پہاڑ کے نیچے پہونچ کر ٹھہر جاے تم گھوڑے سے اُترکر پہاڑ پر چڑھنا
شروع کرنا ہرگز توقف نہ کرنا۔

شہزادی گیند لے کر گھوڑے پر سوار ہوئی اور جس طرح درویش نے کہا تھا گیند کو آگے اپنے پھینک کر
پیچھے اُسکے مرکب کو ڈپٹ کیا آخر کو وہ گیند تلے کوہ کے پہونچ کر ٹھہر گیا بمجرد ٹھہرنے کے شہزادی نے گھوڑے
سے اُترا اور اپنے کان روئی سے خوب بند کر پہاڑ پر دلجمعی سے چڑھنا شروع کیا جب چند قدم اوپر کو
گئی چارون طرف سے آوازین مہیب دہولناک آنے لگین مگر بسبب روئی کے جو کانون مین بھری ہوئی تھی
مطلق آوازین سُنائی نہ دین ؎

سنتے نہین صدا جو کسی خستہ حال کی	کیا روئی اُنکے کان مین عطر حنا کی ہی

پھر بہت سخت اور ڈراونی صدائین آنا شروع ہوئین اُس سے اصلا شہزادی کے کان آشنا نہ ہوے
پھر وہ دشنام مغلظات جو مخصوص عورتون کے واسطے ہین اُسکو سُنائی دینے لگین کانون مین
آوازین آنے لگین۔

شہزادی نے اُنھین تھوڑا بہت سُنکر ہنس دیا اور مطلق بُرا نہ مانا اور دل مین کہا ان تمسخرات
اور مزخرفات سے مین اپنے مطلب سے باز نہ آؤنگی اس بکنے اور فضولیات و لغویات سے
کیا ہوتا ہی آخر الامر وہ شہزادی ایسی جاے خطرناک و دشوار گذار جہان رستم و اسفندیار کا زہرہ مارے
خوف کے آب ہوتا تھا کمال دلیری اور بہت مردانہ طے کرکے قریب سر کوہ کمال چستی و چالاکی سے
پہونچی دیکھا تو ایک صحراے لق و دق ہی اگر اُس صحرا کی ویرانی بیان کیجاے تو یقین ہی کہ ویرانی کو
بھی وحشت ہو ہمہ تن وہ بادیہ ہول خیز صعوبت کا گھر تھا آبادی کا نہ نظر تھا کوسون چٹیل میدان نہ نشان
نہ حیوان وحشت سنسان ؎

تھا وہ صحرا عجیب نو ایجاد	نہ کوئی آدمی نہ آدم زاد

آفتاب وہان جاتے ہوے تھراتا ہی شب کو شہاب کا دل داغدار نظر آتا ہی ہر ستارہ صورت
داغ چرخ پیر کو وہان عشرت سے کب فراغ ہر ذرہ آفتاب محشر باد سموم کا قدم دھرنا مشکل اُس
زمین پر مسافر خیال کو جانا محال رستم وہان خوف سے پیرزال بناہ پانی مثل وہان سنگ ہر ایک
سنگدل کو سون کیا شہرون تک آب نایاب دل گرمی مثل ماہی بے آب بیتاب دیوانگان

بادیہ وحشت بھی واں آتے ہوے خوف کھاتے تھے یہ حال تھا سہ

آسیب جو اسمین آئے ڈرجاسے
دیوانہ ہو دیو بلکہ مرجاسے
ہوش اڑتے تھے دیکھکر سیاہی
پھیلی تھی ادھر ادھر سیاہی
ڈائن تھی جگر کو کھا رہی تھی
بن بن کے بلا ڈرا رہی تھی
اک تیرگی لحد کا عالم
معلوم نہ ہو کہ ہین کہان ہم
جان سوز لبان نار فرقت
تھی روح گداز واں کی حدت
تھا مہر فلک کو بیم اس سے
شمشیر شرر دو نیم اس سے
ہم پلۂ برق عالم افروز
وہ مہر کہ خرمن جہان سوز
لرزان تھا جو مہر آسمان پر
چڑھ آیا بخار اسکو ڈرکر
صحرا کے شرر تھے شعلہ افگن
ہر ذرہ کا تھا چراغ روشن

اُس وحشت ہولناک مین کہ جہان خضر و الیاس تک با وجود حیات ابدی اگر آجائین تو وہ بھی خوف سے ڈرجائین وہ نہنگ بحر جرأت و دلاوری و اختر برج سعادت و کامگاری یعنی شہزادی زہرہ جبین رشک خوبرویان ہند و چین کمال مردانگی سے رہروی کرتی ہوئی چلی جاتی تھی کہ وہان اُسنے ایک قفس رکھا ہوا دیکھا اسمین ایک چڑیا طرح طرح کی بولیان خوش الحانی سے بول رہی تھی زمزمہ سنجی و نغمہ سرائی مین لب کھول رہی تھی مگر اُس شہزادی کو دیکھکر باوجود ایک مشت پر ہونے کے مثل بادل کے گرجی اور کہنے لگی سبحان اللہ عورت ہوکے وہ کام کیا جو مردون سے نہ ہوسکا قصہ ہی تمام کیا چاہیے کہ پلٹ جا میرے پاس نہ آ۔

شہزادی اُسکی یہ بات سُنکر ہمت مردانہ باندھ وہان سے دوڑ کر قلہ کوہ پر چڑھ گئی وہان زمین ہموار پائی اور جلدی جاکر اُس قفس پر اپنا ہاتھ رکھدیا اور کہا اب مین نے تجکو پایا کبھی تو میرے ہاتھ سے نہ چھوٹے گی۔

مرغ خوش الحان نے یہ باتین سُنکے شہزادی سے کہا روئی کانون سے نکالو میری باتین سنو پہلے شہزادی بمقتضاے حزم و احتیاط کہ نہایت عقیلہ و دور اندیش تھی سمجھی کہ اسمین کچھ پیچ نہو پھر خیال آیا کہ فقیر نے کہا تھا جب پنجرا نظر آئے گا پھر کچھ خطرہ نہین سب کام بن جائے گا اُسنے روئی کانون سے نکال ڈالی درخت دیانی کا حال ہزار داستان سے پوچھا اُسنے کہا اے دلاور بی بی خاطر جمع رکھو اب مجھسے تجکو کچھ ضرر و نقصان نہ پہونچے گا جیسا اور لوگون کو پہونچا اگرچہ مین اس قفس مین بند ہون

مگر مجکو بہت کچھ احوال غیب کا معلوم ہی اسوقت سے مین تمھاری لونڈی ہوئی اور تم میری بی بی اور خداوند نعمت سنے مجھے تمھارا حال خوب معلوم ہی اسوقت سے مین تمھاری کنیز درم ناخریدہ ہون مجکو تمھارے حالات سے کامل آگاہی ہی اور تم اس حال سے مطلق واقف نہین ایک دن مین تمھارے کام آؤنگی اور حق تمھارے ادا کرونگی اور اب جو کچھ ارشاد فرمایئے اُسے بجا لاؤن -

یہ باتین اس چڑیا نے ایسی خوش بیانی سے کین کہ شہزادی سُنکے نہایت محظوظ ہوئی مگو سا تھ ہی اُسکے اپنے دونون بھائیون کو یاد کرکے بہت رنج و افسوس کیا اور مرغ دستان سرا سے کہا مین چند امور کی خواہش رکھتی ہون سب کے پہلے میرا یہ سوال ہی کہ یہان کہین قریب سونے کے رنگ کا پانی ہی جسکے خواص عجیب و غریب بینے سُنے ہین اگر تجھے معلوم ہو تو مجکو بتا کہ اُس مقام پر جاؤن اور وہ پانی سونے کے رنگ کا لاؤن -

اُس چڑیا نے کہا سامنے وہ جو درہ کوہ ہی اُسکے قریب چشمہ جاری ہی جسکی تم کو طلبگاری ہی زہرہ جبین نے کہا پانی کے واسطے چاندی کی ٹھلیا ہمراہ ہی لیکن درۂ کوہ سے بھر کے لانا ہم جانتا ہی غرض کہ یہ ٹھلیا اُس پانی سے بھر لائی -

پھر اُس طائر خوش صدا سے کہا مین تلاش مین گانیوالے درخت کے بھی ہون مجھے اُسکا بھی پتہ بتا کہ وہ کہان ہی مرغ زمزمہ سنج نے کہا پیچھے تمھاری پشت کے ایک جنگل ہی جسمین تم اُس درخت کو پاؤگی اور وہ جنگل بہت وزنہین ہی -

شہزادی اُس جنگل مین گئی اور وہان جا کر بہت اچھا گانا اُس درخت سے جسکی تلاش مین گئی تھی سُنا اور وہ درخت بہت بلند اور شاخ در شاخ تھا شہزادی نے مرغ خوش الحان سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ درخت کو تو پایا مگر اُسکا اُکھاڑنا سخت دشوار ہی -

چڑیا نے کہا تم ایک چھوٹی سی شاخ اُسکی توڑ لیے آؤ اور اپنے باغ مین اُسے لگا دو وہ شاخ بمجرد تمھارے لگانے کے فی الفور جڑ پکڑ کے لگ جائے گی اور بہت جلد نہایت خوبصورت درخت جیسا کہ تم اس جنگل مین دیکھتی ہو قائم ہو جائے گا -

چنانچہ شہزادی زہرہ جبین نے پنجرہ اُتار کے اپنے روبرو رکھا چشمے سے پانی بھرا اور قرولی سے ایک شاخ اُس درخت کی کاٹ لائی اور یہ سب چیزین لے کر وہان سے چلی جب اُن پتھرون مین پہونچی جو سب انسان تھے اور اب سنگ سیاہ ہوگئے ہین اُسی جانور سے پوچھا کوئی ایسی ترکیب بھی ہی جو یہ آدمی ہو جائین اور ہمارے دونون بھائی زندہ نظر آئین -

وہ طائر مسیحا دم بولا گھڑے کا پانی جو چشمۂ زندگانی ہے تھوڑا تھوڑا پانی اپر چھڑک دے اللہ کی قدرت دیکھ لے اُسنے چلو میں پانی لیا سب پر چھڑک دیا جس پر بوند پڑی کلمہ پڑھا آنکھ کھول دی نئے سرے سے حیات ابدی ملی جیسا تھا ویسا ہو گیا جب دونون بھائی بفضل خدا اسے زندہ ہوئے یہہ روکے لپٹ گئی کہا بھائی کس کام کو آئے تھے کس شغل میں مشغول ہو گئے وہ خفت زدہ بولے بہن غفلت کی نیند مین سوتے تھے تمھاری بدولت چونکے۔

غرض جو سنبھلا اسکے قدمون پر گرا کہا آپ کے باعث اس بلاے عظیم سے نجات ہوئی آپ کی خدمت گزاری از قبیل واجبات ہوئی عمر بھر تمھارے احسان کا شکریہ ادا نہ کرسکینگے اب جو ہمین ارشاد ہو جان و دل سے اُسکو بجا لاوین۔

زہرہ جبین نے کہا غرض مجکو اپنے بھائیون کی زندگی سے تھی سو اس ضمن مین تم کو بھی مجھ سے فائدہ پہونچا مین تمھاری شکرگزاری سے نہایت خوش ہوئی اب تم اپنے اپنے گھوڑون پر سوار ہوکے جدھر سے آئے تھے اُدھر کو چلے جاؤ۔

زہرہ جبین نے اُن سب کو رخصت کرکے اپنے گھوڑے پر سوار ہونے کا قصد کیا شہزادہ بہمن نے اسکے قبل سوار ہوکے شہزادی سے کہا اگر فرماؤ تو مین اس قفس کو اٹھالون اور تمھارے آگے آگے چلون شہزادی نے کہا یہ چڑیا میری لونڈی ہے مین خود اسکو لے چلون گی اگر تمھاری خوشی ہو تو تم درخت سرایندہ کی شاخ لے چلو اور جب تک مین گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہون تم اس پنجرے کو تھامے رہو جس وقت وہ سوار ہوئی پنجرے کو لے کر اپنے آگے زین پر رکھ لیا اور شہزادہ پرویز سے کہا تم اس ٹھلیا کو جسمین سونے کے رنگ کا پانی ہے احتیاط سے اُٹھالے چلو شہزادہ پرویز نے اُسے اُٹھا لیا پھر جب اور بھی سب لوگ جو شہزادی کے پانی چھڑکنے سے زندہ ہوئے تھے گھوڑون پر سوار ہوکر چلنے کو تیار ہوے رخصت کے طلبگار ہوے۔

تب شہزادی زہرہ جبین نے ٹھہر کے کہا کہ صاحبو تم مین سے جو شخص لیاقت آگے چلنے کی رکھتا ہو وہ آگے چلے سبھون نے کہا شہزادی ہم مین سے کوئی اس لائق نہین کہ جو تمھارے آگے چلنے پر اقدام کرے اس گستاخی کا انتظام کرے۔

جب شہزادی پری زاد نے دیکھا کہ کوئی شخص اُنمین سے ارادہ سبقت اور شرف آگے ہونے کا نہین رکھتا ہی اور چاہتے ہین کہ مین ہی سب کے آگے ہون تب اُسنے عذر کرکے کہا صاحبو مجھے کسی طرح سے بزرگی آگے چلنے کی نہین مگر جو آپ سب صاحب فرماتے ہین اُس سے مین مجبور ہون

الا مو فوق الادب کہکے آگے روانہ ہوئی ۔

تصویر شہزادی پریزاد کی گھوڑے پر سوار ہو کر تیغ برہنہ کیے چلنے کی اور پرویز اور بہمن اور دیگر لوگ ہمراہ ہیں
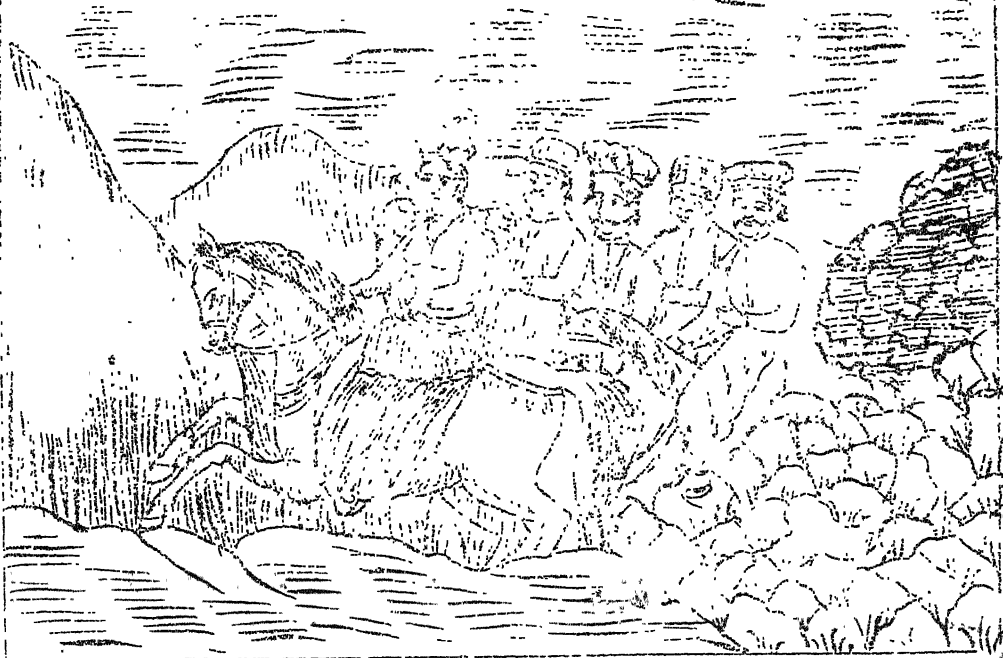
اُسکے پیچھے وہ دونوں شاہزادے اور اُنکے پیچھے اور سب لوگ روانہ ہوئے القصہ بہ فتح نصیب مجمع کثیر جم غفیر ہمراہ لیے پہاڑ سے اُتری فقیر صاحب کی خدمت میں پہونچی آداب بجا لائی اور ساری سرگذشت از ابتدا تا انتہا راست راست کہہ سنائی ۔

شاہ صاحب سنتے ہی فرط مسرت سے کھڑے ہوکے چھاتی سے لگایا مرحبا و جزاک اللہ مکرر فرمایا کہا یہ سب بزرگوار موجود ہیں بہت انکو سمجھایا مگر کسی کی خاطر میں نہ آیا فقیر کے کلام پر عمل نہ کیا اپنی زیست میں خلل کیا جو تمہارا یہان قدم نہ آتا تو انکو انسان کون بناتا فقیر اس طلسم کا نگہبان تھا یہی میری جان تھا دو گھڑی توقف کرو مجھکو غسل و کفن دے کے تہ خاک چھپا دو پھر اپنا رستہ لو تمہارا احسان ہی فقیر رخصت ہوتا ہی نفس چند کا مہمان ہی یہ کہہ پڑھتے پڑھتے طلسم جسم سے جان رہا ہوئی سانس کی صدا جو نکلی سب کو آگاہی ہوئی بہمن و پرویز نے غسل دیا کفنایا سب نے نماز جنازہ پڑھی قبر میں جو اُتارا کچھ نظر نہ آیا ۔

کہین کیا خاک زیر خاک پایا		گریبان کفن تک چاک پایا

آخر نشان قبر کا بنا کر سب روانہ ہوئے جو جس ملک کا رہنے والا تھا وہ اُس سمت کو

وہ باریک کرتی مثال ہوا　عیان مو بمو جس سے تن کی صفا
مغرق زری کا وہ شلوار بند　ثریا سے تابندگی مین دوچند
لگا پاسے وہ نازنین تا بفرق　سراپا جواہر کے دریا مین غرق
بھری مانگ موتی سے جلوہ کنان　نمایان شب تیرہ مین کہکشان
وہ ہیرے کا تکمہ بصد آب و تاب　وہ صبح گلو مطلع آفتاب
وہ بالون کی بو رشک بوے ختن　وہ ڈوبا ہوا عطر مین سب بدن
زمین سے معطر ہوا تا فلک　زمانہ گیا اُسکی بو سے مہک
وہ پہونچی زمرد کی اور دستبند　نزاکت مین بھی شاخ گل سے دوچند
وہ تکمے پہ جنبا کلی کی پھبن　کہ سورج کے آگے ہو جیسے کرن
فلک تک گئی حسن کے اُسکی دھوم　لیا ہاتھ مشاطہ نے اپنا چوم

الغرض شہزادی زہرہ جبین نے اُس طائر بذلہ سنج خوش آہنگ کا پنجرا باغ مین اُس طرف جو بارہ دری کے متصل تھا لٹکایا اُس جانور کے بولتے ہی ایک گروہ مرغان خوش نوا کا قسم بلبل ہزار داستان اور اگن اور بدے وغیرہ کے اُسکی آوازین سننے کو دور دور سے آکر جمع ہوا بعد اُسکے اسنے شاخ درخت سرائندہ کی اُسی باغ مین ایکجا پر جو متصل بارہ دری کے تھی لگادی وہ شاخ فی الفور جڑ پکڑکے سرسبز ہوگئی اور جلدی سے وہ شاخ بڑھ کے ایک درخت بلند قامت ہوگئی اور اُسکے پتون سے آواز گانے کی مانند اُس بڑے درخت کے جسکی یہ شاخ تھی آنے لگی سب کے دلون کو بھانے لگی۔

پھر شہزادی زہرہ جبین نے ایک حوض بہت خوبصورت سنگ مرمر کا بنوا کر درمیان چمن کے رکھا اور اُسمین وہ سونے کے رنگ کا پانی بھرا فی الفور اُس پانی نے بڑھنا شروع کیا یہان تک کہ وہ ظرف بھر گیا اور اُس ظرف سے اُبل کر مانند فوارے کے کئی گز بلند ہوکر چھوٹنے لگا وہ پانی اوپر سے اُس ظرف مین گرتا اور کسی طرف کو مطلق نہ بہتا اُسی ظرف مین رہتا چنانچہ اُن تینون عجیب چیزون کی خبر بہت جلد تمام شہر مین پھیل گئی اور تھوڑے ہی عرصہ مین دور دور مشہور ہونے لگی باشندے شہر کے باستماع خبر عجائبات کے جوق جوق جمع ہوکر آتے اور اُس باغ و بارہ دری مین جسکا دروازہ کھول دیا گیا تھا آکر تماشا اور سیر اُن اشیاے عجیب و غریب کی کرتے اور اپنے اپنے دلون مین نہایت متعجب و محظوظ ہوتے۔

بعد چند روز کے جب ماندگی سفر کی شہزادہ بہمن و پرویز سے دفع ہوئی انھون نے بدستور سابق حسب معمول شکار کو جانا شروع کیا چنانچہ ایک دن دونون شہزادے سوار ہوکے واسطے صید افگنی کے دو تین کوس کے فاصلہ پر گئے اور مصروف سیر و شکار تھے کہ واقعہ تازہ ظہور پذیر ہوا عجب سانحہ دل گیر ہوا۔

شاہ خسرو و ملکۂ ایران کا فرزندون کی دید سے خوش ہونے کا سامان اور اسی پر ختم داستان

دکھا ساقی بہار انجمن کو　　بہار ایسی کہ غیرت دے چمن کو
تڑپتا تھا بہت مدت سے اے جان　　ذرا نکلینگے پھر اس دل کے ارمان
طلسم سخت سے جو ہے رہائی　　خزان ہے گلشن غم پر پھر آئی
چمن مین غنچۂ عشرت ہے پھولا　　ہوے ہین آرزو کے گل شگفتا
لب سوسن پہ مسی کی دھڑی ہے　　چمن مین شانہ سنبل کر رہی ہے
گلستان مین عجب شادی رچی ہے　　ہر اک سو دھوم عشرت کی مچی ہے
گل عباس شہنائی لیے ہے　　بگل شبو بجاتی ہے خوشی سے
صبا لے کر محافہ بوے گل کا　　چمن مین دھر کے ہے بہجت افزا
خوشی سے سرو بالیدہ ہوا ہے　　اٹھا کے سر کسی کو جھانکتا ہے
نسیم صبح یہ دیتی ہے مژدہ　　کہ آیا چاہتا ہے شاہ والا
اسی عشرت مین اے ساقی پرفن　　بنا دے میکدہ کو تو بھی گلشن
کہ لکھنا ہین بہار رنگین مضامین　　برنگ گل ہون گل الفاظ رنگین
ہوئی ہے بعد مدت ہم سے راضی　　نجے گی بزم عقد دختر قاضی
صراحی کی ہو پیدا ایسی قلقل　　کہ چہکے جس طرح گلشن مین بلبل
روان ہو اس طرح سے کشتی مے　　کہ جیسے نہر مین کشتی روان ہے
ہون مے کش جمع میخانہ کے اندر　　چمن مین جیسے ہون سرو و صنوبر
بشکل چشم نرگس ہو ہر اک جام　　ہو لالہ ساغر میخانہ کا نام
جو ہو رندون کو انجمن ہجر مے سے　　چمن مین زلف سنبل اسکو کہیے
کٹورے پھول کے ہون ساغر مے　　کہ جن مین پی کے مل ہر رند بہکے

چہرے سے عیاں جلال شاہی	صورت کہ فروغ صبح گاہی
ہمہ اسباب شاہی حاصل او	نماندہ آرزوے ور دل او
فلک در خیالش از جوزا کمر بند	ظفر پابند تیغش سخت پیوند

بادشاہ نے منہ پر ہاتھ رکھکے انکو گلے سے لگایا پھر حال وطن بود و باش کا اُنکی دریافت فرمایا خون جوش کیا ایسا رہے پاس بٹھایا۔

بہمن نے بکمال ادب عرض کی سرکار کے خانہ زادوں میں حضور کے باغ کا جو داروغہ تھا اُسکے فرزند عقیدت نہاد ہیں ہم پیر مرشد کو نہ پہونچنے پائے تھے کہ اُنکی قضا آئی ہماری ملازمت کی تمنا اُنسے نکلنے نہ پائی غنچہ آرزو شگفتہ چہرے سے پایا تھا کہ صرصر اجل نے آناً فاناً کیا نخل حیات بے برگ و بار ہوگیا قضاے لاچار ہوگیا۔

ہجر دور و با من آن کار سے	کہ نباید ز دشنہ و شمشیر
جیب صبر و قرار چاک زدم	غم او گشت چون گریبان گیر

یہ سنکے بادشاہ نے استفسار کیا پھر ارشاد فرمایا کہ ہمارے رمنے میں بے اجازت شکار کھیلنے آتے ہو کچھ خوف و ہراس دل میں نہیں لاتے ہو۔

بہمن نے عرض کیا کہ پیر مرشد خوف و ہراس تو ہماری آب و گل میں نہیں سچ تو یہ ہے کہ [illegible] سلطانی سے بوجہ لاعلمی آگاہ نہیں اور کسی قاعدہ دان سے رسم و راہ نہیں یہ خطا عفو کے قابل ہے اس کوچہ سے نابلد تھے تعلیم کی یہ پہلی منزل ہے

ہر چند نیم لائق بخشایش تو	بر من منگر بر کرم خویش نگر

سلطان خسرو انکی صورت پر حسرت سے تھا جرات کی تقریر پر عش عش کرکے بحسرت یہ کہا کہ ایسی اولاد پروردگار نے ہم کو عطا نہ کی یہی تمنا دل میں رہی فرمایا ہمارے سامنے صید کرکے کسی جانور کو لاؤ اپنی شجاعت و نشانہ بازی کے جوہر دکھاؤ۔

یہ سنکے دونوں نے گھوڑے بڑھائے پہلے تو گھوڑوں کی چل پھر گشت اس حسن سے دکھائی کسی نے دیکھا کسی کو نظر نہ آئی گھوڑے تھے کہ چھلاوہ تھے تیز روی میں نسیم و صبا بھی گرد تھی راکب و مرکب کی سرعت فرد تھی۔

اک ایسے سانس لی وہ ادھر کو روانہ تھا	تار نفس بھی اُسکے لیے تازیانہ تھا

الغرض ایک خنزیر نر ہزبر تن پیکر نکلا یہ دونوں رکیبوں سے گھیر کے ... بادشاہ کے پاس لائے بہمن ...

سے کود اسپر تلوار لے کے لڑنے لگا کس کس خوبصورتی سے اُسکے نیچہ سے جسم کو بچا یا فن سپہ گری دکھایا پھر دانٹ کر تُلا ہوا ہاتھ لگایا دو ٹکڑے کیے کم و بیش نہوتے پایا دونون پلے برابر تھے نصف ادھر نصف ادھر تھے شور تحسین و آفرین کا بلند ہوا بادشاہ ذیجاہ نہایت محظوظ و خورسند ہوا گھوڑے سے اُتر پڑا دیر تک گلے سے لگا کے پیار کیا اشرفی روپیہ دست و بازو پر نثار کیا تمازت آفتاب سے چہرے مثل گل کملائے ہوئے تھے دن زیادہ چڑھ آیا تھا اس وجہ سے گھبرائے ہوئے تھے بادشاہ نے دولت سرا کا عزم کیا دونون شہزادون سے فرمایا ہمارے ہمراہ چلو۔

بہمن نے ہاتھ باندھ کے عرض کیا کہ ای شاہ فلک بارگاہ ؎

خدیو فلک شاہ عالی گہر　　زمین بوس ہون جسکے شمس و قمر
جہان تیرے پرتو سے ہی کامیاب　　ہی تو برج اقلیم مین آفتاب
اسی مہر سے ہی منور یہ ماہ　　جہان پرور اور ہو جہاندار شاہ
جہان عدل سے تیرے آباد ہی　　غریبون فقیرون کا دل شاد ہی
پھرے بھاگتا مور سے پیل مست　　زبردست ظالم پہ ہی زیردست
بیان سخاوت کرون جو قسم　　تو دُر ریز کاغذ پہ ہو دے قلم
نظر سے توجہ کی دیکھا جدھر　　دیا مثل نرگس اُسے سیم و زر
اُسے عدل کی جو طرح یاد ہی　　کسے یاد ہی یہ خدا داد ہی
ستم اُسکے ہاتھون سے رویا کرے　　سدا فتنۂ دہر سویا کرے
گھرون مین فراغت سے سوتے ہین سب　　پڑے گھر مین چور اپنے روتے ہین سب
لکھون گر شجاعت کا اُسکے بیان　　قلم ہو مرا رستم داستان
غضب سے وہ ہاتھ اپنا جب اُٹھائے　　اجل کا طپانچہ قسم اُسکی کھائے
جہان تک کہ ہین علم و کسب و کمال　　ہر اک فن مین ماہر ہی وہ خوش خصال

حضور کے حکم کی تعمیل ہم پر فرض ہی صرف اسقدر عرض ہی قبلہ عالم نے ایسا الطاف فرمایا کہ سر خاک افتادہ بر سر افلاک پہونچایا ؎

بدست مرحمت از خاک برداشت　　سر احقر باوج عزت افراشت

ہم حضور کی رعیت و فرمانبردار ہین جان نثار و تابعدار ہین ؎

من بندۂ حضرت کریم　　پروردۂ نعمت قدیم

آج کی گستاخی معاف ہو صبح خداوند نعمت جو رسنہ مین رونق افروز ہونگے تو خانہ زاد شرف آستان بوس حاصل کرینگے۔

بادشاہ نے اسکا سبب پوچھا پرویز عرض پیرا ہوا پیر و مرشد ہم دونون خانہ زاد ہین فرمانبردار ایک نہاد دنیا ایک ہماری بہن ہے نام کو جدا ہین مگر ایک روح دو تن ہے کوئی کام بے مشورہ نہین کرتے ہین ہمیشہ طریق مشاورت پر قدم دھرتے ہین بادشاہ نے فرمایا ہین تمھاری محبت برادرانہ سے انتہا کا راضی ہوا بخوشی اجازت دی۔

یہ دونون آداب بجا لائے رخصت ہو کے اپنے باغ مین آئے بہن سے بادشاہ کے مل جانے کا حال عنایت و الطاف خسروانہ فرمانے کا مقال کہکے کہا کہ سلطان عالم اپنے ہمراہ لیے جاتے تھے ہم آج کی مہلت لیے کے چلے آئے۔

وہ بدمزہ ہوئی کہا تم کیسے نادان ہو سطوت و صولت سلطانی کا خوف نہ آیا جانے کا انکار کیا عدول حکمی کا اندیشہ نہ ہوا بادشاہون کا نازک مزاج دم بھر مین منغص ہو جاتا ہے آدمی جی سے اُتر جاتا ہے دم سحر سیدھے چلے جانا خطا کا عذر کرنا قصور معاف کرانا در دولت پر سواری پہونچانا بلا اجازت واپس نہ آنا۔

ادھر یہ گفتگو تھی اُدھر سپہر نے چادر سفید نورانی سطح آسمان پر بچھائی ماہ و ستارون پر اُداسی چھائی شعاع مہر کی تجلی سے ایسے محجوب ہوے کہ گوشہ مغرب مین جا کر غروب ہوے شہرزاد پری نژاد حیرت سے خاموش ہوئی زبان تکلم بند کر لی ؎

خمارِ شب ہوا گردون سے جب دور	ہنسا اک بار جام مہر پر نور
ہوا خورشید سے پھر روز روشن	سحر ہوتے لٹا تارون کا خرمن
تجلی مہر کی ظاہر ہوئی جب	وہین زائل ہوئی تاریکی شب

گوہر کواکب جوہری دہر نے درج عدم مین رکھا اور برج آبگینۂ مشرق سے نگار خورشید سنہری سہرا خطوط شعاع کا باندھے دولھا بنا ہوا قلۂ کوہ پر آیا شہریار بیت الراحت سے اُٹھا اورنگ سلطنت پر جلوہ دیا وزیر امیر ارکان دولت شرف یاب ملازمت ہوے مصروف کار و بار خدمت ہوے تمام دن نظم و نسق کا مشغلہ رہا اہل حاجت کا پیش معاملہ رہا آخر فلک شعبدہ باز نے رنگ بدلا روز روشن کو شب کی سیاہی نے چھپا لیا دن بخیر و خوبی تمام ہوا شمع کا فوری جلانے کا انتظام ہوا ؎

سیاہی رات کی گردون پہ چھائی	چراغ ماہ لے کر شام آئی
زوال آیا عروج مہر پر جب	بڑھایا ماہ نے پھر رتبۂ شب

شہریار دربار برخاست کر کے خلوت سرا مین در آیا شہرزاد کا مدعا بر آیا پہلے آرام کیا جب نیند سے بیدار ہوا بیان داستان کا حکم دیا۔

شہرزاد گویا ہوئی کہ اے سلطان والا دودمان سے

بدمنہ اسے جبین بدر بھی ہوتا ہی ہلال	بسکہ یان سجدے کے مشتاق ہین برنا و بال
یہ وہ در ہی کہ ہم آکے جہان پہونچا وے	رتبہ بالی ہما ہر مگس بے پر و بال
آسمان کا یہ وہ عالم ہے کہ جسکے در پر	جتنے ہین خاک نشین باغ کرم کے ہین نہال
جس جگہ تیری مروت کا زبان پر ہو ذکر	شعلہ وان خس کی اذیت کو سمجھتا ہی وبال
قول پر آن کے ہوتی تری ہمت جو دلیل	پوچھتا ہین حکما سے ہی خلا کیونکہ محال
ہمسر کا تیرے اگر عکس پڑے دریا پر	در مکنون سے ہو مشت صدف مالامال
چاہیے ابر گہربار پسارے دامن	پونچھکر چہرے کو جھٹکے جو تو اپنا رومال
جس گھڑی دہر مین تیرا ہو کف جود بلند	اور اسوقت کرے آکے کوئی تجھ سے سوال
ہو یہ اپنا رطلا دست مین ہر سائل کے	کہ جسے پنجہ خورشید کا پہونچے نہ خیال
قطع نے جس حرف نون سے ترے عہد کے بیچ	سین دو واو و الف ولام کو ڈالا ہی نکال
تو وہ عادل ہی جہان مین کہ قلمرو مین ترے	چیونٹی بھی دست تعدی سے ہو وے پامال
صولت قہر کے آگے ترے یون دیو سیاہ	رخ سے آگ کے جون تاب مین آجاوے بال
روز میدان قدم اپنا تو جہان گاڑے وہان	کوہ کا سینہ پھٹے دیکھ ترا استقلال
شرق سے غرب تلک غرب ترے نیزے کا	دھاک ہی تیغ جنوبی کی ترے تا بشمال
اسکی خون ریزی سے یون فوج عدو گھونگھٹ لگائے	جون مہ نو سے محرم کے پلٹتا ہی سال

وہ شب ادھر سلطان خسرو کو بیداری مین گذری ادھر شہزادون کی نیند اڑ گئی دلکو دل سے راہ ہوتی ہے نہ کہ خون کا جوش تعلق خاطر کا ذریعہ اس سے کیا بڑھکر ہوگا۔

غرض کہ جون تون رات بسر کی جب صبح کا تارا بلند ہوا شاہزادون نے لباس عمدہ پر تکلف زیب جسم کیا ہتھیار نفیس و افر لگا کے گھوڑون پر سوار ہو کے سلطان سے پہلے رستہ کے دروازے پر
گوشہ ... پوشیدہ ... پاکے بیٹھے۔

اس اثنا میں سلطان خسرو کی سواری آئی دونوں نے تسلیم کو گردن جھکائی سلطان دیکھکر انکے
ہوکے جوش سے کلیجہ منہ کو آنے لگا دل میں سوچنے لگا کہ اے خالق بے نیاز یہ کیا ماجرا ہے انکے دیکھنے سے
کے دل ہونے کا سبب کیا ہے —

پھر شکار میں مصروف ہوا اُس روز پرویز نے اپنا فن و زور دکھایا گیدڑ کو کمند میں پھنسا کر
لے آیا سلطان خسرو پھر تبہ مسرور ہوا اور وزرا سے فرمایا کہ شہزادے کا ثانی نہ چھوٹے کا ہمسر ہے دونوں
میں لطف قدرت کا ہے پرویز تسلیم بجالایا نذر دے کر شہزادے بھائی بہن کے پاس آیا پھر اس روز سلطان
نے شکار نہ کھیلا شہر کی طرف پھرا راہ میں دونوں سے باتیں کرتا دارالامارہ میں داخل ہوا شہزادہ پرویز کی
بیساختہ اُنکی زبان پر یہ اشعار آئے مبارکباد کے طور پر بادشاہ کو سنائے

کیا ولی عہد و ہر دو شہزادے اب یہ آئے — برج سعد قسمت کے دو کوکب یہ آئے
دو مسیحا آئے بہر درد ہجر — خاطر طالب کے دو مطلب یہ آئے
دو قمر اک بار آئے ہیں نظر — تھا زبانوں پر یہی جس شب یہ آئے
مژدہ اس آمد کا ہے سامان زیست — جان میں جان آئی گویا جب یہ آئے
پھر استقبال میں پہونچا مگر — کون جانے کون آئے کب یہ آئے
گوش بر آواز لب پر یہ دعا — مجھکو شعور دے کہیں یارب یہ آئے
دیکھکر گرد سواری یک بیک — منتظر یوں بول اُٹھے سب یہ آئے
ایک کی تھی ایک سے تکرار یہ — میرا جذب شوق لایا جب یہ آئے

ان سب کو بادشاہ نے انعام مرحمت فرمایا شہزادوں کو بیچ ترتیب وشکل پہنچایا دونوں
رشک آیا خاصے کا وقت جو آیا انکو دسترخوان پر یاد فرمایا اسکے بعد ارباب نشاط کی طلب
ہوئی دیر تک ناچ گانے کی صحبت رہی —
ایک مطربہ خوش گلو قوس ابرو نے بلحن داؤدی یہ غزل گائی مشتاقوں کی جان حزین
کثرت شوق سے لبوں پر آئی ؎

موت کا مجھکو نہ کھٹکا شب ہجران ہوتا — تیرے دروازے پہ گر آپ کا دربان ہوتا
گر مرے ہاتھ تری بزم کا سامان ہوتا — میزبان میں کبھی ہوتا کبھی مہمان ہوتا
دین و دنیا کے مزے جب تجھے کہ دونوں ہیں — ایک میں کفر اگر ایک میں ایمان ہوتا
دل کو آسودہ جو دیکھا تو اختیار خدا آئی — اس سے بہتر تو یہی تھا کہ پریشان ہوتا

خلد مین بند رہے عیش کے سامان پیدا — لطف جب تھا کہ یہ مجموعہ پریشان ہوتا
بے نیازی جو ہوئی میری تمنا سے ہوئی — مجکو ارمان جو ہوتا تجھے ارمان ہوتا
عشق کچھ کھیل نہین ای دل آرام طلب — سیکھنا تھا تجھے وہ کام جو آسان ہوتا
کیا غضب ہی نہین انسانکو انسانکی قدر — ہر فرشتے کو یہ حسرت ہی کہ انسان ہوتا
حشر کے روز تجھے پاس عدالت ہوگا — بخش دیتا جو یون ہی جرم تو احسان ہوتا
ای فلک ہجر مین گھنگھور گھٹا چھائی ہی — دامن ابر بھی میرا ہی گریبان ہوتا
ذبح کے بعد مجھے لطف خلش رہ جاتا — کاش خنجر مین ترے تیر کا پیکان ہوتا
شکر کرتا ہون ملی نعمت غم کھانے کو — آج فاقہ ہی مجھے ای شب ہجران ہوتا
ہوگئی بارگران بندہ نوازی تیری — تو نہ کرتا اگر احسان تو احسان ہوتا
بے تلاشی لیے رہتا نہ کبھی دست جنون — گر مری جیب کے اندر بھی گریبان ہوتا
داغ کو ہم نے محبت مین بہت سمجھایا — وہ کہا مان نہ لیتا اگر انسان ہوتا

غرض کہ اس جلسہ یا رنگ مین شام ہوگئی روشنی روز تمام ہوگئی یا دہ گلگون کا دور ہوا آسمان بھر اور ہوا بادشاہ ذی جاہ جوش محبت اور وفور نشہ سے یہ اشعار زبان پر لائے مارے خوشی کے جامے مین پھولے نہ سماتے کہ خدا نے یہ دن دکھایا دونون شہزادون کو ملایا

مے ارغوانی پلا ساقیا — خدا کے لیے جام بھر بھر کے لا
زمین پر ہی آج اس طرح کی جھلک — ستارون کی جیسے فلک پر چمک
ہوائے بہاری سے گل لہلہے — چمن سارے شاداب اور ڈہڈہے
پلا ساقیا مجکو اک جام مل — جوانی پہ آیا ہے ایام گل
غنیمت شمر صحبت دوستان — کہ گل پنج روز ست در بوستان
پلا آتشین آب پیر مغان — کہ بھولے مجھے سرد و گرم جہان
کدورت جو ہے دل کی دھو ساقیا — ابھی شیشہ مے کو دھو دھا کے لا
درختون نے برگون کے کھولے ورق — کہ لین طوطیان بوستان کا سبق
پلا ساقیا مجکو صہبائے عیش — ملی ہی نصیبون سے یان جائے عیش
ہم مل کے بیٹھے ہین دور شک مہ — قران مہ و مہر ہے اس جگہ
ہر اک برج رشک گلستان ہی آج — بہار وصال غریبان ہی آج

غرض شہزادے بادشاہ کے حضور مین آداب و کورنش اور شکریہ اس عنایت بےغایت کا بجا لاکر رخصت ہوے بادشاہ نے ہنگام رخصت فرمایا کہ کل پھر موافق معمول کے شکارگاہ مین آنا مین پھر اپنے ساتھ تم کو محل مین لاؤنگا مین چاہتا ہون کہ تم اکثر حاضر ہوکے مجکو اپنی حاضرباشی اور گفتگو سے خوشی اور سرور کیا کرو ؎

تمھاری دید سے ہوتا ہون خورسند　　سمجھتا ہون تمھین فرزند دلبند

قبل اسکے کہ وہ شہزادے بادشاہ سے رخصت ہوکے اپنے گھر جائین کہ شہزادہ بہمن نے عرض کیا کہ ہماری کمال تمنا اور آرزو یہ ہی کہ کل کے دن جب حضرت واسطے شکار کے قرب و جوار ہمارے غریب خانہ کے رونق افزا ہون تو وقت مراجعت کے ہمارے مکان مین قدم رنجہ فرماکے ذرا توقف و آسائش فرمائین کہ موجب کمال عزت و سرفرازی ہماری اور ہماری ہمشیر کا ہوگا اگرچہ وہ گھر حضور کے جانے کے لائق کہان مگر کبھی کبھی بادشاہان ذوی الاقتدار کلبۂ فقرا مین تشریف لیجاکے اُنکو سرفراز فرماتے ہین ؎

ز قدر و شوکت سلطان نگشت چیزے کم　　ز التفات بمہمان سرای دہقانی
کلاہ گوشۂ دہقان بآفتاب رسید　　کہ سایہ بر سرش انداخت چون تو سلطانی

ع شاہان چہ عجب گر بنوازند گدارا ؎ —

بادشاہ نے فرمایا کیا مضائقہ ہی گھر تم ایسے آدمیون کا یقینی اچھا اور موافق تمھاری وضع و حال کے ہوگا مین ضرور تمھارے گھر جاکر تمھارا اور تمھاری بہن کا جسکو مین بےدیکھے ہوے بہت اچھا اور زیرک سمجھتا ہون مہمان ہونگا کل علی الصباح مجکو تم اُسی جگہ پاؤگے جہان کہ تم سے پہلے دن ملاقات ہوئی تھی تم وہان حاضر رہنا —

شہزادہ بہمن و شہزادہ پرویز دونون بادشاہ سے رخصت ہوکے گھر مین آئے اور اس حال کو اپنی بہن سے کہا کہ کل بادشاہ نے ہمارے گھر آنے کا وعدہ فرمایا ہی بعد شکار کھیلنے کے تشریف فرما ہونگے تھوڑی دیر ٹھہرکے روانہ ہونگے —

شہزادی زہرہ جبین نے یہ کلام سُنکر کہا اس صورت مین ضرور ہی کہ تیاری کھانے کی لائق بادشاہ کے کیجائے تاکہ بر وقت موجب خجالت کا نہو پھر اُسنے اپنے بھائیون سے کہا کہ اس امر مین مشورہ اُس مرغ خوش الحان سے کرنا ضرور ہی بموجب اُسکی صلاح کے وہ طعام جو قابل پسند سلاطین کے ہو تیار کرنا چاہیے شہزادون نے کہا بہت اچھا اس سے صلاح کرکے تیاری کھانون کی کرنا مناسب ہی

یہ کہکے وہ دونون شہزادے آرام کرنے گئے اور شہزادی نے پنجرہ چڑیا کا اپنے آگے رکھکے کہا کہ بادشاہ نے کل کے دن ہمارے گھر آنے کا وعدہ کیا ہے اس صورت مین ہم کو ضرور ہے کہ انکی دعوت کا وسیلہ سرانجام کرین باحسن الوجوہ انجام یہ کام کرین جو لائق شاہان اولو العزم ہے پس کیا کیا کھانے پکوائین جو بطیب خاطر وہ نوش فرمائین۔

اتنے مین ع

پھولا شفق سے چرخ پہ جب لالہ زار صبح — گلزار شب خزان ہوئی آئی بہار صبح
کرنے لگا فلک زر انجم نثار صبح — سرگرم ذکر حق ہوے طاعت گذار صبح

تھا چرخ اخضری پہ یہ رنگ آفتاب کا
کھلتا ہے جیسے پھول چمن مین گلاب کا

آمد وہ آفتاب کی وہ صبح کا سماں — تھا جسکی ضو سے وجد مین طاؤس آسمان
ذرون کی روشنی پہ ستارون کا تھا گمان — نہر فرات بیچ مین تھی مثل کہکشان

ہر نخل پر ضیا سے سر کوہ طور تھے
گویا فلک سے بارش باران نور تھے

چمکا ستارہ صبح کا بالاے آسمان — روے زمین پہ مہر ہوا جب گہر فشان
باقی رہا فلک پہ نہ مہتاب کا نشان — اور مسجد و چمن ہونے لگی صبح کی اذان

بیدار سب جہان ہوا شب کے خواب سے
پڑھنے لگے نماز بصد آب و تاب سے

شہرزاد نے بھی خاموشی اختیار کی شہریار نے بعد ادائے نماز تیاری دربار کی تخت سلطنت پر جلوہ کنان ہوا ہر دادخواہ اپنی داد سے کامران ہوا جب دن تمام ہوا اور وقت شام ہوا بادشاہ دربار سے خلوت کدہ مین تشریف لایا اکل و شرب کے بعد آرام فرمایا جب بیدار ہوا قصہ کا اظہار ہوا شہرزادی نغمہ سنج بیان ہوئی مدح سرائی مین عذب البیان ہوئی ع

یہ دولت سرا خانۂ نور ہو — سدا عیش و عشرت سے معمور ہو
ہمیشہ خوشی سے رہے دل سبز باغ — نہ دیکھا کسی دل پہ جز لالہ داغ
سدا عیش و عشرت سدا راگ و رنگ — نہو زیست سے کوئی اپنے پہ تنگ
ہنرمند ہون اہل حرفہ تمام — ہر اک نوع خلقت کا ہو ازدحام

ہزاروں پری پیکر اُس کے غلام	کمربستہ خدمت میں حاضر مدام
سدا ماہرویوں سے صحبت رہے	سدا جامہ زیبوں سے رغبت رہے

حضور چڑیا نے کہا بی بی صاحب اچھے اچھے باورچی تمہارے نوکر ہیں اُن سے قسم قسم کے نمکین و شیرین کھانے پکواؤ لیکن قبل سب کھانوں کے ایک قاب کھیرے کی اُس کی جیسے موتی بھرے ہوں آگے بادشاہ کے رکھنا۔

شہزادی نے یہ سُنکر کہا میں نے آج تک کھیرے کی آش موتیوں کے ساتھ نہیں سُنی بادشاہ اسے دیکھکر نہایت تعجب کرے گا اسواسطے کہ اسوقت بادشاہ واسطے کھانا کھلانے کے بیٹھے گا نہ موتی دیکھنے کو اور ماورا اسکے اسقدر موتی ہمارے پاس کہاں ہیں کہ ساری قاب پر چنے جائیں اور بادشاہ کے سامنے رکھے جائیں۔

چڑیا نے کہا بی بی جو میں کہوں اُسکو تم ضرور کرو میں تمہاری دولت خواہ ہوں بُرے امر کی کبھی صلاح نہ دونگی اور تم جو موتیوں کے واسطے اندیشہ کرتی ہو کل فجر کے وقت اپنے رمنے میں جاکر دست راست کی طرف ذرا نیچے درخت کے نیچے کھدوانا وہاں تم بہت سے موتی پاؤگی خاطر خواہ اپنا دامن بھر لاؤگی۔

چنانچہ دوسرے دن علی الصباح وہ شہزادی ایک باغبان کو اپنے ہمراہ لیکے رمنے میں گئی اور اُس مقام کو جہاں چڑیا نے بتایا تھا کھدوایا جب اُسنے بڑا گڑھا کھودا اُسکا کودال ایک سخت چیز پر جاکے لگا تب مالی نے ہاتھ سے اُسکی مٹی سرکائی ایک صندوقچہ طلائی یوان گز کے مربع میں اُسکے نظر پڑا مالی نے شہزادی سے جاکر یہ سب حال بیان کیا شہزادی نے مالی سے کہا میں تجھکو اس کام کے لیے یہاں لائی تھی خبردار تیری کودال سے کہیں اُس صندوقچہ کو صدمہ نہ پہونچے بڑی ہوشیاری سے اُسکو زمین سے نکال کر اٹھاتا میرے پاس لانا۔

جب وہ صندوقچہ شہزادی کے حضور میں آیا اُسنے اُسے کھولا وہ صندوقچہ موتیوں سے بھرا ہوا پایا جنکے سب دانے گول اور مقدار میں برابر دیکھے ان لائق اُسی کام کے تھے جس کام کو چڑیا نے بادشاہ کے لیے تجویز کیا تھا۔

شہزادی اُن موتیوں کو پاکر بہت خوش ہوئی اور اپنے ہاتھ میں لے کے گھر کو چلی دونوں شہزادے شہزادی زہرہ جبین کو فجر کے وقت مالی کے ہمراہ باغ کی طرف جاتے دیکھکر بہت متحیر ہوئے کہ آج خلاف معمول شہزادی وہاں کیوں گئی پھر وہ بھی جلدی سے کپڑے پہن باغ کی طرف روانہ ہوے

دور سے اُسکو دیکھا کہ کچھ لیے آتی ہی جب نزدیک پہونچے اُنھون نے ایک سونے کا بکس اُسکی
بغل مین دیکھا پوچھا کہ ای بہن جب تم مالی کے ہمراہ باغ کی طرف جاتی تھین ہم نے تمھارے پاس
کچھ نہین دیکھا تھا اب ایک سونے کا صندوقچہ تمھارے پاس دیکھنے مین آتا ہی شاید تم نے
خزانہ اِس باغ مین پایا۔

زہرہ جبین نے کہا کہ مین اس باغبان سے فلانے درخت کے نیچے زمین کھُدواتی تھی وہان سے
مین نے یہ بکس موتیون سے بھرا ہوا پایا ان موتیون کو دیکھکر بہت خوش ہوگے پھر شہزادی نے بکس
کھول کر موتی اُنکو دکھائے شہزادے موتیون کو دیکھکر بہت خوش ہوے پھر شہزادی بولی کہ تم میرے ساتھ
آؤ مین بڑے ایک امر مشکل مین ہون۔

شہزادہ پر ویز نے کہا کہ وہ امر ہمارے سُننے کے قابل ہی یا نہین شہزادی زہرہ جبین نے وہ مشورہ
جو بولتی ہوئی چڑیا نے اُسکو دیا تھا اپنے بھائیون سے ظاہر کیا اور وہ تینون بھائی بہن مل کے دیر تک
سوچتے رہے کہ اس چڑیا نے کسواسطے کھیرے کی قاب کو موتیون کے ساتھ بادشاہ کے آگے
رکھنا تجویز کیا ہی پھر جب کسی امر نے اُنکے قرار نہ پایا شہزادی زہرہ جبین نے کہا کہ کچھ فائدہ اُس
چڑیا نے ضرور اپنے نزدیک ٹھہرا کے صلاح اس امر کی دی ہی یہ کہنا اُسکا کسی طرح لغو نہین اُسکے
کہنے پر ہم کو عمل کرنا ضرور ہی۔

نصیحت چو خالی بود از غرض	که دارو ے تلخ ست دفع مرض

پھر شہزادی زہرہ جبین نے اپنے کمرے مین جا کے داروغہ باورچی خانہ کو بلوایا اور حکم کیا کہ کل کے
دن سب طرح کے کھانے لائق بادشاہ کے تیار کر اور ایک قاب تو اپنے ہاتھ سے جسمین غیر کو دخل
نہو کھیرے کی موتیون کے ساتھ بھی تیار کرکے موجود رکھنا۔

داروغہ باورچی خانہ کا کھیرے کے کھانے کو سُنکر بہت متعجب ہوا اور دل مین کہنے لگا کہ آج تک ایسا
کھانا کسی نے نہین کھایا اور نہ اُسکی فرمائش کی۔

شہزادی نے بفراست اُسکا متعجب ہونا سمجھکر کہا تیرے بشرے سے معلوم ہوتا ہی کہ اِس نئی فرمائش
کے کرنے سے مجھے بیوقوف سمجھا ہوگا مین بھی جانتی ہون کہ اس قسم کے کھانے کو کوئی کھاتا نہین ہی
مگر تجھے اس سے کیا کام ہی جیسا کہ مین نے حکم دیا ہی اُسی طرح سے تو بجا لا اور اِس صندوقچے کو
جسقدر موتی خرچ اور درکار ہون اسمین سے خرچ کر اور باقی کو اسی بکس مین رہنے دے کہ
وقت ضرورت پھر کام آئینگے۔

داروغہ نے اُسکے جواب مین کچھ نہ کہا اور کرسی مع نیونگا لیکر چلا گیا پھر شہزادی زہرہ جبین نے اپنا گھر اور باغ ہر ایک ساز و سامان اور فرش فروش سجا اور تیار کیا مکان کی آرایش کیا یان کیجاے فرش فروش چھت پردے قالین وغیرہ سب اعلے درجہ کے شیشہ آلات اور اسباب تحفہ و نادر ہر دیار و امصار قرینے سے میز دن پر سجا ہوا بارہ دری انواع و اقسام کے تکلفات سے آراستہ و پیراستہ تھی دُلھن کی طرح جھلمگ جھمک کر رہی تھی ایسی کسی نے دیکھی نہ سُنی تھی -

المختصر دوسرے دن فجر کے وقت شہزادہ بہمن و پرویز اُسی جگہ پر جہان بادشاہ سے ملاقات ہوا کرتی تھی جا کر حاضر ہوے اور بادشاہ آکر شہزادون کے ساتھ دیر تک شکار کھیلا کیا -

تصویر بادشاہ کی شکارگاہ مین مع شہزادون کے شکار کھیلنے کی

جب کہ گرمی آفتاب کی تیز ہوئی تب بادشاہ شکارگاہ سے پھر کے متوجہ ان شہزادون کے محل کی طرف ہوا جب گھر اُنکا قریب پہونچا اور نظر آنے لگا شہزادہ پرویز نے آگے سے جا کے اپنی بہن کو بادشاہ کے آنے سے آگاہ کیا -

شہزادی خبر بادشاہ کے پہونچنے کی سُنکر واسطے استقبال کے آگے بڑھکر کھڑی ہوئی اور جب بادشاہ اُس گھر کے قریب پہونچ کر ڈیوڑھی کے پاس گھوڑے سے اُترا زہرہ جبین نے دوڑ کر اپنے تئین بادشاہ کے قدمون پر ڈالا اور اُسکے دونون بھائیون نے عرض کیا کہ یہی ہماری ہمشیرہ ہے

فوراً نظر بادشاہ کی پہلے سب کے فوارے پر جا پڑی دیکھا کہ پانی زرد مانند دونے کے چھٹ رہا ہے پھر بادشاہ نے خوش ہوکے پوچھا کہ یہ عجیب طرح کا فوارہ ہے میری نظر سے ایسا فوارہ نہیں گذرا ہے اسکا خزانہ کہاں ہے اور کیونکر یہ اسقدر بلند ہوکر چھوٹتا ہے اور تم نے اسکو کہاں سے پایا اور کیونکر بنوایا میں اسکو نزدیک سے دیکھونگا ـ

شہزادی نے کہا بہت بہتر ہے یہ کہکر وہ بادشاہ کو فوارے کے پاس لے گئی بادشاہ اُس فوارہ کو دیکھ رہا تھا کہ ایکبارگی اُسنے گانے کی آواز سنی کہ طرح طرح کی نوا اور تانون سے گانا ہو رہا ہے اُسنے چارون طرف نگاہ اُٹھا کے دیکھا تاکہ گانے والے کو دیکھے اُسکو نہ نزدیک نہ دور گانے والا نظر پڑا فقط آواز گانے کی سُنائی دیتی تھی ـ

تب بادشاہ نے پوچھا کہ یہ آواز گانے کی کہان سے آتی ہے آیا زمین کے اندر سے یا ہوا سے ایسا خوش آیند و دلفریب گانا مین سُن رہا ہون مگر کوئی گانے والا میرے نظر نہین پڑتا بڑے اچنبھے اور تعجب کی بات ہے ـ

شہزادی نے مسکرا کے کہا یہان کوئی گانے والا نہین جو اس راگ کو گاتا ہو آواز [illegible] درخت سے آتی ہے دو چار قدم آگے اگر آپ تکلیف فرمائیگے تو اسکو اچھی طرح ملاحظہ کریئے بادشاہ نے آگے جا کے ایسا اچھا راگ سُنا کہ محو ہو گیا ـ

الغرض بادشاہ کبھی فوارہ کی طرف متوجہ ہوتا اور کبھی گانے کی طرف جو درخت سے سُنائی دیتا تھا توجہ فرماتا اور نہایت خوش و محظوظ ہوتا اور تصور کرتا کہ آیا یہ امر واقع مین ہے یا سحر کا کارخانہ ہے خدا کی قدرت مشہور زمانہ ہے صناع حقیقی کی صنعتون کا مدح خوان ہوا اُسکی شان مین یہ اشعار ورد زبان ہوا ـ

نہین تیرا کوئی نہ ہوگا شریک　　تری ذات ہے [illegible] لاشریک
پرستش کے قابل ہے تو ہی کریم　　کہ ہے ذات تیری غفور و رحیم
رہے حمد مین تیرے [illegible]　　[illegible] سر کے بل
تو [illegible] ہے [illegible]　　تو [illegible] خلق
کسی سے [illegible]　　[illegible]
اگرچہ بیان کیا ہو اور [illegible]　　[illegible] کسی [illegible] نہین
[illegible] ملک [illegible]　　[illegible] زمان [illegible]

وہی نور ہے سب طرف جلوہ گر	اُسی کے یہ ذرے ہیں شمس و قمر
اُسی گل کی ہے بوسے خوشبو گلاب	بھرے ہے لیے ساتھ دریا حباب

تصویر بادشاہ کی شہزادی زہرہ جبین کے ہمراہ سیر باغ کرنے اور عجائبات دیکھنے کی

بہرکیف بادشاہ نے زہرہ جبین سے پوچھا یہ درخت عجیب کہاں سے تم نے پایا کہ اسے اپنے باغ مین لگایا کسی نے بطور تحفہ تمہین دیا ہی یا کسی شہر دور دراز سے تم منگوا لائی ہو بیشک یہ درخت بہت دور دراز جگہ سے آیا ہوگا اس درخت کا نام کیا ہی۔

زہرہ جبین نے عرض کیا کہ خداوندا اس درخت کا نام گانے والا درخت ہی اس دیس مین یہ درخت نہین ہوتا اسکے حال کے عرض کرنے مین کہ کہان سے یہ درخت آیا ہی اور کیونکر میرے ہاتھ لگا بہت دیر ہوگی اس درخت اور سونے کے فوارے اور بولتی چڑیا کو مین ایک ہی وقت مین لائی ہون اب تیسری چیز جو باقی ہی آپ چل کے دیکھیے جب حضور ذرا شکار کی ماندگی سے ستائینگے مین ان تینون اشیاء عجیب کا حال بہ تفصیل عرض کرونگی۔

بادشاہ نے فرمایا بسبب دیکھنے ان عجیب و غریب چیزون کے میرے سے ماندگی شکار کی جاتی رہی اب تم مجھے بولتی چڑیا کو دکھاؤ وقت پھرنے کے باغ سے بادشاہ نے پھر فوارے کو اچھی طرح سے دیکھکر فرمایا مین نہ تو اسکا کہین خزانہ دیکھتا ہون کہ جہان سے پانی اسکا آنے کی راہ سے

کسی ظرف مین آتا ہو اور نہ کوئی ظرف نظر پڑتا ہی۔

شہزادی زہرہ جبین نے کہا آپ سچ فرماتے ہین اس فوارہ کا خزانہ نہین کہ جہان سے یہ پانی آتا ہو فقط ایک ظرف سنگ مرمر کا نہایت چھوٹا سنہرے پانی سے بھرا رکھا ہی وہ پانی خود بخود جوش کھا کے اُبلتا ہی اور فوارہ ہو کے دن رات نکلتا ہی اور پھر وہ پانی بلند ہو کے اُسی ظرف مین گرنے کبھی گھٹتا نہین زیادہ اور بڑھتا نہین۔

بادشاہ یہ سُنکر نہایت متعجب ہوا اور کہا اب بولتی چڑیا کہان ہی تا کہ اُسے دیکھون شہزادی بادشاہ کو بارہ دری مین لے گئی وہان اُسنے سیکڑون جانور خوش الحان دیکھے کہ درختون پر بیٹھے ہوے چہچہا رہے ہین اُسنے متعجب ہو کے پوچھا کہ اس قدر جانورون کا یہان جمع ہو کر قسم قسم کی بولیان خوش آوازی سے بولنا کس سبب سے ہی۔

شہزادی نے کہا یہ سب چڑیان مصاحب اور شاگرد بولتی چڑیا کی ہین جسکا پنجرا اس بارہ دری کی کھڑکی مین لٹکتا ہی اب بہت اچھے راگ سُنیے گا کہ بہتر ان سب چڑیون کے اگون اور بلبل ہزار داستان کے گانے سے ہین پھر جب سلطان اُس بارہ دری مین گیا اُس چڑیا کو سُنا کہ چہچہا رہی ہی نہایت عمدہ طرح سے گا رہی ہی۔

شہزادی زہرہ جبین نے پکار کے کہا کہ ای میری لونڈی چڑیا تو نہین دیکھتی ہی کہ بادشاہ سلامت یہان تشریف لائے ہین اُنکو آداب بجا لا اُس چڑیا نے شہزادی زہرہ جبین سے اس کلام کو سُنکر گانا موقوف کیا ساتھی اُسکے اور سب چڑیان بھی چپ ہو رہی پھر اُس چڑیا نے بادشاہ سے عرض کیا کہ حضور بہت خیر و عافیت سے ہین اور بہت دعائین دین اور وہین دسترخوان بچھا تھا بادشاہ بارہ دری مین نزدیک اُسی پنجرے کے بیٹھ گیا اور چڑیا کا جواب سلام دے کر کھانے کی طرف متوجہ ہوا انواع و اقسام کے شیرین و نمکین کھانے لذیذ و معبر چنے ہوے تھے مگر پہلے سب کے قاب کھیرے کی جو اُسکے آگے رکھی ہوئی تھی آگے اپنے کھینچ کر قصد کھانے کا کیا اُسکو کھیرے کی آش اور اُسپر موتی چنے ہوے دیکھکر نہایت تعجب ہوا اور شہزادی زہرہ جبین اور اُسکے دونون بھائیون سے پوچھا کہ یہ چیز قابل کھانے کے نہین کسواسطے میرے سامنے رکھی وہ تینون بہن بھائی کہ اس رمز و حکمت سے اصلا واقف نہ تھے خاموش ہو رہے۔

چڑیا نے جواب دیا کہ بادشاہ کو کھیرے کی آش پر موتیون کو چنا ہوا دیکھکر تعجب آیا اور ملکہ رنجی بی بی کے کتا بلی چچھوندر جننے سے تعجب نہ آیا۔

بادشاہ نے جو اسے پڑیا کہ مین نے اُن عورتون سے جو ملکہ کی خدمت مین وقت وضع حمل حاضر تھین سُنا ہے باور کیا چڑیا نے کہا کہ وہ عورتین ملکہ کی بہنین تھین آپ کی توجہ اور عنایت ملکہ کے حال پر دیکھکر انکو حسد پیدا ہوا تھا آپ کے ناخوش کرنے کے لیے اور آپ کا مزاج برہم کرنے کو ملکہ سے یہ فریب کیا تھا اگر آپ اُنسے یہ تہدید پوچھین تو وہ اپنے قصور کا اقرار کرینگی یہ دونون بھائی اور اُنکی یہ بہن آپ کے فرزند ہین نور بصر جگر پیوند ہین انکو اُن عورتون نے ایسے چھپا کے ہر ایک کو وقت پیدا ہونے کے پارچے مین لپیٹ کے اور پٹاری مین بند کرکے نہر مین ڈال دیا تھا یہ تینون بچے بہکر آپ کے داروغہ باغ کے ہاتھ لگے تھے اُسنے انکو دائیان رکھکے کمال ناز و نعمت سے پرورش کیا اور ابتدائے سن تمیز سے تعلیم و تربیت ہر ایک امر سے کرتا رہا اور چونکہ وہ لاولد تھا اپنے بیٹی بیٹا سمجھ کر ان دونون شہزادون اور شہزادی کو بڑے ناز و نعمت سے پالا آپ کے گھر مین بھی اسی طرح پرورش پاتے جیسا کہ یہان چاہ پیار سے پرورش ہوئے یہ تو با وہ گلزار امارت تیرے فرزند ارجمند ہین نور نظر اور دردمند ہین ۔

بادشاہ کو چڑیا سے جب حقیقت اس مقدمہ کی بخوبی معلوم ہوئی مفصل مفہوم ہوئی خون محبت نے جوش کھایا اُنکو گلے سے لگایا مارے خوشی کے جامے مین پھولے نہ سمایا حسب حال اپنے یہ بند زبان پر لایا ۔

تھی پریشان انتظار سے آنکھ — نہین ملتی تھی ایک یار سے آنکھ
شکر ہے ہوگئی قرار سے آنکھ — لڑگئی یار گلعذار سے آنکھ
اب نہین چھپتی ہزار سے آنکھ

ٹپکی پڑتی ہے اک محبت سی — خود بخود چھا رہی ہے الفت سی
صاف ہین آئینہ کی صورت سی — کچھ وہ حیرت سی کچھ وہ حسرت سی
خوب بنتی ہے انتظار کی آنکھ

چار آنسو بھی جب بہائے ہین — دل کے ٹکڑے مژہ پہ آئے ہین
وصل نے رنگ کیا دکھائے ہین — فرط شادی سے اشک آئے ہین
واہ آئی ہے کیا بہار سے آنکھ

بزم مین کوئی انجمن آرا — مہربان ہو اگر تو کیا کہنا
دے وہ بھر بھر کے ساغر مینا — دو بدو یون ہے مے کشی کا مزا

جام سے لب ملے تو یار سے آنکھ

اسعد! مندر ہی نازکی دماغ　　گل ہی گل سوجھتے ہین باغ ہی باغ
ہو گیا عیش جاودان سے فراغ　　نشہ تیرا اتر گیا اے داغ

کھل گئی غفلت خمار سے آنکھ

پھر بادشاہ نے کہا اے چڑیا مجکو تیرے کہنے پر یقین ہوا اور جو کچھ کہ تو نے کہا سچ کہا اسواسطے کہ جب سے مین نے ان تینون کو دیکھا ہی بسبب جوش خون کے بے اختیار مانند فرزندون کے انکو پیار کرتا ہون اور محبت والفت ان تینون کی میرے دل کو ایسا کھینچتی ہے جیسے مقناطیس لوہے کو یہ سب آثار اسی امر پر دلالت کرتے ہین کہ یہ تینون بچے میری اولاد اُس ملکہ بے قصور کے بطن سے ہین یہ فرماکر بادشاہ نے ان تینون فرزندون سے آب دیدہ ہوکر فرمایا اب تم مجکو اپنا حقیقی باپ سمجھو یہ سُنکر وہ کمال محبت وپیار سے دوڑے اور بادشاہ کے گلے لگے اور بیٹھ کے بادشاہ کے ساتھ خاصہ تناول کیا جب کھانے سے فراغت ہوئی بادشاہ نے فرمایا اے فرزندو اب مین تم سے رخصت ہوتا ہون کل پھر تمھارے گھر آؤنگا اور اپنی ملکہ کو جو تمھاری حقیقی مان ہی اپنے ہمراہ لاؤنگا اور تمھارا دیدار دکھاؤنگا۔

یہ کہکے بادشاہ فریجاہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور جلدی سے اپنے دولتخانہ مین آکر وزیر اعظم کو حکم دیا کہ جلد جاکر اُن دونون نابکارون یعنی ملکہ کی دونون بہنون کو جنھون نے شقاوت قلبی سے یہ فساد اُٹھایا تھا گوہر شب چراغ شہریاری لعل بے بہاے جہانداری کو صدف پٹاری مین بند کرکے نہر مین بہایا تھا اُنکے گھرون سے پکڑکے بعذاب شدید مبتلا کرو اور قفس آہنی مین بند کرو تا حکم ثانی ہرگز نہ رہا کرو۔

وزیر نے فوراً اُن بدبخت حاسدون کو قفس مین داخل کیا پھر بادشاہ سوار ہوکے قیدخانہ مین گیا اُس بے جرم کو رہا کیا عذر بے انتہا کیا تلافی مافات مین ملکہ کی نہایت دلجوئی کی شہر مین غلغلہ ہوا ملکہ کے دن پھرے شاہزادی اور شاہزادے بادشاہ کو ملے اہل شہر اس مژدۂ جان بخش وطرب انگیز سے نہایت خوش ہوے۔

بادشاہ خسروشاہ نے ملکہ سے نہایت معذرت کی اور کہا کہ یہ سب ظلم و ناانصافی جو بہ نسبت تمھارے ظہور مین آئی ہی لہذا اُسے معاف کرو مین نے اُن دونون تمھاری بہنون کو جنھون نے مکر وفریب سے مجکو تجھ بے گناہ و بے قصور پر غضبناک اور خشمگین کیا تھا سزا کو پہونچایا اب میرے

ساتھ چل کے اپنے دونوں بیٹوں اور تیسری بیٹی کو کہ سب جوان حسین و خوبرو ہیں دیکھو اور انھیں اپنی چھاتی سے لگاکے قلب اندوہگین کو سرور راحت سے فرحناک کرو کہ وہ تینوں میرے اور تمھارے فرزند و نور دیدہ ہیں اب حمام کرکے پوشاک نفیس اور زیور گران بہا موافق اپنے رتبے کے پہنو اور میرے ساتھ وہاں چلو۔

ازبسکہ یہ سب اعزاز و اکرام کرنا بادشاہ کا بہ نسبت اُس ملکہ اور خود بہ نفس نفیس اس مجلس تنگ و تاریک میں جانا اور ملکہ سے عفو قصور چاہنا اور ثبوت تینوں فرزندوں کا اُسکے بطن سے کرنا اور سزا پانا اُسکی دونوں بہنوں کا بسبب فریب کرنے کے یہ سب امور جو تمام قلمرو میں مشہور ہوئے لہذا تمام خلق ملکہ بے گناہ کی تعریف اور اُسکی بہنوں پر نفرین کرتی تھی۔

دوسرے روز ملکہ بعد حمام کرنے کے پوشاک شاہانہ اور جواہرات ملوکانہ زیب جسم کرکے بادشاہ کے ہمراہ اپنے فرزندوں کے گھر جانے کو تیار ہوئیں۔

بادشاہ عالی جاہ نے سواری کا اہتمام تزک و احتشام کے ساتھ سرانجام ہونے کا حکم دیا دم بھر دیوانخانہ شاہی سے اُس باغ تک جہاں شہزادے رہتے تھے خلقت کا ایسا مجمع ہوا کہ شانہ سے شانہ چھلتا تھا یک صبا کو رستہ نہ ملتا تھا جو ساتھ سے چھٹ گیا پھر اُسکا پتہ نہ لگا چار سمت تماشائیوں کا ریلہ تھا ہر طرف زہرہ کثیر جم غفیر سے گویا میلہ تھا۔

دفعۃً شاہنشاہ چہارم سریر احتشام سواری خسرو شاہ و ملکہ پارس کی سیر دیکھنے کو افق مشرق سے نمایاں ہوا پرچم شعاعی کا جلوہ بڑی چمک دمک سے عیاں ہوا ماہ باگروہ انجم مغرب کی طرف گرم خیز ہوا نور سحر کی تجلی دیکھ کے ترسان لرزان میدان سپہر سے رواں بقدم تیز ہوا ظلمت شب کافور ہوئی نیند آنکھوں سے دور ہوئی۔

سلطان صبح نے رخ آفاق فق کیا　　اور دور نے قمر کو اُلٹ کر رمق کیا
باطل کو باطل اسنے کیا حق کو حق کیا　　واں رنگ فق کیا یہاں خون شفق کیا

خورشید صبح کا گل دستار ہو گیا
پھر تار تار جیب شب تار ہو گیا

شہرزاد مہر طلعت آسمان کا رنگ انقلاب کا ڈھنگ دیکھ کے ایسی دل تنگ ہوئی کہ صورت تصویر دنگ ہوئی گوہر تقریر کو درج دہن میں چھپایا بادشاہ شہریار عادت سے واقف تھا کچھ نہ فرمایا بستر راحت سے اُٹھا حوائج ضروری سے فارغ ہو کے مصروف نماز بصد نیاز ہوا پھر اورنگ

سلطنت پر جلوہ دیا عدل و انصاف میں مصروف ہوا کسی ظالم کو ظلم سے نجات پاتو اگر کسی غلام نے
بد اعمالی کی سزا دیا کی یہاں تک کہ رعایا [illegible] ہنگام ہوا ہے

ہوا ظلمت میں پھر خورشید پنہان — شتر آیا [illegible] روز [illegible]
دکھائی شام نے پھر شکل آ کر — الکھیلی پھر چیا رسو زلف معنبر

شہریار دربار برخاست کر کے خلوت سرا میں آیا شہرزاد کو اذن دیا پہلے استراحت کی پھر
بیدار ہو کے بیان داستان کی اجازت دی۔
وہ غنچۂ شاخسار سحر بیانی یعنی شہرزاد گویا ہوئی کہ شاہنشاہ مطلق شاہ کیوان بارگاہ کی عمر دراز
کرے اور عیش و عشرت ہمیشہ باز رکھے

[illegible] پیدا ہست — بتیغش حاتم طے شرمسار ہست
چنان در دہر داد معدلت داد — کہ ایوان ستم از پا درافتاد
چو جز شمع بریدہ داشہ دیدہ — بمقراض عدالت سر بریدہ

جب خسرو شاہ نوبت نشان شاہی مع اسباب تزک و نشان سے ملکہ کو سکھپال میں سوار کر کے پیدل
و سواروں کا مجمع ساتھ لے کے فرزندوں کے مکان کی سمت چلا شہر کا چھوٹا بڑا سواری کے
ہمراہ ہوا اُدھر سے دونوں فرزند دور تک استقبال کر کے پہلے دروازے پر کھڑے تھے
دردولت شاہی تک آدمیوں کی بڑی کثرت تھی بیٹوں نے گھوڑوں سے اُتر کے تسلیم کی
ماں باپ کی تعظیم کی پھر سکھپال تھامے خراماں خراماں کو مکان پر لائے سواری سے اُتارا
تسلیم کر کے قدم آنکھوں سے لگائے۔
پہلے تو وہ غم دیدہ رنج و کلفت رسیدہ بہت روئی پھر گلے سے لگایا پیار کیا بادشاہ نے
کہا یہ تینوں فرزند تمھارے ہیں انکی تشفی کرو ہر ایک کی ولادت کے وقت تمھاری کم بخت
بہنوں نے انکو نہر میں ڈال کر ایکبار کتے کا پلا دوسری بار بلی کا بچہ تیسری دفعہ چھچھوندر ظاہر کیا
کہ ملکہ نے یہی جنا ہے یہی پیدا ہوا ہے۔
از بسکہ ان بچوں کی زیست تھی اور ہم سے ملنا تھا خدا نے انکو بچایا اور سب طرح سے لائق و
فائق کیا پھر وہ تینوں شہزادے اور شہزادی [illegible] کے گلے لگ کے خوب روئے جیب
و دامن اشکوں سے بھگوئے خصوصاً ملکہ بہت روئی اور مصداق ان شعروں کی ہوئی

گہے از گریہ چشمش آب می ریخت — گہے جائے آب دل خوناب می ریخت

بہر قطرہ کہ از مژگان کشادی
گہے از آتش دل آہ سرد
نہانی راز را بیرون فتادی
بہ گردون دود آہش رہ سے کرد

بادشاہ نے کہا اب رونے دھونے کا کیا کام ہی خوشی کا مقام ہی کہ خدا کے فضل سے جدائی کے بسر ایام ہوئے باحسن الوجوہ اتمام ہوئے ہنسو بولو ان اشعار پر عمل کرو

شکر صد شکر ہوئے ہجر کے ایام تمام
گرچہ آغاز برا تھا یہ ہوا نیک انجام
زندگانی کی ہوئی مجکو امید اے گلفام
صبح وصل آئی نظر گذری مصیبت کی شام

دائے تشریف جو ہے گھر میں سحر ناز کیا
جو تصور میں نہ تھا مجھ سے وہ انداز کیا

پھر بادشاہ اور ملکہ نے فرط خوشی سے اپنے تینون فرزندون سمیت بیٹھ کے خاصہ تناول کیا تمنائے دلی کو حاصل کیا

خوش روزگارے کہ بے رنج و غم
ہمہ خوش دل و خرم و خوش زبان
دمے خوش نشینند با یک دگر
نشینند آسودہ یاران بہم
بر آسودہ از کار بار جہان
بفضل خداوند جن و بشر

دسترخوان پر دنیا کی ہمہ نعمت موجود تھی سلیقہ شعار شہزادی زہرہ جبین نے پہلے سے جملہ انتظام تیاری طعام کا کر لیا تھا تمام جہان کی عمدہ و لذیذ شیرین و نمکین کہانے میوہ و مٹھائی و فواکہات انواع و اقسام کے ماکولات و مشروبات اچار و مربہ و لوزیات سب شاہی دسترخوان پر چنا ہوا تھا اگر اُن کھانون کی صفت رقم کیجائے قلم شاخ نبات بن جائے دوات کا قوام شیرینی مضامین سے گاڑھا ہو جائے تختہ کاغذ تختۂ زعفران زار ہو اگر ترقیم کھانون کی بوباس عنبر بار ہو۔

الغرض جب کھانے سے فراغت ہوئی بادشاہ ملکہ کو باغ مین واسطے دکھانے درخت سرائندہ اور فوارے سنہری کے لے گیا ملکہ جا کر پہلے اُن دونون چیزون کو دیکھکر بہت خوش ہوئی پھر بعد اسکے چڑیا کو جسکی تعریف بادشاہ نے ملکہ سے خاصے کے وقت کی تھی دیکھا اور اسکی باتون اور گانون سے بہت محظوظ ہوئی۔

بعد اسکے دور بادۂ گلگون کا گردش مین آیا ملکہ نے پہلے بادشاہ کو پھر لڑکون کو پلایا ناچ رنگ کا جلسہ شروع ہوا دل ہر ایک کا رجوع ہوا ایک رقاصہ نے مین پیا رسے

سرون اور نازک آوازی سے یہ غزل گائی کل حاضرین کو غزل عاشقانہ سنا کے وجد مین لائی سب مثل تصویر خاموش تھے اور بہوتین کو غش پڑتے تھے

گر تری زلف مسلسل کا نہ سودا ہوتا　　کیون نہ زنجیر بپا موج سے دریا ہوتا

چرخ چارم پہ دماغ آج ہمارا ہوتا　　گر کہین ہمنفس اپنا وہ مسیحا ہوتا

نہ شفا ہوگا مسیحا سے نہ دیکھا ہوگا　　مرض عشق کے بیمار کو اچھا ہوتا

سرخ ہو باف پڑا ہی جو تری چوٹی مین　　شفق و شام کا کسکو نہین دھوکا ہوتا

چرخ کھاتا نہ کبھی چرخ [illegible]　　زلف خمدار کا گر تیرے نہ سودا ہوتا

ہی کسی غیرت خورشید کا یہ حلقہ گیسو　　بے سبب گرد قمر کے نہین ہالہ ہوتا

دیکھتا گر ترے دندان مسی مالیدہ　　چرخ نیلی پہ خجل عقد ثریا ہوتا

ہون مین وہ نخل جنون [illegible]　　دانہ انگور کا ہر آبلہ پا ہوتا

جا کے چھپتا نہ اگر دشت عدم مین عنقا　　تیر مژگان کا تمہارے نہ نشانہ ہوتا

دل صد چاک کو کرتا ہی پریشان ہمیشہ　　زلف پیچان مین نہین یار کے شانہ ہوتا

کیون نہ کرتا کمر یار کی تعریف رقم　　پر عنقا سے قلم گر کہین پیدا ہوتا

کشتۂ ناز قد یار ہون زیبا تھا مجھے　　سرو کے چوب سے تابوت کا تختا ہوتا

بولتا خضر کا کاہے کو جہان مین طوطی　　خط سے گر عارض دلدار پہ سبزہ ہوتا

بعد مردن ترے عاشق کے لیے رشک قمر　　چاہیے تھا کہ کفن چادر مہ کا ہوتا

فضل حق سے ہی بلاغت ترے شعرون مین [illegible]　　کیون سخن تیرا نہ مشہور زمانہ ہوتا

پھر جب ان سب امور سے فراغت ہوئی بادشاہ گھوڑے پر سوار ہوکر شہزادہ بہمن کو داہنی طرف اور شہزادہ پرویز کو بائین طرف کر کے محل کی طرف روانہ ہوا اور ملکہ نے سکھپال مین شہزادی زہرہ جبین کو اپنے ساتھ بٹھا لیا جب سواری بادشاہ کی مراجعت کے وقت شہر کے اندر پہونچی سر راہ دو رویہ شہر کی خلقت بقدر وسعت سونا چاندی نثار کرتی تھی محتاجون کی ٹکڑی دعائین ہزار ہزار بار کرتی تھی —

کوئی کہتا تھا مہرو ماہ بادشاہ کے ہاتھ آئے ہین کسی کا یہ قول تھا وارث تخت مالک سلطنت بادشاہ کیوان بارگاہ نے پائے ہین

چالیس دن تک شہر مین عید رہی برسون کی راہ تک اس عجیب معاملہ کی گفت و شنید رہی

بادشاہ دریا دل نے زر و جواہر ایسا تقسیم کیا کہ شہر کے گرد و نواح مین کبھی محتاج کا نام نہ رہا خلقت کو بجز عیش و طرب کوئی کام نہ رہا۔

جب یہ جلسے ہو چکے منادی نے ندا دی کہ ہر چھوٹا بڑا شہر کا امیر وزیر رئیس اہل حرفہ شہر پناہ کے دروازہ پر حاضر ہو کے معائنہ کرین مضمون عبرت خیز آنکھون سے دیکھین جس دم یہ مجمع بادشاہ نے ملاحظہ کیا دونون شاہزادے ہمراہ تھے ملکہ و شہزادی سلیمان مین باہم بیٹھی تھین وزیر کو حکم ہوا کہ پنجرے اُن نابکارون محسن کشون بدشعارون کے حاضر کرو۔

وزیر فوراً حکم بجا لایا پنجرون کو منگایا خلقت نے دیکھا سب تھرا گئے بہتون کو غش آ گئے اس طرح کی قید شدید تھی کہ جب وہ سانس لیتی تھین لوہے کے خار جسم کے پار ہوتے تھے ہر چند شہزادون نے شفاعت کی اور ملکہ نے بھی عرض کیا کہ مین انتقام سے درگذری مگر بادشاہ نے نہ مانا شکاری کتون کے روبرو ڈالا اُنھون نے تکے بوٹی کر دیا نہ لہو چکھا نہ گوشت زبان پر رکھا کوے چیلون نے کھایا ایک عالم کو انکے کردار کا بدلا دکھایا جانورون کو اُنکی بوٹی بوٹی بٹ گئی اُنکی بدکرداری پر نفرین کر کے بھیڑ چھٹ گئی۔

الغرض بڑی شوکت و عظمت کے ساتھ شہزادہ بہمن اور شہزادہ پرویز اور شہزادی زہرہ جبین کو بادشاہ اپنی دولت سرا مین ہمراہ لایا دل نے چین پایا شب کو بڑی روشنی اور ناچ اور تماشے دکھلا کر اپنے فرزندون اور ملکہ کی ضیافت کی اور بہت دنون تک تمام شہر مین کمال خوشی و خرمی رہی اور ہر ایک شخص نے اس سرور سے اپنے گھر مین محفل اور ضیافت کر کے نہایت خوشی کی اور جیسا کہ ملکہ کے قید ہونے سے رعایا مغموم ہوئی تھی اُسکو اب اس حال مین دیکھکر نہایت شادکام ہوئی خصوصاً اُس چڑیا کو دیکھکر جسکا پنجرا آگے شہزادی زہرہ جبین کے رکھا ہوا تھا اور گروہ طیور خوش الحان کا چارون طرف سے جمع ہو کے گرد اُس پنجرے کے اُڑتے اور طرح طرح کی خوش الحانی سے بولیان بولتے جاتے سوا اُنکے اور بہت چڑیان درختون اور کوٹھون پر بازار اور ہر گلی کوچے مین جدھر سے سواری بادشاہ کی گذرتی اور اُس مرغ خوش الحان کا قفس جاتا تھا میٹھی خوشی مین چہچہا رہی تھین۔

الغرض بادشاہ جلسہ ہاے عیش و طرب سے فراغت کر کے انتظام سلطنت مین مشغول ہوا سب کا مطلب حصول ہوا۔

غرضکہ یہ سب ہنسی خوشی سے رہنے سہنے لگے خداے پاک نے اپنے فضل و کرم سے یہ روز سعید دکھایا بڑی بڑی مصیبتون سے بچایا صدہا زحمتین سہکر یہ دن دیکھنے مین آیا شہزادی زہرہ جبین کی محنت

ٹھکانے لگی اسکی ہمت مردانہ سے دُرِ مقصود کا سُراغ مل گیا جس غنچے کو پژمردہ سمجھے تھے وہ نسیم لطف ایزدی کے اہتزاز سے کھل گیا آنکھوں کو نور قلب کو سرور ہوا کاشانۂ سلطنت فروغ عیش و عشرت سے معمور ہوا جامع المتفرقین نے سب بچھڑے ہوؤن کو یکجا کر دیا سب سامان عیش و عشرت مہیا کر دیا۔

جس طرح انھین بہم ملا یا	بچھڑے ہوے سب ملین خدا یا
رنگین نشاط سے ہی سپید و سیاہ دہر	ہی ابلق زمانہ یہ گویا سوار عیش
اس غم کدہ کو چرخ نے عشرت کدہ کیا	اب دیکھیے دکھائیگا کیا کیا بہار عیش
لانے لگا نہال محبت گل مراد	بنتا ہی نخل غم کے لیے برگ و بار عیش
جوش نشاط و فرط خوشی سے عجب نہین	آخر کو غم زدون کے دلون پر ہو بار عیش
رحمت سے حق کے دور نہین جنتی کی طرح	گر آج دوزخی کو ملین بے شمار عیش
لکھا کسی نے بھول کے گر کوئی حرف غم	نکلا زبان خامہ سے بے اختیار عیش
گر بس چلے تو ہاتھ سے مینا کے منہ رکھ	می بھر کے خوب پی کہ جو ہو خوشگوار عیش

جب ملکہ شہرزاد نے اس حکایت کو تمام کیا شہریار کو یہ داستان سُنکے بڑی عبرت ہوئی اور ایک ہزار رات پوری گذر گئی شہرزاد کا احسان مند ہوا قتل و قمع کا باب بند ہوا وزیر اعظم جو شہرزاد کا باپ تھا اُسکو بلایا کہا تیری بیٹی نے بے جرمون کے انتقام خون سے مجکو بچایا پھر شادی کی تیاری کی بہت تکلف انتہا کی دھوم دھام سے شہرزاد کے ساتھ بیاہ کیا اور اُسکی بڑی تعریف اور توصیف کر کے کہا کہ تو نے ایسی عجیب و غریب حکایتین اور قصے سُنا کے میرے دل کو ملائم اور نرم کیا کہ جنکے سُننے سے مین اس ظلم و نا انصافی سے باز آیا اور سب زنان ناکتخدا کو قتل ہونے سے تو نے بچایا اُنپر رحم کھایا اب امیدوار ہون کہ تو دعا مانگ کہ تا یہ طفیل تیری پاک دامنی اور عصمت کے حق تعالے میرا جرم و گناہ معاف فرمائے اور روز حشر کے مجھ سے اسکی باز خواست نہ کرے۔

شہرزاد بادشاہ سے یہ باتین سُنکر اُسکے قدمون پر گری اور نہایت اسکی قدردانی اور عزت افزائی کا شکریہ بجا لائی۔

اس خبر کو سُنکے وزیر اعظم اور شہر کے باشندے بہت خوش ہوے اور بادشاہ شہریار خصوصاً ملکہ شہرزاد کے حق مین بصدق دل دعائین مانگنے لگے اور بہت برسون تک شہریار ملکہ

شہرزاد کے ساتھ ہنسی خوشی رہا اور خلق کو اپنے عدل و انصاف سے راضی و خوشنود رکھا ہر طرح بامراد و بہبود رکھا۔

بقیہ زندگانی بخشش و عطا محتاجون کی حاجت روا کرنے مین بسر کی شب عیش و عشرت عدل و داد مین سحر کی جیسے شہرزاد کے دن پھرے خداوند عالم اسی طرح پڑھنے سننے والون کی آرزو پوری کرے آمین ثم آمین۔

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ و المنۃ کہ حصہ دوم الف لیلہ جسمین بقیہ داستانین بسبب کثیر الضخامت ہونے کے رہ گئی تھین اس حصہ دوم مین پوری کی گئین اور بقدر دانی سرآمد تاجران عالی وقار امیر نامدار قدرشناس علم و ہنر غرث افزاے اہل جوہر جناب منشی پراگ نراین صاحب دام اقبالہ اب کتاب الف لیلہ تمام و کمال زیور طبع سے ہر صفت ہوکر رونق بزم مشتاقان ہوئی۔